

بختِ نصر

PDFBOOKSFREE.PK

آہم راوی ایم اے

بخت نصر

اسلم راہی ایم اے

عمار پبلیکیشنز

دوکان نمبر 13 پنجاب پلازہ مچھلی منڈی اردو بازار لاہور

موبائل: 0307-2542383



ساتویں قبل مسیح اپنے انجام پر تھی۔ عروج پر آئے سرما کی گہری رات ہر شے کو اپنے دامن میں سمیٹ چکی تھی۔ ایسے میں خانہ بدوشوں کا ایک بہت بڑا کاروان اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو یروشلم سے نکل کر دمشق، وہاں سے سیدھی آگے اس الشحرہ پھر دائیں جانب مڑتی ہوئی تدمر، آگے بڑھ کر دریائے فرات کو عبور کر کے خابور اور پھر دریائے دجلہ تک آ کر اپنا رخ بائیں جانب موڑتے ہوئے نینوا کی طرف چلی گئی تھی۔

خانہ بدوشوں کے اس کاروان میں سینکڑوں اونٹ، گھوڑے، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ، بار برداری کے دوسرے جانوروں کے علاوہ ان گنت خانہ بدوش بھی تھے۔ شاہراہ اس الشحرہ سے مڑ کر جب تدمر اور آگے دریائے فرات کی طرف جاتی تھی تو فرات کے قریب آ کر خانہ بدوشوں کے ایک مغنی نے گانا شروع کیا تھا۔ جو وہ گارہا تھا اس کا لب لباب کچھ اس طرح تھا۔

”اجنبی سن! مجھے غور سے سن! ہم خانہ بدوش ازل کے اسرار ابد کے رموز، شوق سے لبریز مادرائے فطرت حقیقتوں کے مسافر ہیں۔ ہماری بیروی نہ کرنا کہ ہم تو خشونت آمیز موجوں کے شور، پُر خار دشوار گزار سنگستانی راستوں اور شب و روز کی گردشوں میں طلسمی کشش اور نعمات کے دھاروں کی طرف سفر کرتے ہیں۔

اجنبی! خوف و موت کی دیویوں کا رقص، صحراؤں سے سراپا ہاتے سراپ، تیرگی کی الم خیز ویرانیاں، ہوس کی گرد میں لپٹے سنائے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ہم کائنات کے وہ گمنام لوگ ہیں جو سمندری موجوں کے شور کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے نیزوں کی ہزاروں انہوں جیسی سورج کی پھونکی کرنوں کو اپنا سا بنانا۔
ناتے ہوئے تباہی کے کھولتے غاروں سے خوابوں کی تعمیر کی طرح سفر کرتے ہیں۔

پہانچوں کو ناپتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ جب مشرق سے سورج کے قرص نے نمودار ہو کر زمین کے سینے کو منور کرنا شروع کیا تو وہ کاروان دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچ گیا اور وہاں خانہ بدوشوں کے اس کاروان کے سردار نے دریائے دجلہ کے کنارے کے ساتھ ہی پڑاؤ قائم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی خانہ بدوش آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئے۔ اونٹوں کی ٹہلیں ان کی ہاتھوں پر مارتے ہوئے انہیں دریائے دجلہ کے کنارے کی ریت پر بٹھا دیا گیا تھا۔ گھوڑوں، بار برداری کے دوسرے جانوروں سے سامان اتارا جانے لگا تھا۔ اونٹوں کی ٹہلیں خالی کر کے ان کے کپادے، گھوڑوں کی تہیں اتار دی گئی تھیں۔ اس کے بعد کچھ جوانوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے علاوہ اونٹوں، گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کے گھوں کو دریائے دجلہ کی طرف بائک دیا تھا اور سارے جانور کچھ اس طرح پانی پینے لگے تھے کہ گویا وہ دریائے دجلہ کی روانی کو روک کر رکھ دیں گے۔

جس وقت سارے جانور دریائے دجلہ کے کنارے پانی پنی رہے تھے اس وقت ان صمت خانہ بدوش بڑی تیزی، مہارت اور سرعت کے ساتھ اپنے خیمے نصب کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر خانہ بدوشوں کا سردار جس کا نام فردوس تھا، وہ ایک طرف بیٹھا اپنے بیٹے الچ بن فردوس، اپنی بیوی ازلام اور اپنی حسین و جمیل بیٹنی کے حدود کو الوداع کہتی بیٹی مشیرہ کو دیکھ رہا تھا جو ایک جگہ کھڑے خیموں کے نصب ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ خانہ بدوشوں کے سردار فردوس کی بیٹی مشیرہ طلب کی لگن، وفا کی لو، عقیدتوں کی آنچ جیسی خوبرو، کونپلوں کے گلزار، شادمانی کی کلیوں اور مادرے بیان سرشاری جیسی پُر جہاں، فسوں نیز، چاندنی حکمت کے زمرے لعل بدشاں جیسی حسین تھی۔ جس وقت وہ خیموں کا منظر دیکھتے ہوئے کبھی کبھی اپنے باپ، اپنی ماں اور بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے گفتگو کرتی تھی تو یوں لگتا تھا گویا اس کی ذات جادو کا عصا، اس کی خوبصورتی کسی موجد کا نسخہ، اس کا سراپا، اس کی آواز نعمات کا دھارا اور اس کے جسم میں ایک ان دیکھی انوکھی نا آشنا سحر انگیزی تھی۔

جس وقت وہ چاروں آپس میں باتیں کر رہے تھے اس وقت خانہ بدوشوں کا نائب سالار زہیر بن سلمی، اس کے دو بیٹے زید بن زہیر، سان بن زہیر، اس کی بیوی احاطہ اور بیٹی اتاشید پانچوں اس جگہ آن کھڑے ہوئے جہاں خانہ بدوشوں کا سردار اپنے

اجنبی سن! مجھے غور سے سن۔ زندگی کے ان انشیب و فراز راستوں پر کبھی ہم دکھ اور کرب کا شکار ہوتے ہیں اور پھر کائنات کے مالک کو یاد کرتے ہوئے ہم امن کی سنوٹی بزم، ساحرانہ رسوم کی پیش قدمی کے سے سکون، لب و رخسار کی مہک کی سی طہانیت اور جنگوں سے لپٹی ہیرالی کی سی عافیت کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اجنبی! ہم بت شکن ہیں۔ اس کے سامنے جھکتے ہیں جو کز کزاتے بادلوں کی گرج، چلتی برق کی آتش فشانی کو جیت دیتا ہے۔ جو ابرام ساوی کو اپنے قانون میں جکڑے ہوئے ہے۔ جس نے تو حید کا عقیدہ غیر مرئی اور غیر محسوس معیاروں پر قائم نہیں کر رکھا۔

اجنبی! ہماری حالت پر حیران اور تجسس نہ ہو کہ ہم قدیم طلسم بھرے روز و شب کے رازدار، وصل کی حکایتوں، آگینہ داستانوں کے بھیجی ہیں۔ صحراؤں، دشت کے کوساروں، ویرانوں، دیوالاؤں، سراپوں کے احساسات، طوفانوں کی لامحدود پرواز کی طرح اپنے دامن میں لئے پھرتے ہیں۔

اجنبی! اپنی بصارت کو میری طرف متوجہ کر۔ اپنے گوش کو میری سماعت کے لئے وقف کر کے ایک روز یادوں کے ثبات، خصلتیں مرگ کے اچھے دھاگوں میں کھو کر ختم ہو جائیں گے۔ بھگتے وقت کا جلال تمام ہو گا۔ تقدیر کے پیچ و خم اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ زیست کے باب بند ہو جائیں گے۔ ہر شے فنا ہو جائے گی۔ باقی وہی کائنات کا مالک رہے گا جس کی ہم بندگی اور عبادت کرتے ہیں۔“

یہاں تک گانے کے بعد وہ مغنی خاموش ہو گیا تھا اور اس کی اس خاموشی کے تھوڑی ہی دیر بعد کسی دوسرے مغنی نے قدیم عربوں کی حدی گائی شروع کر دی تھی۔ اس حدی میں پاکیزگی کی عالم مسکراہٹ جیسی کشش، ذہن کے درپچوں میں اتارنی محبت اور فرقت جیسا جذب، رنگوں میں رقصاں ہوتی شبنم اور چاندنی جیسی پیرمالی اور ساتھ ہی مغنی کی آواز میں عقل و شعور کو تیز کرنا ایک سوز سا تھا۔ اس حدی کا کاروان پر ایسا اثر ہوا کہ حدی کی آواز سنتے ہی اونٹوں نے اس کی لے پر اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ اب اونٹوں کی گردنوں میں جو بڑے بڑے جڑن بندھے ہوئے تھے وہ زیادہ تیز صدائوں میں بچ اٹھے تھے۔ اس کاروانی شاہراہ پر جس کی صداؤں، کاروانی آہٹوں کا ایک کیرام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس طرح خانہ بدوشوں کا وہ کاروان لگاتے چاند، ہنستے ستاروں، راستوں کے غبار، ندیوں کی روانی، آندھیوں کے جھکڑوں، جھلوں کے شور اور مھروں کی

کر سکتے ہو؟ مول سوج کبھی کر جاتا۔ اس لئے کہ ضرورت پڑنے پر ہمارا بادشاہ کیا کسارا اپنی ضرورت لے مطابق قیمت ادا کرے بغیر جانور زبردستی بھی چھین سکتا ہے۔“
یہاں تک پہنچنے کے بعد وہ مسلح جوان جب خاموش ہوا تب ایک خانہ بدوش اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اچھی! اگر تم اوم کیا کسارا کے لشکری ہو تو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ہم چرواہے ہیں۔ وہ مانتے دریائے دجلہ کی طرف ہمارے قبیلہ نے پڑاؤ کیا ہوا ہے۔ ہم اکادی عرب ہیں۔ ہمارا سردار اور نائب سردار ہے۔ اگر تم جانور حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس سلسلے میں ہمارے سردار سے بات کرو۔ سردار کا نام فردوس اور نائب سردار کا نام زبیر بن سلمیٰ ہے۔ اگر تم لوگوں کو قیمت لئے بغیر تمہاری ضرورت کے مطابق جانور دے سکتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اس سلسلے میں ہم سے کوئی گفتگو نہ کرو۔ ہمارے پڑاؤ کی طرف جاؤ اور ہمارے سردار سے اس سلسلے میں بات کرلو۔“

ایران کے شہنشاہ نے سارا کا وہ سالار اور اس کے مسلح ساتھی وہاں سے ہٹ گئے تھے اور خانہ بدوشوں نے پڑاؤ کی طرف بڑھے تھے۔

دوسری طرف خانہ بدوشوں کا سردار اور نائب سردار دونوں اپنے اہل خانہ کے ساتھ فردوس کے خیمے میں بیٹھے کسی موضوع پر باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک خانہ بدوش خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور سردار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سردار! ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کے کچھ لشکری اور ایک سالار آئے ہیں۔ وہ آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں۔ کچھ جانوروں کی خریداری کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“

اس موقع پر فردوس اور زبیر بن سلمیٰ اور دونوں کی بیویاں ازراہ اور احاطہ پریشانی کے عالم میں فردوس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ دونوں کی بیٹیاں عیشیرہ اور اناشید بھی قہر مندی کا شکار ہو چکی تھیں۔ تاہم اس موقع پر فردوس اور زبیر بن سلمیٰ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی فردوس کا بیٹا اشع بن فردوس اور زبیر بن سلمیٰ کے دونوں بیٹے زید بن زبیر اور ستان بن زبیر بھی اٹھے۔ پانچوں خیمے سے باہر آئے۔

خیمے سے باہر ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کا سالار اور لشکری اپنے گھوڑوں سے اتر کر کھڑے تھے۔ دوسری طرف احاطہ، ازراہ، حسین و خوبصورت عیشیرہ اور پُر جمال اناشید

بیوی، بیٹے اور حسین و جمیل بیٹی عیشیرہ کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس طرح سب نصب ہوئے خیموں کا منظر دیکھنے کے ساتھ ساتھ باہم گفتگو بھی کرنے لگے تھے۔

جب خیمے نصب ہو چکے تب خانہ بدوشوں کا سردار فردوس اپنے نائب زبیر بن سلمیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اہل سلمیٰ! میرا خیمہ نصب ہو گیا ہے۔ سب وہیں بیٹھ کر باہم کر رہے ہیں۔“
اس پر زبیر بن سلمیٰ اور اس کے اہل خانہ فردوس، اس کی بیوی، بیٹے اور بیٹی کے ساتھ ہوئے تھے۔

جب خانہ بدوشوں کے سارے جانور دریائے دجلہ سے پانی پی چکے تب بہت سے نوجوان جو خیمے نصب کرنے سے فارغ ہو چکے تھے ان میں سے کچھ سارے جانوروں کو ہانکتے ہوئے دریائے دجلہ سے جٹ کر نکلے اور بلند میدانوں کی طرف لے گئے تھے جہاں دور دور تک گھاس پھیل جاتی تھی۔ گوسر دی کی وجہ سے گھاس بھوری ہوتی جا رہی تھی لیکن رات بھر سوز کرنے والے بھوکے جانور بڑی تیزی سے گھاس پر مہم مار رہے ہوئے اپنا پیٹ بھر نے میں لگ گئے تھے۔

جس وقت سارے جانور کھلے میدانوں میں چر رہے تھے تو بہت سے خانہ بدوش سارے جانوروں کے ارد گرد ان کی حفاظت کی خاطر پھیل چکے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ چھوٹا سا ایک لشکر جس کے سامنے شاید اس کا سرخیل یا سردار اپنے گھوڑے کو بھڑکاتا رہا تھا، خانہ بدوش چرواہوں کی طرف آیا۔ وہ دریا کے اوپری طرف سے آئے تھے جہاں ایک جگہ چند خانہ بدوش جمع تھے۔ ان کے پاس آکر آنے والے مسلح دستوں کا سالار رک گیا، پھر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے جھکنا انداز میں اس نے خانہ بدوشوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

”تم لوگ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کھر کارخ کر رہے ہو؟ اگر ہم تم سے اونٹ اور بھیڑ بکریاں لینا چاہیں تو اس سلسلے میں تم کیا وصول کرو گے؟ ایک بات یاد رکھا، ہمارا لشکر یہاں سے صرف دو فرلانگ اوپر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ ہم لوگ ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کے لشکری ہیں۔ ہمارا بادشاہ خینا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہاں ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے اور کل پڑاؤ اٹھا کر خینا کا رخ کریں گے۔ اور اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ اب بتاؤ تم کیسے اور کس طرح یہ جانور ہمارے حوالے

کون ہے؟ کیا تم خانہ بدوشوں کا کوئی کاہن یا بزرگ ہے جس سے تم لوگ مشورہ کرنا چاہتے ہو؟

ایرج کے ان الفاظ پر فردوس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔
"اگر تم برائے مانو تو کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم ایران کے شہنشاہ کے لشکر میں کیا ہو؟"

جواب میں ایرج جھٹ سے کہنے لگا۔

"میں اس کے لشکر میں ایک سردار ہوں اور میرے ماتحت ان گنت لشکری ہیں۔"

ایرج کے خاموش ہوتے ہی فردوس ایک دم بول اٹھا۔

"جس طرح تمہارے بادشاہ کے تحت سالار ہیں اور اس کے تحت لشکری ہیں اسی طرح ہم خانہ بدوشوں کا بھی ایک لشکر ہے جو اپنے پڑاؤ کے علاوہ اپنے جانوروں اور اپنی ساری اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور اگر کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو محفوظ کامان بھی کرتا ہے۔ ہمارے ان جنگجو ساتھیوں کا ایک سالار بھی ہے اسی کا نام نفیل بن ساعدہ ہے اور اسی کو میں نے بلایا ہے۔ میرے عزیز! جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا مناسب جواب وہی دے گا۔ اس لئے کہ میرے لشکر میں جس قدر جنگجو اور مسلح جوان ہیں جن کے ذمے پڑاؤ اور جانوروں کی حفاظت ہے ان سب کا سالار یہ نفیل بن ساعدہ ہی ہے۔"

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ فردوس کا بیٹا اشیع لوٹا۔ اس کے ساتھ ایک دراز قد اور انتہا درجہ کا کڑیل جوان تھا۔ کم عمر تھا۔ اس کی سینیں ابھی جھجک رہی تھیں لیکن تھا بڑا توانا۔ وہ اس وقت اپنے جنگی لباس میں تھا۔ سر پر چمکتا ہوا آہنی خود تھا جس پر اس نے اپنا غماض باندھ رکھا تھا لیکن کہیں کہیں سے وہ خود تا تک جھانک کر رہا تھا۔ جسم پر ذرہ بھی نہ تھی۔ کمر پر سرخ چوڑے کی خوبصورت پٹی تھی جس کے اندر اس کا خنجر اور تلوار تھی۔ دونوں بازوؤں پر جوٹن تھے۔

جب وہ قریب آیا تو ایرانی سالار ایرج تھوڑی دیر تک اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر عجیب سے انداز میں دیکھتا رہا۔ اس لئے کہ ایرج کا قد اس سے چھوٹا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملانے کے لئے ایرج کو اوپر دیکھنا پڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنے والے جوان نفیل بن ساعدہ نے فردوس کو مخاطب کیا۔

خیمے کے پردے کے پیچھے کھڑی ہو کر آنے والوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگی تھیں۔

فردوس آنے والوں کے سردار کے پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرا نام فردوس ہے۔ میں خانہ بدوش قبیلہ کا سردار ہوں۔ یہ زہیر بن سلمی نائب سردار ہے اور یہ ہمارے ساتھ ہمارے بیٹے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ایران کے شہنشاہ کیا کساراکے سالار اور آپ کے ساتھ آپ کے لشکری ہیں۔ آپ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

اس موقع پر کیا کساراکے سالار نے چند لمحوں تک باری باری بڑے غور سے فردوس اور زہیر بن سلمی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"ہمارا شہنشاہ کیا کسارا غنیمت پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے یہاں سے صرف دو فرلانگ اوپر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا ہے۔ ہم کل کوچ کریں گے۔ غنیمت پر حملہ آور ہوں گے۔ ہمیں لشکر کی خوراک کے لئے جانوروں کی ضرورت ہے۔ اس سے پہلے ہم آس پاس کی بستیوں سے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے ہمارے خبرداروں نے بتایا کہ ایک بہت بڑے خانہ بدوش قبیلہ نے یہاں پڑاؤ کیا ہے اور ان کے پاس ان گنت جانور ہیں۔ سو ہم تم سے جانور لینے کے لئے آئے ہیں۔ اس سے پہلے تمہارے کچھ خانہ بدوشوں سے بھی میری گفتگو ہوئی ہے۔ میں انہیں بھی بتا چکا ہوں کہ قیمت اور موصول بھیج کر ہٹانا۔ اگر حد سے گزرے تو تمہارا بادشاہ کیا کسارا تم لوگوں سے جانور زبردستی بھی لے سکتا ہے۔"

ایران کے بادشاہ کیا کساراکے سالار کی اس گفتگو سے فردوس اور زہیر بن سلمی دونوں کی پیشانیوں پر بل پڑ گئے تھے۔ اس موقع پر فردوس نے اپنے بیٹے اشیع بن فردوس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اشیع میرے بیٹے! ذرا نفیل بن ساعدہ کو بلا کر لاؤ۔"

اپنے باپ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا بیٹا اشیع وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ایرانی سالار فردوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرا نام ایرج ہے۔ میں ایران کے شہنشاہ کیا کساراکے چوٹی کے سالاروں میں سے ایک ہوں۔ یہ تم نے کس کو بلایا ہے جس کا نام تم نے نفیل بن ساعدہ لیا ہے؟ یہ

”سردار! کیا معاملہ ہے؟ کون جانور لینا چاہتا ہے؟“

اس پر فردوس ایرج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ ایوان کے شہنشاہ کیا کسار کا سالار ہے۔ اپنا نام ایرج بتاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے مسلح جوان ہیں۔ یہ ہم سے جانور حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مول سوچ سمجھ کر لگائیں۔ حد سے بڑھیں گے تو ان کا بادشاہ ہم سے زبردستی بھی جانور چھین سکتا ہے۔“

فردوس جب خاموش ہوا تب لمحہ بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے ایرانی سردار ایرج کی طرف دیکھا پھر بے نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مہربانو! ہم بڑے بے ضرر خاند بدوش ہیں۔ ہم اکادی عرب ہیں۔ برسوں سے نہیں بلکہ صدیوں سے ہم خاند بدوشوں کی حیثیت سے متحرک ہیں۔ ہم سے پہلے ہمارے آباء اجداد ان سے پہلے ان کے آباء اجداد اسی طرح خاند بدوشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ ہم بڑا گاہوں کی تلاش میں جگہ جگہ پڑاؤ کرتے ہوئے ایک جگہ لگاتے ہیں۔ میرے عزیز! ہماری ابتدا یمن سے ہوتی ہے۔ دہشت عرب میں سے ہوتے ہوئے انباط، پھر حیرہ پہنچ کر وہاں سے دین بدلتے ہوئے مدین چلے جاتے ہیں۔ وہاں جانوروں کے لئے گھاس خوب ملتی ہے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کرتے ہیں۔ مدین سے نکل کر جگہ جگہ پڑاؤ کرتے ہوئے یروشلم، وہاں سے دہشت، وہاں سے راس الشحرہ پھر قمر پھر خاور اور اس کے بعد یہاں پہنچتے ہیں جہاں ہم نے پڑاؤ کیا ہے۔ یہاں سے ہم اپنا رخ تبدیل کریں گے۔ نیچے کی طرف جائیں گے۔ بابل کے نواح میں قیام کریں گے۔ بابل کا بادشاہ غیو پلاس اور اس کا بیٹا بنت نصر بھی ہمارے خوب جاننے والے ہیں۔ بابل میں قیام کرنے کے بعد ہم پھر واپس آئیں گے اور جہاں جہاں پڑاؤ کرتے رہے ہیں وہیں وہیں قیام کرتے ہوئے، ٹھہرتے ہوئے دوبارہ یمن کی طرف لوٹ جائیں گے۔ میرے عزیز! یوں جانو خاند بدوشانہ پتھر صدیوں سے جاری ہے اور

نجانے کب تک جاری رہے گا۔ ہم چونکہ بے ضرر اور بڑے امن لوگ ہیں لہذا ہم تم سے گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں کسی اتھا کا نشانہ بنانے کی کوشش نہ کرو۔ ہمارے پاس فروخت کے لئے جانور نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ضرورت پڑنے پر ہم جانور فروخت کرتے ہیں لیکن یہ وہ عمل ہم کچھ جانور فروخت کر چکے ہیں اور پھر میں تم پر یہ

بھی اکتشاف کروں کہ یہ جانور ایک شخص سے نہیں ہیں۔ ہمارے خاند بدوش قبیلے میں بے شمار گھرانے ہیں۔ ہر گھرانے کے اپنے اپنے جانور ہیں اور ان کی پہچان کچھ کے سنگوں پر رنگ و روغن کے نشان ہیں۔ کچھ کی دھوپ پر، کچھ کی چٹید پر، کچھ کے پاؤں، کچھ کی گردنوں، کچھ کی پٹلیوں پر مختلف قسم کے نشان ہیں۔ انہی نشانوں سے ہر شخص اپنے گلوں کے جانوروں کو پہچانتا ہے۔ لہذا انہی ایک شخص سے یا ہمارے قبیلے کے سردار سے آپ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں اتنے جانور دے دو۔ اس لئے کہ یہ جانور سب خاند بدوشوں کے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو ایرج انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”تو تم لوگ ہمیں جانور نہیں دو گے۔“

اس موقع پر ان ساعدہ نے بھی اس کی طرف غور سے دیکھا اور کہنے لگا۔

”تم میرا جواب سن ہی چکے ہو۔“

ایرج نے اس بار غصے کی حالت میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اگر ہم زبردستی تم سے جانور حاصل کر لیں تو تم کیا کر سکتے ہو؟“

ایرج نے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ تاؤ کھائیا تھا۔ آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔ پیشانی پر ہل چڑھ گئے تھے۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے ہونٹ کانٹے پھر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! زبردستی بات نہ کرو۔ اگر تم ایران کے شہنشاہ کیا کسار کے سالار بدوشوں میں اپنے سردار فردوس کا سالار ہوں۔ اگر ہم جگہ جگہ خاند بدوشانہ پڑاؤ کر سکتے ہیں۔ راتوں کی تاریکی میں اپنی مسافتوں کو ناپ سکتے ہیں تو اپنی حفاظت کا سامان بھی کر سکتے ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو پر ایرج تاؤ کھائیا تھا۔ کہنے لگا۔

”کیا تمہارا رویہ گستاخانہ جہاد کی گفتگو ہے؟ تمہیں ہے؟“

نفیل بن ساعدہ کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

”سن کیا کسار کے سالار! جو جملہ تم نے مجھ سے کہا ہے یہی جملہ اگر میں تم سے کہوں تو پھر تمہارے کیا جذبات ہوں گے؟“

اس پر ایرج کا ہاتھ کے انداز میں کہنے لگا۔

”اسے اس خانہ بدوشوں کا مسخ جوان ہے۔ اس کا نام فیصل بن ساعدہ ہے۔ اس نے یہاں الفاظ میں میری بے حرکتی کی تہ و بہاں میرا ہاتھ پڑا کر چھینا ہے اور جھٹکی دہی ہے کہ یہ میرا بازو بھیج کر میرے جسم سے لکھو کر دے گا۔“

اپنے سالار ایرج نے یہ الفاظ سن کر کیا سالار اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ جو دوسرے سالار اور محافظ تھے، وہی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ آہستہ آہستہ ایک وقار کے ساتھ چلتا ہوا کیا سالار فیصل بن ساعدہ سے پاس آیا، ہاتھ نرم لکھے میں اسے مطالبہ کر کے کہنے لگا۔

”کیا معاملہ ہوا؟“

جواب میں بڑی نرمی میں فیصل بن ساعدہ نے بھی اب تک ہوئے والی گفتگو کی باری تفصیل بتا دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد کیا سالار کے چہرے پر ہلکا سا قہقہہ نمودار ہوا، کہنے لگا۔

”میں تم لوگوں سے مل کر غر خرمس کرتا ہوں کہ تم لوگ عربوں کے قدیم قبیلہ کا، اسے قلعہ رکھتے ہو۔ یہی اکادمی بھی اس سالارے علاقوں کے حکمران بھی تھے اور ان علاقوں کی بڑی قابل تفسیر قوت خیال کئے جاتے تھے۔“

اس کے بعد کیا سالار، کچھ دیر تک وہ کھانا جانے والے انداز میں اپنے سالار ایرج کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”میں نے تمہیں حکم دیا کہ تم اپنے مسلح دستوں کے ساتھ اس خانہ بدوش قبیلہ کی طرف آؤ؟“ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابھی ابھی یہاں پڑاؤ کیا ہے۔ میں نے تو تمہیں علم دیا تھا کہ آس پاس کی باتوں کے لوگوں کی طرف جانور وہاں سے جس قوت پر آئے اپنے جانور چھپنا چاہیں، انہیں معقول قوت دے کر ان سے جانور حاصل کرنے کی شش کر دو۔ یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ان خانہ بدوشوں کے پاس آکر تکرار کر دو، ان سے ٹو بگڑو اور ان کے جانور زبردستی چھیننے کی کوشش کر دو۔ تمہارے اس رویے پر میں شرم محسوس کر رہا ہوں اور تم کو خود بھی ایسا معاملہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس کے اگر میں یہاں نہ پہنچتا تو یہ لوگ بھی خیال کرتے کہ جس طرح کا ایرج ان کا شہنشاہ بن رہا ہے اسی طرح کے اس کے سالار ہیں اور یہ میرے لئے بڑی بدنامی اور بڑی

اگر یہ ایرج اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دھتے پر سے لگایا تھا۔ تلوار نے نیام کرنا چاہتا تھا کہ فیصل آئے وہ خانہ بدوش کا گھوڑا لگا کر اس قدر زور سے بھونکا کہ ایرج کا ہاتھ اٹھا تھا۔

تلوار کو بھیج کر بات و باتوں میں لے کر تھن کی تھن میں تیرا بازو بھیج کر تیرے جسم سے لکھ کر دوں گا۔ اپنی حدود میں رہ کر مجھ سے گفتگو کر، اگر تو کیا کسار کا سالار ہے تو میں اس خانہ بدوش قبیلہ کے جنگجوؤں کا سالار ہوں۔ کان لپیٹ کر یہاں سے چلتے ہو ورنہ تم میں سے کسی کو بھی زندہ واپس جانا نصیب نہ ہو گا۔“

اس موقع پر ایرج کے منہ میں جوان حرکت میں آئے جانے لگے لیکن اس وقت تک ان نے نہ خانہ بدوش سے نہ ہو کر ان کے اطراف میں نہیں چلے تھے۔ لہذا اپنی جانوں کا خطہ محسوس کرتے ہوئے وہ خاموش رہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایرج کی حمایت میں اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دھتے پر نہ لے کر آیا تھا۔

دوسری طرف ٹیپے کے پردے کے پیچھے اصاط، ازاد اور اناشید کے ساتھ کھڑی حسین اور خوبصورت شیرہ قیوں کی طرف غریب انداز میں دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اس ایرانی سالار ایرج کے ساتھ ایسا یہ اختیار کر کے فیصل بن ساعدہ نے دلی خوش کر دیا ہے۔“

فیصل بن ساعدہ کے سلوک کے جواب میں ایرج کسی رد عمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس کا ایک چھوٹا سالار اشتباہ درج کے خوف اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”شہنشاہ دوسرے سالاروں اور محافظوں کے ساتھ ادھر ہی رہا ہے۔ اس لئے کہ جب سے ہم نے یہاں پڑاؤ کیا ہے وہ اس طرف ہی گھوڑ دوڑ کے لئے آتے ہیں۔“

ان الفاظ پر ایرج کچھ خوش نہ ہو گیا تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ لباس اس نے درست کر لیا تھا۔

اتنی دیر تک اوپر کی سمت سے آنے والے گھوڑ سوار قریب پہنچ گئے تھے۔ ان میں ایرانی کا شہنشاہ کیا سالار بھی شامل تھا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی ٹیپے کیا سالار نے پہلے سب کی طرف دیکھا پھر اپنے سالار ایرج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا معاملہ ہے؟“

بے عزتی کا معاملہ ہے۔"

یہاں تک کہتے کہ بعد کیا کسارا پیچھے بنا، پھر سوچا پھر ملکی ہلکی مسکراہٹ میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم نے اپنا نام نفیل بن ساعدہ بتایا ہے۔ مجھے تمہارا نام بھی بہت پسند ہے۔ بہت اچھا اور پرکشش نام ہے۔ اگر میں یہاں نہ آتا تو کیا تم میرے سالار سے ٹکرا جاتے؟"

کیا کسارا کہ ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ کی چھائی تن گئی۔ کہنے لگا۔

"ایسا دیکھتا رہا۔ اس کو تو میں اپنے انہوں کے اندر زیر کر کے رکھ دیتا۔ لیکن اس کے ساتھ جو اس کے سطح جوان ہیں انہیں کچھ نہ کہتا اس لئے کہ ان میں سے کسی نے میرے ساتھ کوئی حد سے بڑھی ہوئی گفتگو کی نہ ہی ان میں سے کوئی مجھ سے مخاطب ہوا ہے۔"

کیا کسارا کچھ دیر تک مسکراتا رہا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن ساعدہ! اپنی گفتگو کے دوران تم نے بتایا ہے کہ خان بدوش جنگجوؤں کے سالار ہو۔ اور یہ میرا سالار ہے۔ اس کا نام امیرج ہے۔ کیا تم اس سے بیچ زنی کا مقابلہ کرو گے؟"

نفیل بن ساعدہ کا ہاتھ اپنی ٹوکار کے دستے پر چلا گیا۔ کہنے لگا۔

"ایسا دیکھتا رہا۔ اس کے علاوہ ابھی میرے سالار آپ لے آئیں۔ میں ان کے ساتھ بھی بیچ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اے بادشاہ! ہم خان بدوش صحرا نورد اور بے ہنر سے لوگ ہیں۔ ہمارے پاس صرف بیچ زنی کا ہی ایک ہنر ہے جس پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔"

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے کیا کسارا خوش ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

"تمہاری گفتگو بھی بڑی خوش کن ہے۔"

پھر اس نے امیرج کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"ذرا اس خان بدوش کے ساتھ بیچ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

پھر کیا کسارا نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا۔

"خان بدوش! سنو! اگر تم بیچ زنی کے مقابلے میں میرے سالار امیرج سے ہار گئے تو پھر تم خان بدوشوں کے اندر جس قدر وسیع جنگجو ہیں ان سب کو میرے لشکر میں شامل

جو کر میرے ساتھ غنیمت پر حملہ آور ہونا ہوگا۔ نیا کوچ کرنے کے بعد پھر تم لوگ جہاں چاہو گے۔ آزاد ہو گے۔

نفیل کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔

"کیا یہ آپ کی شرط ہے؟"

مسکراتے ہوئے جب کیا کسارا نے اثبات میں گردن ہلاتی تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

"اگر آپ ہم پر شرط مسلط کر رہے ہیں تو پھر میری طرف سے بھی ایک شرط ہونی چاہئے۔ اگر میں آپ کے اس سالار کو انہوں کے اندر بیچ زنی میں مات دے گیا تب؟"

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر فخریہ سے انداز میں کیا کسارا نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"میرے سالار کا نام امیرج ہے۔ یہ میرے چوٹی کے چند حمد اور ناماب سالاروں میں سے ایک ہے۔ اگر تم نے یہاں میرے سامنے اسے بیچ زنی میں مات کر دیا تو میں تمہیں انعام میں ایک ہزار اشرفی دوں گا۔ مقابلے کے بعد میں یہیں ٹھہرا ہوں گا۔ میرے کچھ جوان جائیں گے، جس رقم کا ذکر میں نے کیا ہے وہ لے کر آئیں گے اور وہ رقم تمہارے ہونے کے بعد میں یہاں سے جائیں گے۔"

"کیا کسارا کی اس گفتگو سے نفیل بن ساعدہ کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کہنے لگا۔

"آپ نے میرے حق میں یہ شرط دے کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب ذرا اپنے سالار سے کہیں کہ مقابلے کے لئے تیار ہو جائے۔"

اس پر کیا کسارا کہنے لگا۔

"یوں نہیں۔۔۔ دیکھو، میرے سالار کے پاس ڈھال ہے۔ تمہارے پاس ڈھال نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اپنے سب خانہ بدوشوں کو یہاں جمع کر لو۔ سب کی موجودگی میں اس مقابلے کا لطف آئے گا۔"

اس موقع پر فردوس اور زہیر بن مسلم دونوں کیا کسارا کے پاس آئے پھر فردوس کہنے لگا۔ "ہم آپ کے جینے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے سارے خانہ بدوشوں کو یہاں جمع کر لیتے ہیں۔"

”اے بادشاہ! ہم گھر کے سرفروشی افراد ہیں۔“
ان الفاظ پر کیا کسار کے چہرے پر تعجب سامووار ہوا، کہنے لگا۔

”ف۔ ۵۰ افراد سے تمہارا کیا مطلب ہے تم اور...“
فیل جھٹ سے بول پڑا۔

”میں اور میرا دادا جس کا نام عظیم بن عبید اللہ ہے۔“
کیا کسار کہنے لگا۔

”یہ جو تمہارے خان بدوش جمع ہو رہے ہیں، کیا ان میں تمہارا دادا بھی آیا ہے؟“
جواب میں فیل کہنے لگا۔

”ابھی تک نہیں آیا۔ لیکن آئے گا ضرور۔“
کیا کسار خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”جب وہ آئے تو مجھے بتانا۔ میں چاہتا ہوں اس کی موجودگی میں یہ مقابلہ شروع کیا جائے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ مقابلہ تم آسانی سے جیت جاؤ گے جیسا تم کہہ چکے ہو؟“

اس پر فیل کی چھاتی تیز گئی۔ کہنے لگا۔

”میرے مالک کو منظور ہوا تو ذیت میری ہی ہوگی۔“
فیل کے ان الفاظ پر کیا کسار کا رخ دکھانے لگا۔

”کیا تم کسی کے غلام ہو؟ اس لئے کہ تم نے کسی مالک کا ذکر کیا ہے۔“
فیل کے چہرے پر قسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! جس مالک کا میں نے ذکر کیا ہے سرفروشی میں ہی اس کا غلام نہیں، پوری دنیا کے انسان، حشرات الارض گویا کہ ہر شے اس کی غلام ہے۔ اے ہم اللہ کے کرپارے ہیں۔ میرے دادا کا نام عظیم بن عبید اللہ ہے۔ اس کے باپ کا نام عبید اللہ تھا یعنی اللہ کا غلام۔“

فیل کے ان الفاظ پر کیا کسار کو جھنجھوٹ ہوئی تھی۔ پھر پوچھنے لگا۔

”مذہب کے لحاظ سے تمہارا بھکاؤ کس طرف ہے؟“
فیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! ابھی تک تو ہم دین ابراہیمی کے پیروکار ہیں۔ لیکن ہمیں عرب کے

کی سارا خوش طبعی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے بتا دیا گیا ہے کہ تم خانہ بدوشوں کے سردار ہو اور تمہارے ساتھ تمہارا نائب سارا ہے۔ اگر تم کھڑے رہ سکتے ہو تو میرے کھڑے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔“

فردوس نے اس موقع پر وہاں کھڑے کچھ خانہ بدوشوں کو علم دیا کہ اپنے سارے لوگوں، یہاں جمع کر لیں۔ ساتھ ہی اس نے اپنے بیٹے اشع بن کبنا کو وہ اپنے خیمے میں بلا کر، فیل بن ساعدہ کے لئے دھال لے آئے۔

اس پر وہ خانہ بدوش وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ اشع اپنے خیمے کی طرف بڑھا۔ جب وہ خیمے میں داخل ہوا تو اس کی چھاتی بہن عبیدہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ دھال لے کر جب وہ جانے لگا تو عبیدہ اسے روک لکڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

”بھائی! واپس جا کر اپنے فیل بن ساعدہ کے کان میں کہنا کہ میں، میری ماں اتاشید اور اس کی ماں کا کہنا ہے کہ اگر آج وہاں ایرانی مالدار کو چیت کر دے تو ہم چاروں مل کر اسے وہ انعام دیں گی کہ اس کی زندگی بلی ہو جائے گی۔“

اپنی بہن عبیدہ کے ان الفاظ پر اشع بن فردوس دھال اٹھاے باہر نکل گیا تھا۔ سید سائیل بن ساعدہ کے پاس گیا۔ پہلے دھال اسے تھمائی، پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب پہنچا کر اپنی بہن عبیدہ کے الفاظ کہہ دیئے تھے۔

وہ الفاظ سن کر فیل بن ساعدہ مسکرا دیا تھا۔ پھر اس نے اپنی تلوار اور دھال پر گرفت مضبوط کر لی تھی۔

اب خانہ بدوش بڑی تیزی سے ایک گول دائرے کی صورت میں وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس موقع پر کیا کسار نے پھر فیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر اس سے کہنے لگا۔

”مجھے یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ تم خانہ بدوشوں کے جنگجوؤں کے سربراہ یا سارا ہو۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تمہاری شخصیت بڑی جاذب نظر ہے۔ بظاہر تم کو بڑا نوجوان لگتے ہو۔ لہذا کٹھ کے بھی بڑے عمدہ ہو۔ اعضاء و جوارح بھی بڑے مضبوط ہیں۔ یہ تو کہو کہ تم گھر کے کتنے افراد ہو؟“

”مجھے پتہ نہیں۔“ فیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

حصہ لے چکا ہے اور ان گنت لوگوں کی سانسوں کی ذریعوں کو کاٹ چکا ہے۔ جبکہ تمہارے مقابلے میں خانہ بدوشوں کا یہ نفل بن ساعدہ نہ صرف خانہ بدوش ہے بلکہ پردیسی اور غریب الوطن ہے۔ پھر تمہاری اور اس کی عمر میں بڑا فرق ہے۔ تمہارے اور اس کے تجربے میں بھی بڑا فرق ہے۔ وہ انجی بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھ رہا ہے اور تم بھرپور جوان ہو۔ وہ خانہ بدوش ہے، ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ، ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف سفر کرنے والا ہے جبکہ تم ایک جنگ سے دوسری جنگ، ایک معرکے سے دوسرے معرکے میں حصہ لینے والے ہو۔ اہل بناء پر رزم آرائی میں تمہارا تجربہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ تم بھرپور جوان ہو چکے ہو جبکہ تمہارے مقابلے میں اس کی شخصیت کا الاؤ انجی خوب روشن نہیں ہوا۔

ایران اس مقابلے میں اگر تم جیت گئے تو تمہاری عزت، تمہارے وقار میں اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اس خانہ بدوش کا کچھ نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ تم ایران کے شہنشاہ کے لشکر کے ایک چوٹی کے سالار ہو جبکہ وہ بیچارہ ایک معمولی چرواہا ہے۔ جہاں تمہیں لشکریوں کا سالار کہا جا سکتا ہے، وہاں اسے چرواہوں کا نظبان کہا جا سکتا ہے۔ اگر تیغ زنی کے اس مقابلے میں وہ تم سے جیت گیا تو تمہارا وقار اس کی جیت کی وجہ سے بستی میں اتر جائے گا۔ جبکہ تمہیں ہرانے کے بعد اس شخص کو وہ وقار حاصل ہو گا جس کا انجی وہ میرے خیال میں اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔

جس وقت کیا سارا اپنے سالار ایراج سے یہ گفتگو کر رہا تھا اسی وقت ایک اور بوڑھا شخص عصا کے سہارے چلتا ہوا وہاں گول دائرے کی شکل میں کھڑے ہونے والے لوگوں میں آن کھڑا ہوا تھا۔ وہ نفل بن ساعدہ کا دادا غنم بن عبید اللہ تھا۔ چونکہ سارے خانہ بدوش وہاں ایک گول دائرے کی شکل میں جمع ہو چکے تھے لہذا خانہ بدوشوں کے سربراہان و رہبروں کی بیوی ازلام اور حسین و جمیل بیٹی میثمہ، نائب سالار زبیر بن سلمیٰ کی بیوی عاتقہ اور اس کی خوبصورت بیٹی انشا بھی خیمے سے نکل کر ان لوگوں میں آن کھڑی ہوئی تھیں۔ جس وقت نفل بن ساعدہ کا دادا اپنے عصا کو ٹیٹا ہوا وہاں آتے ہی عیشیرہ اور ان کے دونوں بھائی ہوئی اس کے پاس جا کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر عیشیرہ نے غنم بن عبید اللہ کا عصا تھما اور بڑے پیار میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بابا! وہ جو سامنے تاج پہنے شخص کھڑا ہے، وہ ایران کا بادشاہ کیا کسارا ہے۔“

میثمہ ہمیں تک کہنے پانی تھی کہ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے غنم بن عبید اللہ نے کہا۔

”بابا! تجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے جو بچے مجھے بلا کر لائے ہیں انہوں نے پوری تفصیل بتا دی ہے کہ کسی ایرانی سالار کے ساتھ میرے بچے نفل بن ساعدہ کی لڑائی کا مقابلہ ہے۔ کوئی اور معاملہ ہوتا تو شاید میں خیمے سے نہ نکلتا۔ لیکن عامانہ کے بچے کے مقابلے، اس کی عزت اور وقار کا ہے۔ لہذا مجھے آنا پڑا۔“

وہ بچے ان کا مصافحہ کر کے ذرا جھجھکتے ہوئے کہا شروع کیا۔

وہ اپنے آپ اپنے پوتے نفل کی کامیابی اور فز مندی کے لئے دعا مانگ کر یہ کہتا تھا۔

اس وقت ہی بوڑھے غنم بن عبید اللہ نے کچھ سوچا۔ اس دوران وہ بڑی تیزی سے

نفل بن عبید اللہ کے پاس پہنچا۔ وہ غنم بن عبید اللہ کے کہنے لگا۔

”بابا! مجھے انا اور وہ کب کس طرف ہے؟“

وہ نے ہنس کر کہا۔ پھر ایک طرف اس نے اشارہ کیا۔ بوڑھا غنم بن عبید اللہ اس

طرف سے دوڑا۔ جب وہ تک ادب کی طرف رخ کر کے فضاؤں کے اندر گھورتا رہا، پھر اس

کا اپنے عصا کو زمین میں گاڑا اور دونوں ہاتھوں سے اس عصا کو پکڑ کر وہ زمین پر

دونوں ہاتھوں کے بل بیٹھ گیا۔ پھر اپنے سر کو زمین کی سطح پیٹتے ہوئے وہ انتہائی

جب انتہائی عاجزی اور انکساری میں کہہ رہا تھا۔

”اے غم و آہستہ، زہرہ اور مشتری، چاند ستاروں اور زمین آسمان کے مالک اور

جہان کے مالک! اے اٹھویں روز و شب کی مسافت میں شیطان کے خونی اشاروں کے

ساتھ اپنے بدوں کی مدد فرماتا ہے۔ میرے مالک! اے اٹھویں دن کے خوں خاںوں کے انبار کو

نہ خدا تعالیٰ تعزیریں بخشے والا ہے۔ اے کعبہ کے رب! اے اٹھویں شام سے بھرپور زندگی کی

شکست، بے مہر بستیوں، بے گرم شہروں، آتش آغواؤں کو امن زاروں میں تبدیل کر

دے گا۔“

اسے نئی نوع انسان کی راہبری کے لئے رسولوں اور نبیوں کو مبعوث کرنے والے

کی تیری کی شب، چھٹھ کے قصر، سمندر کے طاف، دل کی سنی باتوں میں اپنے

دل کی راہبری اور مدد کرنے والا ہے۔ کعبہ کے رب! اے اٹھویں شام و چاند میں

”اب تم مقابلے کی ابتداء کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم دونوں کے مقابلے کا فیصلہ اور انصاف میں خود کروں گا۔“

اس کے ساتھ ہی کیا کھڑا نہ دونوں کو مقابلے کی ابتداء کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملنے ہی کیا کھڑا کاسار اور ایرج بڑے غصے، بڑی غضب ناکی میں انتہائی شوریدہ سری اور انہی غضب ناکی میں نفیل بن ساعدہ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ شروع میں ایرج ہی تیزی میں اور بڑی خوفناکی سے نفیل بن ساعدہ پر وار کرنے لگا تھا جبکہ نفیل بن ساعدہ نے اپنے آپ کو صرف اس کے وار روکنے اور دفاع تک محدود کر رکھا تھا۔

کچھ دیر ایسا ہی حال رہا، پھر ملنے سے انداز میں نفیل بن ساعدہ ایرانی سالار ایرج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ اس طرح جیو تھلے کرتے ہوئے تم مجھے اپنے سامنے زیر کر لو گے تو ایرج! یہ تمہاری بھول ہے۔ ہم لوگ خاند بدوش ہیں۔ ہر وقت ریگ کے بے انت گراؤں، مرگ کے آبشاروں میں سفر کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا، ہم ایک شیر سے دوسرے شہ، ایک آبپاشی سے دوسری آبپاشی، ایک کوسار سے دوسرے کوسار، ایک وادی سے دوسری وادی، ایک صحرا سے دوسرے صحرا سفر کرتے ہیں۔ اور اس سفر کے دوران حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے موت کو ہم اپنے پاؤں تلے، زندگی کو اپنے سر پر سائبان بنا کر لے جاتے ہیں۔

ایرج یہ جوتو شروع ہی سے تیز اور جان لیوا تھلے کر رہا ہے تو اس سے میرا کچھ نہ بگاڑ جائے گا۔ تو زیادہ دیر ایسے جھلے بھی نہیں کرے گا۔ عقرب لمبا سفر کرنے والے اوت کی طرح پھرتے لگے گا۔ تھک جائے گا اور خستیم ہو جائے گا۔ والے زاویوں کی طرح تیری طاقت اور قوت کمزور ہو کر رہ جائے گی۔ ایرج! ابھی تک میں نے اپنی جارحیت کی ابتداء نہیں کی۔ تمہارے تلے ہی روک رہا ہوں۔ یہ مت خیال کرنا کہ پورے مقابلے کے دوران ایسا ہی حال رہے گا۔ اپنی کھوپڑی کے اندر یہ بات بھی بٹھا کر رکھنا کہ ہم دشمنوں کو گھوڑوں کے سونے تلے مسل دینے والے لوگ ہیں۔ ذرا اپنی رفتار میں منہ رکھو کہ تو میرے سامنے مزید کچھ دیر مقابلے پر ٹھہر سکے۔ اگر اس طرح تیزی سے حرکت نہ آؤ تو بات پھر بہت جلد بڑبڑ اور گھٹلت سے دوچار ہو جائے گا۔“

کسمائے حوصلوں اور جذبوں کی بھڑکی داستانوں کو ان کا عروج عطا کرتا ہے۔ اسے اللہ! اس ظلم روز و شب میں زندگی اور زیست عارضی اور مستعار ہے۔ سب نے تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بھی میرے مالک! تو اپنے جاننے والوں کو ایسی عزت، ایسا وقار عطا کرتا ہے کہ انہیں زندہ جاوید بنا دیتا ہے۔ اسے کعبہ کے رب! اس ریاضی دہر میں تو ہی اپنے بندوں کی آبرو، ٹوٹی اپنے پرستاروں کی عزت اور وقار کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اسے کعبہ کے رب! اسے زمین و آسمان کے مالک! اسے ساری مخلوق کے معبود! اپنے فضل و کرم سے کام لیتے ہوئے میرے پوتے نفیل بن ساعدہ کو اس مقابلے میں کامیابی اور کامیابی عطا کرتا۔“

جب تک زمین پر سجدہ ریز ہو کر بڑھا غنم بن عبید اللہ دعا مانگ رہا، عیشہ اور اناشید دونوں او اس اور افسردہ سی اس کے پاس کھڑی رہیں۔ پھر اپنے حصا کا سہارا لیتے ہوئے غنم بن عبید اللہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کے لوں پر ہلکا ہلکا ہنسم تھا۔ گویا وہ اپنے رب سے دعا مانگ کر اپنا فرض ادا کر چکا ہو۔ ایرج سے گفتگو کرنے کے بعد کیا کسار، نفیل بن ساعدہ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ جو گولی دائرے کی شکل میں تمہارے خاند بدوش لوگ آٹن کھڑے ہوئے ہیں کیا ان میں تمہارا دادا بھی آچکا ہے؟“

نفیل بن ساعدہ چاروں طرف گھومتے ہوئے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہیں لوگوں کے اندر اپنے دادا غنم بن عبید اللہ پر ہم کھنچی تھیں جس کے دائیں بائیں اس وقت عیشہ اور اناشید کھڑی تھیں۔ نفیل بن ساعدہ نے ایران کے شہنشاہ کیا کسار کو مخاطب کیا۔ ”اے بادشاہ! وہ سامنے جو یوزخا دو لڑائیوں کے درمیان اپنا لمبا حصا زمین میں گاڑے اس کے سہارے کھڑا ہے وہی میرا دادا غنم بن عبید اللہ ہے۔“

کیا کسار مسکرایا، پھر کہنے لگا۔ ”پہلے مقابلے کی ابتداء کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں مقابلے کے انجام کو دیکھتے ہوئے تمہارے دادا سے گفتگو کرتا پسند کروں گا۔“ نفیل بن ساعدہ نے جب اس سے اتفاق کیا تب کیا کسار نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔

کچھ دیر ایسا ہی سال رہا۔ پھر نفیل بن ساعدہ نے دفاع ترک کر دیا۔ وہ جارحیت پر اتر آیا۔ بڑی تیزی اور بڑی خونخواری کے ساتھ وہ جنت و اہل حق کی خود سری اور قوتِ ہمت کے گجولوں کی طرح ابرج پر حملہ آور ہونے لگا تھا اور ابرج کے لئے اپنا دفاع کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ایران کے شہنشاہ کیا کسارا نے کچھ اندازہ لگایا، پھر اپنے ایک سالار کو ہاتھ کے اشارے سے بلا دیا۔ اس کے کان میں کچھ کہنے سن کر وہ سوار اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور گھوڑے کو اڑا لگا۔ دریا کے دجلہ کے کنارے سر پٹ دوڑا تا ہوا وہی کی طرف جا رہا تھا جہاں کیا کسارا کے لشکر کا پڑا تھا۔

نفیل بن ساعدہ اب لمحہ بے لمحہ آخری اور طوفان کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سارے خانہ بدوش بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے جبکہ وہاں کھڑے ایرانی لشکر کی قدر اُداس دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے بہت سوں کے سر بھی لٹک چکے تھے۔ کچھ دیر تک ابرج، نفیل بن ساعدہ کے تیز حملوں کو روکنا رہا، اپنے آپ کو اس نے کھینچ دفاع تک ہی محدود رکھا، پھر نفیل بن ساعدہ کے تیز وار روکنا بھی اس کے لئے مشکل ہو گیا۔ لہذا اپنا دفاع اور بچاؤ کرنے کے لئے وہ اگلے پاؤں پیچھے ہٹنے لگا تھا۔

اس موقع پر ایک خوفناک وار کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اچانک ابرج کا توار والا ہاتھ پکڑ لیا۔

ابرج نے شاید اسے موقعِ غیبت جانا لکھا اس نے اپنی دھمال بندی۔ چاہتا تھا کہ پوری قوت کے ساتھ دھمال نفیل کے چہرے پر مار دے لیکن اس کی دھمال کو ایک دم نفیل بن ساعدہ نے اپنی دھمال پر روک دیا۔ پھر دھمال سے دھمال ملائے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے ابرج کو اس طاقت اور قوت کے ساتھ پیچھے دھکیلا تھا کہ ابرج لڑھکتا ہوا دور جا گیا تھا۔ اس موقع پر نہ تک اس کی کمزوری اُلے ہاتھ پر نفیل بن ساعدہ کی گرفت تھی ہذا نفیل نے اس سے اس کی توار بھی چھین لی تھی۔

ابرج زخمی ہو کر گیا تھا۔ بڑا خرم سار، افسردہ دکھائی دے رہا تھا۔ پھر کپڑے ہماڑا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر کیا کسارا آگے بڑھا، نفیل بن ساعدہ کی پیٹھ اس نے چھتی تھی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں تیرے جیسے خانہ بدوش کی دلیری، ہمت، جواں مردی اور تیج زنی کو سلام پیش کرتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے اہل پائے کے تیج زن، بڑے سورما، بڑے جرأت مند، جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے دیکھے لیکن تجھ جیسا خانہ بدوش تیج زن میں نے آج تک نہیں دیکھا۔“

کیا کسارا کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھانا ہوا وہ پھر کہہ رہا تھا۔
”گو میرا سالار ابرج مختلف جنگوں میں حصہ لے چکا ہے۔ میرے لشکر میں اس کی بڑی حیثیت اور وقار ہے۔ جنگ کا وسیع تجربہ بھی رکھتا ہے۔ میرے ہاں یہ بہترین اور عمدہ تیج زن بھی شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تمہارا کمال، تمہاری عظمت ہے کہ تم نے بڑی آسانی سے اسے تیج زنی کے مقابلے میں زیر اور مغلوب کر لیا ہے۔ ذرا باہر نکل اور اپنے بوزے دادا کو پکڑ کر یہاں میرے پاس آؤ۔“

کیا کسارا کے کہنے پر نفیل بن ساعدہ میدان سے نکل کر اپنے دادا سے پاس آیا۔ اس کو اپنے دادا کی طرف جاتے دیکھ کر فردوس، اس کا بیٹا اشع بن فردوس، زبیر بن سلمی، اس کے دونوں بیٹے زید بن زبیر اور ستان بن زبیر بھی اس طرف گئے تھے۔ نفیل دپ اپنے دادا کے پاس پہنچا تب سب سے پہلے شیرازہ منگواتے ہوئے اسے اس کی منہدی پر مبارکباد دی، پھر اپنی مبارکباد اناشید نے بھی دی۔ اس کے بعد من عید اللہ سے نفیل بن ساعدہ کو اپنے ساتھ لے لیا، اس کی پیشانی پر طویل بوسہ دیا پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے فرزندِ مہربان! یہ مقابلہ جیت کر تو نے نہ صرف دل خوش کر دیا ہے بلکہ اپنے دادا کے قلب کو جواں بنا کر دیا ہے۔“

اپنے دادا کے ان الفاظ پر جہاں نفیل بن ساعدہ مسرور ہوا تھا، وہاں عشیہ اور اناشید بھی مسرور رہی تھیں۔ اسی دیر تک فردوس اور زبیر بن سلمی بھی اپنے بیٹوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور وہ سب بڑے خوش کن انداز میں نفیل بن ساعدہ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے لگے تھے۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ نے اپنے دادا عثم بن عبید اللہ کا عصا پکڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے میرے ساتھ آؤ۔ ایران کے شہنشاہ کیا کسارا نے تمہیں (مرد ہا) ہے۔“

غنم بن عبید اللہ، نفیل بن ساعدہ کے ساتھ ہو لیا تھا۔

نفیل بن ساعدہ کو اپنے دادا کی طرف چیتے کے بعد کیا سزا، ابرج کی طرف گیا۔ کچھ دیر تک اسے تاپتہ دیدگی کے اعزاز میں دیکھا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابرج! وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ اور غصہ تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں نامکمل بات یہ ہے کہ ایک معمولی چرواہے، ایک غیر تربیت یافتہ معمولی خانہ بدوش نے ابرائی لشکر کے بہترین سپہ سالار ابرج کو قتل کر ڈالی۔ مقابلے میں انھوں نے اندر زیر اور پسپا کر کے رکھ دیا۔ کیا یہ حیران کن معاملہ نہیں ہے؟“

ابرج کی گردن جھک گئی۔ پھر نہ امدت اور نہ نجات بھڑے اعزاز میں کہنے لگا۔
”میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ یہ خانہ بدوش واقعی بیچ زنی میں مجھ سے اعلیٰ اور بالا ہے۔“

ان الفاظ پر کیا سزا مسکروا، کہنے لگا۔

”اچھا ہوا کہ تم نے فرخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔ میں اس کو بھی تمہاری عظمت سمجھ کر قبول کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہتے کہتے کیا سزا خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ جس سالار کو اس نے اپنے نیاؤں کی طرف بھیجا تھا وہ لوٹ آیا۔ قریب آ کر وہ کھڑے سے اتر اور چڑے کی جانور نہیں کیڑا کر کیا سزا کے قریب آ کر اٹھا ہوا تھا۔ کیا سزا، نفیل اور اس کے ۱۰۰ غنم بن عبید اللہ کے پاس آیا پھر نفیل کے ۱۰۰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے تمہارا کام غنم بن عبید اللہ بتایا گیا ہے۔ میں ابران کا شہنشاہ کیا سزا ہوں۔ تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تمہارا پوتا بہت سے سالار سے مقابلہ جیت گیا ہے۔ اس میں صرف تمہارے پوتے ہی کی نہیں، تمہاری بھی عظمت ہے۔ یقیناً تم نے اس کی خوب دیکھ لی حال اور اعلیٰ پرورش کی ہے۔“

پھر کیا سزا نے بلند آواز میں فردوس اور زبیر بن علی کو اندر بلایا۔ اس پر فردوس، زبیر بن علی اور ان کے بیٹے بھی کیا سزا کے پاس آ گئے تھے۔ پھر کیا سزا انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہارے خانہ بدوش قبیلے کا یہ مخالف نفیل بن ساعدہ مقابلہ جیت چکا ہے۔ یہ میرا مال پروری ایک ہزار اشرافیاں لئے کھڑا ہے۔ یہ مقابلہ جیتنے پر نفیل بن ساعدہ کا انعام

ہے۔“

پھر کیا سزا نے غنم بن عبید اللہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”میں تمہیں تمہارے پوتے کے مقابلہ جیتنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔“

اس پر غنم بن عبید اللہ انتہائی متاثر کن اعزاز میں کیا سزا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”اس زانیہ و دہر میں میرا یہ پوتا ہی میرے گلستان کی آبرو، میرے شجرہ نسب کا وقار، میری حرمت کا نشان ہے۔ میرے غلوں کی تاریک شب میں یہ خوشیاں برساتی سحر سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا غنم بن عبید اللہ خاموش ہو گیا پھر اپنا عصا اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا، اس کے بعد عصا کو زمین میں ٹپکتے ہوئے اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے تھے۔ پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ نفیل بن ساعدہ بھاگا اور اپنے دادا سے لپٹ گیا تھا۔ غنم بن عبید اللہ نے کئی بار اس کی پیشانی چومی، پھر دیکھ بھڑے اعزاز میں کہنے لگا۔

”کاش اس موقع پر تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ دیکھتا کہ امیدوں کی قوس فرخ میں اس کا بیٹا کس طرح روح جمال حرارت بننے والا جوان بن کر سامنے آیا ہے۔ وہ یہ دیکھتا کہ وقت کے گہرے ساگر میں اس کا بیٹا کیسا جوان ہو کر فوج مندی کا نقش گر ثابت ہو رہا ہے۔“

غنم بن عبید اللہ جب خاموش ہوا تب دوبارہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کیا سزا کہنے لگا۔

”یہ جو میں نے تم لوگوں کو انعام کے طور پر رقم دی ہے تو اس کا تم کیا کرو گے؟“
کیا سزا کے ان الفاظ پر غنم بن عبید اللہ کے چہرے پر ہلکا سا مسکرم نمودار ہوا تھا۔ پھر غنم بن عبید اللہ نے کیا سزا کے اس سالار کو مخاطب کیا جو رقم کی خریدتیں اٹھائے ہوئے تھا اور اپنے سردار فردوس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! اللہ کی یہ تمہیلیاں ہمارے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردوس کے نوالے کر دو۔ اس رقم کو یہ جس طرح چاہے اپنے لوگوں میں تقسیم کرے۔ میرا پوتا نفیل بن ساعدہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے سارے ان مسلح ساتھیوں کا سربراہ ہے جن کے دے ریوڑ اور قبیلے کے افراد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ لہذا انعام کے طور

نفل میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہوئے وقت گزار رہے ہیں اور ہم اپنے ان حالات پر خوش بھی ہیں۔

اے بادشاہ! جہاں تک خلیفہ کا تعلق ہے، وہاں آشوریوں کی حکومت ہے۔ آشوری یہ کہہ رہے ہیں۔ ہم بھی عرب ہیں۔ لہذا ہم عرب ہو کر عربوں پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ میری باتوں کا برائے ماننے گا۔ ہر فرد، ہر قوم، ہر قبیلہ، ہر گروہ کے کچھ اصول، کچھ رسومات، کچھ آئینے ہوتے ہیں جن کے تحت ان کے افراد زندگی بسر کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ ہمارا بھی یہ اصول ہے کہ ہم اپنے ہم قوموں پر حملہ آور ہونے سے گریز نہیں کرتے تاہم کھلی کوئی ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خاموش رہ کر کیا کسار بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اطمینان بھرے انداز میں وہ نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

خانہ بدوشوں کے پاس! تمہاری اس گفتگو نے بھی مجھے متاثر کیا ہے۔ تم لوگوں کو زبردستی اپنے لشکر میں شامل نہیں کروں گا۔ ہر حال تم نے جو میرے ایراج نام کے اس سالار سے بیچ دینی کا مقابلہ جیتا ہے اس کے لئے میں ایک بار پھر تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی تم سے یہ بھی کہتا ہوں یا دوسرے الفاظ میں یہ پیشکش کرتا ہوں کہ آنے والے دور میں جب کبھی بھی تم لوگوں کو میری ضرورت پڑے یا کسی غیر عرب دشمن کے خلاف تم میرا دوست، بازو بننا پسند کرو تو میں تم لوگوں کو اپنے ہاں خوش آمدید کہیں گا۔

اس کے ساتھ ہی کیا کسار نے سب سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد اپنے مسلحہ دستوں اور اپنے سالار ایراج کے ساتھ وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

کیا کسار کے جانے کے بعد سارے خانہ بدوش ایک طرح سے باری باری نفیل بن ساعدہ سے اپن کر اسے مبارکباد دینے لگے تھے۔ جب تنگنا کچھ کم ہوا تب عشیرہ اور انشیرہ، دونوں کی مائیں احاطہ اور ازام نفیل بن ساعدہ کے قریب آئیں اور عشیرہ نے بڑے خوش کن انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہا شروع کیا۔

”اے ساعدہ! جب میرا بھائی مجمع تمہارے لئے ڈھال لینے کے لئے اپنے خیمے

پر جو تم اسے دی گئی ہے اس کا میں اور میرا پوتا تھاق دار نہیں ہیں۔ یہ رقم ہمارے خانہ بدوش قبیلے کے سب گھروں میں کسی قائد سے اور کھپے کے تحت تقسیم کی جائے گی۔ اس کی تقسیم کا بہتر فرض فردوس ہی ادا کر سکتا ہے۔“

غمن بن عبید اللہ کی ان باتوں سے کیا کسار خوش ہو گیا تھا۔ پھر غمن بن عبید اللہ کے کہنے پر اس کے سالار نے نقدی کی وہ تختیاں فردوس کے حوالے کر دی تھیں۔

اس موقع پر کیا کسار نے ایک بار پھر نفیل کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اپنی یہاں آمد کے وقت میں نے تم لوگوں پر انکشاف کیا تھا کہ میرا لشکر تھوڑا سا آگے بڑاؤ کئے ہوئے ہے اور میں خلیفہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے ذہن میں اس حقیقت کا انکشاف میرا یہ ایراج نام کا سالار بھی کر چکا ہے۔ اب میں تم لوگوں کو پیشکش کرتا ہوں کہ تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے اندر جس قدر جنگجو ہیں اگر وہ میرے لشکر میں شامل ہو کر انشیرہ یا میرے ساتھ غلڈا آور ہوتے ہیں تو شہر کوچ کرنے کے بعد جو کچھ حاصل ہوگا، تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب طور پر اس حصے میں سے تم لوگوں کو بھی بہت کچھ ملے گا۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟“

کیا کسار جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بڑی عاجزی اور انکساری میں کہہ رہا تھا۔

”اے بادشاہ! جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کا برائے ماننے گا۔ میں جانتا ہوں آپ ایران کے شہنشاہ ہیں۔ آپ کے اور آپ کے لشکر کے سامنے ہمارے خانہ بدوش قبیلے کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ کوئی اہمیت۔ اس کے باوجود میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ ہمیں خلیفہ شہر پر حملہ آور ہونے میں اپنے ساتھ شامل نہ کریں۔

اے بادشاہ! ہم لوگ پہلے ہی آپ پر انکشاف کر چکے ہیں کہ ہم اکادی عرب ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ باطن میں ہمارے اکادی عربوں کی ان علاقوں پر ایک زبردست اور طاقتور حکومت ہوا کرتی تھی۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر وقت جو اپنے عروج، اپنی معراج، اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو پھر اس کا زوال، اس کا خزل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ یہی کچھ اکادیوں کے ساتھ ہوا اور ہم اس عظیم اکادی قوم کے بچے کچھ افراد ہیں جو ہر سال ہمیں صدیوں سے یمن سے باہل، باہل سے یمن تک ایک نیم دائرے کی

”فردوس! ہم اپنے اس قبیلے سے الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے میرے عزیز۔ قطرہ
تقرہ مل کر جب ساگر بنتا ہے تو اسی میں قوت، اسی میں جوش، جذبہ اور تلاطم آتا ہے۔
اور جب قطرہ کی اس اجتماعیت کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے تو ان کی کوئی حقیقت، ان کی
کوئی وقعت، ان کے اندر کوئی تلاطم، کوئی جوش و جذبہ نہیں رہتا۔ اور ہم دونوں دادا پوتا
بھی اس قبیلے سے علیحدہ نہیں ہیں۔ مقابلہ جیتنے سے جو رقم میرے پوتے نفیل بن ساعدہ
کو ملی ہے اس پر سارے قبیلے کا حق ہے۔ محترم فردوس! اس رقم کو اپنے پاس رکھو۔ اپنی
عواید کے مطابق ہر خاندان کے افراد کو سادہ کو سامنے رکھتے ہوئے ان میں نقدی
تقسیم کر دو۔ اس طرح اس رقم سے ہمارے سارے خاندان بدوش قبیلے کی بھلائی ہو جائے
گی۔“

غتم بن عبید اللہ کی اس گفتگو سے سب قبیلے کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔
بچر سب اپنے اپنے خیوں کی طرف جا رہے تھے۔
خاندان بدوش قبیلے نے لگ بھگ ایک ہفتے تک اس جگہ پڑاؤ کئے رکھا اس لئے کہ
وہاں گھاس کی فراوانی اور بہتات تھی۔ اس کے بعد انہوں نے وہاں سے بائبل شہر کا
رخ کیا تھا۔



میں آیا تھا تو میں نے اس کے ذریعے تمہارے نام ایک پیغام بھیجا تھا۔ کیا وہ پیغام تمہیں
ملا؟“

نفیل بن ساعدہ منہ سے تو کچھ نہ بولا، مسکراتے ہوئے اس نے گردن ہلا دی تھی۔
اس پر عثیرہ کہنے لگی۔ میں نے جو آپ سے انعام کا وعدہ کیا تھا وہ یہ ہے کہ اب تک
اپنی ساعدہ! تم اور تمہارا دادا دونوں اپنے خیمے میں اپنا کھانا پکانے کا انتظام خود کیا کرتے
تھے، آج کے بعد تم لوگوں کو یہ ذمت نہیں کرنا پڑے گی۔ یا تو تمہیں ہمارے ہاں سے
کھانا پکا پکایا ملا کرے گا یا میں اور انشید دونوں تمہارے خیمے میں آکر تمہیں اور تمہارے
دادا دونوں کو کھانا پکا کر دیا کریں گی۔ کیا ہماری طرف سے یہ ایک اچھی، خوشگوار اور
تمہاری زندگی میں آسانی پیدا کرنے والی پیشکش نہیں ہے؟“

اپنی بات مکمل کر کے شوخ انداز میں عثیرہ، نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔
اس موقع پر اس کا دادا غتم بن عبید اللہ بھی ہلکے ہلکے تبسم میں اپنے پوتے کی طرف دیکھ
رہا تھا۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ نے سب کی موجودگی میں عثیرہ کی طرف دیکھا اور
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بہت فردوس! میں تمہاری اس پیشکش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پر میں اس
پیشکش کو قبول نہیں کرتا۔ اپنے اور اپنے کھانے کا اہتمام اور انتظام جس طرح
پہلے کیا کرتا تھا اب بھی خود ہی کروں گا۔ اس کے علاوہ میرے عزیز و اقارب ہیں، وہ
میرے دادا کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں نہ کسی کا زیر بار احسان بننا
چاہتا ہوں اور نہ ہی اپنی زندگی میں ایسی سہل نگاری اور ایسی آسانیاں پیدا کرنا چاہتا
ہوں۔ اگر میں اس پیشکش کو قبول کرتا ہوں تو میں بالکل بیکار اور سست ہو کر رہ جاؤں گا
اور میں اپنے آپ کو ہرگز ایسا نہیں بنانا چاہتا۔“

نفیل بن ساعدہ کے پیشکش منکرا نے پر عثیرہ اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ انشید کی
حالات بھی اس سے مختلف نہ تھی بچر عثیرہ کسی رد عمل کا اظہار کرتا ہی چاہتی تھی کہ اس کا
باپ نفیل بن ساعدہ کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بچے! یہ جو اتنی بڑی رقم میرے حوالے کر دی گئی ہے.....“

یہاں تک کہتے کہتے فردوس کو دک جانا پڑا اس لئے کہ نفیل کی جگہ اس کا دادا غتم
بن عبید اللہ بول اٹھا۔

پھیل کر تاخت و تاراج کرتے اور قتل و غارتگری کر کے اپنے لئے مال و اسباب اور ضروریات کا سامان حاصل کرتے۔ جو لوگ ان کے ہاتھوں گرفتار ہوتے انہیں غلام بنا لیتے۔ پھر اپنے علاقوں میں لے جا کر ان سے محنت و مشقت کا کام لیتے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آشوری جو اپنے علاقوں سے نکل کر آس پاس کے علاقوں اور اطراف میں پھیلی ہوئی مملکتوں کے اندر حملہ آور ہو کر لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کرتے تو اس کی ایک معقول وجہ بھی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس وقت آشوریوں کی تعداد تھوڑی تھی اور جو علاقہ ان کے ماتحت تھا وہ بہت زیادہ تھا۔ لہذا آس پاس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کر کے وہ ایک طرح سے ہمسایہ ممالک کو خوفزدہ رکھنا چاہتے تھے تاکہ وہ کہیں آشوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر آشوریوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ان کے علاقوں پر قابض ہی نہ ہو جائیں۔

اس طرح آس پاس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر آشوریوں نے نہ صرف اپنی دولت اور مال میں اضافہ کیا بلکہ دن بے دن قوت بھی بڑھاتے گئے اور پھر اپنے علاقوں کو مزید وسعت بھی دینا شروع کر دی تھی۔ مغرب اور جنوب مغرب میں انہوں نے پیش قدمی کی۔ دوسری اقوام کو مغلوب کرتے ہوئے پہلے انہوں نے فلسطین کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا، اس کے بعد فلسطین سے ہوتے ہوئے فوج اور کامرائی کے پرچم بلند کرتے ہوئے وہ مصر تک پہنچے۔

مشرق اور جنوب مشرق کی طرف بھی انہوں نے توجہ کی۔ ایرانی مملکت پر بھی وہ حملہ آور ہوئے اور ایران کے کوہستانی سلسلے تک حملہ آور ہو کر ان سارے علاقوں کو اپنے تحت کر لیا تھا۔ آشوریوں کے قریب ہی عیلام نام کی ایک طاقتور سلطنت تھی۔ یہ لوگ بھی بنیادی طور پر عرب اور ساسانی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ آشوری ان پر حملہ آور ہوئے اور عیلام کی سلطنت کو انہوں نے کچھ اس طرح تباہ و برباد کیا کہ صدیوں تک عیلامی اپنی حالت کو بحال نہ کر سکے۔

آشوریوں کی سلطنت کو مؤرخین تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ عہد قدیم، عہد متوسطہ اور آخری عہد۔

عہد قدیم کو مؤرخین پندرہ سو قبل مسیح سے نو سو قبل مسیح تک سمجھتے ہیں۔ اس عہد میں

ایران کے بادشاہ کیا کسار نے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر قوم آشور کے مرکزی شہر نینوا کا محاصرہ کر لیا تھا۔

جہاں تک آشوریوں کا تعلق ہے تو یہ ساسانی نسل سے تھے۔ عرب تھے اور صحرائے عرب سے نکلنے والے لوگوں کے ساتھ شروع شروع میں یہ لوگ بابل میں جا کر آباد ہوئے۔ بابل شہر اور اس کے فوج میں رہتے ہوئے گزر بسر کرتے گئے۔

آخر ان لوگوں نے بابل اور اس کے گرد و فوج کی رہائش کو ترک کر دیا۔ اجتماعی ہجرت کی اور دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

جس جگہ یہ لوگ آباد ہوئے وہاں انہوں نے ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر لی جو سلطنت آشور کے نام سے مشہور ہوئی۔

شروع میں ان کی ریاست کا مرکزی شہر آشور تھا۔ آشور ان کے کسی سردار کا نام تھا۔ اس کے نام پر انہوں نے اپنے مرکزی شہر کا نام آشور رکھا۔ لیکن جب انہوں نے ترقی کی۔ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کیا تو اس کے بعد آشور کی بجائے انہوں نے قدیم شہر نینوا کو اپنا پایہ تخت بنالیا۔

آشوری بنیادی طور پر زراعت پیشہ تھے لیکن ان کی بد قسمتی کہ جن علاقوں میں جا کر وہ آباد ہوئے وہاں قابل کاشت علاقہ بہت کم تھا۔ جو تھا وہ بھی کوئی اتنا زیادہ زرخیز اور ثواب نہ تھا۔ اس بنا پر وہاں رہتے ہوئے وہ صرف زراعت پر اپنی گزر بسر نہ کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنالیا تاکہ آشوری قوم کی بقاء کو قائم رکھ سکیں۔

یہ آشوری ہر سال موسم بہار میں مسلح ہو کر نکلتے۔ گردہ در گردہ ہمسایہ ممالک میں

عملاء کی سلطنت پر حملہ کر کے علماء کو اس بری طرح تباہ و برباد کیا کہ علماء کی حکومت ہمیشہ کے لئے صفرِ ہستی سے مٹ کر رہ گئی۔ قومِ علماء کے معبد گرا کر ڈھیر کر دیے گئے۔ اہلِ علماء کے خیروں میں قبل عام ہوا۔ وہاں کے خزانے جو علماء کی گزشتہ فتوحات کے مالِ غنیمت سے بھر پور تھے، آشور بنی پال کے ہاتھ گئے۔

اس کے علاوہ علماء میوں کے دیوتاؤں کے مجسمے اور نادر چیزیں علماء میوں کے مرکزی شہر شوش سے آشور بنی پال نے نینوا منتقل کر دی تھیں۔ یہاں تک کہ علماء میوں کے بادشاہوں کی ہڈیاں لکڑی کے ڈھانچے دی گئیں۔ کچھ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ آشور بنی پال نے علماء کے بادشاہ اور ایک دوسرے معزول شدہ بادشاہ کو اپنی بھی میں جوتا اور حکم دیا کہ اسے کھینچ کر اس کے مرکزی شہر نینوا لے کر جائیں۔

اس وحشت ناک فتح کی یاد میں آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال نے ایک کتبہ نگاہ کر لیا تھا۔ یہ کتبہ آج بھی بئرس کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس پر جو تحریر آشور بنی پال نے لکھوائی تھی وہ کچھ اس طرح ہے۔

”ایک ماہ اور ایک دن کی قلیل مدت میں میں نے تمام عیسائی سلطنت کا صفایا کر دیا۔ میں نے اس عظیم سلطنت کو جاہ و شہرت اور نعمات و موسیقی سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا اور درندوں، سانپوں اور بہائم کو اس پر مسلط کر دیا۔“

آشوریوں کو تاریخ سے بڑی محبت اور شغف تھا اور تاریخ نویس پر انہوں نے خاص توجہ بھی دی۔ یہ لوگ مٹی کی تختیاں اور لوحیں بناتے۔ ان پر اپنے وقت کے حالات اور واقعات نسبتاً تحریر میں لائے اور آگ میں ان لوحوں کو پکا لیتے۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف کتابیں بلکہ کتب خانے مرتب کئے۔ یہ لوحیں نینوا کی تباہی میں مٹی کے پیچھے دب گئی تھیں جو کھدائی سے نکال لی گئیں۔ یہ قدیم زمانوں کی تاریخ کا بہت بڑا سرمایہ اور ماخذ ہیں۔

اس قسم کی ہزار لوحیں بئرس کے عجائب خانے میں موجود ہیں۔ مشہور ترین کتاب مہ آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال کا تھا جو دستیاب ہوا ہے۔

آشوریوں نے مختلف صنائع اور فنونِ لطیفہ کی بہت سرپرستی کی۔ ان کی سلطنت میں تجارت، معماری، کتبہ نگاری اور نقاشی وغیرہ نے بہت ترقی کی۔ تجارتی اور نقاشی کے فن میں پیش قدمی گئے ہیں وہ نہ صرف دکن میں بلکہ حیرت انگیز بھی ہیں۔

آشوریوں کا جو نامور بادشاہ ہوا اس کا نام کلکات تالازا تھا۔ اس نے بائبل اور اس پاس کے علاقوں کو فتح کر کے آشوریوں کی طاقت اور قوت کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا اور سلطنت کے علاقوں میں بھی اضافہ کیا۔ لیکن آشوریوں کی بد قسمتی کہ اس بادشاہ کے عہد میں عرب کے صحراؤں سے ایک اور قوم آئی۔ یہ آری تھے۔ یہ بھی عرب تھے۔ یہ آشوریوں پر حملہ آور ہوئے۔ آشوریوں کی حکومت ختم کر کے ان کے علاقوں پر انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔

دوسرا دور متوسط دور کہلاتا ہے۔ اس دور کو مؤرخین نو سقل مسیح سے سات سو پینسٹیس قبل مسیح تک خیال کرتے ہیں۔ اس عہد میں آشوری پھر سیکلے، طاقت اور قوت پکڑی۔ آری انہوں نے آشور سے حکومت چھین لی تھی، آشوری آرمیوں پر حملہ آور ہوئے اور انہیں شکست دے کر اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا۔ دوبارہ وہ اپنی حکومت قائم کر لی۔

اس عہد کے مشہور بادشاہوں میں باز بر پال دوم تھا جس نے 884 قبل مسیح سے 860 قبل مسیح تک حکومت کی۔ اس نے اپنی فتوحات سے آشوریوں کی قدیم حدود کو پھر بحال کر دیا۔

لیکن زیادہ عرصہ گزرا تھا کہ آرمینیا کے کوبستانی سلسلوں کے اندر سے ایک گم نام اور طاقتور قوت آئی اور آشوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئی اور آشوریوں سے ان کے علاقے چھین کر وہاں ایک نئی حکومت قائم کی۔ اس حکومت کا نام انہوں نے ارارات رکھا تھا۔

آشوریوں کا اصل دور آخری دور ہے۔ اسے دور جدید بھی شمار کیا جاتا ہے۔ یہ دور اس وقت شروع ہوا جب آشوری ایک بار پھر حکومت میں آئے۔ آرمینیا سے نکلنے والی خونخوار قوم کو نکال باہر کیا اور ایک بار پھر اپنے علاقوں پر انہوں نے حکومت قائم کر لی۔ اس عہد کے دو عظیم اور نامور بادشاہ ہوئے۔ پہلا سناخریب اور دوسرا آشور بانی پال۔ یہ دو بادشاہ آشوریوں کے ہاں خاص طور پر مشہور و معروف ہوئے۔

جہاں تک آشور بنی پال کا تعلق ہے تو اس کے زمانے میں آشوری طاقت اور قوت کے لحاظ سے اپنے پورے عروج پر آچکے تھے لیکن آشوریوں کی بد قسمتی کہ آشور بنی پال کے بعد اس کے جانشین حکومت کا استحکام پر رقرار نہ رکھ سکے۔ اسی آشور بنی پال نے

بیکال میں گرتے تھے یا کوہستانی سلسلوں اور پہاڑوں کے اندر مل کھاتے ہوئے دریاے آمو سے اکڑ مل جاتے تھے۔ یہ علاقہ چونکہ زرخیز اور شاداب تھا اور دیشیوں کا بڑا پسندیدہ تھا لہذا اس علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے ان وحشی خاند بدوشوں کے درمیان اکثر و بیشتر لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

جو وحشی قبیلہ شمال سے نکل کر اس زرخیز علاقے پر حملہ آور ہوتا تو وہ کوشش کرتا کہ اس علاقے کو اپنی ملکیت بنا لے۔ لیکن جب برحقانوں سے ان سے بھی طاقتور قبیلہ نکلتا تو پہلے سے ان شاداب علاقوں میں آباد ہونے والے قبائل کو وہ مار کر باہر دھکیل دیتا اور خود اس پر قابض ہو جاتا۔ اس کے بعد کوئی اور قبیلہ برحقانی سلسلوں سے نمودار ہو کر اس میدان پر قبضہ کر لیتا۔ اس طرح ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا قبیلہ برف زاروں سے نکل کر جمیل بیکال کے ان زرخیز علاقوں پر قابض ہوتا رہا اور پہلے سے قابض قبائل کو وہاں سے نکالتا رہا اور جو قبیلہ وہاں سے نکلے وہ جنوب شرعی علاقوں کا رخ کرنے لگے تھے۔ اس سمت ان کا رخ کرنے کی ایک وجہ تھی۔

اس زرخیز علاقے سے نکلنے کے صرف وہی راستے تھے۔ اس لئے کہ اس شاداب علاقے کے شمال میں بحیرہ ہند شمالی کا برف زار تھا۔ یہاں سے نکل کر وحشی قبیلہ اس شاداب علاقے کی طرف آتے تھے اور پھر واپس جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ شمال مشرق میں ایک بلند کوہستانی سلسلہ تھا جسے کوہستانی خکان کے نام سے پکارا جاتا تھا اور اس کوہستانی سلسلے کے اس پار چینی سرزمینوں پھوہرے کے کچھ جنگلات تھے۔

اور پھر جس شاداب علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے ان وحشیوں میں جھگڑا ہوتا تھا کہ جنوب میں تبت کا بلند کوہستانی سلسلہ تھا جس کی چوٹیاں بادلوں سے باہر نکل کر آسمان سے تاک جھاک کرتی تھیں۔

اس کوہستانی حصار سے نکلنے کے لئے وہی راستے تھے۔ پہلا جنوب مشرق میں گھٹا کی آبادیوں کی طرف تھا۔ چونکہ ان وحشی حملہ آوروں سے بچنے کے لئے چینی محرماتوں نے دیوار چین کھڑی کر دی تھی لہذا جنوب مشرق کا راستہ بھی ان وحشی قبائل کے لئے بند ہو گیا۔ اب ان کے سامنے کوہستانی سلسلوں سے گھرے ہوئے ان علاقوں سے نکلنے کا آخری بعد واحد راستہ مغرب میں وسط ایشیا کے صحراؤں کی طرف تھا۔

موجودین لکھتے ہیں کہ ایک ہزار سال قبل مسیح ہروی دیا کے تمدن لوگ چین کے

علاقوں سے الگ تھلک رہ کر زندگی گزار رہے تھے۔

ان وحشی قبائل کے متعلق قدیم چینوں کا خیال تھا کہ یہ ایسے انسان ہیں جو اپنے جسم پر سمور اور کھانسی لپیٹ لیتے ہیں۔ جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو اپنی ماؤں کو جانتے ہیں مگر باپ کو نہیں جانتے۔

شروع شروع میں دوسرے وحشی قبائل کی طرح یہ چینین بھی شمالی ایشیا کے برف سے منجمد دشت میں دوسروں کی طرح بھولے بسرے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے جو غذا کی تلاش میں ٹھنڈا کے برف زاروں کے کنارے کنارے مارے مارے پھرا کرتے تھے۔ مگر انہوں نے ان برف زاروں میں جو کامیابی حاصل کی وہ یہ تھی کہ انہوں نے گھوڑے کو متلعق کرتے ہوئے اس پر سوار ہونا شروع کر دیا تھا۔

یہ ویرانہ نورد قبیلے تمدن کے مرکزوں سے دور تھے۔ وہ ابھی تک شکار کھیل کر اپنا پیٹ بھرتے اور کھانوں سے اپنا تن ڈھانپ لیتے تھے۔ کبھی کبھیاں پکڑتے اور بڑی بڑی کھیلوں کی کھال سے سردی سے بچاؤ کے لئے اپنا بدن چھپا لیتے اور کبھی کبھی برحقانی جانوروں کا شکار بھی کر لیا کرتے تھے۔

سب سے الگ تھلک رہنے کی وجہ سے وہ نرے وحشی کے وحشی ہی رہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ پھرتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ خاند بدوش رہے اور ان کے گھوڑے انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے پھرتے رہے۔ یہ خاند بدوش سوار عجیب و غریب سرزمین کے مالک تھے۔ شمال میں یہ علاقہ بحر ہند شمالی کی برحقانی دلدلوں اور ٹھنڈا سے شروع ہو کر جنوب کے برحقانی پہاڑوں تبت اور تھائی لینڈ تک پھیلا ہوا تھا۔ مغرب میں یہ چینین کی سلطنت کے دریاؤں کی وادیوں سے شروع ہو کر وسط ایشیا کے کوہستانیوں کی وادیوں اور مرغزاروں سے ہوتا ہوا مغربی پہاڑی سلسلے یورال پر ختم ہوتا تھا جس کو خاند بدوش زمین کا سر بند کہتے تھے۔ اس عظیم الشان علاقے کو دھب ایشیا کہا جاتا ہے۔ اسے وسط ایشیا بھی کہتے ہیں اور ایشیا سے اہلی بھی پکارا جاتا ہے اس لئے کہ اس کا زیادہ تر حصہ بلند سطح مرتفع پر مشتمل ہے جس کے درمیان بڑے بلند اور بالا کوہستانی سلسلے واقع ہیں۔

یہ سارے وحشی قبائل جن برحقانی علاقوں میں رہتے تھے اتفاق سے انہی برحقانی علاقوں کے جنوب میں ایک بڑی زرخیز علاقہ جمیل بیکال کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ یہاں کے مرغزار ان دریاؤں کے سرچشموں سے سیراب ہوتے تھے جو یا تو جمیل

علاوہ دوسرے وحشی قبائل کے وجود سے آگاہ ہو چکے تھے۔ یونانیوں کو اس کا علم تھا کہ معلوم ملکوں کی سرحد کے اس پار نامعلوم مخلوق ادھر سے ادھر ہجرت کرتی پھرتی ہے۔ یونانی مورخوں نے ان کے لئے بانی پرورین کا نام تجویز کیا تھا۔ یعنی ایسے لوگ جو شبلی ہوا کے اس پار رہتے ہیں۔

پہلی منکر ان قبائل کو شیطانی کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

جنیوں کی انہیں شیطان کہنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ نامعلوم شمال کے باشندے اپنے جسموں پر بدبودار روغن اور چربی کی مالش کرتے تھے۔ ان کی نشوونما سنگارخ زمین اور دشت کی ٹوڑاؤں ہوتی سردی کے سانچے میں ہوتی تھی۔ ان کے بدن چھریے تھے، جلد سخت اور جسم پر بہت کم بال ہوتے تھے۔ گال کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں اور ہوا، دھول، برف اور سورج کی چمک سے بچنے کے لئے آنکھیں تنگ، چھوٹی چھوٹی، ٹانگیں گھوڑے کی سواری کی وجہ سے کسی قدر خمیدہ دکھائی دیتی تھیں تاہم ان کے ہاتھ اور کاٹھ بڑے مضبوط ہوا کرتے تھے۔

سیستھین اور ان کے دوسرے بھائی بند وحشی قبیلے مکان نہیں بناتے تھے کیونکہ جنیوں کی طرح مکان ادھر سے ادھر نہیں لیجائے جاسکتے تھے۔ لکڑی اور چمڑے سے وہ جو کچھ ساز، سامان بناتے وہ بھی ہلکا پھلکا ہوتا۔ چمڑے سے وہ زین، صندوق، ہتھیار اور صرف وہی چیزیں بناتے جن کی انہیں ضرورت ہوتی اور جو آسانی سے سفر میں بار برداری کے جانوروں کی پیٹھ پر منتقل ہو سکتی تھیں۔

ان سیستھین قبائل سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ برفانی علاقوں سے نکلنے کے بعد انہوں نے جنوب کا رخ کیا۔ شاداب علاقوں پر قابض ہوئے اور جب ان کے پیچھے ان سے بھی طاقتور قبیلے نڈرا کے برف زاروں سے نمودار ہو کر جنوب کی طرف بڑھے تو انہوں نے سیستھین کو ان شاداب علاقوں سے مار بھگا دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ پہلے پہلے ان سیستھین نے وسط ایشیا میں نمودار ہونا شروع کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ یعنی سیستھین قبیلے کے روس کے دشت میں نمودار ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ شروع میں مستند دنیا نے ان لوگوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اسے ایک عجیب سا بیولہ سمجھا، یا کچھ لوگ انہیں بیابانوں کا وحشی اور غول بیابانی عمان کرتے رہے۔

ان وحشی قبائل کو یونانیوں نے اسکوتھائی اور دوسری قوموں نے سیستھین کہا شروع کیا۔ یہ ایسے خاند بدوش تھے جو اپنے دشتوں کے کاسے سر میں خنجر کا دودھ پیا کرتے تھے۔ جب ان کا سردار مر جاتا تو گھوڑوں اور غلاموں کو اس کے لئے ذبح کیا جاتا اور گھوڑے کے ساتھ ہی اسے دفن کر دیا جاتا۔ ان کے سردار کی جو بیویاں ہوتی تھیں، سردار کے مرنے پر وہ خنجر گھونپ کر خودکشی کر لیتیں تاکہ ان کی روہیں دوسری دنیا میں بھی اپنے سردار کے ساتھ رہیں اور یہ سیستھین قبیلے کا قانون تھا۔ اس قبیلے کے جادوگر بھی قبیلے کے اندر بڑی وقعت، عزت اور وقار رکھتے تھے۔

سیستھین کے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ سیستھین ایک اونٹنی ٹوپی پہنا کرتے تھے جس سے ان کے کان بھی ڈھک جاتے تھے اور دشت کی ہواؤں سے محفوظ رہتے تھے۔ وہ احمیل، لمبے پاچھے پہنا کرتے تھے جو موہا چمڑے کے ہوا کرتے تھے جن کی مہریاں ٹخوں کے قریب تنگ ہوتی تھیں۔ اس طرح وہ خاردار ہتھیاروں، غبار اور برف سے محفوظ رہتے تھے۔ ان سیستھین کے پاس سب سے کڑا اور خطرناک ہتھیار ان کا منہ بول کا تیغ تھا جسے وہ لنگ بھگ سو قدم کے فاصلے سے چلاتے اور ان تیروں سے دو اپنے دشتوں کو جس نہیں کر کے رکھ دیتے تھے۔

(سکندر اعظم کا واسطہ جب ان سیستھین سے پڑا تو اپنے انہی تیروں کی بناء پر سیستھین نے سکندر اعظم کے لشکر کے ایک حصے کو بالکل بے کار بنا کر رکھ دیا تھا)

کچھ مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آریں جو ہندوستان، ایران یا جرجنی کی طرف گئے وہ انہی سیستھین کے رشتہ دار تھے۔ ان سے متعلق کچھ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اپنی دور دراز آبادی گروہی کے دوران ان نیلی آنکھوں والے جنگجوؤں نے دشت میں جانا بہت دشوار سمجھا۔ انہیں اپنی یادگار چھوڑے۔ ان نیلیوں پر قدم آدم سے ذرا بڑا پتھر کا ایک جھمر لپٹا ہوتا تھا۔ قدم روی اس جھمر کو ہلکا کر پکارتے تھے۔ کچھ اسے پتھر کی عورت بھی کہتے تھے۔ ان سب مورتوں کا رخ مشرق کی جانب ہوتا تھا۔ سب مورتیاں ایک ن انداز میں منسوب تھیں۔ ان کی پتھر لی آنکھیں نکلے ہوئے سورج کی جانب مرکوز ہوتی تھیں۔ ایسا کیوں تھا، اس کا معنی ابھی تک کوئی مورخ، کوئی محقق تلاش نہیں کر سکا۔

بحال یہی وہ سیستھین تھے جنہوں نے اب ایران کی مملکت کا رخ کیا تھا۔ یہ ایک نیا انسان گروہ تھا جو خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے



اکاوی عربوں کے اس خانہ بدوش قبیلے نے اس جگہ سے کوچ کیا جہاں ان کی ملاقات ایران کے شہنشاہ کیا کسارا سے ہوئی تھی۔ اب انہوں نے بابل کا رخ کیا تھا۔ بابل کے نواح میں جہاں انہیں اپنے اطراف میں اپنے جانوروں کے لئے گھاس مل سکتی تھی، وہاں پڑاؤ کر لیا تھا۔ وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد خانہ بدوش قبیلے کے افراد بڑی برق رفتاری کے ساتھ حرکت میں آئے۔ دریائے فرات کے کنارے کنارے جہاں تک نگاہ پڑتی تھی ڈاب کے جنگل تھے۔ ڈاب وہی جس سے نرم چٹائیاں یا نماز پڑھنے کی صفیں بنائی جاتی تھیں۔ ڈاب کو کاٹ کاٹ کر ان خانہ بدوشوں نے اپنے لئے بسروں میں استعمال ہونے والی چٹائیاں یا بڑے بڑے خیمہ نما جھونپڑے بنانے کے لئے ایسی کٹی ہوئی چٹائیاں بنائی شروع کر دی تھیں جن سے سردی سے بچا جاسکتا تھا۔ ایک روز فردوس، زہیر بن سلمیٰ اور نفیل بن ساعدہ بابل شہر میں داخل ہوئے اور سیدنا انہوں نے بابل کے حکمران نبیو پواسر کے قصر کا رخ کیا تھا۔

قصر کے قریب جا کر وہ ر کے سی تھے کہ قصر کے محافظوں نے انہیں دیکھ لیا۔ شاید محاذ بھی انہیں پہچانتے تھے لہذا ان کے آنے کی خبر قصر کے اندر کر دی گئی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ بابل کے بادشاہ نبیو پواسر نے انہیں طلب کر لیا۔

تینوں بابل کے قصر میں داخل ہوئے جس کمرے میں وہ اس وقت داخل ہوئے تھے اس وقت بابل کے بادشاہ نبیو پواسر کے علاوہ اس کا بیٹا بخت نصر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ تینوں ڈاب اس کمرے میں داخل ہوئے تو نبیو پواسر اور اس کے بیٹے بخت نصر نے بڑی شادابی اور بڑی خوش طبعی سے ان کا استقبال کیا تھا۔ انہیں گلے لگا کر خوش آمدید کہا اور اپنے قریب ہی نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔

جب سب وہاں بیٹھ گئے، نبیو پواسر سب سے پہلے فردوس کی طرف دیکھتے ہوئے

کو ہستان قفقاز کو عبور کیا۔ اس کے بعد انہوں نے آذر بائی جان کے علاقوں کو اپنا مدفن بنایا۔ اس حملے کو روکنے کے بعد وہاں سے ضرورت کی ہر شے سیٹھتے ہوئے انہوں نے آذر بائی جان سے ملحقہ جس قدر علاقے تھے ان میں ترک تاز شروع کر دی تھی۔ جب کیا کسارا یہ خبر سن کر نینوا شہر کا محاصرہ ترک کر کے سیصین کی طرف بڑھا تو سیصین کے بھڑوں نے کیا کسارا کی پیش قدمی کی اطلاع اپنے سردار کو کر دی تھی۔ لہذا سیصین قبائل نے ارومیر نام کی ندی کے قریب پڑاؤ کر لیا تھا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا کسارا نے بھی بڑی برق رفتاری سے ارومیر ندی کا رخ کیا تھا۔



کہنے لگا۔

”اپنے قبیلے کے ساتھ کب یہاں پہنچے ہو؟“

اس پر فردوس کہنے لگا۔

”ہاں وہ چار دن سے زندہ نہیں ہوئے۔ دراصل شمال کی طرف جس وقت ہم نے دریائے کنارے پہنچا تو کیا ہوا تھا وہاں ہماری کیا کسارا ہے مڈ بھیڑ ہو گئی اور کچھ ناخوشگوار حالات بھی پیدا ہو گئے۔“

اس کے بعد جو حالات پیش آئے تھے وہ فردوس نے تفصیل کے ساتھ کہہ دیے تھے۔

جب فردوس خاموش ہوا تب نیو پلاسٹر تو سبھی انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! تم نے ایران کے شہنشاہ کیا کسارا کے سالار کو تیغ زنی کے مقابلے میں زیر کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تم کا قابلِ تیسر ہو۔“

پھر نیو پلاسٹر نے فردوس کی طرف دیکھ کر اور کہنے لگا۔

”فردوس! تمہیں یاد ہو گا کہ پچھلی بار جب تم لوگ ہمارے ہاں آئے تھے اور نفیل بن ساعدہ کا تم نے اپنے خاند بدوشوں کے سالار اعلیٰ کی حیثیت سے تعارف کروایا تھا اور اس کے کچھ کارناموں پر بھی روشنی ڈالی تھی تب اس کے کارناموں کو سننے اور اس کی شخصیت کا جائزہ لینے کے بعد میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارے لشکر میں یہ شخص ایک نایاب تیرا اور بے مثل گویہ ہے اور میرے خیال میں جو الفاظ میں نے کہے تھے ان پر یہ نفیل بن ساعدہ پورا اترتا ہے۔“

پھر نیو پلاسٹر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”مجھے یہ جان کر بہ حد خوشی ہوئی ہے کہ تم نے کیا کسارا کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ تم اس کے ساتھ مل کر نیو پلاسٹر پر حملہ آور ہو۔“

نفیل اس کے کہنے پر نفیل بن ساعدہ، نیو پلاسٹر کے ان الفاظ کا جواب دیتا، اس کا بیٹا بخت نصر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”نفیل میرے عزیز! تم نے نیو پلاسٹر پر حملہ آور ہونے کے لئے کیا کسارا کا ساتھ اس لئے نہ دیا کہ نیو پلاسٹر یوں کا شہر ہے۔ آشوری عرب ہیں اور ایک عرب کی حیثیت

سے تم لوگوں نے آشوریوں پر حملہ آور ہونے سے انکار کر دیا۔ کیا ایسا ہی موقع بھی ہمارے ساتھ آئے اور ہمیں تم لوگوں کی ضرورت پڑے تو تم لوگ ہمارا ساتھ دینے سے بھی انکار کر دو گے؟“

جواب میں نفیل بن ساعدہ نے مسکرا کر بخت نصر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”آپ لوگ عرب ہیں۔ آپ کا ساتھ دیتے ہوئے ہم لوگ خوش محسوس کریں گے۔ اگر آپ کو بھی ہماری ضرورت پڑی تو ہمیں آواز دے کر آزمائے گا۔ پھر دیکھیں گے ہم لوگ کیسے جانفشانی کے ساتھ آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جہاں نیو پلاسٹر خوش ہوا تھا، وہاں بخت نصر کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے نفیل بن ساعدہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

”یقیناً مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔“

بخت نصر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ انتہائی سنجیدگی اور محتاطانہ میں بول اٹھا۔

”شاید میں اور میرے یہ دونوں سردار چند دن بعد آپ لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن میں اُمید نہیں یوں جائیں زبردستی اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اس لئے کہ میں آپ دونوں باپ بیٹے سے ایک گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنا اور اپنے امیدوار کے آپ میری گزارش کو رد نہیں کریں گے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر نیو پلاسٹر اور اس کے بیٹے بخت نصر دونوں نے خود سے لے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا۔ جب وہ سالیب انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے تھے تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

”بہل کے عظیم اور محترم حکمران! آپ جانتے ہیں کہ آشوری بادشاہ آشور بنی پال نے بعد آشوریوں کی سلطنت میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ موجودہ آشوری حکمران جس دن و عشرت میں پڑا ہے۔ منکری قوت کی طرف اس سے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اسی بنا پر ایران کے بادشاہ کیا کسارا کو اس پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت ہوئی ہے۔ آپ دیکھیں، ہامی میں جب کوئی آشوری حکمران نیوا شہر سے اپنے لشکر کے ساتھ آتا تھا تو چاروں طرف کی ملکیتیں کا پ اور لرز جاتی تھیں کہ دیکھیں آشوریوں کا بادشاہ

”اہن ساعدہ! تمہاری اطلاعات تو ہم سے بھی زیادہ ہیں۔ ہمیں قطعاً یہ خبر نہ تھی کہ اہنیا کی مملکت کا بادشاہ آیات اور مصر کا فرعون نختاؤ آشوری مملکت پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“

بخت نصر کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
”بخت نصر میرے محترم! ہم خاند بدوش ہیں۔ ہمیں سے نکلے ہیں۔ اپنے آبائی وطن حرب کے صہراؤں سے ہوتے ہوئے میدھا مدین کے کوبستانی سلسلوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ وہاں کیونکہ گھاس وافر مقدار میں ملتی ہے لہذا ہمارا سب سے زیادہ قیام مدین کے کوبستانی سلسلوں ہی میں رہتا ہے۔ باقی جگہوں پر ہم زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ یا پندرہ دن قیام کرتے ہیں۔ لیکن مدین کے کوبستانی سلسلوں کے اندر ہم ہمیشہ بھی قیام کئے رہیں تو وہاں ہمارے جانوروں کو پیٹ بھرنے کے لئے گھاس میسر آتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پانی کے چشمے ہیں جن سے جانوروں کے علاوہ ہمارے خاند بدوش قبیلے کے افراد بھی مستفید ہوتے ہیں۔“

ہم چونکہ ہمیں سے لے کر مدین سے ہوتے ہوئے بروخلم، وہاں سے دمشق، راس اشمو، تدمر سے ہوتے ہوئے اھڑ آتے ہیں اور پھر تدمر وہ شہر ہے جہاں چاروں طرف سے بھانت بھانت کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ تدمر شہر کے نواح میں جب ہم پڑاؤ کرتے ہیں تو وہاں ہم پندرہ مہینوں میں قیام ضرور رکھتے ہیں۔ تدمر شہر سے ہمیں بڑے کام کی خبریں ملتی ہیں۔ اس لئے کہ ان دنوں تدمر ایک اہم تجارتی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آس پاس، دور نزدیک سے وہاں تجارتی قافلے آتے ہیں۔ مال کا لین دین ہوتا ہے۔ جگہ جگہ کی خبریں ایک کاروان دوسرے کاروان تک پہنچاتا ہے۔ اس بنا پر وہاں قیام کرنے سے اطراف کے علاقوں کی خبریں خوب ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مذہب، مکتب فکر کے لوگ آتے ہیں، تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ ہم بھی کیونکہ وہاں لوگوں سے ملنے جیلے رہتے ہیں لہذا ارد گرد کی خبروں سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ کی یہ گفتگو سن کر باہل کا بادشاہ نیو پولا سر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر کہہ کر سوچوں میں ڈوبا پھر کہنے لگا۔
”اگر مصر کا فرعون نختاؤ بھی ان علاقوں پر نظر رکھتا ہے تو پھر ہمیں اس کی راہ روکنا ہو گی۔ اگر نختاؤ مصر سے نکل کر فلسطین پر قابض ہو جاتا ہے تو پھر اسے آگے بڑھنے میں

اب کس حکمران کو اپنا مدد دینا ہے۔ اور اب حالت یہ ہے کہ ہر کوئی آشوریوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے درپے ہے۔“

ان حالات میں آپ دونوں باپ بیٹے سے ہماری گزارش ہے کہ قبل اس کے کوئی اور مملکت، کوئی اور حکمران آشوریوں کے مرکزی شہر نیوا پر حملہ آور ہو کر آشوریوں کی مملکت کو نیست و نابود کر دے، آپ خود نیوا پر قبضہ کر کے نیوا کو اپنی مملکت میں شامل کر لیں۔ اس طرح آپ کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا اور ہمسایہ مملکتیں آپ لوگوں کی حکومت سے لرزے کا شکار بن جائیں گی۔“

جس وقت ہم دریائے دجلہ کے کنارے اپنا پڑاؤ ختم کر کے باہل کا رخ کر رہے تھے اس وقت ہی ہمیں خبر ملی تھی کہ گوتیا کسار نے اپنا شہر کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن دوشی اور منجاوہیہ زمین نے کیونکہ کوبستان قفقاز کو عبور کر کے اس کی مملکت پر حملہ کر دیا ہے لہذا کیا کسار، نیوا کا محاصرہ ترک کر کے تھیں کی راہ روکنے کے لئے جا چکا ہے۔ اب میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ ان دنوں نیوا کی کمزور آشوری سلطنت کو تین بڑی بڑی قوتوں کی طرف سے خطرہ ہے۔

اول ایران کا بادشاہ کیا کسار جو نیوا پر حملہ دہوش کی نگاہ رکھتا ہے، اسے فتح کر کے اپنے علاقوں کو مسحت دیتے ہوئے اپنا نام ناقابل تغیر حکمرانوں میں لکھوانا چاہتا ہے۔ دوسری بڑی قوت جس سے آشوریوں کی سلطنت کو خطرہ ہے وہ ایشیائے کوچک کی مملکت ہے جسے لیڈیا کہہ کر پکارا جاتا ہے اور جس کا بادشاہ ان دنوں آیات ہے۔ یہ آیات بھی نیوا پر لگاؤں جھانے ہوئے ہے اور آشوریوں کی مملکت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

تیسری بڑی اور سرکش قوت مصر کا فرعون نختاؤ ہے۔ نختاؤ نے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر رکھا ہے۔ وہ بھی یہ چاہتا ہے کہ مصر سے نکل کر پہلے فلسطین پر قبضہ کرے اور پھر آشوریوں کی مملکت پر قبضہ کرتے ہوئے پورے ارض شام کو اپنی مملکت میں شامل کر لے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو باہل کا بادشاہ نیو پولا سر دوشی اور جنس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا جبکہ بخت نصر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

جائے گی۔ ایک شہر فتح کرنے کے بعد اس کی نظریں دوسرے شہروں پر جم جائیں گی اور یہ بھی میں آپ پر انکشاف کر دوں کہ نینوا کو فتح کرنے کے بعد جو دوسرا شہر کیا کسارا کی نگاہوں کو سچے گا وہ یقیناً بابل ہوگا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا.....“

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوش کا اظہار کر کے نیو پولا سر کہنے لگا۔

”نفیل بن ساعدہ! گوتم ابھی کم عمر ہو لیکن تمہاری باتیں، تمہارے انداز بڑے پختہ ہیں۔ تمہاری حیثیت میرے ہاں میرے بیٹے بخت نصر کی سی ہے۔ لہذا آج کے بعد میں تمہیں جیسا کہہ کر بکاؤں گا۔ جو باتیں تم نے کی ہیں وہ میرے ذہن کو لگی ہیں۔ اب تم مطمئن رہو۔ کیا کسارا تو یسٹھین کا مقابلہ کرنے کے لئے جا چکا ہے۔ یسٹھین جلد اس کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ ایک عرصہ انہیں ان کے ساتھ الجھنا پڑے گا۔ اس دوران ہم کسی اور کو نینوا پر قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔ اگر آشوریوں کی مملکت کا خاتمہ ہوتا ہی ہے تو عربوں کی یہ حکومت ہمارے حصے میں آئے گی۔ اس لئے کہ ہم اس کے بہتر حق دار ہیں۔ اس بناء پر میں آشوریوں کی مملکت کا ہتھیار ہوں کہ میں خود بھی آشوریوں کا ایک حصہ رہا ہوں۔ آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال نے مجھے اپنی طرف سے بابل کا حاکم مقرر کیا تھا۔ یہ سلیحہ بات ہے کہ آشوریوں کے کمزور ہو جانے کے بعد بابل نے اب ایک خود مختار حیثیت اختیار کر لی ہے۔ لیکن میرے بیٹے! مطمئن رہو۔ نینوا پر ہم کسی اور کو قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ خواہ اس کے لئے ہمیں کسی قوم کے ساتھ برسوں تک جنگ کرنی پڑے۔“

بابل کے بادشاہ نیو پولا سر کی اس گفتگو سے نفیل بن ساعدہ خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ جواب میں چند کہنا چاہتا تھا کہ بخت نصر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کھانے کا وقت ہو گیا۔ تم تینوں آج کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گے۔“

بخت نصر کے اٹھنے پر اس کا باپ نیو پولا سر بھی کھڑا ہو گیا تھا اور ان دونوں کے ساتھ وہ تینوں بھی قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

کوئی شادی پیش نہیں آئے گی۔ پھر فلسطین کو فتح کرنے میں بھی میرے خیال میں اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ فلسطین کی مملکت میں اتحاد اور اتفاق نہیں ہے۔ مملکت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ دونوں حصے اپنی اپنی عسکری طاقت نہیں رکھتے جس کی بناء پر مصر کا فرعون نینوا اور حکومتوں کو بڑی آسانی سے اپنے سامنے گھٹنے پکڑنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور اگر نینوا نے مصر سے نکل کر فلسطین کے میدانوں کو رو دیتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ہم اس کی راہ روکیں گے۔ اسے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ اگر وہ آگے بڑھتا ہے تو پھر ہماری اپنی سلطنت کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔“

نیو پولا سر بے خاموشی بولا تب نفیل بن ساعدہ چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔
”ایسا اگر کوئی موقع آئے، مصر کے فرعون نینوا سے آپ کا کھڑا ہو تو ہمیں ضرور یاد کیجئے گا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ لوگوں کے لشکر میں شامل ہوں گا۔“
نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر نیو پولا سر نے شکر گزاری کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! ہمارے پاس لشکریوں کی کمی نہیں ہے۔ تاہم ایسا کوئی موقع آیا تو ہم تمہیں اپنے پاس ضرور بلائیں گے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس تم جیسا کوئی سالار اور کماندار نہیں ہے۔ اس بناء پر ہم جس دشمن سے بھی ٹکرائیں گے اس کے ساتھ کھڑا کے دوران ہمیں تمہاری ضرورت پڑے گی اور ہم امید رکھتے ہیں کہ تم ہمارے بلانے پر آؤ گے ضرور۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے بلائیں اور میں نہ آؤں..... ایسا اگر کوئی موقع آیا تو میں اپنے آدمیوں کے ذریعے آپ لوگوں سے رابطہ رکھوں گا۔ اور جب بھی آپ مجھے بلائیں گے، پھر دیکھنے گا میں کیسے بھاگا بھاگا آپ کے پاس آتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ ہم سب مل کر اپنے ہر دشمن کو ہار دینگے۔ اپنے حقوق کی حق تلفی نہیں کرنے دیں گے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر اس کے بعد دوبارہ نیو پولا سر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں ایک بار پھر اس خداوند قدوس کے نام سے آپ سے گزارش کرتا ہوں جو مارے جہانوں کا مالک ہے کہ کسی بھی صورت نینوا شہر کو کیا کسارا کے قبضے میں نہ جانے دیجئے گا۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھئے گا کیا کسارا کو دوسری قوموں کے خون کی چاٹ لگ

اپنے ساتھ رکھا۔ دائیں جانب اس کا سالار تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ توک کو کماندار مقرر کیا تھا جبکہ بائیں حصے پر اس نے اپنے دو سالاروں جاکو اور قلوخ کو کماندار مقرر کیا تھا۔

ان یستھین کے جنگ کرنے کا طریقہ بھی عجیب و غریب تھا۔ جہاں ان کے لشکر نے صفیں درست کی تھیں ان کے پیچھے تھوڑے ہی فاصلے پر ان کا پڑاؤ تھا۔ پڑاؤ کی حالت بھی عجیب و غریب تھی۔ پڑاؤ کی شکل و صورت کمان کی سی تھی۔ کھلمیدانوں کے اندر بڑے بڑے لمبے لمبے پکڑے کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ انہیں کمان کی شکل دی گئی تھی۔ انہی پکڑوں کے اندر یستھین کے خزانے کے پکڑے بھی تھے جن پر کڑے عیاذہ مقرر کئے گئے تھے۔ پکڑوں کے اپنے پہلوؤں سے بھی چھوٹے موٹے تختوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ لہذا ان کو غور کر کے یستھین کے پڑاؤ میں داخل ہونا آسان نہ تھا۔ اور پھر یستھین نے ان پکڑوں کے اندر اپنے تیر انداز بٹھار کئے تھے۔ ان کی عورتیں پکڑوں سے بنائے گئے اس حصار کے اندر تھیں۔ لشکر کے لئے ضروریات کا سارا سامان، خوراک، سب کچھ وہیں تھا۔ ان کمان نما پکڑوں کے حصار میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ تھا جو ان کے لشکر کے بالکل پیچھے تھا۔

اب یستھین کا طریقہ کار یہ تھا کہ اگر تو وہ اپنے سے جنگ کرنے والے دشمن کو پہلے ہی نسلے میں زیر کر لیتے تو اس کا تقاب کر کے اس کا خوب قبل عام کرتے اور اگر دیکھتے کہ دشمن ان پر ہمدی فوقیت رکھتا ہے اور ان کی پسپائی کے آثار نمایاں ہیں تب وہ دشمن کو قبل دے کر اس پر اپنی فتح کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے۔

اس مقصد کے لئے تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد پیچھے ہٹتے پکڑوں کے کمان سے حصار میں کیونکہ داخل ہونے کا ایک ہی راستہ تھا تو بالہذا اس راستے سے وہ اپنے پڑاؤ میں داخل ہوتے اور وہاں کے دشمن ان کا تقاب کرتے ہوئے آگے بڑھتے تو انہوں نے پکڑوں کے اندر جو اپنے تیر انداز بٹھائے ہوئے تھے وہ ان پر زوردار انداز میں تیر اندازی کرتے اور انہیں نقصان پہنچاتے۔

جس وقت ان وحشی یستھین کی تیر اندازی کی وجہ سے ان کے دشمنوں کے اندر ایک طرح کی بد نظمی اور افراتفری کا عالم برپا ہوتا اس وقت وحشی یستھین حرکت میں آتے۔ آگے بڑھتے اور دشمن پر حملہ آور ہو کر اس کی شکست اور اپنی فتح یقینی بناتے۔

وحشی یستھین نے ارومہ ندی کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا جبکہ کماندار بھی اس طرف بڑھا تھا۔ اس نے بھی آگے بڑھ کر یستھین کے سامنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس کی آمد پر یستھین کے لشکر میں ایک عجیب جوش اور دلولہ پایا جاتا تھا۔ یستھین کا سردار برشام اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔ دوسری طرف برشام کا بیٹا کشلوک اور اس کی بیٹی طرغانی اپنے گھوڑوں کو ادھر ادھر بھگاتے ہوئے لشکر یوں کے اندر ایک عجیب جوش اور دلولہ پیدا کرنے لگے تھے۔

یستھین کے سردار برشام کی بیٹی طرغانی ابھی بے شک نومرغی لیکن قد کاٹھ میں خوب تھی۔ اس وقت اس نے جنگی لباس پہنا ہوا تھا۔ سرخ رنگ کے چرمی پاجامے کے اوپر اس کی زرد چمک رہی تھی۔ سر پر خود تاج تھا۔ سرخ رنگ کے اندر ہی اس نے اپنے سارے بال بچھا رکھے تھے۔ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے اس کے منہ میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ دیکھنے والا اگر غور سے اس لڑکی کو دیکھتے تو وہ یادوں کی جھلکی چاندنی، گلابوں کی زیادہ چٹوں جیسی خوبصورت، گیت، نغموں کے سرگرم نرسوں، رقص و ہجوم کے طوفانوں جیسے خورہ اور شوخ کلیوں کے رقص اور کھف تھا تو سالہا جواب بھال رکھتی تھی۔ اس کی بڑی بڑی نیلی اور ساغر و بیٹا آنکھوں میں ایسی کشش تھی جو دیکھنے والے کو اپنی کانچیں جھکانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ اس کے لب و لہجہ اور رخسار کی سرخی نے اس کے جمال رخ میں بے انت اضافہ کر رکھا تھا۔ اس کے دیکھنے والے ہر ہونٹ پر ان کے تیرانے خود بخود رقص کر رہے تھے۔ بھری طور پر طرغانی نام کی وہ یستھین لڑکی ان چند لڑکیوں میں سے ایک تھی جو اپنے گل اتر بھال، شعلہ شعل کشش، شوخ دید و نظروں اور روح کی تلاوت سے لشکر کو موٹی، پتھر کو گوبر میں تبدیل کر دیتی ہیں۔

یستھین کے سردار برشام کا بیٹا کشلوک اور اس کی بہن طرغانی دونوں اپنے لشکروں کے اندر گھوڑوں کو ادھر ادھر سر پٹ دوڑاتے ہوئے لشکریوں کے حوصلے بڑھاتے رہے۔ انی دیر تک ان کے باپ برشام نے اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کی صفیں درست کر لی تھیں۔

معمول کے مطابق یستھین کے سردار برشام نے اپنے لشکر کو تین ہی حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصے میں وہ خود ہی رہا۔ اپنے بیٹے کشلوک اور بیٹی طرغانی کو اس نے

علاوہ جو بچوں نے سالار تھے وہ بھی سب وہاں جمع ہوئے۔ اس موقع پر ایک بلند جگہ پر برشام بیٹھا۔ اس کے پہلو میں اس کی بیوی کاٹھنا بیٹھی۔ گاٹھنا کے ساتھ حسین، جمیل اور خوبصورت طرغائی تھی۔ جبکہ دوسری جانب برشام کا بیٹا کٹھلوک بیٹھا تھا۔

جب بچوں نے بڑے سالار وہاں جمع ہو گئے تھے برشام انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”مادیوں کے بادشاہ کیا کسارا کو شکست دے کر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم ان کے حاقوں پر قبضہ کر سکتے ہیں۔“

(یاد رہے کہ ایران کے جن حاقوں پر کیا کسارا بادشاہت کر رہا تھا وہ علاقے تاریخ کے اوراق میں میڈیا یا یادگاہات تھے اور وہاں کے لوگوں کو اہل ماد کہہ کر پکارا جاتا تھا اور کیا کسارا کو مادیوں کا شہنشاہ کہا جاتا تھا)
 برشام تھوڑی دیر خاموش رہا، کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

”کیا کسارا کو شکست دے کر ہم نے اس کے حوصلے پست کر دیئے ہیں۔ اب ہم نے اپنی فتوحات کا دائرہ مزید وسیع کرنا ہے۔ کیا کسارا کے بھاگ جانے کے بعد جنگ کا جو منصوبہ میں نے تیار کیا ہے اس کا میں تم پر انکشاف کرتا ہوں۔ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بے شک اٹھ کے کہے۔“

میں چاہتا ہوں کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ میں اپنے پاس رکھوں گا۔ میری بیوی کاٹھنا میرے ساتھ ہوگی۔ سالاروں میں سے صرف قتلوغ میرے ساتھ ہوگا۔ لشکر دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ میں اپنا حصہ لے کر کیا کسارا کے مرکزی شہر کا رخ کروں گا اور اسے اس کی مملکت سے محروم کرنے کی کوشش کروں گا۔

لشکر کا دوسرا حصہ میرے بیٹے کٹھلوک کی سرکردگی میں رہے گا۔ میری بیٹی طرغائی اس کے ساتھ ہوگی۔ اس کے علاوہ بڑے سالاروں میں سے تو لک اور جانتو بھی میرے بیٹے کٹھلوک اور میری بیٹی طرغائی کے ساتھ رہیں گے۔ اب یہ لوگ آشوریوں کی کزدور اور شتم ہوئی ہوئی سلطنت پر حملہ آور ہوں گے اور آشوریوں کے مرکزی شہر نیوا پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر کٹھلوک اور طرغائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیوا کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے اور میں کیا کسارا کے خلاف فتح مندی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر یہ ہماری فتوحات کا عزم دوگا۔ یہ کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد ہم جھد ہو کر بابل کا رخ کریں گے۔ بابل کو بھی فتح کر کے اپنی گرفت میں لیں

یہاں بھی سیتھین نے یہی طریقہ کار استعمال کیا تھا۔ اپنے لشکر کے پیچھے انہوں نے کمان نما اپنے چمکڑوں کا حصار بنالیا تھا۔ اپنی عورتوں اور اپنے پڑاؤ کی ہر چیز کو اس کے اندر محفوظ کر لیا تھا۔

ایران کے بادشاہ کیا کسارا کے لشکر کی تعداد کیونکہ زیادہ تھی لہذا اس نے سیتھین پر حملہ آور ہونے میں پہل کر لی تھی۔ اس فیصلے کے ساتھ ہی کیا کسارا اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور سیتھین پر موت کی وادیوں کی طرف دھکیلتے ہوئے لوہ رنگ بگولوں، نفرت کے بکھرے بازار میں ظلم و ستم کی سفاکی اور دوسری کی طرح سیتھین پر ٹوٹ پڑا تھا۔ سیتھین نے اپنا دفاع نہیں کیا بلکہ وہ بھی شروع ہی میں جارحیت پر اترے۔ کیا کسارا کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے وحشی سیتھین بھی زندگی کے تابوت پر رقص کرتی نفرت اور عناد کی آگ اور زبردستی کی تڑپ میں وحشی جذبوں کی بھرمار کر دینے والی نشنہ ک فطرت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اروہ مندی کے کنارے دونوں طرف کے لشکری ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہوئے ایک دوسرے کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔ میدان جنگ کے اندر ابڑے کھنڈروں کے دل آشوب مناظر تشکیل پائے گئے تھے۔ موت صحرا میں سرگرداں بگولوں کی طرح اپنا رنگ دکھانے لگی تھی۔ دونوں طرف کے لشکری میدان جنگ میں اس طرح کام آئے گئے تھے جس طرح شجر کی گود سے لرز کر پتے گرتے رہتے ہیں کوئی طاقت اور جبروت کا مظاہرہ کرتا ہوا اپنے مخالف کو ذلت اور درماندہ بنانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ دونوں لشکریوں کے ٹکرائے سے نفرت رنگ بھوں کو دھند اور دل پر موت کی پیاس طاری کرتے حزام رقص کر اٹھتے تھے۔

ایران کے بادشاہ کیا کسارا کی بد قسمتی کہ اس جنگ میں سیتھین نے اسے بدترین شکست دی اور کیا کسارا اپنے بچے کچھ لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ سیتھین نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کر کے اس کے لشکر کی تعداد مزید کم کی۔ پھر وہ اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹے اور کیا کسارا کے پڑاؤ کی ہر چیز پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

سیتھین نے چند یوم تک اروہ نام کی اسی مندی کے کنارے پڑاؤ کھنکھایا۔ اس کے بعد ان کے سردار برشام نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس اپنے شامیانہ نما خیمے میں منب کر لیا تھا۔ اس کے اہم سالاروں میں جانتو، قتلوغ اور تو لک تھے۔ ان کے

ن ہے تو آپ کو گراں گزری ہے؟ کہیں، جس نے بھی آپ کی دل شکنی کی ہے میں اس سے بڑھ کر اس کی دل شکنی کروں گا۔“

نفیل کے ان الفاظ پر غم کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی اور یہ صورت حال نفیل نے اور زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اس موقع پر بوڑھے عظم بن عبید اللہ نے اپنے دائیں تہ میں پکڑا ہوا عصا دونوں ہاتھوں میں تھاما پھر کھنکھنوں کے بل زمین پر گرتے ہوئے کہنے لگا۔

”پہلے میں اپنے آپ کو بوڑھا، اوغر اور کمزور خیال نہیں کرتا تھا۔ آج میں بوڑھا بھی ہو گیا ہوں۔ دنیا بھر کی کمزوریاں اور جہاں بھر کی ناواقفیاں میرے جسم کے اندر حلول کر گئی ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کے سامنے بیٹھ گیا، پھر تجسس بھرے انداز میں کہنے لگا۔
”دادا! آپ مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان کر رہے ہیں۔ بتاتے کیوں نہیں، کیا معاملہ ہے؟ ضرور کسی نے آپ کی دل شکنی کی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے کبھی آپ کی ایسی بات نہ ہوتی تھی۔“

اس پر دونوں ہاتھوں کے ذریعے اپنے جسم کا بوجھ عسا پر ڈالتے ہوئے غم بول اٹھا۔

”بیٹے! مجھے آج دنیا کا وہ دکھ ملا ہے جو اس سے پہلے کبھی میرے مقدر اور میرے نصیب میں نہیں آیا تھا۔ یہ سردارِ فردس کی بیٹی عثمیرہ ہے۔ نا۔ میں بہت پہلے سے اسے تمہارے لئے اپنے دل میں پسند کر چکا تھا پر میں نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کبھی نہ کیا تھا۔ گزشتہ کئی دنوں سے میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی حرکات و سکنات اور بات بات سے میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ عثمیں پسند کرتی ہے۔ جس روز کیا اسرار نے سالارِ امیرج کے ساتھ تمہارا متبادلہ ہوا تھا اس وقت عثمیرہ کے رویے سے میرے اندازوں کو اور تقویت ملی تھی۔“

انہی اندازوں کو سامنے رکھتے ہوئے آج میں نے ایک ارادہ کیا تھا۔ میں چاہتا تھا۔ فردس سے تمہارے لئے عثمیرہ کا رشتہ مانگوں۔ میری خوش قسمتی کہ اس وقت فردس کی طرف سے ایسا آ رہا تھا۔ لہذا میں اس کی راہ روک کھڑا ہوا اور اپنے دل کی بات اس سے کہی اور تمہارے لئے میں نے اس کی بیٹی عثمیرہ کا رشتہ مانگا۔ مجھے امید تھی

ایک روز نفیل بن ساعدہ اپنے پڑاؤ کے اطراف میں چرتے قبیلے کے سارے جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے محافظوں کا جائزہ لینے کے بعد واپس پڑاؤ میں جب اپنے خیمے کے پاس آیا تو اس نے دیکھا خیمے کے اوپر اور اس کے اطراف میں جو بلند بھانڑیاں تھیں ان کے اوپر کسی نے کپڑے دھو کر خشک ہونے کے لئے ڈالے ہوئے تھے۔ وہ کپڑے اس کے دادا اور اس کے تھے۔ چھ دیو کپڑوں کا جائزہ لینے کے بعد وہ خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ خیمہ خالی تھا۔ خیمے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ ادھر ادھر دیکھا، اسے اپنا دادا کہیں دکھائی نہ دیا۔ تب اس نے دریا کا رخ کیا۔

دریا میں اس وقت قبیلے کے بہت سے لوگ نہا رہے تھے۔ کچھ غور میں کنارے پر بیٹھی کپڑے دھو رہی تھیں۔ جب وہ دریا کے قریب گیا تب دریا کی طرف سے اسے اپنا دادا عبید اللہ آتہ دکھائی دیا۔

جب وہ دادا کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے دادا کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ بڑا افسردہ اور ادا اس تھا۔ اپنے دادا کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نفیل لرز کاٹھ سا گیا تھا۔ جب وہ غم کے قریب گیا تو اس نے ایک بھر پور مگر طویل سی نگاہ نفیل پر ڈالی۔ اس نے نفیل نے دیکھا اس کے دادا کا چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔

یہ صورت حال نفیل کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ آگے بڑھا اور غم کو روک کر اس کے سامنے کھڑا ہوا ہوا ہوا۔

”دادا! کیا بات ہے؟ میں دیکھتا ہوں آج آپ انتہا درجہ کے ادا اس اور افسردہ ہیں۔ آپ کی چال میں لرزش، کمزوری اور نا توئی کے علاوہ مستی اور ڈھیان پن بھی ہے۔ کیا کسی نے آپ کی دل شکنی کی ہے؟ کیا کسی نے آپ سے ایسی بات

”ہے! تیری ممانی آئی تھی۔ تیرے اور میرے سارے کپڑے دھو کر وہ لٹکا گئی ہے۔“ غصے میں اکیلا پڑا ہوا تھا، وقت گزارنے کے لئے دریا کی طرف چلا آیا۔“
دادا کے ان الفاظ کے جواب میں فیصل بن ساعدہ کچھ کہنا چاہتا تھا پر رک گیا اور بے ادبیاں جاب دیکھنے لگا۔ اس لئے کہ بابل شہر کی طرف سے ایک بہت بڑا لشکر آتا تھا۔ بابل کا تھا۔ جب فیصل کی دکان میں اس لشکر پر غم بن عید اللہ بھی سوار کی گئی تھی۔ دیکھنے لگا تھا۔ اس پر تقریرات کا اظہار کرتے ہوئے غم نے فیصل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

”فیصل میرے بچے! یہ اتنا بڑا لشکر اور یہ ہزاروں سواروں پر مشتمل لشکر کس کے لئے ہے؟“
فیصل نے اس کے لئے اس طرف آرہے تھے۔
”غم بن عید اللہ کے ان الفاظ پر فیصل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”واللہ! لشکر بابل کی طرف سے آ رہا ہے۔ لہذا اس کا مطلب ہے یہ لشکر بابل کے بادشاہ نبو پادسار اور اس کے بیٹے بنت نصر کا ہوگا۔ میرے خیال میں بابل کا یہ لشکر کسی قوم کے لئے نکلا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فیصل رکا، ایک نوجوان دیکھ بھر اس لشکر پر ڈالی جو لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتا جا رہا تھا، پھر پھرتے لگا۔

”واللہ! نہیں گھڑے ہوئے ہیں اور دیکھتے ہیں بابل کا یہ لشکر اپنی کس قوم پر روانہ ہو رہا ہے۔“

غم نے فیصل کی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں دادا پوتا دوڑیں کھڑے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد لشکر قریب آیا۔ لشکر کے آگے آگے بابل کا بادشاہ نبو پادسار تھا۔ اور فیصل کے قریب آکر نبو پادسار نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھا۔ غم بھی اس کے پیچھے نبو پادسار کی طرف ہوا تھا۔ انہیں اس کی طرف آتے دیکھ کر نبو پادسار مسکرایا۔ جب وہ دونوں اس کے قریب گئے تب فیصل نے بادشاہ نبو پادسار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے دادا! میں... ان کا نام غم بن عید اللہ ہے۔“
غم نے ان الفاظ کے جواب میں نبو پادسار اپنے ٹھوڑے سے اتر گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے سارے بھی اپنے ٹھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ پھر نبو پادسار

کہ میری اس مانگ کے جواب میں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فروریں، عیشہ کا رشتہ تمہیں دینے کے لئے تیار ہو جائے گا مگر میری حیرت، میرے تجب کی انتہا نہ رہی کہ اس نے یہ رشتہ دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ جب میں نے اس انکاری وجہ پوچھی اور یہ بھی جاننا چاہا کہ میرے پوتے میں آخر کیا عیب ہے تب فروریں کہنے لگا کہ وہ اپنی بیٹی عیشہ کا رشتہ نائب سردار زبیر بن سلمیٰ کے بڑے بیٹے کو دینے کا عزم کر چکا ہے۔ لہذا اس نے تمہارے لئے عیشہ کا رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ میرے بچے! یہی میری دل شکنی، یہی میری اداوی اور میرے طول ہونے کی وجہ ہے۔“

اپنے دادا کی یہ ساری گفتگوں کو کچھ بھر کے لئے فیصل کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات چیلے تھے پھر وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے مسکرا دیا اور دادا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دادا! آپ نے بھی خوب غم اور دکھ اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ کیا عیشہ میرے لئے ناگزیر ہے؟ دادا! کیا کبھی کسی موقع پر میں نے آپ سے کہا تھا میں نے آپ سے مانگ کی کسی حد تک آپ میرے لئے عیشہ کا رشتہ طلب کریں۔ جب میں نے ایسا کبھی کہا ہی نہیں تو پھر اس رشتہ کے انکار پر آپ کو غم زدہ اور اس طرح ناتوانی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ بھول جائیں اس قصے کو دادا! کیا میں بڑھاپا ہو گیا ہوں کہ آپ کو میری شادی کی فکر لاحق ہو گئی ہے؟... ابھی تو میں نے اپنی جوانی کی ابتدا کی ہے۔ زندگی میں ابھی کافی حادثے، کئی ایسے سامنے آئیں گے اور پھر زندگی کے ان حادثوں میں جہاں دوسرے لوگوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں وہاں آپ کے پوتے فیصل کی بھی شادی ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

اس نے بعد بڑے نرم الفاظ میں فیصل بن ساعدہ دادا کو تسلی اور دھارس دینے لگا تھا۔ اس پر غم بن عید اللہ کسی قدر سنبھل گیا۔ عصا کا سہارا لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر فیصل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”میں جانوروں سے جانوروں کا جائزہ لینے کے بعد لوٹا تو دیکھا میرے اور آپ کے کپڑے دھو کر باہر دھوپ میں خشک ہونے کے لئے ڈالے گئے تھے۔ کپڑے کس نے دھوئے ہیں؟“

اس پر غم بن عید اللہ نے پہلے ایک گہری دیکھ فیصل پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

نے آتے بڑھ کر غم بن حید اللہ سے پُر جوش مصافحہ کیا۔ اس کے بعد نفیل کے ساتھ مصافحہ کیا۔ بعد میں اس نے سالار بھی دونوں سے پُر جوش مصافحہ کر رہے تھے۔ اس موقع پر نفیل نے نبیہ کو اس کو مخاطب کیا۔

”آپ اتنا بڑا لشکر لے کر اس مہم پر نکلے ہیں؟“

اس پر نبیہ پوچھا: ”اگر سب لگے۔“

”بیٹے! چند دن پہلے جب تم نے مجھ سے ملاقات کی تھی تو میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں نبیہ اور شہر پر کسی اور کو قبضہ نہیں کرنے دوں گا۔ نبیہ! آخری حربوں کا شہر ہے۔ میں پتہ نہیں کرتا کہ کوئی غیر اس پر قابض ہو جائے۔ میں نے اس موقع پر تم سے یہ بھی کہا تھا کہ بخت نصر کی طرح تمہیں بھی اپنا بیٹا سمجھتا ہوں لہذا میں تمہیں اپنا بیٹا ہی کہہ کر خطاب کر رہا ہوں۔ میرے تجربوں اور طاہرہ گروں نے خبریں دی ہیں کہ اگر وہ یہ طرفہ قوم مار کے شہنشاہ کی نو بار اور سترستین کے درمیان جو کھڑا ہوا تھا اس میں سترستین نے کیا کساد کو شکست دی ہے۔ کیا سالار اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اب سترستین نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ ان کا ایک حصہ کیا سالار کے مرکزی شہر کی طرف بڑھا ہے۔ دوسرا آشوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے۔ میرے تجربوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ انہوں نے آشوریوں کے علاقوں میں دور دور تک لوٹ مار اور شکست و رنیت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور آہستہ آہستہ جہت و نیز کرتے ہوئے انہوں نے نبیہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس لشکر کے ساتھ میں سترستین کا مقابلہ کرنے کے لئے لگے گا ہوں۔“

اپنے بیٹے بخت نصر کو میں نے باہل ہی میں پھوڑا ہے تاکہ میری غیر موجودگی میں اگر غیر متوقع حالات پیش آئیں تو وہ ان کا سامنا کر سکے۔ میں خوش ہوں کہ تم دونوں کو اپنا مجھے یہاں مل گئے ہوں۔ اگر تم یہاں نہ ملتے تو اپنے لشکر کو یہاں روک کر میں تمہیں بلواتا۔ کیا ایک ایسے سالار، ایک بیٹے کی حیثیت سے اس مہم میں میرے لشکر میں شامل نہیں ہوئے؟ جبکہ تم نے مجھ سے اور میرے بیٹے بخت نصر سے ایسا کرنے کا وعدہ لیا تھا۔“

جواب میں نفیل مسرہ کیا، کہنے لگا۔

”یہ بھی آپ نے خوب لگی۔ کیوں شامل نہ ہوں گا؟ یہ تو میری دیرینہ خواہش ہے۔“

اور پھر نبیہ کی حفاظت کے لئے تو میں اپنے تین بہن، جہن کی باڑی لگا دوں گا۔ میں کسی بھی صورت میں پسپہ نہیں کروں گا کہ سترستین آئے بڑھ کر نبیہ پر قابض ہو جائیں۔ اس مہم میں، میں ضرور آپ کا ساتھ دوں گا۔ کیا آپ مجھے تھوڑا سا موقع دیتے ہیں کہ میں اپنے دادا کو نیپے میں چھوڑنے کے بعد اپنا جنگی لباس پہنوں اور پھر آپ کے پاس آؤں تاکہ یہاں سے کوچ کریں۔“

جواب میں نبیہ پوچھا: ”اگر سالار مسرہ کیا اور کہنے لگا۔“

”اپنا جنگی لباس ضرور پہن کر آؤ۔“ لیکن گھوڑا ساتھ نہ لانا۔ اس لئے کہ باہل کے شاہی اہل طبل سے تمہارے لئے ایک گھوڑا میرے بیٹے بخت نصر سے بھیجا ہے۔ اس گھوڑے کو تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ اپنے نیپے میں چھوڑ کر آؤ۔ ساتھ یہ بھی کہو کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے دادا کو کوئی وقت نہ ہوگی؟“

اس بار نفیل کی بجائے غم بن حید اللہ بول اٹھا۔

”باہل کے عظیم بادشاہ یا میری خوش قسمتی ہے کہ میرا پوتا نفیل بن ساعدہ آپ کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو۔ اس کی غیر موجودگی میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ ہمارے خاند بدوش قبیلے میں اس کے ماموں اور ممانی کے ساتھ اور عزیز و اقارب بھی ہیں جو میری بہترین دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کو لے کر یہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اپنے نیپے میں داخل ہو کر وہ اپنا بہترین جنگی لباس زیب تن کر رہا تھا۔

جب باہل کے بادشاہ نبیہ پوچھا: ”اگر سالار نے اپنے لشکر کو دیا ہے وہ جلد کے کنارے اس جگہ روکا۔ جب خاند بدوش قبیلے کے سب افراد اپنے قیموں سے نکل کر لشکر کو دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر ایک جگہ خاند بدوشوں کا سردار فردوس، نائب سالار زبیر بن سلمیٰ، فردوس کی بیوی ازلام، زبیر کی بیوی احاطہ، اس کے علاوہ عشرہ، اناشیرہ، زبیر بن سلمیٰ کے دونوں بیٹے زبیر بن زبیر، سنان بن زبیر اور فردوس، اس کا بیٹا اناشیرہ سب ایک جگہ کھڑے تھے۔“

نبیہ نے نبیہ پوچھا: ”اگر سالار کی طرف دیکھ رہے تھے۔“

اتنے میں اپنا جنگی لباس پہنتے کے بعد نفیل بن ساعدہ اپنے نیپے سے نکلا۔ سیدھا اس طرف گیا جہاں فردوس اور نائب سردار زبیر بن سلمیٰ دونوں اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بیٹوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

کہ باہل کے بادشاہ نے اپنے لشکر میں ہمارے ایک نوجوان کو ایک سالار کی حیثیت سے شامل کیا ہے۔ تم بخوش اس کے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن قبیلے کے جنگجوؤں کے سالار تم ہی رہو گے۔“

فردوس کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ نے ہنر دکا ہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میں آپ کے ان الفاظ سے اتفاق نہیں کرتا۔ آپ میری جگہ کسی کو سالار مقرر کر دیجئے گا۔ اس مہم سے میں واپس بھی آ گیا تب بھی میں اپنے قبیلے کے جنگجو ساتھیوں کا سالار بنا قبول نہیں کروں گا۔ میں اپنے قبیلے میں ایک عام اور معمولی سے جنگجو کی حیثیت سے ہی رہنا پسند کروں گا۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ نے اپنی اس گفتگو کے جواب کا انتظار نہ کیا، وہاں سے ہٹ کر وہ نیو پواسر کے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

جب وہ لشکر کے قریب پہنچا تب نیو پواسر کے اشارے پر ایک سالار حرکت میں آیا۔ ایک گھوڑا چڑ کر وہ نیو پواسر کے قریب لے کر آیا۔ گھوڑا بہترین نسل کا تو تھا، سرخ سر تھا۔ اس کا سارا ساز و سامان نیا تھا۔ نفیل بن ساعدہ جب قریب گیا تب نیو پواسر کہنے لگا۔

”بیٹے! یہ گھوڑا تمہارے لئے میرے بیٹے بخت نصر نے بھجوا ہے۔ اس پر سوار ہو جاؤ اور یہاں سے کوچ کرو۔ کوچ کرنے سے پہلے ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا۔ اس لشکر میں میرے بعد سب سے اعلیٰ حیثیت تمہاری ہوگی۔ یوں تمہارا تمہارے روپ میں میرے ساتھ میرا بیٹا بخت نصر اس جگہ میں جد لے رہا ہے۔“

نیو پواسر کے ان الفاظ سے نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ ایک خوش کن جہت اس نے لگائی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کی بھاگ تھام لے لی۔ اس کے بعد نیو پواسر نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی لشکر دوپائے دجلہ کے کنارے کنارے آگے بڑھنے لگا تھا۔

لشکر کے کوچ کرنے کے بعد زبیر بن سلمیٰ نے فردوس کا ہاتھ تھاما، پھر اسے ایک طرف کھینچے ہوئے کہنے لگا۔

”فردوس! آؤ! دریا چاگام میں پلٹے ہیں۔ اپنے جانوروں کا جائزہ لیتے ہیں۔“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ کو اپنی طرف آنے دیکھ کر عیشہ مسکرا رہی تھی۔ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ نفیل بن ساعدہ فردوس کے پاس آ کر رکا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سردار! دو یا تیرے کنارے جو لشکر کھڑا ہے یہ باہل کے بادشاہ نیو پواسر کا ہے۔“

اس پر فردوس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن نیو پواسر! تمہیں کیا کہتا ہے؟“

اس پر پہلے جیسی جھنجھکی میں نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”میں نیو پواسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو رہا ہوں۔ اس نے مجھے لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں اپنا گھوڑا لے لے کر آؤں۔ اس کے بیٹے بخت نصر نے شاہی اہلکاروں سے میرے لئے ایک گھوڑا بھی بھجوا ہے۔ لہذا میں تم لوگوں سے یہ کہنے آیا ہوں کہ میں تو ایک سالار کی حیثیت سے باہل کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو کر جا رہا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں قبیلے کے کسی شخص اور جنگجو جوان کو قبیلے کے مسئلوں کا سالار مقرر کر لیتا۔ اس لئے کہ میں اب یہ خدمات سرانجام دینے کے قابل نہیں رہوں گا۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر عیشہ کی اداسی اور اس کے دکھ کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ ”مری طرف فردوس اور زبیر بن سلمیٰ بھی کئی قدر متحیدہ ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ پھر بول اٹھا۔

”تمہارا فردوس! میں آپ کا انتہاء درجہ کا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ اتنا عمدہ لشکر کے جنگجوؤں کے سالار کی حیثیت سے آپ لوگوں نے مجھے براہ راست کیا۔ اس دوران میں جو کوئی غلطی ہوئی ہو یا جی ہو تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ میں جس مہم میں جا رہا ہوں اس میں ہر کوئی موت کے دروازے پر دستک دے گا۔ اس میں میں کام بھی آ سکتا ہوں لہذا میں نہیں چاہتا کہ کسی کو مجھ سے کوئی ٹھک اور شکوہ رہے۔“

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے عیشہ روئے والی ہو رہی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہی، پھر فردوس، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر ساعدہ! اگر تم باہل کے بادشاہ نیو پواسر کے لشکر میں شامل ہو رہے ہو تو یہ ہمارے قبیلے سے لے جی بھی ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیا یہ ہماری کم عزت افزائی نہیں

مشیرہ اپنی ماں ازہم کے ساتھ خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ خیمے کے دروازے پر شیعہ شہزادہ ابوبی اور مشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”مشیرہ! آؤ! دروازہ کی طرف چلتے ہیں۔“

اپنی ماں سے کہہ کر مشیرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے سے نکلی۔ اس موقع پر وہ انتہا درجہ کی لڑکھائی اور ہنسی تھی۔ انشاہد تھوڑی دیر تک بلا غور سے اس کی حالت کا جائزہ لیتی رہی پھر وہ دونوں دروازہ کی طرف بولی گئیں۔

دروازے کے بعد کے کنارے جہاں کچھ پتھر پڑے ہوئے تھے، وہاں آکر انشاہد ایک پتھر پر بیٹھ گئی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے مشیرہ دوسرے پتھر پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس دوران مشیرہ ہنسی بھیجی اور اُداس، ملول بیٹھی رہی۔ انشاہد نے بلا غور سے اس کی حالت کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر دھستے لہجے میں انشاہد نے مشیرہ کو مخاطب کیا۔

”مشیرہ! یہ تو میں جان ٹی ہوں کہ تم کسی سے محبت کرتی ہو۔ اس لئے کہ تم ازہم کو مخاطب ہیں۔ تم ہمارے چہرے کے تاثرات اور کیفیت کو بھانپتے ہوئے یہ اندازہ لگا سکتی ہو۔“

انشاہد کے سوال پر مشیرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھ بھڑکنے لگی۔

”تو نے دو موقع پر تم نے اندازہ لگا لیا کہ میں کسی سے محبت کرتی ہوں؟“

جواب میں مشیرہ نے انشاہد کو مخاطب کیا۔ اس کے بعد مشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”پہلا موقع اس وقت تھا جب نفیل بن ساعدہ کا قلع زنی کا مقابلہ ایران کے سارار بن سے ہوا تھا اور مقابلے کے بعد تم نے نفیل بن ساعدہ سے گفتگو کی تھی۔ اس وقت بھی میں نے تمہارے چہرے کا بغور جائزہ لیا تھا۔ دوسرا موقع اس وقت جب نفیل بن ساعدہ ہائل کے بادشاہ نبو پادراس کے لشکر میں ایک سارار کی حیثیت سے کوچ کرنے آیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے تمہارا جائزہ لے کر غور سے لیا تھا اور میں اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ تم نفیل بن ساعدہ کو پسند کرنے لگی ہو۔“

مشیرہ نے اس میں صرف تمہاری دوست ہی نہیں، بہن بھی ہوں۔ اور میں نے ہمیشہ

ساتھ ہی آنکھ سے زیر بن سعلی نے فردوس کو مخصوص اشارہ کیا تھا جس پر فردوس چپ چاپ اس کے ساتھ بولی تھی۔

”ہو! سا آگے جا کر زیر بن سعلی فکر انگیز انداز میں فردوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”فردوس! کیا تم نے اندازہ نہیں لگایا کہ نفیل بن ساعدہ کا لہجہ آج آنکھ لکھتا تھا۔ جس بشارت سے وہ پہلے گفتگو کیا کرتا تھا وہ بشارت آج غائب تھی۔ چہرے پر سنجیدگی اور متانت تھی۔ اس نے تم سے اجازت تک نہیں لی کہ وہ نبو پادراس کے لشکر میں شامل ہو یا نہ ہو۔ اس نے تمہارے سر پر ہار، تمہاری اجازت کے بغیر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ قبیلے کے جنگجوؤں کا سارار ہے۔ اس کی یہ گفتگو ہی مجھے عجیب لگی کہ اس نے کہا کہ وہ جا رہا ہے اور اس کے بعد کسی اور کو سارا مقرر کر دیا جائے۔ جاتے جاتے یہ بھی کہہ گیا ہے کہ اگر وہ واپس آ گیا تب بھی قبیلے میں وہ ایک عام جنگی کی حیثیت سے رہے گا، سارار کی حیثیت سے رہنا پسند نہیں کرے گا۔ آخر وجہ کیا ہے؟“

زیر بن سعلی کی ساری گفتگو کے جواب میں فردوس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

”تم سعلی! اس کی خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ آج نفیل بن ساعدہ کے دادا نے مجھ سے میری بیٹی مشیرہ کا رشتہ مانگا تھا۔ اس وقت میں دیکھ کر دیا کی طرف سے آ رہا تھا۔ تب میری راہ روک کر اس نے یہ مانگ کی۔ میں نے مشیرہ کا رشتہ نفیل بن ساعدہ کو دینے سے انکار کر دیا اور اس سے یہ کہا کہ میں اپنی بیٹی مشیرہ کا رشتہ زیر بن سعلی کے بیٹے کو دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ لہذا میں مشیرہ کا ہاتھ نفیل بن ساعدہ کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ میرے خیال میں اگر تم میری والدہ سے میرے اس فیصلے سے نفیل بن ساعدہ کو آگاہ کر دے گا۔ اس سے نہیں ہوا۔ آج آنکھ لکھتا ہے اور اسی بنا پر میرے خیال میں اس نے قبیلے کے جنگجو جوانوں کا سارار بننے سے انکار بھی کر دیا ہے۔“

زیر بن سعلی نے فردوس کی اس گفتگو سے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا تھا۔ پھر وہ چپ چاپ اس سمت بڑھنے لگے تھے جہاں ان کے قبیلے کے جانور چر رہے تھے۔

تمہیں چھوٹی مٹی بہنوں جیسا جان ہے۔ رجوت نہ بولنا کیا تم نفیل بن ساعدہ کو پسند کرتی ہو؟ اسے اپنی زندگی کا سہمی بنانے کا حزم رکھتی ہو؟

اناشید کے اس سوال پر لحد بھر کے لئے عشیرہ اسے گھورتی رہی پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ”اناشید! تمہارا اندازہ درست ہے۔۔۔ میں واقعی نفیل بن ساعدہ کو پسند کرنے لگی ہوں۔ لیکن اناشید! نفیل کے ایک رویے نے مجھے بلے حد اُداس کر کے رکھ دیا ہے۔ جب اس نے اربغ سے مقابلہ جیتا تھا تو میں نے اسے پیشکش کی تھی کہ میں اور تم دونوں مل کر اس کے خیمہ کا راجہ کام کیا کریں گے لیکن اس نے اسے پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ جتنی طور پر اس کے اس جواب کا مجھے افسوس ضرور ہوا تھا لیکن بعد میں میں نے سوچا کہ نفیل نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اس لئے کہ وہ اور اس کا دادا دونوں اپنے کام خود کرنے کے عادی ہیں اور اپنے لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ اس میں برائی نہیں ہے۔ لیکن دوسرے موقع پر جب وہ بابل کے بادشاہ نبو پلاسر کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل ہو کر کوچ کر رہا تھا اور کوچ سے پہلے جو گفتگو اس نے میرے باپ اور تمہارے بابا سے کی تھی وہ میرے لئے انتہا درجہ کی دل شکنی کی منتگوتھی۔ جب اس نے یہ کہا کہ ہو سکتا ہے وہ اس جنگ سے واپس نہ آئے تو اس وقت جو میری حالت ہوئی تھی اناشید! وہ میں تمہارے سامنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ اور پھر ایک اور بات اس تک میں نہیں سمجھ پائی کہ آخر اس نے میرے بابا سے یہ کیوں کہہ دیا کہ اس کی جگہ قبیلے کے کسی اور جوان کو سالار مقرر کر دیا جائے۔ اس نے بڑی افسردگی میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس جنگ سے جب وہ واپس آ گیا تب بھی قبیلے میں ایک عام سے جنگجو کی حیثیت سے کام کرے گا، سالار نہیں رہے گا۔“

یہ ساری گفتگو عشیرہ نے بڑے افسردہ انداز میں کی تھی۔ اس کے بعد اپنی بات کو وہ آگے بڑھا رہی تھی۔

”اناشید! میرا دل کہتا ہے کہ قبیلے میں کسی سے نفیل بن ساعدہ کی تمنا ہوئی ہے۔ کسی نے اس کی دل شکنی کی ہے۔ اس بناء پر اس نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ اب میں یہ ذرا اور خوف بھی محسوس کر رہی ہوں کہ ہو سکتا ہے وہ واپس اپنے خانہ بدوش قبیلے آنے کی بجائے مستقل طور پر بابل کے بادشاہ نبو پلاسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے ہی رہنا پسند نہ کر لے۔ اگر ایسا ہوا تو اناشید! کم از کم عشیرہ ان حالات میں

زندہ نہ رہ پائے گی۔“

عشیرہ کے خاموش ہونے پر اناشید نے کہنا شروع کیا تھا۔

”عشیرہ! میرا بھی اندازہ یہی ہے کہ نفیل بن ساعدہ اب اپنے قبیلے میں رہنے کی بجائے بابل کے بادشاہ کے لشکر کو ترجیح دے گا۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ نبو پلاسر اسے اپنا بیٹا سمجھنے لگا ہے جبکہ اس کا بیٹا بنت نصر، نفیل بن ساعدہ سے اپنے چھوٹے بھائی جیسا سلوک کرتا ہے۔ دونوں باپ دینا اس کی بہادری، اس کی شجاعت اور اس کی استقامت سے بے حد متاثر ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے گھر کے کسی فرد کو کبھی اس حادثے کا خبر ملے گی کہ نفیل بن ساعدہ سے محبت کرتی ہو؟“

جواب میں بڑی بے بسی سے اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے عشیرہ نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر یوں جانو، قسمت کدہ سے بارے خلاف فیصلہ دے چکی ہے اور نفیل بن ساعدہ سے تمہیں جدا کرنے کے لئے سارا لالچ عمل تیار کر لیا گیا ہے۔ بڑے غور سے عشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے اناشید نے کہا تھا۔

اس موقع پر عشیرہ نے اپنے سر کو جھکا پھر بڑی بے زاری میں کہنے لگی۔

”اناشید! تم کیا کہہ رہی ہو؟ کون میرے اور نفیل بن ساعدہ کے درمیان نفرت اور جدائی کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟“

”عشیرہ! جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں، میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن سمجھتی ہوں۔ میں تم سے کوئی بات چھپاؤں کی نہیں، خواہ وہ میرے اپنے گھر کا معاملہ کیوں نہ ہو۔ تمہارے بابا نے تمہاری شادی میرے بھائی سان کے ساتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ اطلاع مجھے اپنے باپ سے ملی جن ان کے مطابق نفیل بن ساعدہ کا دادا تمہارے باپ سے ملتا تھا اور تمہارے بابا سے نفیل کے دادا غنم بن عبید اللہ نے تمہارا ہاتھ نیل بن ساعدہ کے لئے مانگو تھا۔ اس لئے کہ غنم بن عبید اللہ نے شاید جان لیا تھا کہ تم نفیل کو پسند کرتی ہو، اسی بناء پر اس نے تمہارے بابا سے تمہارا رشتہ مانگا۔ لیکن حیرت کی بات کہ تمہارے بابا نے غنم بن عبید اللہ کو روکنا سوچا جواب دے دیا۔ نفیل بن ساعدہ کو شہید دینے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ وہ عشیرہ کی شادی زبیر بن سلمیٰ کے بیٹے نان سے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک میرے بھائی سان کے

مشیرہ نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ چیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔

باب وہ اپنے خیمے میں داخل ہوئی تو ابھی تک اس کی ماں ازلام خیمے میں اکیلی بیٹھی تھی۔ خیمہ کی حالت دیکھتے ہوئے وہ چونکی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بھئی! کیا بات ہے؟ تیرا چہرہ بتاتا ہے کہ ٹو اٹھاتی خیمے اور غضب ناک میں ہے۔ یہ تیرا کس سے بھگوا ہوا؟ کیا کیا نے تم سے کچھ کہیا تمہاری دل شکلی کر دی؟“

مشیرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ آگے بڑھ کر وہ اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ پھر کچھ عرصہ نماز میں اس نے پڑھ لیا۔

”ماں! کیا میرا رشتہ بن زہیر بن زبیر سے نکلی کے بڑے بیٹے سنان بن زہیر کے ساتھ ملے کیا ہے؟“

”ہاں بیٹی! ایسا ہی ہوا ہے۔ اس سلسلے میں تمہارا باپ نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی تھی۔ آخر تمہارا رشتہ تمہیں نہ کہیں کرنا تو چھپے اس بنا پر تمہارا رشتہ ملے گا دیا گیا۔ میرے خیال میں اپنے قبیلے میں تمہارے لئے یہ بہت کچھ کوئی جوان مل ہی نہیں سکتا ہے۔“ ازلام نے بڑے غور سے مشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے یہ الفاظ ادا کئے تھے۔

جواب میں اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے مشیرہ بول اٹھی تھی۔

”اگلا اس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ کیا قبیلے کے سارے جوانوں میں صرف سنان بن زہیر ہی ایسا تھا جو میری زندگی کا ساتھی بنایا جا سکتا تھا؟ اور یہ فیصلہ کرنے سے پہلے

ماں! اگر مائے نہیں تو کم از کم آپ نے ہی مجھ سے مشورہ نہ لیا ہوتا، مجھے بتا دیا ہوتا ہے۔ رشتہ اس کے ساتھ ملے ہو رہا ہے تو میں اسی موقع پر بابا سے بات کر لیتی۔“

مشیرہ کو روک جاتا ہوا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ازلام بول اٹھی تھی۔

”کیا بات کر رہی تھی تم؟“

”بھئی کہ میں کبھی بھی صورت سنان بن زہیر کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

”تو پھر کس کے ساتھ تیار ہو؟“ غور سے ازلام نے مشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے

ساتھ تہناری شادی کرنے کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا۔“

یہ مادی گفتگو سن کر مشیرہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”ناشید! اب میں سارے معاملے کو سمجھ گئی ہوں۔ اب میں یہ بھی جان گئی ہوں کہ قبیلے کیوں غیور پادشہ کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو کر چلا گیا ہے۔

کیوں اس نے صاف اور واضح طور پر میرے بابا سے کہہ دیا کہ اس کی غیر موجودگی میں قبیلے کے جوانوں کا کسی اور سالار مقرر کر دیا جائے اور یہ کہ وہاں آکر وہ سالار کی حیثیت سے قبیلے میں نہیں جائے گا۔ میرے خیال میں میرے باپ نے قبیلے بن سادہ کے دادا پر جواب دیا تو وہاں کے دادا نے قبیلے سے کہہ دیا ہوگا۔ قبیلے نے اس کا

رہنہ لیا۔ وہی بناء پر وہ سالار کی ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش ہو جاتا چاہتا ہے۔“

جواب میں کچھ بھرے انداز میں اناشید بول اٹھی تھی۔

”تمہاری اطلاع کے بغیر چلا بھی آؤں گا۔“

مشیرہ نے بھی انکشاف کر دیا کہ وہاں کے گزشتہ دن تمہارے باپ نے میرے بھائی سنان بن زہیر کو قبیلے کے جوانوں کا سالار مقرر کر دیا ہے۔ وہی سنان جس کے ساتھ تمہارا بابا تمہارا رشتہ ملے گا چاہتا ہے۔“

یہاں تک اناشید کی گفتگو سننے کے بعد مشیرہ اچھم دم غصے کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی۔ اناشید بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر پڑیشانی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے

پہنچ لیا۔

”اب کہاں چلی ہو؟“

”وہاں چلیں۔ اس وقت خیمے میں میری ماں اکیلی بیٹھی ہوئی ہے۔ میں اس سے اس وقتوں پر گفتگو کرتی ہوں کہ غرض میرا رشتہ ملے گا۔ وقت اس سلسلے میں مجھ سے بات کیوں نہیں کی گئی؟ میرا منہ یہ کیوں نہیں اٹھ گیا؟ میری رضامندی جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی گئی؟“

اس کے ساتھ ہی مشیرہ واپس ہوئی۔ اناشید وہیں بیٹھی رہی اور مشیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”تم اکیلی اپنے خیمے کی طرف ہاؤ۔ تمہارے جانے کے بعد میں اس کو

تے دادا غنیم بن عبید اللہ نے نفیل کے لئے تمہارا رشتہ مانگا تھا۔ اگر اس کے دادا نے مانگا تھا تو میں سمجھتی ہوں کہ تمہارے باپ کو ہر صورت میں ہاں کر دینی چاہئے تھی۔ اس لئے نفیل بن ساعدہ جیسا جوان تو ہمارے پورے قبیلے میں نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہادی ساز یا تمہارے باپ کے ساتھ زبیر بن سلمیٰ نے کی ہوگی۔

انہوں نے یہ ساز باز کی تو سن میری ماں! میں اعلان یہ اس رشتے سے انکار کرتی ہوں۔ اس موضوع پر میں براہ راست اپنے بابا سے گفتگو نہیں کروں گی۔ آپ میری غیر ماموریت میں اس سے بات کر لیجئے گا اور ان پر واضح کر دیجئے گا کہ میں سنان بن زبیر سے شادی پر صحت کو ترجیح دوں گی۔ جس دن اس سے میری شادی کا اہتمام کیا گیا اس وقت آپ دونوں اپنی بیٹی کی امی دیکھیں گے۔

عشیرہ کے ان الفاظ پر ازہام لرز کرنا پڑ گئی تھی۔ پھر دیکھ بھڑے انداز میں کہنے لگی۔ "بیٹی! نفیل بن ساعدہ بڑا عادت مند اور بڑا فرمانبردار بچہ ہے۔ لیکن ساتھ میں یہ نہ جوان اپنی اپنی خدوی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ میں ڈرتی ہوں کہ اگر تمہارے باپ نے ایک بار اسے تمہارا رشتہ دینے سے انکار کر دیا ہے، اس کے بعد اگر ہم سنان بن زبیر سے انکار کر کے اس کو رشتہ دینا چاہیں تو میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ انکار ہی نہ دے۔"

عشیرہ بے پناہ غصے اور غضب ناک کی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "اماں! اگر اس انکار پر نفیل بن ساعدہ اتفاقاً ہوتا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ اگر وہ انکار کرتا ہے تو اس کی ساری کی ساری ذمہ داری میرے باپ پر ہوگی۔ میں بن ساعدہ کے انکار پر پھر میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گی۔ یہ میرا آخری وعدہ ہے چاہے آپ دونوں مل کر میری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دیں۔"

سنان غصے سے کہتے کہتے عشیرہ خاموش ہو گئی۔ کیونکہ اسی لمحہ اس کا باپ فردوس۔ اس کا دادا۔ ان دونوں خیمے میں داخل ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی بے پناہ غصے کا اظہار کیا۔ وہ اپنے عشیرہ خیمے سے نکل گئی تھی۔ اس کے اس طرح جانے پر فردوس مڑ کر کچھ کہنے کی طرف دیکھتا رہا۔ جہاں اور پریشان بھی تھا۔ پھر آگے بڑھ کر دونوں باپ کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز فردوس نے کیا تھا۔ اپنی بیوی ازہام کے ساتھ ساتھ کہنے لگا۔ "یہ میری بیٹی عشیرہ بڑے غصے اور غضب کی حالت میں خیمے

"اماں! میں نفیل بن ساعدہ کو پسند کرتی ہوں۔ اس جیسا شجاع، عمدہ متعین زن، جوان مرد اور طاقت ور جوان ہمارے قبیلے میں نہیں ہے۔ یہ سنان بن زبیر تو ایک طرف اس کا چھوٹا بھائی زبیر بن زبیر بھی عمر میں نفیل بن ساعدہ سے بڑا ہے۔ ماں! میں سنان بن زبیر کو کا پسند کرتی ہوں۔ کبھی بھی صورت اس سے شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گی۔ اماں! ایک بات اپنے دل کے قریب سے لکھ لینا، سنان بن زبیر سے شادی کرنے کی بجائے میں اپنا جسم موت کے حوالے کرنے کو ترجیح دوں گی۔"

عشیرہ کے ان الفاظ پر ازہام پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ ساتھ بڑھا کر اس نے عشیرہ کو اپنے قریب کر لیا اور اس کا سراپا چھاتی سے لگایا، پھر بڑی جاہت اور محبت میں کہنے لگی۔ "میری بیٹی! نفیل بن ساعدہ نے تمہارا رشتہ مانگا ہی نہیں ہے۔ اگر تم اس سے محبت کرتی ہو تو اسے جی تم سے محبت کرنی چاہئے تھی۔ ایک طرف محبت تو اچھی نہیں ہوتی۔ اگر اس کے دل میں تمہارے لئے جاہت ہوئی تو یقیناً تمہارے باپ سے تمہارا رشتہ ٹھٹھکا۔ میں جانتی ہوں اس کے ہاں کوئی عورت نہیں ہے، اس کے ماں باپ مرنے چکے ہیں لیکن وہ خود تمہارے باپ سے بات کر لیتا یا اپنے دادا کے ذریعے یہ پیغام بھجوواتا ہے جسے تم ہی ازہام اس موضوع پر گفتگو کر لیتا۔"

عشیرہ نے تڑپ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ "اماں! اس سنان بن زبیر کے ساتھ میرا رشتہ طے ہونے سے پہلے نفیل بن ساعدہ کے دادا غنیم بن عبید اللہ نے نفیل کے لئے میرا رشتہ مانگا تھا چاہے بابا نے انکار کر دیا تھا آپ جانتی ہیں اس انکار کی وجہ سے نفیل قبیلہ کو چھوڑ کر باہل کے بادشاہ یثیو پواسر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہو گیا ہے۔ جاتے جاتے وہ قبیلے کے جوانوں کی سالاری سے بھی انکار کر گیا ہے اور اس کے انکار کی وجہ سے مجھے پتہ چلا ہے کہ باپ نے زبیر بن سلمیٰ کے ساتھ معاملہ طے کر کے اس کے بیٹے سنان بن زبیر کو سالار مقرر کر دیا ہے۔ ذرا غور سے معاملے کا جائزہ لو۔ کیا سنان بن زبیر اس قابل ہے کہ قبیلہ کے جوانوں کا سالار مقرر کر دیا جائے؟"

عشیرہ کے اس انکشاف پر ازہام کسی قدر پریشان ہو گئی تھی۔ پھر خیمے میں اس کو دیکھ بھڑی۔ آواز سنانی دی۔

"بیٹی! جیت رہے، تمہارے باپ نے مجھ پر یہ تو انکشاف نہیں کیا کہ نفیل بن ساعدہ

یہ شور سن کر فردوس، ازام اور اشع بھی اُبل اُٹے تھے۔ انہوں نے دیکھا مشیرہ ابھی تک زہیر بن سلمیٰ کے خیمے کے دروازے پر کھڑی انتہائی غصے اور غضب ناکی میں ان پر برس رہی تھی۔ اتنی دیر تک فردوس، ازام اور اشع بھی وہاں بیٹھ گئے۔ پھر فردوس نے آگے بڑھ کر مشیرہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

”بھئی! تم یہاں آ کر کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ اس قسم کا اعلان کرنے سے پہلے تم نے مجھ سے پوچھا ہوتا۔ مجھ سے مشورہ تو کر لیا ہوتا۔“

اس موقع پر مشیرہ نے گھورنے کے انداز میں فردوس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔
 ”کیا آپ نے زہیر بن سلمیٰ کے بیٹے سنان بن زہیر سے میرا رشتہ طے کرتے وقت مجھ سے مشورہ کیا تھا؟ میری رضامندی حاصل کی تھی؟ اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو میں آپ سے پوچھ کر ان کے ہاں رشتے سے انکار کرنے کے لئے آئی۔ لیکن آپ نے نہ میری رضامندی چاہی نہ مجھ سے مشورہ کیا۔ اس بنا پر میں بھی آپ سے مشورہ کئے بغیر یہاں آئی اور ان کے سامنے اعلانِ طور پر میں نے سنان بن زہیر کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔“

اس موقع پر ازام آگے بڑھی، مشیرہ کا بازو پکڑا، کہنے لگی۔

”چل میری بچی! آؤ! جو کچھ تمہارا تھا، کہہ دیا۔ اب خیمے میں چل۔“
 مشیرہ نے اپنا بازو چھڑا لیا۔ کہنے لگی۔

”اماں! تم اپنے خیمے میں جاؤ۔ میں اب وہاں نہیں آؤں گی۔ میں اب نفیل بن ساعدہ کے دادا غنم بن عبید اللہ کے خیمے میں جا رہی ہوں۔ میں اب وہیں رہوں گی، اس کے ساتھ ہی۔“
 غصے میں پاؤں جھٹکتے ہوئے مشیرہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

تیز قدم اٹھاتی ہوئی مشیرہ سیدھی نفیل بن ساعدہ کے خیمے میں گئی۔ وہ کافی بڑا خیمہ تھا اور اس کے وسط میں بستر پر بیٹھا بوڑھا غنم بن عبید اللہ اپنا کوئی پہنا ہوا کپڑا اسی رہا تھا۔

مشیرہ خیمے کے دروازے پر رک گئی پھر بڑی عقیدت میں غنم بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بابا! میں اندر آ سکتی ہوں؟“

غنم بن عبید اللہ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرایا پھر شفقت بھری آواز میں کہنے لگا۔
 ”بچی! خیمے میں آنے کے لئے تمہیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ آ جاؤ میری بچی۔“

مشیرہ آگے بڑھی۔ جو کپڑا غنم بن عبید اللہ ہی رہا تھا، وہ مشیرہ نے اس سے لے لیا۔ نوکیلی بھی اس سے پھیرائی کی پھر اس سے کہنے لگی۔

”بابا! آپ یہ خود کیوں کی رہے ہیں؟ مجھے بلالیا ہوتا۔ یہ میں آپ کو خود ہی کروں گی۔ آئندہ میں آپ کے خیمے کے سارے کام کاج بھی خود ہی کروں گی اور اپنا زیادہ وقت آپ کے خیمے میں ہی گزار دوں گی۔“

مشیرہ کے ان الفاظ پر غنم بن عبید اللہ نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر اچانک وہ عجیبہ و غریب مہر میں ہو گیا اور مشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بھئی! یہ تو کس قسم کی گفتگو کر رہی ہے؟ تیرے ایسا کرنے سے تیرا باپ خفا ہوگا۔ تیری ماں ناراض ہوگی بچی۔“

غنم بن عبید اللہ اپنی بات مکمل نہ کر رہا جبکہ مشیرہ اسے دُعا میں دینے کے انداز میں دل اٹھی تھی۔

”بابا! مجھے اب کسی کی ناراضگی، کسی کی غلطی کی کوئی پروا نہیں ہے۔ بابا! مجھے یہ چل نیا ہے کہ آپ نے نفیل کے لئے میرا رشتہ مانگا تھا پر میرے باپ نے انکار کر دیا تھا۔ ماہاں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں ابھی سے نہیں، ایک مہر سے نفیل کو پسند کر رہی ہوں۔ میں بہت پہلے اسے اپنی توجہ کا مرکز، اپنی محبت کا محور اور اپنی زندگی کا ساتھی چن رہی ہوں۔ پر میرے باپ نے اس رشتے سے انکار کر کے میرا رشتہ زہیر بن سلمیٰ کے بیٹے سنان بن زہیر سے طے کر دیا ہے۔ بابا! آپ نے بھی ایک بہت بڑی غلطی کی۔ جس وقت آپ نے نفیل کے لئے میرا رشتہ پوچھا تھا تو بابا نے اگر انکار کر دیا تھا۔ مگر ازم آپ نے مجھ اس صورت حال سے آگاہ کیا ہوتا۔ اس لئے کہ مجھے اس وقت تا، کچھ سنسوی ہو رہا ہے جس کا میں اندازہ نہیں لگا سکتی۔ اس لئے کہ جب میرے بابا رشتے سے انکار کر دیا اس وقت نفیل یہاں سے کوچ کر رہا تھا۔ وہ بڑا کم زورہ اور کمزور تھا۔ جاتے جاتے اس نے اپنے قبیلے کے نوجوانوں کی سالاری سے بھی کنارہ کشی کی۔ اعلان کر دیا تھا اور اس کی جگہ میرے باپ نے سنان بن زہیر کو قبیلے کے

نو جوانوں کا سالار مقرر کر دیا ہے۔ میرے باپ نے رشتے سے انکار کر کے آپ کی توہین کی ہے۔ آپ کی توہین کو نفیل بن ساعدہ برداشت نہیں کر سکا۔ اسی بناء پر اس نے سالار کے عہدے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب وہ ایک سالاری حیثیت سے باہل کے بادشاہ بنو ہارے کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے۔ اور میں ڈرتی ہوں کہیں وہ مستقل علم و باطن اختیار نہ کرے اور قبیلے میں واپس نہ آئے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے عیشیرہ خاموش رہی۔ کچھ سوچتی رہی۔ پھر غم بن عبید اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہہ رہی تھی۔

”بابا! تھوڑی دیر پہلے ان سارے حالات کی خبر مجھے انشید بہت زہیر بن سلمیٰ سے ہوئی۔ یہ سن کر میں اپنی ماں ازام کے پاس آ گئی۔ اس سے اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب اس نے انشیر کے انکشاف کی تائید کی تب میں سیدھی زہیر بن سلمیٰ کے خیمے کی طرف گئی۔ زہیر بن سلمیٰ اور اس کے اہل خانہ کو میں نے خوب سنائیں اور اس کے بیٹے شان بن زہیر کے ساتھ میں نے اپنے رشتے کو منقطع کر دیا ہے۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں رہی میں ان سے کوئی تعلق رکھنا چاہتی ہوں۔ بابا! یہ میرا عہد، میرا وعدہ ہے کہ اگر کسی بھی موقع پر میرے باپ نے نفیل بن ساعدہ کی بجائے مجھے کسی اور کے گھر کی روٹی، کسی اور کی بیوی ماننا چاہا تو میں شادی کرنے کی بجائے موت سے بغلیں ہونے کو ترجیح دوں گی۔“

جب تک عیشیرہ بولتی رہی، دھیرے دھیرے غم بن عبید اللہ مسکراتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی رہا۔ یہاں تک کہ عیشیرہ نے اس کا پٹنا ہوا کپڑا ہی دیا تھا۔ پھر غم بن عبید اللہ کچھ سوچنے کے بعد عیشیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹی! تیری اس حرکت پر یقیناً تیرا باپ ناراض ہوگا۔ تیری ماں خفا ہوگی۔ وہ تم پر سختی بھی کر سکتے ہیں۔“

عیشیرہ طنز پر انداز میں مسکرائی پھر خیمے میں اس کی آواز سنائی دی۔

”بابا! جس وقت میں زہیر بن سلمیٰ کے دروازے پر کھڑی ہو کر انہیں باتیں سنارہی تھی، ان کے بیٹے سے اپنے رشتے کو منقطع کر رہی تھی، وہاں میرا باپ، میری ماں اور بھائی بھی آ گئے تھے۔ ان کو خبر ہو چکی ہے کہ میں نے اس رشتے کو ختم کر دیا ہے۔ بابا! میرا کوئی کیا کاڑے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کرے گا کہ موت کے گھاٹ اتار دے گا۔“

اس لئے کہ میں نفیل بن ساعدہ کے علاوہ کسی اور کی زبردستی بیوی نہیں بنوں گی۔“

عیشیرہ کی اس ساری گفتگو سے غم بن عبید اللہ خوش اور مطمئن لگا تھا۔ پھر اس کے پر ہاتھ رکھا اور بڑی شفقت میں اسے مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

”بیٹی! تیری مہربانی کو شے نفیل بن ساعدہ کو اتنی اہمیت دی۔ اب تو اپنے خیمے میں جا۔ تیرے یہاں آئے کو تیرے ماں باپ، بھائی اور دوسرے رشتہ دار برا محسوس کریں گے۔ بیٹی۔“

غم بن عبید اللہ کہیں تک کہنے پایا تھا کہ خیمے کے دروازے پر ازام نمودار ہوئی تھی۔ خیمے میں وہ داخل ہوئی۔ غم بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بابا! آپ جو باتیں اس سے کہہ رہے تھے میں سن چکی ہوں آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ میری بیٹی کو سمجھا رہے تھے۔“

پھر ازام آگے بڑھی، جھٹ کر اس نے عیشیرہ کا بازو پکڑا اور اٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

”عشیرہ بیٹی! چل اپنے خیمے میں۔ تیرے باپ سے بات کر کے آئی ہوں۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ کہیں بھی تمہاری مرضی کے خلاف تمہارا رشتہ نہیں کیا جائے گا۔ جو تم چاہو گی، وہی دوگا۔ جو فیصلہ تم کرو گی، وہی آخری ہوگا۔“

اپنی ماں کے ان الفاظ پر عیشیرہ خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا کپڑا اس نے غم بن عبید اللہ کے سامنے رکھ دیا پھر کہنے لگی۔

”بابا! آپ فکر مند نہ ہونا۔ میں آتی رہوں گی۔ خیمے کا سارا کام کروں گی۔ آپ کا من بھی میں خود ہی تیار کیا کروں گی۔“

اس پر غم بن عبید اللہ نے اپنا عصا پکڑا، اس کے سہارے اٹھا اور دوبارہ عیشیرہ کے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”عشیرہ بیٹی! تجھے یہ زمت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ نفیل بن ساعدہ کا من اور سمائی اصرار کر رہے تھے کہ مجھے اکیلے اس خیمے میں نہیں رہنا چاہئے لہذا آج مجھے اپنے خیموں کی طرف لے جائیں گے۔ بہر حال یہاں پڑاؤ کے دوران یا آئندہ میں یہاں کہیں بھی پڑاؤ ہوگا، میرے پوتے نفیل بن ساعدہ کا خیمہ اس طرح نصب کیا جائے گا۔ میری بیٹی! اس مسئلے میں تجھے میرے کھانے یا اور کسی کام کے کرنے کی

زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اب تو اپنی ماں کے ساتھ جا۔ تیرا باپ، تیرا بھائی، تیرے لئے پریشان ہوں گے اور تجھے ان کو پریشان نہیں کرنا چاہئے۔“
عقلم بن عبید اللہ کے ان الفاظ پر مشیرہ مطمئن ہو گئی تھی۔ مجروحو چپ چاپ اپنی ماں ازلام کے ساتھ عقلم بن عبید اللہ کے خیمے سے نکل گئی تھی۔



ستیعین کے سردار برشام نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قوم باد کے شہنشاہ کیا کسارا کے مرکزی شہر ہمدان کا رخ کیا تھا۔ ہمدان کو ان دنوں اہلبانہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور ستیعین اپنے لشکر کے ساتھ لیٹا کر رہتے ہوئے اس شہر پر حملہ آور ہو کر کیا کسارا کو اپنے سامنے زیر کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

دوسری طرف کیا کسارا ایک بار ستیعین کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد خوفزدہ تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ ستیعین جو وحشی ہیں، آج بھی اور طوفان کی طرح اس کے مرکزی شہر کا رخ کر رہے ہیں۔ لہذا اسے خدشہ تھا کہ کہیں ستیعین اسے فیصلہ کن شکست دے کر اس کے مرکزی شہر پر قبضہ کر کے اس کی ساری سلطنت پر ہی قبضہ نہ کر لیں۔ اس بنا پر ستیعین کے خلاف جنگ کرنے کی بجائے انہیں زیر کرنے کی خاطر کیا کسارا نے ایک چال چلی۔

اس نے تیز رفتار قاصد ستیعین کے سردار برشام کی طرف روانہ کئے۔ برشام کو اس نے صلح کی پیشکش کی۔ ساتھ ہی یہ بھی دعوت دی کہ برشام اپنے لشکر کے ساتھ بے شک ہمدان کی طرف آئے لیکن ہمدان کے نواح میں پرواؤ کرنے کے بعد برشام اپنے ساتھیوں اور رؤساء کے ساتھ اس کے پاس آئے تاکہ ان سے صلح کی گفتگو ہو اور اس سلسلے میں باہم مل کر تجویز شراٹکا طے کر لی جائیں۔

ستیعین نے یہ خیال کیا کہ ایران کا شہنشاہ کیا کسارا خود بخود ان کے سامنے جھک رہا ہے لہذا برشام اپنے لشکر کو لے کر ہمدان کے قریب گیا۔ وہاں اس نے پرواؤ کیا، پھر کیا کسارا کی پیشکش پر اس سے مصالحت اور صلح کی شراٹکا طے کرنے کے لئے برشام کیا کسارا کی طرف گیا۔

کیا کسارا نے برشام، اس کے سالاروں اور علمائین کے خلاف پہلے سے ایک شاطرانہ چال تیار کر رکھی تھی۔ اس نے ستیعین کے سردار برشام، اس کے امراء اور

سالاروں سمیت ان کا بہترین استقبال کیا۔ ان کے لئے ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا۔ برشام اور اس کے ساتھیوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ دعوت کے دوران برشام نے وحشی ستیعین کو تیز شراب پلا دی جس کی بنا پر وہ نشہ میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی اس بدستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا کسارا ان پر حملہ آور ہوا۔ برشام سمیت اس کے امراء اور سالاروں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد کیا کسارا اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر ہمدان سے نکلا جہاں ستیعین کے سردار برشام نے اپنے لشکر کے ساتھ پرواؤ کیا ہوا تھا وہاں کا رخ کیا۔ ستیعین کے لشکر پر اس نے بڑا خونخوار حملہ کیا۔ اب ستیعین کی حالت یہ تھی کہ نہ ان کا سردار ان کے اندر تھا نہ بڑے بڑے سالار نہ ہی دوسرے عہدہ دار اور علمائین۔ لہذا وہ کیا کسارا کے حملے کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کیا کسارا نے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی اپنی جائیں بھاگ کر بھاگ گئے۔ اس طرح کیا کسارا نے یہ شاطرانہ چال چلی ہوئے نہ صرف ستیعین کے سردار اور ان کے بڑے بڑے سالاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بلکہ اکثر ستیعین کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کی طاقت اور قوت کو بھی کھیل کر رکھ دیا تھا۔

ستیعین کا سردار برشام، اس کے بڑے بڑے سالار اور علمائین مارے جا چکے تھے اور برشام کے تحت کام کرنے والے ستیعین، کیا کسارا کے ہاتھوں شکست اٹھانے اور اپنے بہت سے ساتھیوں کو کھانے کے بعد ہمدان کے نواح سے بھاگ گئے تھے۔ دوسری طرف برشام کی حسین و جمیل اور نبلی آنکھوں والی پرکشش بیٹی طرغانی اور اس کا بھائی کٹلوک اپنے سرکردہ سالاروں کے ساتھ آشوریوں کی سلطنت میں ٹھکسے گئے تھے۔ اب آشوریوں میں اتنی طاقت اور قوت تھی کہ وہ اپنے مرکزی شہر نینوا سے نکل کر وحشی ستیعین کا رماہتہ روکنے جس کی بنا پر یہ ستیعین طرغانی اور کٹلوک کی سرگردی میں کرب کی صدیوں میں فطرت کے رنگ آلودہ فوں، شب کے ستاروں میں دہن کو چھاسا کر دینے والی نفس کی ملامتوں، قاب کے نہاں خانوں میں اتر جانے والے سیاہ تفکرات کی طرح آگے بڑھتے رہے تھے۔ جو قبضہ، جو چھوٹا شہر بھی ان کے سامنے آتا وہ صدیوں کی شکست و ریخت کی طرح اس پر لاد دیتے اور اپنے پیچھے شکست اور منہدم ویرانوں کے سوا کچھ نہ رہنے دے رہے تھے۔

ابھی تک طرغائی اور کشلوک دونوں بہن بھائی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ قوم ماد کے بادشاہ کیا کاروائی ان کے باپ، ان کے سالاروں اور بڑے بڑے عمائدین کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس بناء پر وہ اپنی پوری خوشخواری اور ستم کا اظہار کرتے ہوئے آشوریوں کی سلطنت میں دور دور تک پھیلنے کے بعد اب ان کے مرکزی شہر نیوا کارخ کے ہوئے تھے۔

دور دور تک تباہی اور بربادی کے خیابان کھڑے کرتے ہوئے جب طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک کو خبر ہوئی کہ بابل کا بادشاہ بنو پولاسر ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہے تب انہوں نے ایک جگہ کھلے میدانوں کے اندر پڑاؤ کر لیا تھا۔ پڑاؤ انہوں نے اس جگہ کیا تھا جہاں علاقوں کا رخ بنو پولاسر کے ہوئے تھا۔

دوسری طرف بنو پولاسر نے بھی فیصل بن ساعدہ اور دوسرے سالاروں کے ساتھ بڑی برقی رفتاری اور تیزی کے ساتھ ادھر کا رخ کیا تھا جہاں طرغائی اور کشلوک کی سرکردگی میں یستھین نے پڑاؤ کیا تھا۔

یستھین کیونکہ گزشتہ کئی دنوں سے یلغار کے ہوئے تھے اور ہر سمت سے کامیابیاں ان کی بھولی میں آ رہی تھیں، ان کے پاس مال و دولت کے انبار لگ گئے تھے اس لئے کہ انہوں نے گزشتہ کئی دنوں سے آشوریوں کی سلطنت کو لوٹا شروع کر دیا تھا۔ لہذا بابل کا بادشاہ بنو پولاسر جب اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے آیا تو اپنے انہی بڑے ہوئے حوصلوں کی بناء پر طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک کے اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد اسی وقت بنو پولاسر کے ساتھ ٹکرانے کا حزم کر لیا تھا۔

یہ فیصلہ ہوتے ہی طرغائی اور کشلوک کی سرکردگی میں یستھین، بنو پولاسر کے لشکر پر اندھی جدائی کی کالی آندھنوں دور تک سراپوں کے سمندر کھڑے کرتی سلقی صحرائی صدتوں اور سفاک فیلوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف بنو پولاسر فیصل بن ساعدہ اور بنو پولاسر کے دوسرے سالاروں نے بھی بے پناہ جرأت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا اور جوانی کا کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی یستھین پر جسم و جان کو اتار ڈالنے مصائب کے جھوم، قریہ دل میں اہدام کے انہو بھرتے آندھنوں سے لکھتے نصیب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے میدان جنگ کے اندر نفرت کے سنگریزوں اور

نفارت کے اولوں کی ہرسات کا سماں برپا ہو گیا تھا۔ ذلت اور بے آبروئی کی آندھیاں مٹتی اور خدیہ کاری کا پیمانہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دکھ کے آسیب، دردگی اور سفاکی، ہشت اور خوف چاروں تاج اٹھتے تھے۔

ہنگام خدا حرص و ہوس کے دافی اور بے نصیری کے غلام بن کر خدائی برکتوں، دانی نعمتوں سے خرم ارادے لے کر ایک دوسرے پر عذاب زلوں کے طول کی طرح ممد آور ہوتے ہوئے اپنی فتح کو کامیابی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ میدان جنگ میں فیلوں کی یلغار کے سامنے بڑے بڑے سورما بے شرف اور بے وقور، بے عمدہ قبیح ذن مجروح اور حرام نصیب بڑے بڑے جاہل، بے وقت و ہمت اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے دامادہ اور فردامادہ ہونے لگے تھے۔

کچھ دیر تک تھساں کا دن پڑا۔ یہاں تک کہ یستھین کے لشکر میں کچھ بھڑ پینے انہوں نے طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک کو خبر دی کہ قوم ماد کے بادشاہ کیا کارروائی نے ان کے باپ ہریشام اور سالاروں اور عمائدین کے ساتھ دھوکا اور فریب دی ہے۔ ہم لیا ہے اور انہیں ایک دعوت میں باکرہ شراب پلا کر مدہ ہوش کر کے ان کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کے لشکر پر حملہ آور ہو کر لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور بچے کچھے یستھین اپنی جائیں بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگ گئے ہیں۔

یہ خبر انہوں نے اپنے سالاروں میں رکتے کی بڑی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ یہ خبر ایک کان سے دوسرے کان، ایک زبان سے دوسری زبان سے ہوتی ہوئی لشکر میں پھیل گئی۔ اس طرح یستھین کے اندر ایک بدولی اور افزائری پھیلنا شروع ہوئی تھی۔ بنو پولاسر فیصل بن ساعدہ اور دوسرے سالاروں نے یستھین کی اس بدتمی سے پورا فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے اپنے سلوں میں پہلے کی نسبت تیزی پیدا کی جس کی بناء پر یستھین کو بدترین شکست ہوئی۔ یستھین کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ ڈال دیا گیا تاہم ان کے کچھ سالار بچے کچھے لشکریوں کو لے کر اپنی جائیں بچانے کے لئے بھاگ گئے۔ بہت سے یستھین کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار ہونے والوں میں نیلی، مصل، دانی حسین طرغائی اور اس کا بھائی کشلوک بھی شامل تھے۔ کشلوک بری طرح تھکا تھا۔

یستھین کو شکست دینے اور ان کے کچھ لوگوں کو اپنا قیدی بنانے کے بعد بنو پولاسر

اور نفیل بن ساعدہ نے اپنے لشکر کے ساتھ نینوا شہر کا رخ کیا۔

بنو پوالاسر کو خدشہ ہو چکا تھا کہ نینوا پر کوئی اور حکمران قبضہ نہ کر لے۔ لہذا نینوا کو وہ برصورت میں اپنی مملعداری میں لایا جاتا تھا۔

آگے بڑھ کر جب نینوا شہر کا محاصرہ کیا گیا تو آخری آشوری بادشاہ سراسس نے جب دیکھا کہ وہ حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے اندازہ لگا لیا کہ اب اس کے اور آشوریوں کی سلطنت کے آخری دن آگئے ہیں۔

لہذا سراسس نے اپنے دارالسلطنت کو مثنوں کے زرخ میں دیکھتے ہوئے دلت کی زبانی سے مرنے کا حکم دیا۔ اس نے نینوا شہر کے اندر آگ کا ایک بہت بڑا اڑو جلا کر اپنے کفنہ سمیت اس آگ میں کود کر اپنا خاتمہ کر لیا۔

اس طرح 606 قبل مسیح میں آشوریوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ نینوا شہر کے اندر آشوری خاندان کی راکھ آڑی تو اس طرح آڑی کہ اس کا تاب ناک نام صفی ہستی سے تابو ہو گیا۔ اس کی عظمت شخص زب دستان کے لئے باقی رہ گئی۔

آشوری حکومت کے خاتمے پر بنو پوالاسر نے نینوا کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

اب بنو پوالاسر صرف بابل ہی نہیں بلکہ نینوا کا بھی بادشاہ تھا۔ کبھی کبھی بنو پوالاسر آشوری شہنشاہوں کی طرف سے صرف بابل کا حاکم ہوا کرتا تھا۔ اب وہ آشوریوں کی عظیم سلطنت کا بادشاہ بناتا تھا۔

بنو پوالاسر کی سلطنت میں جب وسعت ہوئی تو آس پاس کی سلطنتوں نے بھی اندازہ لگایا کہ بنو پوالاسر کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو چکا ہے۔ سب سے پہلے ایثیائے کو چیک کے بادشاہ اکیات نے بنو پوالاسر کی طاقت اور قوت کا اقرار کیا۔ پھر مثن بڑی سلطنتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت آشوریوں کے علاقوں کا بادشاہ بنو پوالاسر کو تسلیم کر لیا گیا۔ پہلی سلطنت قوم ماد کے بادشاہ کی کہلائی۔ دوسری ایثیائے کو چیک کے بادشاہ اکیات کی اور تیسری بابل کے حکمران بنو پوالاسر کی۔

ایسا سارا کی سلطنت کو ایثیائے کو چیک تک کے علاقوں کا حاکم تسلیم کیا گیا۔ جبکہ ایثیائے کو چیک اور اس سے آگے علاقوں کی سلطنت پر اکیات کی حکمرانی کو تسلیم کیا گیا۔

اس طرح آشوری عربوں کی ایک عظیم سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ کوئی عظیم سلطنت جب مٹتی ہے تو کڑا ارض پر کچھ اور تہذیبیں بھی رونما ہوتی ہیں۔ چنانچہ آشوریوں کی سلطنت

نے ختم ہونے سے ایثیائے کو چیک میں میڈیا کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ اس لئے کہ ایثیائے کو چیک میں وہاں کے بادشاہ آیات کی حکومت تھی۔ اسے میڈیا کی سلطنت بردہ کر پکارا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ دجلہ کے آس پاس کے علاقے قوم ماد کو ملے، یعنی ایسا سارا کے حصے میں آئے۔

آشوریوں کی سلطنت کے خاتمے کے بعد بابل کا وقار بھی بڑھا۔ ساتھ ہی بابل کی نی حکومت قائم ہوئی جس نے آگے چل کر عالمگیر شہرت حاصل کی اور آشوریوں کے قبضہ جات یعنی بنو بنی بین، التھرن، شام، فلسطین، سلطنت بابل کا بڑو بن گئے۔ اس طرح آشوریوں کے خاتمے کے بعد چار بڑی بڑی سلطنتیں ان علاقوں میں ابھر کر سامنے آئیں۔ ایک بابل کے بنو پوالاسر کی، دوسری قوم ماد کے کیا کسار کی، تیسری مصر کے فرعون خفا کی، چوتھی ایثیائے کو چیک کے بادشاہ آیات کی اور پانچویں اور چھٹی دو ایک طرح سے کمزور فلسطینی قبیلے وہ فلسطین میں بنی اسرائیل کی تھیں۔ اس لئے کہ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد یہودیوں کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

نینوا پر قبضہ کرنے کے بعد بنو پوالاسر نے نفیل بن ساعدہ اور اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر شہر کا اہم و نبق درست کرنا شروع کر دیا تھا۔ شہر کو پوری طرح اپنی گرفت میں لینے کے بعد ایک روز جبکہ بنو پوالاسر اکیلا بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنے بچہ دار کو حکم دیا کہ وہ نفیل بن ساعدہ کو باکرہ لائے۔

بنو پوالاسر کا یہ حکم سن کر اس کا بچہ دار وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس نے ساتھ نفیل بن ساعدہ بھی تھا۔

نفیل بن ساعدہ کو دیکھ کر بنو پوالاسر خوش ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے زب چبھنے کو کہا پھر بڑے دھمچکے اور راز دارانہ لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! جو حالات تم نے مجھے اپنے قبیلے کے سنائے ہیں وہ حالات سن کر نہ بڑا دکھ ہوا تھا کہ تمہارے قبیلے کے سردار فردوس نے تمہارے دادا کے مانگنے پر اپنی بی بی کا ریشہ تمہیں دینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ فردوس نے ایسا کر کے اپنی بی بی کی بدنامی کے معاہدے پر مہر ثبت کی ہے۔

بہر حال بچہ! تمہیں فرامند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں بتا کہہ چکا

ہوں، اب تمہاری حیثیت میرے ہاں خیر نصیبی ہے۔ میں نے تمہیں کے قیدیوں میں سے تمہارے لئے ایک خیر منتخب کیا ہے مجھے امید ہے کہ تم اسے پسند کرو گے۔

بنو پلاس کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا یہاں تک کہ بنو پلاس نے پھر کہنا شروع کیا۔

”تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو تھوہ میں نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے وہ تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اسے دیکھ کر یقیناً تم خوش ہو گے۔“

اور پھر بنو پلاس نے اپنے چوہدار کو اپنے قریب بلایا، اس کے کان میں مسکراتے ہوئے کچھ کہا جسے سن کر اس کا چوہدار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چوہدار واپس آیا۔ اس کے ساتھ حسین اور خوبصورت دراز قد نیلی آنکھوں والی طرغانی تھی۔ وہ کبھی کبھی افسردہ اور خوفزدہ تھی۔ چوہدار نے اسے بنو پلاس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے بنو پلاس کہنے لگا۔

”اس بچی کا نام طرغانی ہے۔ یہ تمہیں کے سرور برشام کی بیٹی ہے۔ جس وقت یہ گرفتار ہوئی اس وقت میں نے اس کی حفاظت اور تحفظ کا سامان کر لیا تھا اور اس وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اسے اپنے بہترین سالار نفیل بن ساعدہ کے حوالے کروں گا۔ سو یہ لڑکی اب تمہاری ایک طرح سے لوہڑی ہے۔ چاہو تو اس کو بیوی بنا کر ساتھ رکھ لو، چاہو تو ایک خدمت گار اور خادمہ کی حیثیت سے اسے اپنے ساتھ رکھ لو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بنو پلاس رکرا پھر براہ راست اس نے طرغانی سے کہنا شروع کیا۔

”یہ نوجوان جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کا نام نفیل بن ساعدہ ہے۔ میرے سب سے اچھے سالاروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ آج سے تم اس کی لوہڑی اور باندی ہو۔ لہذا میں تمہیں اس کے حوالے کرتا ہوں۔“

پھر بنو پلاس نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا۔

”اب تم اس لڑکی کو اپنے ساتھ اپنے خیمے میں لے جاؤ۔ اس کے بعد نیا کے امور اور یہاں سے کوچ کرنے سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے میں تمہیں اپنے چوہدار کے ذریعے بلاؤں گا۔ اب تم اس لڑکی کو لے کر جاؤ اور اس کے ساتھ اپنا معاملہ طے کر دو۔“

”اسے کس حیثیت سے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو؟“

بنو پلاس کا یہ سہم سن کر نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر طرغانی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم میرے ساتھ آؤ۔“

طرغانی چپ چاپ گروں جھکائے اس کے ساتھ ہو لی تھی۔ نفیل بن ساعدہ اسے اپنے خیمے میں لایا۔ چھٹی، ڈاڑھی، کبھی کبھی طرغانی اس کے پیچھے خیمے میں داخل ہوئی تھی۔ خیمے کے وسط میں نفیل بن ساعدہ رک گیا۔ پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے طرغانی کو ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر طرغانی بے چاری خوفزدہ سی ہو رہی تھی۔ ڈرتے، سنبھلتے، سنبھلتے انداز میں کچھ دیر تک اس نے نفیل بن ساعدہ کی طرف بھا پھر فکر مند اور اسامی اس نشست پر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھنے کے بعد نفیل بن ساعدہ اس کے سامنے ذرا فاصلے پر بیٹھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے تمہارا نام طرغانی بتایا گیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد جب تمہیں گرفتار کیا گیا تھا تو تمہارے ساتھ تمہارا بونٹی بھی گرفتار ہوا تھا۔ اس کا نام مایہ شلوک تھا۔ جس طرح تمہیں لوہڑی اور خادمہ بنا کر میرے حوالے کر دیا گیا ہے اس طرح مایہ شلوک کی رہائی کا سامان کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں اگر مجھے اپنے بادشاہ سے بہت بات کرنا پڑی تب بھی کروں گا۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں بہن بھائی ہو۔ تمہیں کے سرور برشام کی اولاد ہو لہذا تمہاری عزت اور تمہارے وقار میں کمی نہ لانی کی نہیں آتی چاہئے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے جواب میں تفکر بھرے انداز میں کچھ بھر کے لئے طرغانی نے اس کی طرف دیکھا پھر اس کی گردن جھک گئی۔ نفیل نے دیکھا پسے اس کی آنکھوں میں آنسو چمک آئے تھے پھر اپنا حسین اور خوبصورت چہرہ اس نے اپنے منہ میں چھپایا تھا۔ اس کے بعد خیمے میں نفیل اس کی ہچکیاں اور سرکیاں سن رہا تھا۔

نہایت پریشانی سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا، اپنی حسین صورت، نیلی آنکھیں اس نے صاف کیں۔ اس موقع پر اس کی تسلی اور تسکین کے

تھے۔

طرغائی ان الفاظ سے بے حد متاثر ہوئی تھی۔ پہلی بار ہلکا سا تھیم اس کے خوبصورت منہ پر نمودار ہوا تھا، پھر کسی قدر مطمئن انداز میں کہنے لگی۔

”قسم نیلے آسمان کی قوتوں کی، جس وقت باہل کے بادشاہ بنو پولاسر نے ایک مذہبی کی حیثیت سے مجھے آپ کے حوالے کیا تھا اس وقت آپ کی شکل، آپ کا چہرہ، ہیبت ہوئے میرے دل نے بار بار مجھ سے کہا تھا کہ یہ شخص میری عصمت کو داغ دار بنیں کرے گا۔ میرے وقار، میری عزت کے احترام کا خیال رکھنے کا۔ جہاں تک آپ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی محفوظ جگہ ہے تو آپ مجھے وہاں پہنچا دیں گے، اس وقت میں باہل بے تحاشہ نہ ہوں۔ میرے باپ، بھائی، ماں مارے جا چکے ہیں۔ جو لڑکھٹا اس میں اشریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ باقی تھیں سالار جو رہ گئے ہیں اگر میں انہیں ان کے اندر جاتی ہوں تو یاد رکھئے گا وہ مجھے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کا سر کاٹنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے قبل جب میرا باپ، میرا بھائی اور میری ماں زندہ تھے تو ہمارے لشکر کے بہت سے سالاروں کی نگاہ مجھ پر تھی۔ وہ میری خوبصورتی سے متاثر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جو میری نیلی آنکھوں میں کھو جاتے تھے۔ ان میں اکثر نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ میرے باپ برشام سے میرا ہاتھ مانگیں گے۔ ان میں سے کسی ایک نے ایسا کیا تھا۔ میرے باپ سے میرا رشتہ مانگا۔ لیکن میرے باپ نے جب مجھ سے مشورہ کیا تو میں ان میں سے کسی کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر سامند نہ ہوئی۔ اب اگر میں یہاں سے آزاد ہونے کے بعد ان میں جاتی ہوں تو وہ غای کا رونا دہائی کریں گے۔ میری عزت، میری عصمت کو گدگدوں کی طرح توچیں گے۔ میں ایسا نہیں چاہتی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی رکی، پھر کچھ سوچا، اس کے بعد پہلے کی نسبت زیادہ مدبرانہانہ کی حالت میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”کیا ایسا ممکن نہیں کہ پہلے آپ مجھے اپنے حالات تفصیل کے ساتھ بتائیں۔ ہو سکتا ہے پھر کوئی ایسا درمیانی راستہ نکال آئے کہ میں کسی محفوظ جگہ رہ کر اپنی جان اور عزت کی حالت کا سامان کر سکیں۔“

نواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا، پھر اپنے سارے حالات اس نے تفصیل کے

لئے نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

”شاید تمہیں میری کوئی بات ناگوار گزری ہے جس کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔“

طرغائی نے اس موقع پر چونک جانے والے انداز میں نفیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ دراصل مجھے اپنا بھائی یاد آ گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ کے خاتمے کے بعد وہ میرے ساتھ ہی گرفتار کیا گیا تھا لیکن وہ بری طرح زخمی تھا۔ گرفتاری کے اگلے روز وہ جانبر نہ ہو سکا، زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسا اور اس طرح جہاں میں اپنے باپ اور ماں سے محروم ہوئی، وہاں بھائی سے بھی محروم ہو چکی ہوں۔ جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی اس وقت ہمارے کچھ فوجی آئے تھے جنہوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ تو کام مار کے بادشاہ کیا کسارا نے جھوک دی سے کام لے کم میرے باپ، اس کے سالاروں اور غلامان کو دعوے پر پایا۔ انہیں نشے میں دھت کر کے ان کا قتل عام کر دیا۔ اس کے بعد ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ لشکر کی اکثریت کو ام نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس تصادم میں میری ماں اور لشکر میں جو دوسری عورتیں تھیں وہ ہلاک ہو گئیں۔ بہت کم لوگوں کو جان بچا کر بھاگنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی رکی، خاموش ہوئی۔ امید بھرے انداز میں وہ نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

”اس میں شک نہیں کہ باہل کے بادشاہ بنو پولاسر نے ایک غلامہ اور لوطی آ حیثیت سے تمہیں میرے حوالے کیا تھا لیکن میں تمہاری عزت، تمہارے وقار میں کو حرف نہیں آنے دوں گا۔ سب سے پہلی بات جو میں تم سے کہتا ہوں وہ یہ کہ تمہارا حیثیت میرے پاس اس وقت لوطی کی ہی نہیں بلکہ ایک آزاد لڑکی کی سی ہے۔ تم اپنے ذہن سے کبھی اور کسی وقت بھی یہ بات نہیں نکالو گا اور نہ ہی اس حقیقت فراموش کروں گا کہ تم تھیں کے سردار برشام کی قابلِ عزت بیٹی ہو۔ بہر حال پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ تم آزاد ہو۔ اگر تم یہاں سے نکل کر کسی محفوظ جگہ جانا چاہو تو گا تاؤ۔ میں تمہیں وہاں پہنچانے کا اہتمام کروں گا۔“

نفیل بن ساعدہ نے وہ الفاظ بڑی بھرپور سی طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے

ساتھ طرغائی سے کہہ دیتے تھے۔

نفیل کے خاموش ہونے پر طرغائی کچھ دیر خاموش رہی، پھر نفیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ کے حالات سن کر جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہوئی ہے کہ آپ کا تعلق ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہے اور یہ کہ آپ اس خانہ بدوش قبیلے کے جوانوں کے سالار تھے۔ میری خوشی کی وجہ یہ ہے کہ ہم خود بھی خانہ بدوش ہیں۔ مختلف علاقوں کی طرف اپنے مفاد کی خاطر نقل مکانی کیا کرتے تھے۔ کبھی اچھی جہازگاہوں کی تلاش میں، کبھی مختلف اور صاحب ثروت علاقوں پر حملہ آور ہو کر وہاں سے مال و دولت حاصل کرنے کے لئے۔ پر آپ کے حالات سن کر مجھے ایک دکھ بھی ہوا اور وہ یہ کہ آپ کے چھانہ بدوش قبیلے کے سردار فردوس کی بدقسمتی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی شیرہ کا رشتہ آپ کو دینے سے انکار کر دیا اور یہاں میں یہ کہوں گی کہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کو ہاتل کے بادشاہ بنو پاسر نے اپنے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل کر لیا۔ طرغائی رکی، پھر بات کا رخ بدلتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں جانتی ہوں جو کچھ میں کہنے لگی ہوں، شروع میں آپ میری ان باتوں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ میری اور آپ کی پہلی ملاقات تھی۔ نہ آپ میری طبیعت، میری سرشت سے واقف ہیں نہ میں آپ کی مزاج آشنا ہوں۔ لیکن میں اپنے تحفظ، اپنی عزت اور وقار کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ میں واپس تھیں میں تو نہیں جاؤں گی لیکن تھیں کے جو سالار اپنی جانتیں بھاگ کر بھاگ گئے ہیں انہیں جب خبر ہو گئی کہ میرا باپ، میرا بھائی، میری ماں مارے جا چکے ہیں تو وہ کسی نہ کسی طرح مجھے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جو سالار بچ گئے ہیں ان میں سے ہر کوئی یہ چاہے گا کہ مجھے حاصل کر کے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنائے۔ انہیں خبر ہو چکی ہو گی کہ میں ہاتل کے بادشاہ بنو پاسر کے لشکر میں ہوں اگر فردا ہو چکی ہوں لہذا کسی نہ کسی طرح سے وہ مجھے اغلا لے جانے کی کوشش کریں گے اور پھر میں جو ان کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کرتی رہی ہوں، وہ انتقامی کارروائی کرتے ہوئے مجھے وادہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گی کہ کیا میں آپ کے خانہ بدوش قبیلے میں نہیں رہ سکتی؟ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات بھی آ رہی ہے کہ یقیناً

آپ یہ سوچتے ہوں گے اگر آپ مجھے اپنے خانہ بدوش قبیلے میں رکھتے ہیں تو کہیں میں آپ کو نقصان پہنچ کر اپنی جان بچا کر بھاگ کر جاؤں تو میں آپ کو یقین دلاؤں گی ہوں۔ میں کسی صورت ایسا نہیں کروں گی۔ میں اپنے تحفظ اور اپنی سلامتی کی خاطر آپ سے خانہ بدوش قبیلے میں رہنا چاہتی ہوں۔ میرے خیال میں، میں وہاں زیادہ محفوظ رہ سکتی ہوں۔ آپ نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ آپ کے ماں باپ مارے جا چکے ہیں۔ آپ کا ایک دادا ہے اور آپ اس کے ساتھ خیمے میں رہتے تھے۔ اب جبکہ آپ ہاتل کے بادشاہ بنو پاسر کے لشکر میں اس کے سالار کی حیثیت سے شامل ہو چکے ہیں تو میں آپ کے دادا کے پاس رہ لوں گی۔ ان کی خدمت کروں گی۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ میں اپنی زندگی کے دن سلامتی اور تحفظ کے ماحول میں رہتے ہوئے گزار سکوں گی۔ آپ کے خانہ بدوش قبیلے میں میرا رقبہ بھی کوئی نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہاں اگر کوئی لڑکی آپ سے محبت کرنے والی ہوتی تو یقیناً آپ کے دادا کے ساتھ میرے قیام کو مخالفت کے نفاذ سے روکتی اور کبھی مجھے وہاں قیام نہ کرنے دیتی۔ کیونکہ ایسا نہیں ہے، آپ کے سردار نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کو دینے سے انکار کر دیا ہے لہذا میرے خیال میں سلامتی کے ساتھ آپ کے دادا کے ساتھ خیمے میں زندگی کے دن گزار سکتی ہوں۔ اس موقع پر میں ایک بات ضرور کہوں گی، آپ نے اپنے قبیلے کے جوانوں کو اپنا سالاری کے منصب سے جو سکندھ ہونے کا فیصلہ کیا میرا خیال میں یہ فیصلہ درست نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے آپ نے سوچ کچھ کر اپنے طور پر بہتر اور اچھا ہی فیصلہ کیا ہو۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی کہوں گی کہ اگر آپ مجھے اپنے خانہ بدوش قبیلے میں رکھنے پر آمادہ ہو جائیں تو پہلے کچھ دن یا چند ہفتے آپ بھی وہاں قیام کریں۔ اس دن آپ کی موجودگی میں وہاں مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا نہ ہی میں اجنبیت میں نہ کروں گی۔ اور پھر آپ کی دباں موجودگی کی وجہ سے لوگ مجھ سے مانوس بھی ہو جائیں گے۔ بعد میں جب آپ اپنے قبیلے میں نہ بھی ہوئے، ہاتل کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تب بھی اس وقت تک میں خانہ بدوش قبیلے کا ایک حصہ بن چکی ہوں۔ اور وہ لوگ مجھ سے اس قدر مانوس ہو چکے ہوں گے کہ میرے ساتھ انہیں جیسا کہ نہیں کریں گے۔

طرغائی کی اس گفتگو کا جواب نفیل بن ساعدہ دینا ہی چاہتا تھا کہ اسی لمحے خیمے کے

اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر آنے والے دور میں مصر کا بیک فرعون ہمارے لئے قضا اور موت ثابت ہوگا اور دور و در شمال تک اس کا مقابلہ کرنے اور اس کی راہ روکنے کے لئے کوئی طاقت نہ رہے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد بنو یواسر کا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز! تھیو! ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ لشکر کل یہاں سے باہل کا رخ کرے گا۔ باہل میں صرف چند روز تک قیام کیا جائے گا۔ حسب سابق میں اپنے بیٹے نکت نصر کو باہل ہی میں رکھوں گا تاکہ میرے بعد وہ سلطنت کے امور اسن طریقے سے چلاتا رہے۔ جو لشکر اس وقت میرے پاس ہے باہل پہنچ کر میں اس میں حزیہ افسانہ کروں گا اور جو سالار اس وقت میرے ساتھ ہیں وہ سب میرے ساتھ شامل ہوں گے۔ اس طرح ہم مصر کے فرعون کا راستہ روکنے کے لئے آگے بڑھیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بنو یواسر نکلا۔ اس بار اس نے خصوصیت کے ساتھ نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! تمہارا اصل مقام اب تمہارا خانہ بدوش قبیلہ نہیں بلکہ میرا لشکر ہے۔ تمہارا شمار اب میرے لشکر کے سب سے اعلیٰ ترین سالاروں میں ہوتا ہے۔ اس بناء پر میرے لشکر میں تمہارا رہنا ناگزیر اور ضروری ہے۔ کیا تمہارا اس طرح لشکر میں رہنا تمہارے دادا کو تکلیف دینا ناگوار نہیں گزرے گا؟ اور کیا تمہاری غیر موجودگی میں اس کی دیکھ بھال اسن طریقے سے ہوتی رہے گی؟“

جواب میں نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

”پ کو میرے دادا سے متعلق فکر مند ہی اور پریشانی کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خانہ بدوش قبیلہ میں میرے ماموں اور ممانی کے علاوہ اور بہت سے قریبی اور عزیز ترین رشتہ دار ہیں جو بہترین انداز میں میرے دادا کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔ اور پھر میں آپ کے لشکر میں اپنے دادا کی رضامندی سے تو شامل ہوا ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ کا یہ جواب سن کر بنو یواسر خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے سالاروں کو اپنے اپنے خیوں میں جانے اور کل کے لئے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دینے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سب سالار بنو یواسر کے پاس سے اٹھ کر

پنہ کئے تھے۔

✱

طربانی اسی طرح نفیل بن ساعدہ کے خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نفیل کے جانے کے بعد وہ کسی قدر آسہل ہوئی تھی۔ ذرا دیر کی تھی۔ اس نے اپنے ایک عورت خیمے میں داخل ہوئی۔ وہ کچھ اس قدر غور سے طربانی کو دیکھتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئی کہ اس کے اس ناز کو دیکھتے ہوئے طربانی خود غور ہو گئی تھی۔ پہلے کی نسبت زیادہ ہم کردہ گئی تھی۔ قریب آکر وہ عورت ری، پھر دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”ذرا کھڑی ہو جاؤ۔“

طربانی کو زیادہ آسہل ہوئی۔ کھڑی نہیں ہوئی، اپنی جگہ پر بیٹھی رہی۔ ڈرے ڈرے انداز میں کہنے لگی۔

”کیا بات ہے۔۔۔ تم کون ہو؟۔۔۔ مجھ سے کیا بات چیتی ہو۔۔۔ مجھے یہاں باہل کے بادشاہ بنو یواسر کے سالار نفیل بن ساعدہ بٹھا کر گئے ہیں۔۔۔“

طربانی اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ وہ عورت کھل کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”جو کچھ تم نے کہا ہے مجھے اس کی خبر ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارا نام طربانی ہے۔ ہمارے بادشاہ بنو یواسر نے تمہیں اپنے سالار نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا ہے۔ اس مسئلے میں تمہیں کچھ کہنے اور بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے نقصان دہ نہیں ہوں۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔ دیکھو میں اپنے بادشاہ بنو یواسر کے من انداز کے لئے مشاغل اور چاشنی کھیر ہوں۔ میں نے تمہیں کہا کہ کھڑی ہو جاؤ لیکن میں میری بات نہیں مانی۔ شاید تم نے مجھے متحسک کر جانا ہے۔“

طربانی کو کسی قدر ڈھارس ہوئی، اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنے والی عورت کچھ بہت طربانی کے سر پر لپکا کا بازو لٹکی رہی پھر تو پہلی انداز میں کہنے لگی۔

”ابناں تم قد کانو کی خوب ہو۔ ہاں اپنی خوبصورتی اور حسن میں بھی الا جواب ہو۔ میں نے اس سے پہلے تم جیسی خوبصورت اور گھمیری لیلی آنکھوں والی لڑکی نہیں دیکھی۔ یہاں میں دن آنکھوں کے ساتھ اگر تم کسی چیز کی طرف غور سے دیکھو تو اس میں کچھ نہ کر کے رکھ دو گی۔“

”دیکھو! لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا۔ اس بنا پر سارے سالار اپنے کوچ کی تیاریاں مکمل کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک فطیل بن ساعدہ تمہارے پاس آئے گا۔ میں آتی ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی جریدہ نام کی وہ خاتون خیمے سے نکل گئی تھی۔ طرغائی پھر اکیلی بیٹھ کر انتظار کرنے لگی تھی۔ اسی حالت میں کافی دیر گزر گئی۔ یہاں تک کہ فطیل بن ساعدہ خیمے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی طرغائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ فطیل آگے بڑھا اور تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

”تم کھڑی کیوں ہو گئی ہو؟“

طرغائی نے اس موقع پر غور سے فطیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”کیا خیمے میں آپ کی آمد پر مجھے کھڑا نہیں ہونا چاہئے؟ اس لئے کہ میری حیثیت ایک مالک کے سامنے۔“

طرغائی اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ اس کی بات کاتے ہوئے فطیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

”طرغائی! میں اس مالک ہوں نہ تم باندی اور لونڈی ہو۔ تم آزاد ہو۔ اگر اس وقت تم نہیں جانا چاہو تو جاسکتی ہو۔ یہ بات میں تمہیں پہلے سے کہہ چکا ہوں لہذا میں پھر کہوں گا کہ میرے آنے پر تم کھڑی نہ ہوا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گی تو میں تمہیں لٹاؤں گا کہ تم میرا مذاق اڑانا چاہتی ہو۔“

طرغائی متحیر ہو گئی، کہنے لگی۔

”میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں؟“

اس کے بعد جب فطیل بن ساعدہ ایک نشست پر بیٹھا تو اس کے سامنے جا کے طرغائی بھی وہاں بیٹھ گئی جہاں سے وہ اٹھی تھی۔ پھر فطیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

”آپ کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک عورت خیمے میں آئی تھی۔ کیا آپ نے۔“

”میں نے ہی اسے بھیجا تھا کہ تمہارے لئے عریض لباس مہیا کئے جائیں۔ لیکن طرغائی ابرامت نامہ میں نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ تمہارے پاس وہی لباس ہے

اس عورت کے ان الفاظ پر طرغائی مسکرا دی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وہ عورت پھر بول نہ گی۔

”میری طرف سے مشکوک نہ ہو۔ تمہیں ڈر نہ اور کہم جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میرا کام جریسہ ہے۔“

اس کے بعد اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے دھماکے کو اس نے سنبھالا۔ طرغائی پھر زور زور انداز میں کہنے لگی۔

”یہ تم کیا کرنے لگی ہو؟“

جریدہ آگے بڑھی، چپ چاپ اس کے سر پاپا، اس کے کپڑوں کا ٹاپ لینے لگی تھی۔ طرغائی نے جب اندازہ لگایا کہ وہ کپڑوں کا ٹاپ لے رہی ہے، اس کے لئے نقصان دہ نہیں تب وہ اپنی جگہ مطمئن ہو گئی تھی۔

جب جریدہ نامہ کی وہ دھلی ہوئی عمر کی خاتون اپنا کام مکمل کر چکی تب کسی قدر خوش کن انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے طرغائی کہنے لگی۔

”کیا تم تھوڑی دیر بیٹھ کر میری بات نہیں سنو گی؟“

اس کے ساتھ ہی طرغائی بیٹھ گئی۔ جریدہ نامہ کی وہ خاتون بھی اس کے سامنے ہو بیٹھی۔ یہاں تک کہ طرغائی نے اسے مخاطب کیا۔

”یہ جو تم نے میرے جسم، میرے کپڑوں کا ٹاپ لیا ہے تو کیا میں پوچھ سکتی ہوں تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟“

جریدہ مسکرا دی، کہنے لگی۔

”طرغائی! میں آپ سے آپ تو یہ کچھ نہیں کر رہی تھوڑی دیر پہلے فطیل بن ساعدہ میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے کچھ رقم بھی دی ہے۔ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ تمہارے لئے کچھ نئے لباس مہیا کئے جائیں۔ اسی بنا پر میں تمہارے جسم کا ٹاپ لینے آئی ہوں۔ میں کیونکہ اپنا کام مکمل کر چکی ہوں، اب میں بازار جاؤں گی اور تمہارے لئے کچھ لباس خرید کر لاؤں گی۔“

جریدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ فطیل بن ساعدہ اس وقت کہاں ہیں؟“

جواب میں جریدہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

اس موقع پر فیمل بن سادہ نے لچہ بھر کے لئے غور سے طرغائی کی طرف دیکھا۔ طرغائی اس کی تیز نگاہوں کی تاب نہ لا سکی تھی۔ لگا جیسے اس نے جھکا لی تھیں۔ یہاں تک کہ فیمل بن سادہ نے اسے مخاطب کیا۔

”طرغائی! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تمہارا لشکر میں قیام کرتا میرے لئے بوجہ اور مسیت کا باعث نہیں تو پھر تم کیا کہتی ہو؟“

طرغائی اس بار چپکے کے انداز میں کہنے لگی۔

”تو پھر میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں تو آپ کے لشکر میں قیام کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں گی۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔“

فیمل بن سادہ چونکا، غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

”کیسی شرط؟“

”شرط یہ ہے کہ آپ مجھے کسی خیمے میں تنہا اور اکیلی نہیں رکھیں گے۔ میں قیام کے لئے دو میں سے ایک صورت اختیار کرنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ مجھے خیمے میں اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتے تو پھر مجھے کسی ایسے خیمے میں ٹھہرایے جہاں لشکر میں شامل صرف عورتیں قیام کرتی ہیں۔ اگر ایسا کوئی بندوبست اور اہتمام نہیں ہے تو پھر آپ مجھے اپنے خیمے میں رہنے کی اجازت دیں۔ میں کسی خیمے میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے کہ میں اچھن ہوں۔ ابھی نہ کوئی مجھ سے شناسا ہے نہ ہی کوئی جانتے والا ہے۔ اس کے علاوہ۔۔۔“

طرغائی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ مسکراتے ہوئے فیمل بن سادہ بول اٹھا۔

”اس سے آگے شاید تم یہ کہنا چاہو گی کہ تم ابتدا ورج کی خوبصورت ہو۔ لہذا کوئی تمہاری عزت یا تمہاری جان کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ دیکھو طرغائی! یہ مت خیال کرنا کہ تم میرے پر اعتماد اور محروم رہیں کرنا چاہتا۔ میری ایک بات یاد رکھنا کہ تم لوگوں کا انطوائی بیگانہ دوسرے لوگوں سے کچھ مختلف ہے۔ میں تمہیں اپنے مذہبی خیالات کے بھوکاؤ کے متعلق بھی تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ انسان کے لئے ایک دن موت کا متعین ہے۔ نہ اس سے آگے جاسکتا ہے نہ پیچھے رہ سکتا ہے۔ میں اس بات سے بھی خوفزدہ نہیں کہ تم آج پہلے دن میرے پاس آئی ہو۔ تمہیں اپنے پاس ٹھہراؤں گا تو تم میرے لئے کہیں نہ شات یا خطرے کا باعث نہ بنو۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں صرف

جس سے تم نے تن و مخاطب رکھا ہے، وہ بھی ملتا ہو چکا ہے۔ لہذا تمہارے لئے دوسرے لباس کا اہتمام کرنا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں تمہیں میرا ممنون ہونے کی ضرورت ہے نہ شکر یہ ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ بنو پو الاسر تمہیں میرے حوالے کر چکا ہے لہذا تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھنا میرے اولین فرائض میں سے ایک ہے۔“

فیمل بن سادہ کے ان الفاظ پر لچہ بھر کے لئے طرغائی نے بڑی ممنونیت سے دیکھا پھر کہنے لگی۔

”آپ کو بابل کے بادشاہ بنو پو الاسر نے بلایا تھا۔ خیریت تو ہے نا؟“

جواب میں فیمل مسکرایا اور کہنے لگا۔

”براہم مصر کا فرعون خفاؤ اپنے علاقوں سے نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ شال کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ ہمارا بادشاہ بنو پو الاسر اس کی راہ روکنا چاہتا ہے لہذا لشکر شال سے کوچ کرے گا۔ پہلے بابل جائے گا۔ بابل میں زیادہ سے زیادہ ایک دن قیام ہو گا۔ لشکر میں مزید اضافہ کیا جائے گا اس کے بعد بنو پو الاسر اپنے لشکر کے ساتھ مصر کے بادشاہ کی راہ روکنے کے لئے آگے بڑھے گا۔“

فیمل بن سادہ کے ان الفاظ سے طرغائی گہری سوچوں میں گھٹی گئی۔ پھر نظر اٹا کر اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”اس کا مطلب ہے یہاں سے آپ لشکر کے ساتھ بابل جائیں گے، وہاں سے مزید جنوب کی طرف کوچ کریں گے تاکہ مصر کے فرعون کی راہ روکی جائے۔ میرے خیال میں ان حالات میں آپ اپنے خانہ بدوش قبیلے میں تو نہیں جاسکیں گے۔ اگر ایسا ہو گا تو میں ایسے آپ کے قبیلے میں رہ سکوں گی۔ ایسی صورت میں مجھے آپ کے لشکر ہی میں قیام کرنا ہو گا۔“

”کیا تم لشکر میں قیام نہیں کرنا چاہتی ہو؟“ غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فیمل بن سادہ بنو پوچھا لیا تھا۔

”ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو خانہ بدوش اور نقل مکانی کرنے کی عادی ہوں۔ خواہ ایسی زندگی آپ کے خانہ بدوش قبیلے میں ہو یا لشکر میں، میری ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کبیں لشکر میں میرے قیام کو آپ اپنے اوپر بوجہ خیال نہ کریں۔ ایسی صورت میں، میں لشکر میں رہنا پسند نہیں کروں گی۔“

ہی اور انہیں اٹھا کر باہر رکھتی رہی۔ اس کے بعد جب گھڑی خالی ہو گئی تو اس میں چٹنی چھوٹی چڑے کی دو خربزیاں رہ گئی تھیں۔ اس پر لٹو بھر کے لئے طرغائی نے کچھ مٹا بھر دو خربزیاں میں سے ایک خربزیاں اس نے اٹھائی اور اس کا منہ کھولا۔ پھر اس زین کو اس نے اپنی گود میں الٹ دیا تھا۔ اس خربزیاں میں سے انتہائی قیمتی زیورات نکلتے تھے جو طرغائی کی گود میں بھر گئے تھے۔ طرغائی کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ان زیورات کو اس نے اپنی گود میں پڑا رہنے دیا پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟“

نفیل نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”کیا تم نے زندگی میں کبھی زیورات نہیں پہنے؟“

طرغائی مسکرائی اور کہنے لگی۔

”ضرور پہنے ہیں لیکن۔۔۔“

اس کی بات کا سنتے ہوئے نفیل فوراً بول اٹھا۔

”لیکن کے بعد تم یہ کہنا چاہو گی کہ زیورات کے لئے یہ موقع نکل درست نہیں ہے

اس لئے کہ تم اپنے قبیلے سے نکل کر ایک غیر قوم میں۔۔۔“

جس طرح نفیل نے طرغائی کی بات کا بھی اسی طرح طرغائی بھی اس کی بات

دہاتے ہوئے کہنے لگی۔

”نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ چونکہ میں نے اب یہیں رہنا ہے لہذا میں

اب غیرہ میں نہیں۔ میں اب یہی خیال کرتی ہوں کہ انہوں میں ہوں۔ میں تو صرف

یہ جانتا تھی کہ آپ کو میری ذات پر اس قدر خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں

زیورات کے بغیر بھی رہ سکتی تھی۔ اور پھر آپ نے جو میرے لئے اتنے دھرم سارے

مٹکوائے ہیں میں سمجھتی ہوں یہ بھی زیادہ ہیں۔“

”دیکھو طرغائی! اچھا لباس، اچھے زیورات پہننا ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے۔

یہ خیال میں تم میری اس بات سے اتفاق کرو گی۔ اب تم ایسا کرو اس موضوع پر

انتہائی غور کر کے۔ میں خیمے سے باہر جاتا ہوں۔ تم یہ لباس اتار دو۔ اگر تم غسل

میں نہ کرنا چاہو تو خیمے کے دائیں جانب کونے میں طہارت خانہ بنا جاوے، اور جلی چاؤ۔

اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تم میرے ساتھ میرے خیمے میں رہنا پسند نہ کرو۔ اگر ایسا ہے تو میں تمہارے لئے کہیں اور قیام کرنے کا اہتمام کرتا ہوں۔“

طرغائی مسکرائی اور کہنے لگی۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ مجھے اس خیمے میں رکھتے ہیں تو یہ میری عزت

افزائی، میری خوشی کا باعث ہو گا۔۔۔“

طرغائی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ پہلے کی نسبت زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے

نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو ہمارا معاملہ ہی ختم ہوا۔ فیہ تم دیکھ رہی ہو، کافی بڑا ہے۔ ایک

طرف میرا بسر لگا رہا ہے گا۔ دوسری طرف تمہارا بسر ہو گا۔ خیمے میں تم اطمینان کے ساتھ

رہ سکتی ہو۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہو گئی تھی، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس

نہو جریسہ نام کی وہ عورت خیمے میں داخل ہوئی۔ اس نے خاصی بڑی گھڑی اٹھا رکھی

تھی۔ اس کی آہ پر نفیل بن ساعدہ نے خوشی کا اظہار کیا اور اسے اپنے سامنے بیٹھنے

کے لئے کہا۔

جریسہ اس نشست پر بیٹھ گئی جس کی طرف نفیل بن ساعدہ نے اشارہ کیا تھا اور وہ

نشست طرغائی کے قریب ہی تھی اور ساتھ ہی جریسہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گھڑی

طرغائی کی گود میں رکھ دی اور بڑے ملازم اور نم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بچی! یہ تیرا سامان ہے۔۔۔ اب یہ سارا سامان دیکھ لے اور اسے منجبال لے۔“

اس کے ساتھ ہی جریسہ نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

”مجھے اب اجازت دیں۔۔۔ میں جاتی ہوں۔ کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔ مجھے

بادشاہ کے اہل خانہ کے پاس جانا ہو گا۔“

نفیل بن ساعدہ نے جواب میں جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب

جریسہ اپنی جگہ اٹھ کر خیمے سے نکل گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد کچھ دیر تک طرغائی گود میں بڑی ہوئی گھڑی کا جائزہ لیتی

رہی پھر اس نے گھڑی کو کھولا، اس کے اندر جو کچھ تھے ان کا جائزہ لیا۔ کپڑے

خاصے قیمتی تھے اور ایک نہیں، کئی لباس تھے۔ ایک ایک لباس کو نکال کر طرغائی دیکھتی

نہا کر لباس تبدیل کر لو۔ زیورات میں سے کچھ پہننا چاہو تو پہن لو۔ اس لئے کہ یہ زیورات اور سارے لباس اب تمہارے ہیں۔ تم ان کی مالک ہو۔ جیسے چاہو ان کو اپنے استعمال میں آؤ۔ ساتھ ہی میں تمہارے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں تمہیں بھوک لگی ہوئی ہے۔“

طرغائی اس بار بڑی اہمیت میں کہنے لگی۔

”کیا آپ کھانا کھا چکے ہیں؟“

”نہیں..... میں نے کچھ ابھی کھانا ہے۔ میرا کھانا بھی یہیں آ جائے گا۔ کھانا ہم میں کبہ کر آیا ہوں۔ تمہارا اور میرا کھانا یہیں آ جائے گا۔ میں فیصے سے باہر جاتا ہوں تاکہ تم لباس تبدیل کر لو۔“

اس پر طرغائی کہنے لگی۔

”آپ یہیں بیٹھے رہیں..... میں طہارت خانے میں جاتی ہوں، نہانے کے بعد لباس تبدیل کروں گی۔ پر یہ جو میری گود میں دوسری خرمین ہے اس میں کیا ہے؟“

اس کے ساتھ ہی طرغائی نے دوسری خرمین اٹھائی، اس کا منہ کھول کر دیکھا۔ اس میں کافی نقدی تھی۔ کچھ دیر اس نقدی کا جائزہ لیا پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھ دیکھے سے لہجے میں کہنے لگی۔

”یہ کیا ہے؟“

”یہ نقدی ہے جو میں نے جریدہ نام کی اس عورت کو دی تھی جو تمہارے لئے ساما لے کر آئی ہے۔ اس میں سے شاید یہ بچ بچی ہے اور وہ وہاں کر گئی ہے۔ اب یہ تم ام پاس رکھو۔ تمہارے کام آئے گی۔ کل لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ بابل میں قیام کرے گا۔ بابل میں اگر کوئی چیز خریدنا چاہو تو تمہارے پاس نقدی تو ہونی چاہئے۔“

جواب میں طرغائی نے بڑی منونیت اور شکرگزاری کے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر گود میں رکھے ہوئے زیورات اس نے خرمین میں ڈالے۔ دوسری خرمینیں اپنی نشست کے دائیں جانب رکھ دیں۔ جو لباس اس نے نکالے تھے ان سے ایک لباس اس نے اٹھایا پھر وہ چپ چاپ اٹھ کر طہارت خانے کی طرف چلی گئی۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک لشکری کھانے کا ایک طشت لے کر آیا تھا جو

باریک سبید کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ کھانے کا طشت نفیل بن ساعدہ کے پاس موجود چلا گیا تھا۔ نفیل بن ساعدہ پہلے کی طرح وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نہانے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد طرغائی باہر نکلی۔ نفیل بن ساعدہ نے دیکھا کہ وہ پہلے کی نسبت زیادہ خوبصورت، پُرکشش اور چاق نظر دکھائی دے رہی تھی۔ نفیل بن ساعدہ کے اس طرح دیکھنے پر طرغائی شرمائی، پھر کہنے لگی۔

”آپ اب یقیناً یہ کہیں گے کہ نہانے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد میں پہلے کی بہت زیادہ خوبصورت دکھائی دینے لگی ہوں۔“

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

”نہیں..... میں ایسا نہیں کہوں گا۔ تم بے فکر رہو۔ میرے خیال میں اسیر بننے کے بعد تم نے پہلی بار غسل کیا ہے۔ اس طرح تمہاری تھکاوٹ بھی جاتی رہے گی۔ آؤ، پہلے لہا کر کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد کسی موضوع پر گفتگو کریں گے۔“

طرغائی نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر دونوں چپ چاپ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔

گلے روز بابل کے بادشاہ بنو پلو اسر نے نینوا شہر پر اپنا حاکم مقرر کیا پھر وہ اپنے لشکر ساتھ نینوا سے بابل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

میں ان نیت سے قبیل میں واپس لایا جائے۔ وہ یہ بھی تقاضا کر رہے ہیں کہ نفیل بن سعد کے علاوہ کسی اور کو اپنا سالار مانتا نہیں گئے۔ نفیل بن سعد کے بعد قبیل کے بزرگوں نے حرقوس بن شجرہ کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا ہے۔ اس کا کہا مانتے ہیں۔ حرقوس بن شجرہ بڑی تہمت کے ساتھ یہ تقاضا کر رہا ہے کہ ہر صورت میں نفیل بن سعد کو واپس لایا جائے۔ انہوں نے آج یہ جھگڑا بھی دے دی ہے کہ اگر نفیل بن سعد کو واپس نہ لایا گیا تو قبیل کے اندر تقسیم اور نا اتفاقی کا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا اور اسے مسلح جوان اپنے اپنے اہل خانہ کو لے کر الگ ہو کر خیمہ زن ہو جائیں گے۔ اس بات سے بچنے پریشان کر دیا ہے۔ دیکھو اب شام ہونے والی ہے۔ صبح کے وقت میں اپنے قبیل کے ایک آدمی کو باہل کی طرف بھجوا دیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ نفیل بن سعد سے مل کر کہے کہ آئے۔ اگر وہ باہل آچکا ہے تو اسے بلا کر میرے پاس لائے اس۔ اب نفیل بن سعد ہی قبیل کے اندر آج بھی اس بھارت کو خنڈا کر سکتا ہے۔ اس نے قبیل کے جوان اس کے علاوہ کسی کو قبیل کا سالار تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں زبیر بن سلمیٰ سے نہ ہی تفصیل کے ساتھ بات ہو چکی ہے۔ زبیر بن سلمیٰ نے بھی حالات کو دیکھتے ہوئے مجھے یہی مشورہ دیا ہے کہ اس کے بیٹے کو بن زبیر کو سالار نہ بنایا جائے۔ ورنہ قبیل کے اندر نفرت کی دیواریں کھڑی ہو جائیں گی۔ زبیر بن سلمیٰ کے اس فیصلے کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے سنان بن زبیر کو سالار سے معزل کر دیا ہے اور سنان بن زبیر نے اس کو محسوس بھی نہیں کیا۔ وہ خود کہتا ہے کہ وہ اس منصب کے قابل نہیں ہے لیکن اب لوگ تقاضا کر رہے ہیں کہ نفیل بن سعد کو واپس لایا جائے۔ وہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسے سالاری کے منصب سے کس نے ملکہ دیا؟ اور اگر ایسا کیا گیا تو ان سے کیوں مشورہ نہ کیا گیا تھا؟ ان سے پوچھا گیا۔ میں نے لوگوں کو برا بھلا بھیجا ہے کہ نفیل بن سعد کو میں نے باہل نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے منصب کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اب وہ باہل کے لئے واپس آئے لشکر میں شامل ہو چکا ہے اور اس نے اسے ایک سالار کی حیثیت سے لشکر میں شامل کر رکھا ہے۔ نفیل بن سعد نے اگر اس کے لشکر میں رہتے۔ لیکن کارگزاری کا مظاہرہ کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ پورا سر اسے اپنے لشکر سے الگ کر کے لے جائے۔ ایسی صورت میں میں اپنے قبیل کے جوانوں کو کیسے مطمئن کر

عشرہ، اس کی ماں ازلام، بھائی اشج بن فردس تینوں اپنے خیمے میں بیٹھے مایوس و غمگین تھے کہ ہر فردس گردن جھکائے افسردہ افسردہ جھٹکا جھٹکا ساغ میں داخل ہوا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے تینوں فکر مندی کے انداز میں الجھتا ہوا اٹھ کھڑے ہوئے۔ فردس آگے بڑھ کر جب ایک نشست پر بیٹھ گیا تب اس یوی ازلام سے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیا بات ہے..... آپ کی حالت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ کیا کسی سے کوئی جھگڑا گیا ہے یا کسی نے آپ کا کہا مانتے سے انکار کر دیا ہے یا قبیل میں کوئی بری خبر آ رہی ہے؟“

ازلام نے ان سارے سوالوں کے جواب میں فردس نے لمحہ بھر کے لئے اٹھ کر بڑی توجہ دلائی۔ لمبا سانس لیا پھر دیکھ کر ہرے انداز میں کہنے لگا۔

”قبیل میں کچھ بھارت اور سرکشی کے آثار نمودار ہونے لگے ہیں۔ لوگوں کے نا اتفاقی اور نفرت کی ہوا میں چلنے لگی ہیں۔“

فردس کے ان الفاظ پر ازلام عشرہ اور اشج بن سلمیٰ کے سر پریشان ہو گئے۔ یہاں تک کہ ازلام نے پھر پوچھ لیا۔

”ہوا کیا..... پہلے ہمیں تفصیل تو بتائیں۔“

فردس نے کچھ سوچا پھر بکھری بکھری سی آواز میں کہنے لگا۔

”قبیل کے کئی محافظ سنان بن زبیر کو اپنا سالار مانتے سے انکار کرتے ہیں۔ بن زبیر نے کئی مواقع پر کچھ لوگوں کو کام کرنے کے لئے کہا لیکن اس کے کہنے نے کوئی عمل نہیں کیا۔ قبیل کے سارے محافظ تقاضا کر رہے ہیں کہ نفیل بن سلمیٰ

”تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں سمجھا نہیں، تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟“

جواب میں آنے والے جوان نے بنو پلو اسر کے متعین پر حملہ آور ہونے، طرغائی بھائی کو قتل کر دے کر دونوں کی گرفتاری، پھر نینوا شہر کو فتح کرنے اور متعین کے سران برشام کی بیٹی طرغائی کو قتل بن ساعدہ کے حوالے کرنے کی پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل جان کر جہاں عشیہ کا رنگ پیلا اور ہلدی ہو گیا تھا وہاں ازام بھی نگر مند مائی دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ فردوس نے پوچھ لیا۔

”اس لڑکی نے جس کا نام تم نے طرغائی بتایا ہے اور جسے بنو پلو اسر نے ایک لوبڈی کی حیثیت سے قتل بن ساعدہ کے حوالے کیا تھا اس نے کہاں قیام کر رکھا ہے؟“

آنے والے اس جوان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

”سرور! جس وقت باہل کے بادشاہ بنو پلو اسر نے طرغائی کو قتل بن ساعدہ کے حوالے کیا تو وہ لڑکی قتل کے ساتھ اس کے خیمے میں گئی۔ وہاں قتل نے اسے آزاد کر دیا اور اسے اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے اس کے اس رہنے سے وہ

اپنی بے حد خوش ہوئی۔ چونکہ اس کا باپ، ماں، بھائی سب مارے جا چکے ہیں اور یہ پھر متعین سرداروں سے خطرہ ہے جو اس کے باپ سے اس کا رشتہ طلب کرتے

ہے۔ تھے اور اس کا باپ انکار کرتا رہا تھا۔ اس لڑکی کو خطرہ ہے کہ ان میں سے جو سردار اسے اپنے جین دے اور اسے زبردستی بنو پلو اسر کے ہاں سے اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ اسی

بابت وہ اپنے آپ کو قتل بن ساعدہ کی پناہ میں دیتے ہوئے محفوظ خیال کرتی ہے اور یہی غرض اس لڑکی نے قتل بن ساعدہ ہی کے خیمے میں قیام کر رکھا ہے۔ میں خود بھی

قل بن ساعدہ سے مل کر آیا ہوں۔ اس لڑکی کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ وہ لڑکی انتہائی دوسوت ہے۔ اس کی آنکھوں سے زیادہ دیر تک آنکھیں نہیں ملائی جا سکتیں۔ اس کی

آنکھیں جہاں بڑی بڑی ہیں وہاں وہ بڑی گہری اور ایسی نیلی ہیں کہ دیکھنے والا اس سے ایک نگاہ ملانے کے بعد اپنی نگاہیں ہجکا نے میں ہی اپنی عافیت خیال کرتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نو جوان، دوبارہ فردوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

”آپ نے جو اس کے نام مجھے پیغام دیا تھا وہ میں نے اسے پہنچا دیا ہے۔ وہ ان

مکوں کا؟“

یہاں تک کہنے کے بعد فردوس رکا۔ سرسری سی ایک نگاہ اپنے سامنے بیٹھی اپنی بیٹی عشیہ پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

”مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی۔ اس کے دادا غنم بن عبید اللہ نے جب اس کے لئے عشیہ کا رشتہ مانگا تھا تو مجھے انکار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ماں کہہ دیتا تو قبیلے میں یہ طوفان کھڑا ہی نہ ہوتا۔ لیکن میں نے لڑکی کو میری بیٹی قبیلے کے عام آدمی کی بجائے

قبیلے کے نائب سردار کے بیٹے کی بیوی بننے سے میرے اس اوج اور اوجھ نے حالات کو اتار اور خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ کون سا قدم اٹھاؤں۔ قتل بن ساعدہ سے کیسے سامنا کروں؟ کیسے غنم بن عبید اللہ سے اپنے انکار پر معذرت کروں؟

اس لئے کہ۔“

یہاں تک کہنے کہتے کہتے فردوس خاموش ہو گیا۔ خیمے سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ خیمے کے دروازے پر ایک ٹھوس سار آکر رکھا تھا۔ فردوس بڑی بے چینی سے اس کی طرف دیکھنے

لگا۔ گھوڑ سوار جب دروازے پر آیا تو فردوس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اندر آنے کے لئے کہا۔ وہ جوان اندر گیا۔ فردوس نے اسے اپنے پیلو میں بیٹھنے کے لئے کہا۔

جب وہ بیٹھ گیا تب فردوس نے پوچھا۔

”تو باہل گیا تھا۔ بتا وہاں کے کیا حالات ہیں؟ قتل بن ساعدہ لوٹ چکا ہے؟

انکروٹ چکا ہے تو کہاں قیام کر رکھا ہے؟“

اس پر وہ آنے والا نو جوان کہنے لگا۔

”سرور! قتل بن ساعدہ اس وقت باہل میں قیام کئے ہوئے ہے۔ باہل کے بادشاہ بنو پلو اسر نے اسے مستقل طور پر اپنے لشکر کے بڑے سرداروں میں شامل کر لیا

ہے اور اب بنو پلو اسر اور اس کا بیٹا بہت نصرت دونوں آنکھیں بند کر کے اس پر افتاد اور بھروسہ کرتے ہیں لہذا اس منصب کو چھوڑ کر واپس قبیلے کے منصب پر آنا اس کے لئے

ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس کے علاوہ اب وہاں اس کے لئے ایک کشش اور جذبہ کا بھی معاملہ ہے۔“

اس کے ان الفاظ پر عشیہ اور اس کی ماں ازام دونوں چہرے کی تھیں۔ یہاں تک کہ

ہمت نہ اٹھ کر جب خیمے کے اس کو نے کی طرف جانے لگا تب خیمے کے دروازے سے ایک خوش کن آواز اسے سنائی دی۔

”داؤا۔۔۔“

غٹم بن عبید اللہ نے جب مڑ کر دیکھا تو خیمے کے دروازے پر اس کا پوتا نفیل بن سعدہ کھڑا تھا اور اس کے ساتھ حسین اور خوبصورت طرغائی بھی تھی۔ خیمے کے اندر چلتی ہوئی محمد مشعل کی روشنی میں کچھ دیر تک بوڑھا غٹم بن عبید اللہ مسکراتے ہوئے نفیل بن سعدہ کی طرف دیکھتا رہا پھر خیمے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے اپنے دونوں بازو بچھیا دیئے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے نفیل بن سعدہ بھاگا اور غٹم بن عبید اللہ سے بغل گیری ہو گیا تھا۔ نفیل کے پیچھے پیچھے طرغائی بھی اندر داخل ہو چکی تھی۔

نفیل سے ملنے کے بعد غٹم مسکراتے ہوئے طرغائی کے پاس آیا، شفقت آمیز انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا۔

”طرغائی میری بیٹی! اٹھ کھینے ہے؟“

غٹم بن عبید اللہ کے منہ سے اپنا نام سن کر جہاں طرغائی بھاگا رہی تھی، وہاں نفیل بن سعدہ بھی دنگ اور حیران تھا کہ غٹم بن عبید اللہ کو کیسے خبر ہو گئی کہ اس کے ساتھ جو آدمی ہے وہ طرغائی ہے۔

نفیل اس موقع پر اپنے دادا کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ بہت کر کے طرغائی بول ابھی۔

”دادا! آپ نے کیسے جان لیا کہ میں طرغائی ہوں؟“

جواب میں غٹم نے ایک ہلکا سا تہقیر لگایا، پھر کہنے لگا۔

”بیٹی! ہمارے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردوس نے اپنا ایک آدمی نفیل سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے باہل کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہی باہل میں میرے

ہاں میں تم دونوں سے مل کر آیا۔ پہلے وہ فردوس کے پاس گیا، تمہارے اور نفیل سے گفتگو اس نے تفصیل بتائی بعد میں اس نے وہ ساری تفصیل مجھے بھی آ کر کہہ دی تھی۔

میں نے جب تمہیں اپنے پوتے نفیل بن سعدہ کے ساتھ دیکھا تو میرے دل نے امداد کی جولو کی میرے پوتے کے ساتھ آئی ہے وہ طرغائی کے علاوہ کوئی اور ہو ہی

دونوں بڑا مصروف ہے۔ اس لئے کہ مصر کا فروغ ایک بہت بڑا لشکر لے کر شال کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ نو پو اسرا اس کی راہ روکنے کے لئے اپنی جنگی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا ہے۔ میرے خیال میں نو پو اسرا بہت جلد اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کا رخ کرے گا اور مصر کے فروغ نفاذ کی پیش قدمی کو روکنے کی کوشش کرے گا۔ نفیل بن سعدہ اسے لشکر میں ایک بڑے سالار کی حیثیت سے شامل ہو گا۔“

”کیا وہ اپنے قبیلے میں نہیں آئے گا؟“ فردوس نے کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

آئے والا نو جوان پھر بول اٹھا۔

”ضرور آئے گا۔۔۔ لیکن آپ کے کہنے کے مطابق نہیں۔ میں نے اس کے ساتھ بات کی۔ وہ اب قبیلے کے مسخ جو انوں کی سالاری قبول نہیں کرے گا۔ وہ دران انگشکوں میں نے بھی کہہ دیا تھا کہ چونکہ قبیلے کے سردار نے عشیرہ کا رشتہ مجھے دینے سے انکار کر کے ایک طرح سے مجھے قبیلے کا کم تر اور ناقابل اعتبار شخص قرار دے دیا ہے لہذا ایسا شخص قبیلے کے جنگجوؤں کا سالار نہیں ہو سکتا۔“

فردوس فکر مند اور پریشان ہو گیا تھا۔ دھیمے سے لہجے میں اس جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم جا کر آرام کرو۔ میں اب دیکھتا ہوں کہ مجھے حالات کو کس رخ پر لے جانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ جوان فردوس کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

✱

اس روز جب سورج غروب ہو گیا تو بوڑھا غٹم بن عبید اللہ اپنے خیمے میں آیا۔ اس لئے کہ اپنے خیمے سے نکل کر اس نے نفیل بن سعدہ کے ماموں کے پاس قیام کر لیا تھا۔ تاہم دن بھر وہ نفیل کے ماموں کے ہاں رہتا، رات بسر کرنے کے لئے اپنے خیمے میں آ جاتا تھا۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد غٹم بن عبید اللہ ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ خیمے کے اندر پھوٹی سی ایک مشعل جل رہی تھی جس نے خیمے کی ہر چیز کو مدھم روشنی میں کافی حد تک عیاں کر رکھا تھا۔

غٹم بن عبید اللہ کچھ دیر تک خیمے کا جائزہ لیتا رہا۔ خیمے کے ایک طرف کچلے ہوئے تھے۔ کچھ دیر تک غور سے اس کو دیکھتا رہا، پھر ان کچروں کو کھینٹنے کے لئے وہ اپنی

میں روکتا اور اگر تم نہ رکستے اور جانے پر بعد رہتے تو جہیں الوداع کہتے ہوئے یہ ہوتا کہ تم باہل کے بادشاہ بنو پو اسر کے لشکر میں سالار کی حیثیت سے شامل بھی ہو سکتے ہو لیکن اپنے قبیلے میں سالار کا عہدہ صرف تمہارے لئے ہوگا۔ یہ دونوں میری بہت بڑی غلطیاں ہیں، ان کے لئے میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔“

فردوس کی اس ساری گفتگو کے جواب میں نفیل بن ساعدہ کچھ دیر خاموش رہ کر چٹا، ہا پھر کہنے لگا۔

”مجھے آپ سے کوئی گلہ، کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں اب اپنے قبیلے کے جوانوں کے ادار کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتا۔ باہل کے بادشاہ بنو پو اسر نے یوں جانیں مستقل طور پر مجھے اپنے لشکر کا سالار مقرر کر دیا ہے۔ میں آج صرف ہٹنے کے لئے آیا ہوں اس لئے کہ کل بنو پو اسر اپنے لشکر کو لے کر جنوب کا رخ کرے گا۔ کیونکہ مصر کا بادشاہ فاد ایک بہت بڑا لشکر لے کر شمال کا رخ کر رہا ہے۔ اس کے ارادے ہیں کہ فلسطین پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرے۔ اس کے بعد شمال کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہم، یمن کے علاوہ آرامیوں کے شہر دمشق کو بھی اپنی گرفت میں کر لے۔ جبکہ باہل کا بادشاہ بنو پو اسر اسے ایسا نہیں کرنے دیتا چاہتا۔ اسی بناء پر اگر آپ اپنے روئے پر معذرت بھی کر کے فرعون نفاذ کی راہ روکے گا۔ اس بناء پر اگر آپ اپنے روئے پر معذرت بھی کر میں تو میں نہ قبیلے میں رک سکتا ہوں نہ ہی سالار کی حیثیت سے فرائض انجام دے سکتا ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ کے الفاظ پر فردوس کچھ دیر تک عجیب سی بے بسی میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! تمہاری غیر موجودگی میں، میں نے سنان بن زہیر کو سالار بنایا تھا میں قبیلے کے نوجوانوں نے اسے سالار ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ چند دن ہی رہا۔ اب ان چند دنوں کے دوران اس کا کوئی کہا نہ مانا گیا۔ اس بناء پر اسے سبکو دینا پڑا۔ اب اگر تم باہل کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو کر مصر کے فرعون کا مقابلہ کرنے کے لئے جا رہے ہو تو اپنے قبیلے کے سالار کے متعلق فیصلہ کرنا بھی تمہارا ہی کام ہے۔ اس لئے کہ قبیلے کے سالار جو ان یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ تم قبیلے میں رہو یا

نفیل بن ساعدہ سے ہٹنے کے بعد فردوس کچھ دیر تک بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”یہ جولو کی تمہارے ساتھ ہے اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ ستمیں قبیلے کے سردار برشا کی جینی طرغانی ہے۔ اس سے متعلق میرا ایک آدمی تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہے۔ اسے بھی ہم اپنے قبیلے میں خوش آمدید کہتے ہیں۔“

اس موقع پر عشرہ برکت میں آئی، آگے بڑھی، طرغانی کے پہلو میں گئی، طرغانی! بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جا کر کہنے لگی۔

”میں خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردوس کی جینی عشرہ ہوں۔ تمہیں اپنے قبیلے میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ تمہاری خوبصورتی، تمہارے حسن، تمہاری آنکھوں کے جیدہ حاس سے متعلق جس قدر سنا تھا تم اس سے کہیں زیادہ ہو۔“

عشرہ کے اس طرح تعریف کرنے پر طرغانی شرماسی مٹی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ان دنوں فردوس نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”اے ساعدہ! تمہارے جانے کے بعد قبیلے کا نظام کچھ درہم برہم ہو گیا ہے۔ لہذا میں تم سے کہتا ہوں کہ واپس قبیلے میں آ جاؤ اور پہلے کی طرح قبیلے کے مسلح جنگجوؤں کے سالار کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دو۔ دیکھو تمہارے جانے کے بعد وہ جوان جو تمہارے تخت کام کرتے رہے ہیں، سرش پر اتر آئے ہیں۔ تمہارے علاوہ کسی اور سالار ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تمہارے جانے کے بعد میں نے سنان بن زہیر کو سالار بنایا لیکن کبھی بھی جوان نے اس سے تعاون نہیں کیا۔ لہذا اسے میں معزول کر چکا ہوں۔ اب ساعدہ! تمہارے حق میں مجھ سے دو غلطیاں ہوئیں اور دونوں غلطیوں کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ پہلی غلطی مجھ سے اس وقت ہوئی جب تمہارے دادا نے تمہارے لئے میری جینی عشرہ کا رشتہ مانگا اور میں نے انکار کر دیا تھا میں عشرہ کا رشتہ سنان بن زہیر سے جوڑنا چاہتا تھا لیکن عشرہ نے صل کر اس رشتے سے انکار کر دیا۔“

دوسری غلطی مجھ سے اس وقت ہوئی جب تم نے سپہ سالاری کے عہدے سے سبکو دینا کہ انہار کر دیا تو میں نے تمہیں روک نہیں۔ اس وقت مجھے چاہئے تھا کہ میں

سے بزرگ اور بوڑھے آگے آکر بیٹھ گئے تھے اور ان کے پیچھے قبیلے کے سارے
 لوگ آئے ہوئے تھے۔ قبیلے کی عورتیں دائیں بائیں آکر جمع ہو گئی تھیں تاکہ دیکھیں
 اور مقرر کیا جاتا ہے۔

اس موقع پر قبیلہ کا نائب سردار زبیر بن سلمیٰ اور اس کے دونوں بیٹے بھی فردوس کے
 نائب آن کھڑے ہوئے تھے جبکہ زبیر بن سلمیٰ کی بیوی اعطاء اور اس کی بیٹی اتاشید
 وہاں اس جگہ کا کھڑی ہوئیں جہاں مشیرہ اور اس کی ماں ازلام دونوں طرفائی کے
 بائیں بائیں کھڑی ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

قبیلے کے جب سب لوگ جمع ہو گئے تب فردوس نے قبیلے کے معزز اور بوڑھے
 لوگوں سے پہلے مشورہ کیا کہ نفیل بن ساعدہ کی جس کو قبیلے کا سردار بنایا جائے۔ اس
 نام سب لوگوں نے باہم مشورہ کرنے کے بعد یہ رائے دی کہ قبیلے کے مسخ جوان
 نام لیں اور اتفاق رائے سے جس کے تحت کام کرنا چاہیں اسے خانہ بدوش قبیلے
 کا سردار بنادیا جائے۔

فردوس اور زبیر بن سلمیٰ دونوں نے اس رائے کو پسند کیا تھا۔ لہذا قبیلے کے ان
 لوگوں سے رابطہ قائم کیا گیا جو جنگجو خیال کئے جاتے تھے۔ فردوس نے انہیں بلند آواز
 میں طلب کر کے کہا کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے اس نوجوان کا نام لیں جسے وہ نفیل
 ساعدہ کی جگہ سالار بنانا چاہتے ہیں۔

یہ کرنے کے بعد کچھ دیر تک فردوس انتظار کرتا رہا۔ جب قبیلے کے جنگجوؤں کی
 آمد سے کوئی جواب نہ ملتا تب دوسری بار انہیں پکار کر اس نے سالار کا نام بتانے کے
 لئے کہا۔ پھر خاموشی ہوئی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ اس طرح تیسری بار اس نے اپنے
 لئے نوجوانوں کو پکارا لیکن کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی جب ان کی طرف سے
 کوئی جواب نہ آیا تب حقوق بن شجرہ جو اس سے پہلے نفیل بن ساعدہ کے ساتھ اس
 سالار کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا، ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور چچی تلی چال کے ساتھ
 نہ آیا جہاں فردوس اور زبیر بن سلمیٰ کھڑے تھے، پھر فردوس کی طرف دیکھتے
 دیکھتے لپٹے لپٹے لگا۔

”تم فردوس! ہمارے قبیلے کا کوئی بھی جنگجو جوان نفیل بن ساعدہ کے علاوہ کسی اور
 نام مقرر کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔ قبیلے کے مسخ جوانوں کا سالار اعلیٰ نفیل

بائل کے بادشاہ کے ساتھ، اپنے فرائض انجام دیتے رہو۔ قبیلے کے جوانوں کے سالار
 تم ہی رہو گے۔ ہاں تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے کہنے پر کوئی اور یہ فرائض انجام
 دے سکتا ہے اور وہ بھی تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کر سکتا ہے۔ یہ میرا نہیں بلکہ
 قبیلے کے سارے مسخ جوانوں کا منتفع فیصلہ ہے اب بولو تم کیا کہتے ہو؟“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے منہ بھر کے لئے اپنے ساتھ نائب کی حیثیت سے
 کام کرنے والے فروغ بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ نفیل بن ساعدہ کے اس طرح دیکھنے
 سے ان شجرہ کی گردن جھک گئی تھی۔ جواب میں نفیل بن ساعدہ مزید کچھ سوچتا رہا پھر
 فردوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سردار! سالاری کا منصب مستقل طور پر میرے نام پر نہیں لکھا۔ نہ ہی میں نے
 اپنے قبیلے کے لئے کوئی اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جس کے صلے میں مجھے عمر بھر کے
 لئے اپنے خانہ بدوش قبیلے کے مسخ جوانوں کا سالار مقرر کر دیا جائے نہ ہی میری پیشانی
 پر یہ تحریر رقم ہے کہ میں اپنے خانہ بدوش قبیلے کی سالاری کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔
 ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میری آپ سب لوگوں سے گزارش ہے کہ قبیلے کے
 سارے زبڑوں اور جوانوں کو ایک جگہ جمع کریں، ان سے مشورہ کریں۔ اتفاق رائے
 سے جسے بھی وہ سالار بنانا چاہیں بنائیں اور وہی سالار کی حیثیت سے کام کرتا رہے گا۔
 میرے جاننے کے بعد آپ نے یہ کام نہیں کیا بلکہ اپنے طور سے سنان بن زبیر کو لوگوں
 پر مسلط کر دیا جس کی بناء پر لوگوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں رات
 یہاں رہوں گا۔ تھوڑی دیر مزید یہاں قیام کروں گا۔ میں چاہتا ہوں میری موجودگی
 میں سب لوگوں کو جمع کر کے یہ فیصلہ کر لیں کہ سالار کی حیثیت سے اب کس کو مقرر کیا
 جانا چاہئے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی فردوس نے حکم دیا کہ عورتیں ایک
 طرف ہٹ کر کھڑی ہو جائیں جبکہ قبیلے کے سارے بزرگ اور بوڑھے آگے آجائیں
 اور باقی سارے جوان ان کے پیچھے کھڑے ہو جائیں تاکہ نئے سالار کے تقرر کا فیصلہ
 کیا جاسکے۔

فردوس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی عورتیں ایک طرف ہٹ گئی تھیں۔ اس موقع پر
 مشیرہ طرفائی کو بھی پکار کر ایک طرف لے گئی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے قبیلے کے

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر فردوس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔
 بنے لگا۔

”ابن ساعدہ! اگر تم ایسا کرو تو میں تمہیں گایہ قبیلے پر تمہارا بہت بڑا احسان ہوگا۔“
 جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا، حرقوص کی طرف چند لمبے غور سے دیکھتا رہا پھر
 بنے لگا۔

”ابن شجرہ! میں اپنی طرف سے تمہیں قبیلے کے جوانوں کا سالار مقرر کرتا ہوں۔
 انکارت کرتا۔“

ان الفاظ پر ابن شجرہ چونکا، نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا کچھ کہنے لگا۔
 ”ابن ساعدہ! میں آپ کا کہا ناں نہیں سکتا۔ آپ مجھے موت کے منہ میں پھلانگ
 لگانے کے لئے کہیں تو میں چھلاگ لگا سکتا ہوں لیکن اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔
 اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میری جگہ کسی اور کو
 سالار بنا دیا جائے۔ ابن ساعدہ! بڑے یہ ہے کہ ہمارے قبیلے کے جنگجوؤں کے سالار
 آپ ہی رہیں گے، تاہم جب تک آپ باہل کے بادشاہ بنو پولاس کے لشکر میں کام
 کرتے ہیں، اپنے قبیلے سے باہر رہتے ہیں اس وقت تک میں آپ کے نائب کی
 حیثیت سے کام کر سکتا ہوں۔ اور مجھے قبیلے کے اندر سالار نہیں بلکہ نائب سالار کی
 حیثیت سے کام کرنا منظور ہے۔ اگر آپ میری اس شرط کو قبول کرتے ہیں تو پھر میں
 تیار ہوں ورنہ۔۔۔۔۔“

حرقوص مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فردوس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔
 ”ابن شجرہ! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ آخری ہے۔ نفیل بن ساعدہ مستقل طور پر قبیلے کا
 سالار رہے گا۔ جب تک یہ قبیلے میں واپس نہیں آتا اس وقت تک تم اس کی نایب نہ
 ہو۔ اور قبیلے کے نائب سالار کہاؤ گے۔“

قبیلے کے سارے بوڑھوں اور جوانوں نے اس فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد
 نفیل بن ساعدہ، حرقوص کو گلے لگا کر کہنے لگا۔

”ابن شجرہ! تم نے میری بات مان لی، تمہارا شکر گزار ہوں۔ اب میں رخصت ہوں
 گا۔ اس لئے کل بنو پولاس اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف پیش قدمی کرے گا اور
 میں نے اس کے ساتھ جانا ہے۔“

بن ساعدہ ہی رہے گا۔ اس میں اگر کسی نے تبدیلی کرنے کی کوشش کی تو قبیلے کے مفاد کو
 یقیناً نقصان ہوگا۔ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے قبیلہ دو گروہوں میں بٹ کر کمزور اور
 بے بس ہو کر رہ جائے۔“

حرقوص بن شجرہ کی یہ بات نفیل بن ساعدہ نے بھی سن لی تھی، آہستہ آہستہ چلا ہوا
 وہ حرقوص کے پاس آیا، اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اس کا شانہ چھتھاتے ہوئے کہنے
 لگا۔

”حرقوص! یہ تم کسی قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ کل کو میں کسی جنگ میں کام آ گیا تب
 بھی تم لوگ مجھے ہی اپنے قبیلے کا سالار رہتے دو گے؟“

اس موقع پر حرقوص بن شجرہ نے عجیب سے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا
 پھر کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! موت سب کو آتی ہے۔ وہ ایک دوسرا معاملہ ہے۔ لیکن جب تک
 آپ زندہ ہیں اس وقت تک اس قبیلے کا کوئی اور سالار سوائے آپ کے نہ ہوگا نہ ہو سکتا
 ہے نہ ہی ہمارے جوان اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔“

اس موقع پر زبیر بن سلمیٰ نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! تم باہل کے بادشاہ بنو پولاس سے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ تم اس
 کے لشکر میں رہ کر کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ قبیلے میں تمہاری ضرورت
 زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔“

نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”ابن سلمیٰ! تمہارا کہنا بھی اپنی جگہ درست ہے لیکن میں بنو پولاس کے ساتھ وعدہ کر
 چکا ہوں۔ لہذا میں ابھی تھوڑی دیر تک اس کے لشکر میں واپس چلا جاؤں گا۔ میں چاہتا
 ہوں میرے ہوتے ہوئے لشکر کی سالاری کا فیصلہ ہو جائے تاکہ قبیلے میں اختلاف پیدا نہ
 ہو۔“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے کچھ سوچا پھر فردوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کروں اور میرا وہ فیصلہ حرقوص بن شجرہ کے علاوہ
 قبیلے کے دوسرے جوانوں کو بھی منظور ہو تو کیا آپ دونوں سردار اسے قبول کر لیں
 گے؟“

قرص کے بعد نفیل بن ساعدہ فردس، زبیر بن سلمیٰ، اپنے ماموں، دوسرے قرصی رشتہ داروں اور دادا سے ملا۔ اس موقع پر دور کھڑی عشرہ بڑے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں ایک تجسس، ایک انتظار، امید کی کرن تھی۔ جس وقت نفیل بن ساعدہ لوگوں سے مل رہا تھا، طرغائی کی نگاہیں بھی اس پر جم گئی تھیں۔ ابتداً عشرہ اور اس کی ماں ازلام، اتاشید، احاطہ سے ملنے کے بعد وہ بھی اس کی طرف ہوئی تھی۔ پھر دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور دیانے و جلہ کے کنارے کنارے اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے باطل کا رخ کر رہے تھے۔

* *

ستیمین قبیلہ کے سردار کے علاوہ بڑے بڑے سالار اور ان گنت لشکری قوم ماد کے شاہ کیا کسارا کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ان میں سے صرف ایک سالار تو تک بچا تھا۔ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شمال کی طرف جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ستیمین کے دوسرے گروہ جو طرغائی اور اس کے بھائی کشلوک کی کمانداری میں تھے، ان کا قتل عام باطل کے بادشاہ بنو پولاسر نے کیا تھا جس میں طرغائی، معانی بھی کام آ گیا تھا۔ لشکر کے اس حصے سے ستیمین کا ایک سالار جانتو اپنے مٹی بھر مٹیوں کے ساتھ بچا تھا۔ اب یہ تو تک اور جانتو دونوں سالار ایک جگہ جمع ہوئے۔ مہر دن تک وہ یونہی ادھر ادھر آوارہ گردی کرتے رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب اپنے لئے وہ کہیں مستقل ٹھکانہ نہیں بنا سکتے تب ایک روز جانتو اور تو تک اپنے مٹیوں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ کشلوک کا آغاز تو تک نے کیا اور جانتو کو قتل کر کے وہ کہنے لگا۔

”عالات ہم ستیمین کے تحت خلاف ہو چکے ہیں۔ ہمارا اتنا بڑا لشکر تھا جو سردار مہر کی کمانداری میں شمال کے کوہستانوں سے اگل کر جنوب کی طرف بڑھا تھا۔ پر برا تو ماد کے بادشاہ کیا کسارا کا کہ اس نے ہمارے سردار کے علاوہ دوسرے بڑے سالاروں کو دھوکے پر بلا کر بے ہوش کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر ہمارے علم پر حملہ آور ہوا اور ہمارے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسرا حادثہ یہ کہ بنو پولاسر نے کھڑا کیا۔ برشام کے بیٹے کشلوک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب کی جینی طرغائی کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب جو خبریں ہم تک آئی ہیں وہ یہ کہ بنو

یو اصرے نے طرغائی کو اپنے ایک سالار رفعل بن ساعدہ کے حوالے ایک لوٹری کی حیثیت سے کیا تھا۔ اس نے طرغائی پر مہربانی کی، اسے لوٹری کی حیثیت سے اپنے پاس نہیں رکھا، آزاد کر دیا ہے اور اس وقت طرغائی اسی کے پاس اپنی حفاظت کے لئے ٹھہری ہوئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد تو ملک رکا، کچھ سوچا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اس میں شک نہیں کہ میں طرغائی کو پسند کرتا رہا ہوں اور برشام سے میں نے اس کا ہاتھ بھی مانگا تھا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تم بھی طرغائی پر مرتے رہے ہو۔ میری طرح تم نے بھی برشام سے طرغائی کا رشتہ مانگا تھا۔ لیکن برشام اور طرغائی دونوں نے ہی ہماری پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ دونوں اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ مل کر کسی نہ کسی طرح طرغائی کو بنو پلاس کے لشکر سے حاصل کر کے شمال کے ان علاقوں کی طرف لائیں۔ یہاں لا کر میرے اور تمہارے درمیان قرعہ اندازی کی جائے۔ جس کے نام قرعہ ٹکے وہی طرغائی کو اپنی بیوی بنا کر اپنے ساتھ رکھے۔ بولو، تم کیا کہتے ہو؟“

تو ملک جب خاموش ہوا تب جانچو جانچو دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔
”تو ملک! جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے آدھے حصے سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ آدھے حصے کو رد کرتا ہوں۔ تم تمہاری اس پیشکش کو تو قبول کرتا ہو، اگر طرغائی کے مسلح میں میرے اور تمہارے درمیان قرعہ اندازی ہو اور قرعہ جمر کے نام ٹکے وہی طرغائی کو اپنی بیوی بنائے۔ لیکن تم نے یہ جو کہا ہے کہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر طرغائی کو بنو پلاس کے لشکر سے نکالنا چاہئے تو تمہاری اس تجویز سے میں اتفاق نہیں کرتا۔“

تو ملک! بنو پلاس باہن کا بادشاہ ہے اور اب وہ غنہا کا بھی حکمران ہے۔ اس کی طاقت اور قوت قوم باد کے بادشاہ کیا کسارا سے کسی صورت کم نہیں ہے۔ اگر ہم نے شب خون مار کر یا کسی مناسب موقع پر بنو پلاس کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر وہاں سے طرغائی کو نکالنا چاہا تو یاد رکھنا ہم سب سوت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ طرغائی کا اس طرح وہاں رہنا اس بات کی غمازی بھی کرتا ہے کہ وہ خود اپنی مرضی، اپنی خواہ

نے اپنی حفاظت کی خاطر وہاں قیام کئے ہوئے ہے۔ اگر وہ وہاں قیام نہ کرنا چاہتی، وہاں تک ہوتی تو یقیناً کوئی نہ کوئی مناسب موقع جان کر باہل کے بادشاہ بنو پلاس کے لشکر سے بھاگ کھڑی ہوتی اور یقیناً ہماری طرف آتی۔ اس نے کیونکہ ایسا نہیں کیا لہذا برا اندازہ ہے کہ بنو پلاس کے پڑاؤ میں طرغائی اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے ہوئے اپنی مرضی اور رضا مندی سے وہاں قیام کئے ہوئے ہے۔ اس بناء پر وہاں حملہ آور ہو کر سے نکالنا یوں چاہو، ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔“

اس موقع پر تو ملک بایوسا۔ انداز میں جانٹو کی طرف دیکھنے لگا پھر دھیسے لہجے اور ہمتی آواز میں کہنے لگا۔

”پھر تمہارا کیا خیال ہے؟“

جانٹو تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر ہنوت کاستے ہوئے تو ملک کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

”جس طرح تمہارے ذہن میں ایک ترکیب آتی ہے اسی طرح میرے ذہن میں بھی ایک ترکیب ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنے ان مسلح ساتھیوں کو لے کر قوم باد کے بادشاہ کسارا کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس سے دو اتفاقاں کریں۔ پہلی یہ کہ اس لشکر میں شامل ہونے کی اتفاقاں کریں۔ دوسری اتفاقاں کریں کہ وہ باہل کے بادشاہ بنو پلاس سے ہمارے بادشاہ برشام کی بیٹی طرغائی کو حاصل کرے۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہم بدستور اپنا میں تو پھر طرغائی کے لئے کی امید ہے۔“

تو ملک نے جانٹو کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اگلے روز وہ دونوں اپنے مسلح ساتھیوں کو لے کر قوم باد کے مرکزی شہر اجمنا کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد دونوں نے جب کیا کسارا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو کیا کسارا کے مسلح جوانوں کو پکار کر کیا کسارا کے سامنے لے گئے۔ جب وہاں لو اس کے سامنے پیش کیا گیا تب جانٹو نے گفتگو کا آغاز کیا اور کیا کسارا کو مددگار کے کہنے لگا۔

”قوم باد کے عظیم بادشاہ! ہم سچے سچے تمہارے سردار برشام کے سالار ہیں۔ ہم مغلوب ہیں۔ اب ہم کسی کے لئے خطرے کا باعث نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ چند مسلح ہیں جن کے ساتھ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے پاس

دو اہل خانہ لے کر آئے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ برہاشام کی بیٹی باہل کے بادشاہ بنو پولاہر کے ساتھ نکرتے ہوئے گرفتار ہو چکی ہے اور بنو پولاہر نے اسے ایک لوطی کی حیثیت سے اپنے ایک سالار نضیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا ہے۔ ہماری پہلی گزارش آپ سے یہی ہے کہ آپ باہل کے بادشاہ بنو پولاہر سے کہہ کر طرغانی ہمیں دلا دیں۔ اس لئے کہ ہم دونوں طرغانی کو پسند کرتے ہیں۔ طرغانی کے ملنے کے بعد ہم قرعہ اندازی کریں گے۔ جس کے نام قرعہ نکلے گا، وہی طرغانی سے شادی کر لے گا۔ اسے بادشاہ ہماری دوسری خواہش یہ ہے کہ آپ کے لشکر میں وہ کر آپ کی خدمت کریں۔ اس لئے کہ اب ہمارا لونی بھگتا نہیں ہے۔“

جانبِ جنوبِ خادش ہوا تب تو ہمارا بادشاہ کیا کسار کچھ دیر تک سوچتا رہا، وقتے وقتے سے ان دونوں کی طرف غور سے دیکھا اور ان کے چہروں کا بھی جائزہ لیا۔ پھر دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں تم دونوں کو تمہارے ساتھیوں سمیت اپنے لشکر میں شامل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پہلے تم پر گہری نگاہ رکھی جائے گی۔ اگر تم لوگوں نے میرے ساتھ خلوص اور وفاداری کا اظہار کیا تو پھر میں تمہیں اپنے بہترین سالاروں کی طرح نوازوں گا۔ جہاں تک تمہارے سردار برہاشام کی بیٹی طرغانی کا تعلق ہے اگر وہ بنو پولاہر کے ساتھ نکلے گا تو وہ ان گرفتار ہو چکی ہے اور لوطی کی حیثیت سے بنو پولاہر نے اسے اپنے سالار نضیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا ہے تو یقیناً اس نے اسے اپنی بیوی بنالیا ہو گا۔ لہذا کیا وہ تم دونوں کی خاطر اپنی بیوی کو چھوڑنے پر تیار ہو گا یا طرغانی اس سے شادی کرنے کے بعد تمہاری طرف آنا پسند کرے گی؟“

اس پر تو تک جھبٹ سے ہوا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! اپنے جس سالار کے حوالے سے بنو پولاہر نے طرغانی کو کیا ہے اس میں شک نہیں اس سے حوالے اسے لوطی کی حیثیت سے کیا گیا تھا لیکن اس سالار نے طرغانی کو لوطی کی حیثیت سے اپنے پاس نہیں رکھا، آزاد کر دیا ہے۔ اب ایک آزاد لڑکی کی حیثیت سے طرغانی نے بنو پولاہر کے ہاں قیام کر رکھا ہے۔“

تو لک کے خاموش ہونے پر کیا کسار کہنے لگا۔

”جہاں تک نضیل بن ساعدہ کا تعلق ہے میں ذاتی طور پر اسے جانتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں اس جیسا اچھا بیچ زن اور جنگجو نہیں دیکھا۔ وہ ایک سالار کی حیثیت سے بنو پولاہر کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے تو یقیناً بنو پولاہر اس کی قدر دانی کرے گا۔ ہر حال میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت اپنے لشکر میں شامل کرنا ہوں۔ اس کے بعد مناسب موقع چان کر میں کچھ قاصد روانہ کروں گا اور بنو پولاہر سے کہلا دیجھوں گا کہ طرغانی کو تم دونوں کے حوالے کر دیا جائے۔“

کیا کسار کے ان الفاظ پر جانکو اور تو لک کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انہوں نے کیا کسار کا شکریہ ادا کیا۔ کیا کسار نے پہلے ان دونوں کو ان کے ساتھیوں سمیت اپنے لشکر میں شامل کر لیا اور جب لشکر میں رہتے ہوئے انہوں نے اپنی وفاداری، اعتماد اور جوش سے کامیاب ترین ثبوت دیا تب کیا کسار نے انہیں قابلِ اعتماد محافظ دستوں میں شامل کر لیا تھا۔



مصر کا فرعون نفاذ اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے شمال کا رخ کئے ہوئے تھا اور وہ اٹلیں پر حملہ آور ہو کر فلسطین پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ دوسری طرف باہل کا بادشاہ بنو پولاہر بھی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے جنوب کا رخ کئے ہوئے تھا اور اس کا مدعا یہ تھا کہ مصر کے فرعون نفاذ سے فلسطین کو بچانا تھا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر اٹلیں، مصر کے فرعون نفاذ کے قبضے میں چلا گیا تو پھر شمال کے سارے علاقوں کو مصر کی فسطح پر فتح و اقتح ہو جائیں گے۔

ان دنوں فلسطین کی حالت بھی عجیب تھی۔ وہاں کوئی بڑی قوت نہ تھی۔ اس لئے کہ یہاں انتشار کا شکار ہو چکے تھے۔ جہاں تک بنی اسرائیل کی حالت کا تعلق ہے تو وہ اس انتشار کا شکار بھی تھے۔

اسل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل فلسطین میں آئے تو یہاں مختلف قومیں آباد تھیں جن میں حتی، آشوری، کنعانی، فریزی، حوری، اور فلسطینی وغیرہ بھی قومیں آباد تھیں اور یہ قومیں بدترین شرک کا شکار تھیں۔ ان قوموں کے سب سے بڑے معبود اور دیوتا کا نام ایل تھا۔ اسے یہ قومیں ان کا باپ کہتی تھیں اور اسے عوامانہ مذہب سے مشابہت دی جاتی تھی۔

ہر قبیلہ نے اس بات کو پسند کیا کہ مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ لے کر اگ بھڑ جائیں۔ اس فقرے کے نتیجے میں ان کا کوئی قبیلہ بھی اتنا طاقتور نہ ہو سکا کہ اپنے ماتے کو شریکین سے بھری طرح پاک کر دیتا۔

آخر کار انہیں یہ گوارہ کرنا پڑا کہ شریکین ان کے ساتھ ہی رہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ ان کے مفتوحہ علاقوں میں جگہ جگہ ان مشرک قوموں کی چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں بھی موجود ہیں جن کو بنی اسرائیل سخت نہ کر سکے۔ اسی بات کی شکایت زبور میں بھی بیان کی گئی۔

اس شرک کا پورا خلیاہ بنی اسرائیل کو یہ جھگھٹا پڑا کہ ان قوموں کے ذریعے ان کے مذہبی شرک ٹھس آیا اور اس کے ساتھ بتدریج دوسری قوموں کی شریکیاں بھی ان کے دروازہ پاسے لگیں چنانچہ ان کی شکایت تورات کے باب تھام میں اس طرح کی گئی۔

اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور ہمیں کی پرستش کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کے خدا کو جو انہیں ملک مصر سے نکال لایا تھا چھوڑ دیا۔ دوسرے معبودوں کی جو ان کے گرد گرد قوموں کے دیوتاؤں میں سے تھے عبادت کرنے اور ان کو تہجد کرنے لگے اور خداوند کو غصہ دایا۔ وہ خداوند کو چھوڑ کر اہل اور عبادت کی پرستش کرنے لگے اور خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا۔

اس کے بعد دوسرا خلیاہ بنی اسرائیل کو اسی طرح جھگھٹا پڑا کہ جن قوموں کی شہری ریاستیں انہوں نے چھوڑ دی تھیں انہوں نے اور فلسطینیوں نے جن کا پورا علاقہ غیر صوبہ رہ گیا تھا، بنی اسرائیل کے خلاف ایک متحدہ حملاً قاتل کیا اور بے دریغ حملے کر۔ فلسطینیوں کے بڑے حصے سے ان کو بے دخل کر دیا۔ حتیٰ کہ ان سے خداوند کے عہد کا مہتمم یعنی تابوت کی خدمت بھی چھین لیا۔ آخر کار بنی اسرائیل کو ایک فرمانروا کے تحت اپنی ریاست کا قیام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور ان کی درخواست پر اللہ کے نعت سموئیل علیہ السلام نے 1020 قبل مسیح میں طاقت کو ان کا بادشاہ بنایا۔

اس طرح کے بعد دیگرے اس متحدہ سلطنت کے تین بڑے بڑے حکمران بنے۔ پہلا طاقتور جس نے بنی اسرائیل پر 1020 سے 1004 قبل مسیح تک حکومت کی۔ دوسرے حضرت داؤد علیہ السلام جنہوں نے 1004 تا 965 قبل مسیح

اس کی بیوی کا نام عیشہ تھا اور اس سے خداؤں اور خدائیوں کی ایک پوری نسل بنی تھی جن کی تعداد ستر کے لگ بھگ پہنچتی تھی

ان دیوی دیوتاؤں کی اولاد میں سب سے زیادہ زبردست بلبل خیال کیا جاتا تھا جس کو بادش اور روئیدگی کا خدا یا دیوتا خیال کیا جاتا تھا اور اسے آسمان کا مالک بھی جانا جاتا تھا۔

اس کی دو بیویاں تھیں۔ ایک شمالی علاقوں میں، اس کا نام اتاس تھا اور دوسری فلسطین میں اسے عیشارات کہتے تھے۔

یہ دونوں خواتین عشق اور افزائش نسل کی دیویاں تھیں۔ ان کے علاوہ کوئی دیوتا موت کا مالک تھا، کسی دیوی کے قبضے میں صحت ختمی، کسی دیوتا کو دیا اور قتل لانے کے اختیارات تفویض کئے گئے تھے اور یوں ساری خدائی بہت سے معبودوں میں بٹ چکی تھی۔

ان دیوتاؤں اور دیویوں کی طرف ایسے ایسے ذلیل اوصاف اور اعمال منسوب تھے کہ اخلاقی حیثیت سے انتہائی بدکردار انسان بھی ان کے ساتھ مستحقر ہوتا پسند نہ کرے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ لوگ ایسی کمینہ دستوں کو خدا بنا کر ان کی پرستش کریں، وہ اخلاق کی ذلیل ترین چیزوں میں گرنے سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

مکی وجہ ہے کہ ان کے جو حالات آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے دریافت ہوئے ہیں وہ شدید اخلاقی گمراہی کی شہادت باہم پہنچاتے ہیں۔ ان کے باپ بچوں کی قربانی کا عام رواج تھا۔ ان کے معابد زنا کاری کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ عورتوں کو دایاں بیا کر عبادت گاہوں میں رکھا اور ان سے بدکاریاں کرنا عبادت کے اجزاء میں داخل تھا اور اسی طرح کی اور بہت سی بد اخلاقیات بھی ان میں پھیلی ہوئی تھیں۔

تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو ہدایت دی گئی اور ان سے صاف صاف کہہ دیا گیا کہ تم ان قوموں کو ہلاک کر کے ان کے قبضے سے فلسطین کی سرزمین چھین لینا اور ان کے ساتھ رہنے بسنے کی اخلاقی اعتقادی خرابیاں میں مبتلا ہونے سے پرہیز کرنا۔

لیکن بنی اسرائیل جب فلسطین میں داخل ہوئے تو وہ اس ہدایت کو بھول گئے۔ انہوں نے اپنی کوئی متحدہ سلطنت قائم نہ کی۔ وہ قبا ئلی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ام

عذاب اسرائیلی سلطنت اور اس کے باشندوں پر نونا اس لئے کہ 721 قبل مسیح میں آشوریوں کا تخت کیر فرماں رواں اسارکون ان پر حملہ آور ہوا۔ سامریہ کو فتح کر کے مملکت اسرائیل کا خاتمہ کر دیا۔ ہزار ہا اسرائیلیوں کو تہجہ کیا اور ستائیس ہزار سے زیادہ بااثر اسرائیلیوں کو ان کے علاقوں سے نکال کر پوری سلطنت کو شرعی اصلاح میں تہتر ہزار کے رکھ دیا اور دوسرے علاقوں سے الگ غیر قوموں کو اسرائیل کے علاقوں میں بنایا۔ ان کے درمیان جو بچا کچھا اسرائیلی عنصر رہ گیا تھا وہ اپنی قومی ہندوب سے روز بروز بیکار ہوتا چلا گیا۔

بنی اسرائیل کی دوسری ریاست یہودیہ کے نام سے جنوبی فلسطین میں قائم ہوئی تھی۔ وہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بہت جلد شرک اور اخلاق میں مبتلا ہو گئی تھی۔ یہودیہ کی حکومت اور اخلاقی زوال دولت اسرائیل کی نسبت کم تھا اس لئے اس کی مہمات بھی کچھ زیادہ ہی تھیں۔

آگرچہ دولت اسرائیل کی طرح اس پر بھی آشوریوں نے پے در پے حملے کئے، ان شہروں کو تباہ کیا اور ان کے پایہ تخت کا محاصرہ کیا لیکن یہ ریاست آشوریوں کے ہتھوں ختم نہ ہو سکی بلکہ ان کی ایک طرح سے باج گزار بن کر رہ گئی۔ پھر جب حضرت داؤد اور حضرت ہرمیاہ کی مسلسل کوششوں کے باوجود بنی اسرائیل اپنی بد اخلاقیوں اور فسادات سے باز نہ آئے یہاں تک کہ ان کا بادشاہ بھی اسی اخلاقی گندگی میں مبتلا ہو چکا تھا اور اب صورت حال یہ تھی کہ مصر کا بادشاہ نفاذ ایک بہت بڑے لشکر لے کر فلسطین اور یہودیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔

دوسری طرف حالات کی قسم ظہریٰ کی بابل کا بادشاہ نبو پلاسر خود اپنے لشکر کی مامداری کرتے ہوئے مصر کے فرعون نفاذ سے ٹکرانا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنے بعد اپنے بیٹے بخت نصر کو سلطنت کا کاروبار چلانے کے لئے اپنے مرکزی کمانڈر بابل میں چھوڑا تھا لیکن نبو پلاسر ابھی اپنے علاقوں میں ہی تھا کہ تخت بیمار ہو گیا۔ وہ مصر کے فرعون نفاذ کی راہ روکنے کے لئے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کی وجہ سے بابل کے لشکر کو بچا کر لے کر بابل آیا۔ یہاں تک کہ بیمار نبو پلاسر کو بابل پہنچا دیا گیا اور اب بابل کے بادشاہ نبو پلاسر نے اپنے لشکر کی مامداری اپنے بیٹے بخت نصر کو سونپ دی تھی۔ اس طرح نبو پلاسر خود بابل میں رہ گیا تھا اور اس کا بیٹا بخت نصر لشکر کی مامداری

تک بنی اسرائیل پر عکرائی کی اور تیسرے حضرت سلیمان علیہ السلام جنہوں نے 965 سے 936 قبل مسیح تک بنی اسرائیل پر حکومت کی۔ ان فرماں رواؤں نے اس کام کو مکمل کیا جسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اودھورا چھوڑ دیا تھا۔ صرف شمالی ساحل پر فونیقیوں کی اور جنوبی ساحل پر فلسطینیوں کی ریاستیں باقی رہ گئیں تھیں جنہیں مغرب نے لیا جانا اور محض انہیں باج گزار بنانے پر اکتفا کیا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر دنیا پرستی کا شدید غلبہ پھیرا اور انہوں نے آپس میں لڑاکائی اور الگ ریاستیں قائم کر لیں۔ ایک شمالی فلسطین اور مشرقی اردن میں۔ یہ سلطنت اسرائیل کبلائی اور اس کا پایہ تخت سامریہ شہر قرار دیا گیا۔ دوسری ریاست فلسطین اور اردن کے علاقے میں سلطنت یہودیہ کبلائی اور اس کا پایہ تخت ہیرشلوم رہا۔ ان دونوں سلطنتوں میں سخت رقابت اور کشمکش اول روز سے شروع ہو گئی تھی اور آخر تک رہی۔

اسرائیلی کی ان دو ریاستوں میں سے جس ریاست کا نام اسرائیل تھا اس کے فرماں رواں اور باشندے ہمسایہ قوموں کے شرکاء عقائد اور اخلاقی فساد سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ متاثر ہوئے اور یہ حالات اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔

جب اس ریاست کے فرماں رواں اخی اب نے سیدہ کی شرک شہزادی ایزبل سے شادی کر لی اس وقت تک حکومت کی طاقت اور ذرائع سے شرک اور بد اخلاقیات سیلاب کی طرح اسرائیلیوں میں پھیلنا شروع ہوئیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت ایشع علیہ السلام نے اس سیلاب کو روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن یہ قوم جس متول کی طرف جاری تھی اس سے باز نہ آئی۔

آخر اللہ کا غضب اسرائیلیوں پر آشوریوں کی شکل میں نونا۔ آشوری بنی اسرائیل کے مملکت آور ہوئے اور نویں صدی قبل مسیح سے فلسطین آشوری فاتحین کے مسلسل حملوں کا شکار ہوئے۔ اس دور میں اللہ کے نبی عاموس نے 787 تا 747 قبل مسیح اور دوسرا نبی ہوشع نے 747 تا 735 قبل مسیح تک بنی اسرائیل کو پے در پے تنبیہات کیں مگر جنم نفلات کے نشے میں وہ سر ہار تھے وہ تنبیہ کی تشریح سے اور زیادہ تیز ہو گیا یہاں تک کہ عاموس نبی کو اسرائیل کے حکمران نے ملک سے نکل جانے اور دولت سامریہ میں پناہ دی کہ وہ ملک کو فساد دے دیا۔ اس کے بعد کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ خدا کا

اور جنگ کا ایک رشتہ پیدا ہو جائے گا اور دشمن تو قیں اگر دونوں میں سے ایک پر بھی حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گی تو دونوں مل کر اپنے دفاع کو اسن طریقے سے پورا کر سکیں گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد رکا، نگا صاف کیا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! دوسرا پیغام جو ہم اپنے بادشاہ کی طرف سے آپ کے لئے لے کر آئے ہیں وہ یہ ہے کہ نیروا کے نواح میں جو آپ کے باپ نے یسٹھین کے ساتھ جنگ بڑی جی میں یسٹھین کی شہزادی گرفتار ہوئی تھی، اس کا نام طرغانی ہے۔ ہمارے بادشاہ کو یہ خبر بھی پہنچی تھی کہ آپ کے باپ نے یسٹھین کی شہزادی طرغانی کو لوٹری کی حیثیت سے اپنے ایک سالار کے حوالے کر دیا تھا جس کا نام نفل بن ساعدہ ہے۔ یہ بھی خبریں وہاں تک پہنچی ہیں کہ نفل بن ساعدہ نے طرغانی کو اپنے پاس لوٹری کی حیثیت سے رکھنے کی بجائے اسے آزاد کر دیا ہے۔

ہمارے بادشاہ کیا کسار کے پاس طرغانی کے دو دعوے دار پہنچے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام تولک، دوسرے کا نام جانتو ہے۔ وہ دونوں ہی طرغانی کے دعوے دار ہیں۔ ان دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب طرغانی ان کے پاس پہنچ جائے گی تو قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جس کے نام قرعہ لگے گا، طرغانی اس کے حوالے کر دی جائے گی۔

اے بادشاہ! اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ تولک اور جانتو نام کے دو دونوں یسٹھین سالار اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ہمارے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہونے تھے۔ ان کی گزرازی، وفاداری کو دیکھتے ہوئے ہمارے بادشاہ کیا کسار نے انہیں اپنے محافظ دستوں میں شامل کر لیا ہے۔ اب ان ہی کے ایمان، ان ہی کی التجا پر کیا کسار نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ آپ طرغانی کو ہمارے حوالے کر دیں اور ہم اسے لے کر اپنے بادشاہ کیا کسار کی طرف روانہ ہو جائیں۔“

وہ قاصد جب خاموش ہوا تب بخت نصر تھڑی دیر تک گھبرای سوچوں میں ڈوبا رہا پھر کیا کسار کی طرف سے آنے والے دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جہاں تک تمہارے بادشاہ کیا کسار کا پہلا پیغام ہے تو میں اس کی جی سے عقد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس طرح دونوں ملکوں اور دونوں سلطنتوں کے اس رشتے میں دونوں کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا۔ جہاں تک یسٹھین کی شہزادی طرغانی کا

ہونے اور بخت نصر کو اس کے باپ کے مرنے کی اطلاع کی۔

ایسے موقع پر اپنے باپ بنو پولاسری موت کا سن کر بخت نصر کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس نے غصہ کا تھا قب ترک کر دیا اور وقت ضائع کئے بغیر اس نے بابل کا رخ کیا تھا۔ اس لئے کہ اسے خطرہ تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں کہیں کوئی اور مملکت کا دعویٰ داری رہی اٹھ کھڑا ہو۔

واپسی کا سفر کرتے ہوئے ایک روز اپنے لشکر کو سستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے بخت نصر نے جب ایک جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا تب جس وقت وہ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کے محافظ دستوں کا سالار اس کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! قوم! ماہ کے بادشاہ کیا کسار کی طرف سے دو قاصد آئے ہیں اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کیا کسار کا کوئی اہم پیغام دینا چاہتے ہیں۔“

ان الفاظ پر بخت نصر چونکا تھا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”ان دونوں کو اندر بھیجو۔ میں دیکھتا ہوں وہ کیا کہتے ہیں۔“

اس پر محافظ دستوں کا سالار وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کیا کسار کے دو قاصدوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ خیمے میں ان کے داخلے سے پہلے دونوں کی اچھی طرح جانسٹا لی گئی۔ اس کے بعد انہیں اندر جانے دیا گیا۔ اس موقع پر بخت نصر کے خیمے کے ارد گرد محافظوں کا کڑا پہرہ تھا۔

کیا کسار کے دونوں قاصد خیمے میں داخل ہوئے۔ اپنے آپ کو زمین کی طرف جھکا کر ہوئے انہوں نے بخت نصر کو تعظیم دی، کچھ کہنا چاہتے تھے کہ بخت نصر نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی۔

”میرے محافظ دستوں کے سالار نے بتایا ہے کہ تم قوم! ماہ کے بادشاہ کیا کسار کی طرف سے آئے ہو۔ اگر اس کی طرف سے میرے لئے کوئی پیغام لائے ہو تو کہو۔“

بخت نصر کے اس استفسار پر ایک قاصد اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

”اے بادشاہ! ہم اپنے بادشاہ کیا کسار کی طرف سے آپ کے لئے دو پیغام لے کر آئے ہیں۔ پہلا پیغام یہ ہے کہ کیا کسار اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دینا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ اس طرح بابل اور قوم! ماہ کی سلطنتوں کے درمیان اتحاد، تعاون



دوسری طرف اسی روز نفیل بن ساعدہ اور طرغانی دونوں اپنے خیمے میں بیٹھے بڑی خوش طبعی میں کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ ان کے خیمے کے دروازے پر ایک نوجوان نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی پریشانی کے عالم میں نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا تھا۔ نفیل کی یہ حالت دیکھتے ہوئے طرغانی بھی پریشان ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔ خیمے کے دروازے پر نمودار ہونے والا شاید نفیل بن ساعدہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس لئے کہ اس کا حلیہ ایسا ہی تھا۔ نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے عزیز! اندر آ جا۔ تیرا چہرہ بتاتا ہے کہ تو میرے لئے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔ بتا کیا معاملہ ہے؟“

نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر وہ نوجوان ایک نشست پر بیٹھ گیا، پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ کا دادا سخت بیمار ہے..... مجھے آپ کے ماموں نے آپ کی طرف بھیجا ہے اس لئے کہ آپ کا دادا بڑی شدت سے آپ کو یاد کرتا ہے لہذا آپ میرے ساتھ قبیلے میں چلیں۔“

اس انکشاف پر نفیل بن ساعدہ پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا..... طرغانی بھی اندیشوں میں الجھ کر رہ گئی تھی یہاں تک کہ اس آنے والے نوجوان کو نفیل بن ساعدہ نے مخاطب کیا۔

”پہلے یہ کہو کہ ہمارا قبیلہ اس وقت کہاں ہے؟“

جواب میں آنے والا نوجوان بول اٹھا۔

”جس وقت آپ نے بخت نصر کے لشکر کے ساتھ کوچ کیا تھا اس کے دوسرے روز

تعلق ہے تو اس سے متعلق میں آخری فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ جس وقت طرغانی گرفتار ہوئی تھی اس وقت سیتھین کے ساتھ میرے باپ نے جنگ کی تھی۔ میں اپنے باپ کے نائب کی حیثیت سے بابل میں موجود تھا۔ میرے باپ نے ہی طرغانی کو لوٹنے کی حیثیت سے نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا تھا اور یہ نفیل بن ساعدہ کی شرافت اور سعادت مندی ہے کہ اس نے طرغانی کو لوٹنے کی حیثیت سے اپنے پاس رکھنے کی بجائے اسے آزاد کر دیا ہے۔ طرغانی اس وقت ہمارے لشکر ہی میں قیام کئے ہوئے ہے۔ میں تمہارے آرام اور قیام کا بندہ بست کرتا ہوں، ساتھ ہی میں اس سلسلے میں نفیل بن ساعدہ کو بلاتا ہوں۔ طرغانی کے سلسلے میں اس سے مشورہ کرتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو وہ طرغانی تک پہنچائے۔ اگر طرغانی نے اٹھا خوشی سے یہاں سے نکل کر تم لوگوں کے ساتھ کیا کسار کے پاس جانا چاہا اور تو لک اور جانتو دونوں میں سے کسی ایک کو اپنا زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامندی کا اظہار کیا تو طرغانی کو تمہارے ساتھ روانہ کر دیا جائے گا۔ کوئی زبردستی نہیں روک پائے گا اور اگر طرغانی نے تم لوگوں کے ساتھ تو لک اور جانتو کے پاس جانے سے انکار کر دیا تب بھی ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ طرغانی کو کوئی یہاں سے زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جا سکے گا۔ اگر تو لک اور جانتو کو خوش کرنے کے لئے کیا کسار نے اس پر زور بھی دیا تب بھی طرغانی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی آواز دے کر بخت نصر نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو بلایا۔ جب وہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا تب اسے مخاطب کر کے بخت نصر کہنے لگا۔

”کیا کسار کے ان دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ایک خیمے میں ان کے آرام اور طعام کا اہتمام کرو۔ ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔“

اس کے ساتھ ہی بخت نصر کے محافظ دستوں کا سالار حرکت میں آیا اور کیا کسار کے ان دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔



اس موقع پر باکا ساجیم نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر نمودار ہوا، کہنے لگا۔
 ”پہلے بیٹا تم پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ کیا کسارا اپنی بیٹی کا عقد آپ کے
 ماتحت کرنا چاہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک اچھی خبر ہے۔ جہاں تک طرغائی کا تعلق
 ہے تو آپ جانتے ہیں میں نے اسے زبردستی نہیں روکا ہوا۔ جس وقت آپ کے والد
 عیسٰی نے اسے میرے حوالے کیا تھا میں نے اسی وقت اسے آزاد کر دیا تھا لیکن اس
 نے اپنے تحفظ اور اپنی حفاظت کی خاطر میرے ہی خیمے میں قیام کر رکھا ہے۔ اب جو
 قوم باد کے بادشاہ کیا کسارا نے طرغائی کو مانگا ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں طرغائی
 نے پاس واپس جاؤں، اس موضوع پر اس سے گفتگو کروں۔ اگر وہ اپنی مرضی اور
 رضامندی سے تو ملک اور جان کو کسی ایک کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند ہے تو
 اسی وقت کیا کسارا کے قاصدوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور میں سمجھتا ہوں اگر
 وہ رضامند نہ ہو تو پھر اس سے زبردستی نہیں کی جانی چاہئے۔ اس کی مرضی کے خلاف
 سے نہیں بھیجنا چاہئے۔“

اس پر بخت نصر فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔
 ”اگر طرغائی نے جانے سے انکار کر دیا تو پھر کوئی قوت اسے زبردستی یہاں سے
 نہیں لے جاسکتی۔ اس سلسلے میں تم بالکل آسودہ اور بے فکر رہو۔“
 بخت نصر کے اس جواب سے نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ
 بخت نصر کو مخاطب کیا۔
 ”میں بھی آپ سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔“
 ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ نے اپنے قبیلے کے قاصد کے آنے، اپنے دادا کی بیماری کا
 احوال بخت نصر سے کہہ دیا تھا۔

یہ خبر سن کر بخت نصر فکر مند اور پریشانی کا اظہار کرنے لگا۔ کہنے لگا۔
 ”نفیل! تمہاری حیثیت میرے بھائی کی سی ہے۔ اگر تمہارا دادا تخت بیمار ہے تو میں
 اس کا تم آج ہی اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے کہنے کے مطابق تمہارا
 فدیہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اور جب تم دیکھو کہ تمہارا دادا اندرست ہو گیا ہے تو
 وہاں باہل پہنچ جانا۔ اس لئے کہ اب تم میرے لشکر کے سالار کی حیثیت سے میرے
 ایک اہم حیثیت اختیار کر چکے ہو۔ لہذا میں نہیں چاہوں گا کہ تم زیادہ دن تک باہل

قبیلے نے بھی وہاں سے کوچ کیا تھا۔ منزل پر منزل مارتے ہوئے اپنے مخصوص راستہ
 پر سفر کرتے ہوئے قبیلہ اس وقت پر دشلم سے گزرنے کے بعد جنوب کی طرف روا
 ہوا ہے۔ میری خوش قسمتی کہ میں نے آپ کو یہاں تلاش کر لیا۔ یہاں سے قبیلے
 قاصد بھی کم ہے۔ اس بناء پر میں آپ سے کہوں گا کہ آپ فی الفور میرے ساتھ روا
 ہو جائیں۔“

اس نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسی
 خیمے کے دروازے پر ایک مسلح نوجوان نمودار ہوا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر
 کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! آپ کو بادشاہ نے طلب کیا ہے۔“
 ان الفاظ پر طرغائی پھر پریشان ہو گئی تھی۔ دھیمے سے لہجے میں نفیل بن ساعدہ
 مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟ بخت نصر نے آپ کو کیوں بلایا ہے؟“
 اس پر نفیل بن ساعدہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔
 ”طرغائی اتم بیٹھو۔“

پھر آنے والے قبیلے کے نوجوان کو بھی اس نے اپنے ساتھ لیا۔ جو مسلح جوان اسے
 بلانے کے لئے آیا تھا اسے مخاطب کر کے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”میرے عزیز! یہ میرے قبیلے کا قاصد ہے، اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس کے
 طعام اور قیام کا اہتمام کرو، اس کا گھوڑا بھی لے جاؤ اور اس کے دانے، چارے کا
 بندہ بست کرو۔“

اس پر وہ نوجوان حرکت میں آیا اور نفیل بن ساعدہ کے قبیلے سے آنے والے امر
 نوجوان کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

نفیل بن ساعدہ تیز قدم اٹھاتا ہوا جب بخت نصر کے خیمے کے دروازے پر پہنچا
 تو بخت نصر نے اسے خیمے کے اندر آنے اور اپنے سامنے ایک نشست پر بیٹھنے کا اشارہ
 کیا۔

نفیل بن ساعدہ وہاں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد بخت نصر نے تھوڑی دیر پہلے کیا کسد
 کے قاصدوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیل ابن ساعدہ سے کہہ دی تھی۔

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ بخت نصر کے خیمے سے نکلا۔ جب وہ اپنے خیمے سے اترتا ہے تو اس نے دیکھا کہ طرغانی نے خیمے میں اپنا اور نفیل بن ساعدہ کا سامان رکھ رکھا تھا اور پتھر کی ایک بڑی خرین کا منہ بند کر رہی تھی۔

نفیل بن ساعدہ کچھ دیر تک دروازے پر کھڑے ہو کر اسے خوش کن انداز میں دیکھا۔ طرغانی کی نگاہ بھی اس پر پڑ گئی تھی لہذا ہاتھ میں پکڑی ہوئی خرین اس نے ایک طرف کر دی اور دے دے سے جسم میں نفیل بن ساعدہ کو غائب کر کے کہنے لگی۔

”آپ خیمے کے دروازے پر اس طرح کھڑے ہو گئے ہیں جیسے یہ خیمہ آپ کا نہ ہے۔“

اس نے نفیل بن ساعدہ کا ہواور یہ کہ آپ اجازت لے کر اندر آنا چاہتے ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ آہستہ آہستہ خیمے میں داخل ہوا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے طرغانی اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی تھی۔ بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کے چہرے کا جائزہ لیتی تھی۔ آگے بڑھ کر نفیل ایک نشست پر بیٹھ گیا تو طرغانی بھی اس کے سامنے ہو گئی۔ پھر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”تمیں دیکھتی ہوں آپ کسی معاملے میں پریشان اور فکر مند لگتے ہیں۔ کیا بخت نصر سے کوئی ایسی بات کہی ہے جس سے آپ کی دل شکنی ہوئی ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو اسے ماریں اس لشکر کو۔ آپ کا اپنا قبیلہ ہے اور پھر آپ کے قبیلے کے لوگ آپ کے ساتھ ہی اور کو مارا۔“

حکیم کرنے کے لئے تیار بھی نہیں ہیں۔ جیسی عزت آپ کی یہاں ہے۔ جیسی عزت آپ کو وہاں بھی میسر آ سکتی ہے۔ لہذا وہیں چل کر رہیں۔ اس میں فکر نہ کریں اور پریشانی کی کیا بات ہے؟“

اس تک کہنے کے بعد طرغانی رکی، دو بارہ کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

”اور اگر بخت نصر نے میرے متعلق کوئی غلط فیصلہ کیا ہے تو میں اس فیصلے کو ماننے سے منع انکار کروں گی۔ اس لئے کہ بخت نصر کے باپ نے جنگ کے دوران گرفتار ہونے کے بعد ایک لوٹری کی حیثیت سے مجھے آپ کے حوالے کیا تھا۔ آپ کی مہربانی، آپ کا مجھ پر احسان کہ آپ نے مجھے لوٹری کی حیثیت نہ دی، آزاد کر دیا اور ایک مجترم مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا۔ اگر بخت نصر اس فیصلے میں کوئی ترمیم کرنا چاہتا ہے تو میں ساعدہ! میں بزدل نہیں ہوں۔ میں گردن کٹاؤں سکتی ہوں پر اپنی ذات پر۔“

اس نے اپنی ذات پر بدنامی کا کوئی دھبہ کسی صورت قبول نہیں کروں گی۔“

تے غیر سادہ رہو۔ اس موقع پر میں ایک اور بات بھی تم سے کہنا چاہوں گا۔

دیکھو ابن ساعدہ! اگر تم طرغانی سے کیا کساراء کے قاصدوں کے ساتھ جانے پر اصرار مند کی کا اظہار کرو تو پھر معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا اور اگر وہ تمہارے پاس رہا چاہے کیا کساراء کے پاس جانا پسند نہ کرے تو پھر میں تم سے یہ کہوں گا کہ اس سے بڑا کر لو، اسے اپنی بیوی بنا لو۔ اس سے بہتر، اس سے خوبصورت اور اس سے حسین لڑکا تمہیں کینا مل ہی نہیں سکتی۔ میں سمجھتا ہوں یہ کیا کساراء اپنی جس شہزادی کا عقد مجھ سے کرنا چاہتا ہے تو طرغانی اس سے بھی کہیں حسین اور خوبصورت ہوگی۔ اب بولو، تم کہہ دیجئے؟“

بخت نصر کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر ہلکا سا مسکندار ہوا، کہہ لگا۔ ”مئی الوقت اس موضوع پر میں اس سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ آپ جانتے ہیں میرے تحفظ میں ہے۔ وہ یہ خیال کرتی ہے کہ کہیں اور وہ کر وہ غیر محفوظ ہو جائے گی۔“

”حسین سرداروں میں سے جو اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اسے اٹھانے کی کوشش کریں گے اور اگر اس نے کسی کے ساتھ نہ جانا چاہا تو اسے قتل بھی کر سکتے ہیں کیونکہ اس نے میرے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔ لہذا اس کی پناہ سے میں ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتا ہوتا۔ اسے اپنے عقد میں داخل کرنے کی ترغیب نہیں دینا چاہتا۔ میں اس کے خیالات، اس کے رجحانات کا جائزہ لوں گا۔ اگر اس کی فضا، اس کی مرضی میرے متعلق اچھی ہوئی تو میں اس کو اپنا لوں گا اور اگر وہ ویسے ہی صرف پناہ اور تحفظ کے خاطر نظر میں رہتا چاہے تو اس کی حیثیت میرے پاس ایک امانت اور ایک معزز اور معزز مہمان کی ہی ہوگی۔“

نفیل بن ساعدہ خاموش ہوا تو بخت نصر کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر دوبارہ سہمی انداز میں کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! میں تمہاری امانت داری اور تمہارے اس خیالات کی قدر کرتا ہوں جن کے تحت تم نے تمہیں کی شہزادی طرغانی کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طرغانی کی بھی خوش قسمتی ہے کہ اسے تم جیسا محافظ اور مہربان میسر ہے۔ بہر حال جو منتقلہ میں نے تم سے کی ہے اس کے تحت طرغانی سے بات کر لو، دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ پھر مجھے اس سے آگاہ کرو۔“

”طرغائی! میرا فیصلہ تمہارے لئے آخری نہیں ہو سکتا۔ آخری فیصلہ تو.....“
 نفیل بن ساعدہ کو دک جانا پڑا اس لئے کہ طرغائی بھی تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کھینے لگی۔

”آپ نے جو کچھ کہا ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتی۔ آپ کا فیصلہ ہی میرے لئے آخری ہو سکتا ہے۔“
 نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”طرغائی! اس سلسلے میں، میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم مجھ پر اس قدر رحمہ اور بخیرہ دہ رکھتی ہو لیکن جس فیصلے کا اظہار تم کرو گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔ ہاں میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی بھی کام تمہاری مرضی کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کہیں لے جانے یا تمہیں مجبور کرنے کی کوشش کی تو میں اس کا سر اس کے جسم پر نہیں رہے گا نہ ہی کسی ایسے شخص کو زندہ چھوڑوں گا کہ وہ تمہیں تکلیف دے اور تمہارے لئے اذیت کا باعث بنے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے نفیل کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

”آپ نے یہ الفاظ ادا کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ میں نے آپ کا اور اپنا ممان سمیٹ دیا ہے۔ کیا کسار کے قاصدوں کے علاوہ تو تک اور جانتو پر بھی لعنت مجھیں اور طعیں، قبیلے میں چلتے ہیں۔ آپ کے ادا دیا ہیں، ان کی احوال پر ہی کریں۔ ان کی دیکھ بھال کریں گے۔“

طرغائی کے ان الفاظ پر نفیل بھی خوش ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔
 ”طرغائی! میں تمہارے فیصلے سے بخت نصر کو آگاہ کر آؤں، پھر آتا ہوں اور یہاں سے واپس کرتے ہیں۔ طرغائی! ایک بات اپنے دل میں بٹھا کر رکھنا، تمہارا مطالبہ کرنے والی کتابت ایام شخص کیوں نہ ہو جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہیں تمہارے اہل کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جست لگانے کے انداز میں طرغائی اٹھ کھڑی اور پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”بخت نصر سے شکوت کر کے واپس آئیں، پھر یہاں سے کوچ کریں۔ اتنی دیر

طرغائی جب خاموش ہوئی تو لحد بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”طرغائی! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ نہ ہی بخت نصر نے میری کوئی دل شکنی کی ہے نہ میں نے تمہارے متعلق کوئی غلط فیصلہ کیا ہے۔ دراصل قوم ماد کے بادشاہ کیا کسار کے طرف سے کچھ قاصد آئے ہیں۔ انہوں نے تمہارا مطالبہ کیا ہے۔“

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ نے پوری تفصیل طرغائی سے کہہ دی تھی۔ یہ سارا تفصیل جان کر لحد بھر کے لئے طرغائی گہری سوچوں میں کھوئی رہی، پھر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ تو تک اور جانتو کون ہوتے ہیں میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے..... اور تو ماد کا بادشاہ کیا کسار ان سے کس رشتے اور رابطے کے تحت ان کے لئے مجھے حامی کرنے کے ورپے ہے؟ جہاں تک تو تک اور جانتو کا تعلق ہے تو ان دونوں نے میرا مرنے والے باپ سے میرا رشتہ غلب کیا تھا اور میرے باپ نے ہی نہیں بلکہ میں نے بھی انکار کر دیا تھا۔ اب وہ دونوں کون ہوتے ہیں میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے؟ طرغائی کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”دراصل یہ تو تک اور جانتو دونوں اپنے کچھ پیغمبر ساتھیوں کے ساتھ کیا کسار کے محافظہ دستوں میں شامل ہو چکے ہیں، اسی بنا پر.....“
 نفیل بن ساعدہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا کیونکہ طرغائی غصے میں کہنے لگی۔

”اگر وہ کیا کسار کے محافظہ دستوں میں شامل ہو چکے ہیں تو جہنم میں جائیں۔ میں ان سے کیا تعلق اور واسطہ..... میں کیا کسار کے قاصدوں کے ساتھ جانے کی بجائے موت کو ترجیح دینا پسند کروں گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی رکی، کچھ سوچا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”نفیل! اگر آپ پر ایمان تو کیا میں جو چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں آپ میری مدد فرمائیں؟ مجھے کیا قدم اٹھانا چاہیے یا آپ کیا چاہتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

اس موقع پر نفیل نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

نہروں کی طرف لپکے والی تھیں۔ چاہتی تھیں کہ بسر لے کر آؤ لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم ہماری موجودگی میں یہ کام کرو۔ تم دونوں گھوڑوں کے پاس کھڑی رہو، میں دونوں بسر لے کر آتا ہوں اور گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھا ہوں، پھر یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ میرے قبیلے کا جو جوان آیا تھا وہ یہاں سے کوچ کر گیا ہے۔“

طرغائی نے منہ سے کچھ کہے بغیر تیز لگا ہوں سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا۔ وہاں نفیل بن ساعدہ مسکرایا۔ جب وہ خیمے میں داخل ہوا کہ ایک بسر اٹھانے لگا۔ طرغائی بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور دوسرا بسر اس نے اٹھالیا۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے اسے ایک طرغائی کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

”طرغائی! تم رہنے دو..... میں خود دونوں بسر لے کر جاؤں گا۔“

طرغائی سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اپنا بازو نفیل بن ساعدہ کی گرفت ہی میں رہنے دیا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بھی کھڑا ہو گیا، پھر گہری مسکراہٹ میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی کہنے لگی۔

”اگر آپ نے میرا بازو پکڑا تو اسے چھوڑ دے گا نہیں۔ میں آج تک کسی بھی موقع پر اپنے جذبات کا اظہار آپ سے نہ کر سکی۔ میں سمجھتی ہوں کہ قدرت کی طرف سے مجھے یہ موقع مل رہا ہے کہ اس بسر کی وجہ سے آپ نے میرا بازو تھام لیا۔ ورنہ میری خواہش تھی کہ اس خیمے میں رہتے ہوئے کسی موقع پر آپ خود مجھے مخاطب کر کے کہیں، طرغائی! میں تمہاری ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ زندگی بھر کے لئے تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتی ہوں یہ جو آپ نے بازو پکڑا ہے شاید رات کے وقت جو میں اس میں سے دعائیں مانگتی رہی ہوں، ان کا تکتے کے مالک نے انہیں قبول کر لیا ہے۔“

طرغائی جب خاموش ہوئی تب نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”طرغائی! میں اس سلسلے میں کبھی بھی تم سے کچھ کہنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی۔ کبھی سمجھ چاہتا تھا کہ تم سے کیوں کہ طرغائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک ساتھ رہنے کا عزم کر لیں؟ پھر سوچنا تھا کہ ہو سکتا ہے تم اس کردہ کو میں نے تمہیں خیمے میں بٹھا دی ہے اور اس پناہ سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ طرغائی! کبھی بھی میں یہ بھی سوچنا تھا کہ تم یہ خیمیں قبیلے کی شہزادی ہو، جبکہ میں ایک عام اور معمولی خاندان بدوش قبیلے کا فرد ہوں۔“

تک میں کوچ کی تیاری کو آخری شکل دیتی ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل گیا تھا۔ وہ بارہ بخت نصر کے خیمے میں وہ داخل ہوا۔ جو اٹھک اس کی طرف غائی سے ہوئی تھی اس کی تفصیل بخت نصر سے کہہ دی تھی۔

بخت نصر نے خوشی کا اظہار کیا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”نفیل! تم وقت ضائع کئے بغیر اپنے قبیلے میں جاؤ اور اپنے دادا کی دیکھ بھال کرو۔ میری دعا ہے کہ تمہارا دادا صحت مند ہو جائے۔ اور جب ایسا ہو جائے تو واپس میرے پاس آنے میں تاخیر سے کام مت لینا۔“

اس کے بعد بخت نصر اٹھا، نفیل بن ساعدہ کو گھلے لگا کر اسے الوداع کیا۔ اس کے ساتھ ہی نفیل اس کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

نفیل سیدھا اھر گیا جہاں گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ اپنے اور طرغائی کے گھوڑوں پر اس نے زینیں ڈالیں، انہیں دھانچہ عطا کیا، خوراک کے توبروں کے علاوہ پانی کے شیشے بھی دونوں گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیئے تھے اس کے بعد دونوں گھوڑوں کی پائیں پکڑے وہ اپنے قبیلے کی طرف ہولیا۔ دونوں گھوڑوں کو اس نے خیمے کی غنائوں کے گھونٹوں کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ پھر خیمے میں داخل ہوا۔ طرغائی کو شاید اس کے آنے کی خبر ہو چکی تھی۔ لہذا اس نے سامان کی دو بڑی بڑی خیمیں اپنے دونوں کندھوں سے لٹکائی تھیں۔ اسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ مسکرایا پھر آگے بڑھا اور دونوں خیمیں اس نے طرغائی کے کندھوں سے اتار لیں۔ جب وہ باہر نکلے لگا تو طرغائی مڑی، چاہتی تھی جو بسر اس نے باندھے تھے ان میں سے ایک اٹھانے کے لیے نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

”طرغائی! رکو۔ پہلے خیمے سے باہر آؤ، مجھے تم سے ایک کام ہے۔“

طرغائی رک گئی اور نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر اس کے پیچھے پیچھے وہ خیمے سے باہر نکلی تھی۔ نفیل بن ساعدہ نے خیمیں دونوں گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیں۔ جب وہ پیچھے جانا تو تیز لگا ہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی نے پوچھ لیا۔

”آپ نے مجھے کس کام کے سلسلے میں خیمے سے باہر بلایا تھا؟“

نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”طرغائی! میں نے دیکھ لیا تھا کہ جس وقت میں نے تم سے خیمیں لی تھیں تم

”چلیں، پھر در کا ہے۔“

طرغائی کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ بھی جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور لشکر گاہ سے نکل کر وہ ایک سمت اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑا رہے تھے۔

* *

اس سے آگے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا کیونکہ بے چین ہو کر طرغائی نے گداز ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا تھا، پھر کہنے لگی۔

”میں کبھی بھی صورت آپ سے اعلیٰ اور ارغ نہیں ہوں۔ اگر میں سیمین شہزادی ہوں تو سیمین بھی تو خانہ بدوش ہی ہیں۔ اور اس سے پہلے بھی خانہ بدوش تھے۔ اور پھر آپ تو خانہ بدوش قبیلے کے سالار ہیں۔ آپ کے قبیلے میں آپ کا مقام، آپ کی عزت اور احترام ہے۔ میں سمجھتی ہوں طرغائی، نفیل بن ساعدہ ہی نے پیدا ہوئی تھی اسی لئے حالات نے مجھے کوہستان قفقاز سے جنوب کی طرف دھکیلا۔ پھر وہی حالات مجھے نیوا کی طرف بھیج کر لے گئے۔ گرفتار ہوئی اور آپ نے حوالے کر دی گئی۔ اب جو آپ نے میرا بازو تھام لیا ہے تو اس کا مجھے کس قدر اطمینان، کس قدر خوشی ہوئی ہے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں سمجھتی ہوں میری منزل مل گئی ہے۔“

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا، ہلکی سی چپت اس کے گال پر لگائی، پھر کہنے لگا۔

”شاید قدرت کو میرا تہمارا ساتھ اسی طرح بنانا تھا۔ آؤ، اب یہاں سے کوچ کریں۔“

اس کے ساتھ ہی جب چمک کر نفیل بن ساعدہ دوسرا بستر بھی اٹھانے لگا تب طرغائی نے اس کا بازو پکڑ لیا، کہنے لگی۔

”اب ہم دونوں زندگی بھر کے ساتھی ہیں۔ لہذا دونوں مل جل کر کام کریں گے۔ میں آپ کو اس طرح اسیکھو تو کام نہیں کرنے دوں گی۔“

اس کے اٹھ ہی طرغائی نے ایک بستر اٹھایا۔ دونوں باہر آئے۔ باری باری نفیل بن ساعدہ نے دونوں بستر گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیئے، پھر طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طرغائی! پالی کے مشگیرے بھر کر میں نے زین کے ساتھ باندھ دیئے ہیں۔ جہاں تک زادہ کا تعلق ہے تو وہ راستے میں کسی سرائے یا بھینار خانے سے حاصل کر لیں گے۔ اب اپنے گھوڑے پر بیٹھو تاکہ یہاں سے کوچ کریں۔“

طرغائی پہلے ہی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی، جست لگا کر اپنے گھوڑے پر چڑھی اور اس کی لگام پکڑتے ہوئے گہری مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

فلسطين، یمن، مصر کی طرف جاتی ہے اور جس پر تجارتی کاروائی گزرتے ہیں وہ شاہراہ بنی علاقے سے ہو کر گزرتی ہے۔ اسے مکلی شاہراہ کا بھی نام دیا گیا ہے۔ اس علاقے میں رہنے والے لوگوں کو اصحاب الاکید یعنی مہندہ والے بھی کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ علاقہ سرسبز اور شاداب ہے۔ ہر سے بھرے درختوں کی کثرت کی وجہ سے جنگوں اور یمنوں میں آگئی جہازوں نے اسے مزید خوبصورت بنا دیا ہے۔

یہ علاقہ جو مدین کہلاتا ہے عرب کی سرزمینوں کے شمال مغرب میں ایسی جگہ آباد ہے جو بحر قلزم کے مشرقی کنارے پر ہے اور شام کے متصل حجاز کا آخری حصہ کہا جاسکتا ہے۔ حجاز والوں کو شام، فلسطین بلکہ مصر جانے میں انہی راستوں سے ہو کر گزرتا پڑتا ہے۔

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو کے جواب میں طرغانی کچھ کہتا جاتی تھی کہ خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا، تھوڑا سا آگے کچھ فاصلے پر ایک بہت بڑے حوض کے قریب نفیل بن ساعدہ کے قبیلے کی عورتیں کپڑوں سمیت نہا رہی تھیں۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے کو دائیں جانب میوڑا تھوڑا سا آگے جا کر طرغانی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”یہ کون عورتیں تھیں جو پانی کے حوض کے قریب کپڑوں سمیت نہا رہی تھیں؟“ اس پر ہلکے ہلکے تبسم میں طرغانی کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”طرغانی! یہ عورتیں جو نہا رہی تھیں، یہ ہمارے قبیلے کی ہیں۔ سامنے دیکھو، سورج غروب ہونے کے لئے بجک رہا ہے۔ جب کبھی بھی ہمارا قبیلہ ان سرزمینوں میں پڑاؤ کرتا ہے تو کیا مرد اور کیا عورتیں، یہاں آ کر ضرور نہاتے ہیں۔ یہاں ایک ایک کوٹاں ہے جو بڑا متبرک خیال کیا جاتا ہے اور اس کے احترام کی وجہ سے لوگ یہاں غسل کرتے ہیں، اپنے جانوروں کو بھی یہاں پانی پلاتے ہیں۔ یہ جو حوض بنا ہوا ہے، پہلے قبیلے کے مرد حرکت میں آتے ہوئے بڑے بڑے ڈولوں کے ذریعے پانی نکال کر اس حوض کو جرتے ہیں۔ دن کا چہا حصہ مردوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ وہ وہاں جا کے نہا سکتے ہیں۔ پچھلا پہر عورتوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے کے قریب عورتیں وہاں سے ہٹ جاتی ہیں۔ قبیلے کے جوان پھر حرکت میں آتے ہیں، حوض کو لہا اب بھرتے ہیں۔ اس کے بعد قبیلے کے جانوروں کو وہاں لایا جاتا ہے اور اسی حوض سے

اپنے گھوڑوں کو سرچٹ دوڑاتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اور طرغانی دونوں سرسبز اور شاداب علاقوں میں داخل ہوئے اور ان علاقوں میں داخل ہونے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر دی تھی۔ پھر اپنے پہلو میں سفر کرتے ہوئے طرغانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”طرغانی! ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ دو سامنے دیکھو، ذرا فاصلے پر نیچے ہیں۔ وہی ہمارا خانہ بدوش قبیلہ ہے۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرغانی بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اس سرزمین کا نام کیا ہے؟“

نفیل بن ساعدہ نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

”اسے مدین کہتے ہیں۔ لیکن مدین اس علاقے کا نام نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ ایک سارہ، دوسری ہاجرہ اور تیسری قطورہ۔ سارہ سے ان کے بیٹے اسحاق علیہ السلام تھے، ہاجرہ سے اسماعیل علیہ السلام اور تیسری بیوی قطورہ سے ان کے بیٹے کا نام مدین تھا۔ یہ مدین اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سویلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پہلو میں حجاز کی ان سرزمینوں میں آ کر آباد ہوئے اور یہی خاندان آج سے چل کر ایک بڑا قبیلہ ہو گیا۔ ان لوگوں کو اصحاب الاکید بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ علاقہ زیادہ تر سرسبز اور شاداب جنگوں پر مشتمل ہے۔

اپنے محل وقوع کے لحاظ سے یہ علاقہ تم دیکھتی ہو بڑا اہم ہے۔ جو شاہراہ شام،

جا کر وہ اپنے محلے کو کامیاب بنا سکیں۔“

نفیل بن ساعدہ نے تو صفی انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”آنے والے صابو اور بھلا! تمہارا شکر ہے کہ تم نے بنی اسرائیل کے ان قبائل کے نفیذ ارادوں سے ہمیں آگاہ کر دیا۔ اب دیکھنا ہم ان کے ان ارادوں کو کیسے ان کی غفلت اور بربادی میں تبدیل کرتے ہیں۔ تم جہاں سے آئے ہو، ادھر ہی چلے جاؤ۔ اپنے آدمیوں کو جا کر تسلی اور شفقتی دو کہ بنی اسرائیل نے جو سامان تم سے چھینا ہے وہ سامان بھی ہم تمہیں ان سے لے کر دیں گے اور بنی اسرائیل سے ہی ہم تمہارے نقصان کی تلافی کریں گے۔ اس سلسلے میں تم لوگوں کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر آئے والا خوش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک تو صفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”متم کعبہ کے رب کی حقیقت میں تو ہم آپ لوگوں کے پاس یہی استدعا لے کر آئے تھے اور تھوڑی دیر بعد میں یہ استدعا بھی کرنے والا تھا لیکن اسے ابن ساعدہ! آپ نے یہ پیشکش کر کے ہمارا دل خوش کر دیا ہے۔“

اس نوجوان کے خاموش ہو جانے پر فردوس اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تھوڑی دیر ہمارے قبیلے میں آرام کرو۔ ہم تمہارے کھانے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ اس کے بعد واپس اپنے قبیلے کے لوگوں کو جا کر انہیں تسلی اور شفقتی دو کہ ان کے نقصان کی تلافی کر دی جائے گی۔“

اس کے ساتھ ہی فردوس کے کہنے پر قبیلے کا ایک آدمی ان سواروں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے فردوس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”میں ذرا دوا سے مل لوں، پھر آتا ہوں۔“

فردوس اور زہیر بن سلمی دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر نفیل بن ساعدہ وہاں سے ہٹا تھا۔ طرعیٰ اس کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس موقع پر عیشہ ایک طرف کھڑی عجیب سے آواں اور پائوسان انداز میں دونوں کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

بھی حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آئے والا سوار جب خاموش ہوا تب فردوس کی بجائے نفیل بن ساعدہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر بنی اسرائیل نے ہم پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے تو یہ ان کی حماقت اور کم عقلی ہے۔ ہم ہی نہیں، ہمارے آباؤ اجداد اور ان کے بھی آباؤ اجداد برسوں اور صدیوں سے اسی تجارتی شاہراہ پر سفر کر رہے ہیں اور آج تک اس طرح کسی نے ہم پر حملہ آور ہو کر نہیں اوسنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اگر بنی اسرائیل نے ہم سے ٹکرانے کی کوشش کی تو انہیں ایسا سبق سکھائیں گے کہ آئے والے دور میں ہمارے نام ہی بن کر ان پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ ہم کوئی بھیڑ بکریوں کا ریوڑ نہیں کہ وہ بھیڑیے بن کر ہمیں چیر چھا کر دیں گے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر فردوس اور زہیر بن سلمی دونوں فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آئے والا سوار اس بار براہ راست نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے نوجوان! تیری گفتگو نے ہمیں خوش اور مطمئن کر دیا ہے۔ کیا تو بتائے گا کہ اکادیوں کے اس خاند بدوش قبیلے میں تیری کیا حیثیت ہے؟“

وہ سوار جب رکا تب سردار زہیر بن سلمی فخریہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یوں جانو یہ اس قبیلے کا مالک ہے۔ نام اس کا نفیل بن ساعدہ ہے اور ہمارے قبیلے میں جو کچھ ہمارے نوجوان ہیں یہ ان کا سالار اعلیٰ ہے۔ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ بیعت زنی میں بے مثل ولا جواب ہے۔“

زہیر بن سلمی کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ نے آئے والا اس سالار کو پھر مخاطب کیا۔

”کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہمارے قبیلے پر وہ کب حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں؟“

اس پر آئے والا وہ سوار بول اٹھا۔

”وہ تم پر اس وقت حملہ آور نہیں ہوں گے جب تم نے پڑاؤ اٹھالیا ہو گا۔ وہ سفر کے دوران تم پر حملہ آور ہوں گے اور حملہ آور بھی اچانک ہوں گے کہ تم لوگوں کو خبر نہ ہو گی

نفیل بن ساعدہ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اپنے قبیلے کی خیمہ گاہ کے اس طرف گیا جہاں اس کے ماموں اور اس کے دوسرے عزیز و اقارب کے خیمے تھے۔ ایک خیمے کے قریب رکھا۔ اس کا ماموں، اس کی ممانی اور دوسرے عزیز و اقارب بھی اس کے ساتھ تھے۔ نفیل بن ساعدہ نے پہلے اپنے گھوڑے کو خیمے کے ایک کھونٹے سے باندھا، پھر آگے بڑھ کر وہ طرغائی کے گھوڑے کو باندھنا چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک دوسرے کھونٹے کے ساتھ طرغائی اپنے گھوڑے کو باندھ چکی تھی۔

دونوں ایک ساتھ جب خیمے میں داخل ہوئے تو اندر فرش پر بچھی کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر بستر پر غم بن عبید اللہ لیٹا ہوا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ اس موقع پر اس نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا کہ نفیل بن ساعدہ بھاگ کر آگے بڑھا، اپنے دادا کو اپنے ساتھ لیٹا کر اس کی پیشانی چوٹی پھر اسے بستر پر لٹاتا ہوئے کہنے لگا۔

”آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

ان ساعدہ کے ان الفاظ کا جواب دینے سے پہلے غم بن عبید اللہ نے ہلکے ہلکے جسم میں طرغائی کی طرف دیکھا جو اس وقت تک اس کے قریب ہی بندھ چکی تھی۔ پہلے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کے شانے چھپتے پھر کہنے لگا۔

”میری بیٹی! غم کیسی ہے؟“

جواب میں کسی قدر فکر مند سی سے غم کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی بول اٹھی۔

”میں ٹھیک ہوں۔ آپ بتائیں، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

لہو بھر کے لئے ہلکے ہلکے تبسم میں غم بن عبید اللہ نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”نفیل آگیا ہے۔۔۔ اب میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ چلے پھر نے بھی لگوں گا۔ ویسے جس بیماری نے مجھ پر حملہ کیا تھا تو میں تو بھان چکا تھا کہ شاید میری زندگی کی آخری بیماری ہوگی اور مجھے یہاں سے چٹا کر دے گی۔ لیکن بچ گیا ہوں۔ اور پھر تم دونوں کے آنے کی وجہ سے جو تھوڑی بہت کمزوری رہ گئی ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ بہر حال اب میں اس لحاظ سے تو کیسہ ہوں کہ میں بیماری سے جان چھڑا چکا ہوں۔“

غم بن عبید اللہ یہاں تک کہنے کے بعد رکھا پھر نفیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹے! تیرے یہاں نہ ہونے کے باوجود تیرا خیمہ اسی طرح نصب کیا جاتا ہے۔ لیے جانے کے بعد جہاں تیرے ماموں، ممانی اور دوسرے عزیز و اقارب نے میرا لہلہا رکھا وہاں حرموں میں حجرہ نے میری اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ تارواری کی جس کی میں امید تک نہیں رکھ سکتا تھا۔“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے اپنے ماموں کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ماموں! اگر آپ اجازت دیں تو میں دادا کو اپنے خیمے میں لے جاؤں۔ جتنے دن بھی قبیلے میں ہوں، دادا میرے ساتھ رہیں۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر اس کا ماموں اس کے قریب آیا اور اس کا شانہ چھپایا اور کہنے لگا۔

”بیٹے! اس سلسلے میں تمہیں میری اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارا دادا تم سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور تم بھی اس کی طرح اسے چاہتے ہو۔ تمہارے دادا کا بخار تو اترا چکا ہے لیکن جو تھوڑی بہت کمزوری اور بیماری کے اثرات ہیں وہ تمہارے آنے سے جاتے رہیں گے۔ تمہارے ساتھ رہنے سے تمہارا دادا بہت جلد پہلے کی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔“

اپنے ماموں کا یہ جواب سن کر نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر غم بن عبید اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”دادا! اٹھو۔ اپنے خیمے میں چلیں۔ میں کچھ عرصہ اپنے قبیلے ہی میں رہوں گا اور اس میں سے، میں چاہوں گا کہ آپ میرے ساتھ رہیں۔“

غم بن عبید اللہ نے اس سے اتفاق کیا پھر کہنے لگا۔

”مجھے اٹھاؤ اور مجھے سہارا دو۔۔۔ تمہارے سہارے چل کر میں اپنے خیمے تک جا سکتا ہوں۔“

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”آپ کو ایسی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”ابن ساعدہ اور طرغانی کے گھوڑوں کو لے جاؤ۔ پہلے انہیں پانی پلاؤ پھر ان کے پیٹ کا اہتمام کرو۔“

اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان آگے بڑھا۔ دونوں گھوڑوں کو کھول کر وہاں سے لے گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ، حرقوص بن شجرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن شجرہ! تم چلو، میں تمھاری دیر تک آتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی ابن شجرہ وہاں سے ہٹ گیا تھا جبکہ نفیل اور طرغانی دونوں اپنے لیے میں داخل ہوئے تھے۔

نیسے میں داخل ہونے کے بعد جوہر نفیل اور طرغانی لائے تھے وہ تو بندھے رہے۔ انہیں مجھے جبکہ جوہر نیسے کے کونے میں پڑے ہوئے تھے ان کی طرف نفیل بن ساعدہ دعا دے گا۔ وہ ایک ہنسنے والا چہرہ تھا کہ آگے بڑھ کر طرغانی نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

”یہ کام آپ کا نہیں، طرغانی کا ہے اور آپ یہ کام کر کے ایک طرح سے میرے دامن میں دخل اندازی کر رہے ہیں اور کوئی بھی اپنے معاملات میں دخل اندازی کو نہیں کرتا۔“

نفیل بن ساعدہ، طرغانی کے ان الفاظ پر مسکرا دیا تھا۔ پھر منہاس بھرے لہجے میں کہنے لگا۔

”کوئی بات نہیں۔ دونوں مل کر ہنسنے لگے۔“

طرغانی اس پر رضامند ہو گئی۔ تیزی سے انہوں نے دو ہنسنے لگے۔ ایک ہنسنے کے بعد اللہ کے دامن میں جان بچا، دوسرا بائیں طرف۔ اس کے بعد دونوں غنم بن عبید اللہ کے ساتھ بڑھ گئے۔ کچھ دیر تک دونوں غنم بن عبید اللہ کی احوال پر ہی کرتے رہے جبکہ غنم بن عبید اللہ کی تفصیل سن رہا تھا۔ اس کے بعد اچانک طرغانی، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابا! میں آپ نے کہا تھا کہ بنی اسرائیل سے متعلق تفصیل آپ مجھے قبیلے میں لے کر آئیں۔ آرام سے بیٹھ کر سنائیں گے لیکن قبیلے میں پہنچ کر میری جگہ میں مزید اضافہ ہو گا۔ اب میں یہ جانتا چاہتی ہوں کہ یہ ساجی اور پٹیلی کون ہیں جنہوں نے آپ کے

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ حرکت میں آیا پہلے اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دادا کی بغل میں ڈالے، اسے اٹھایا، پھر اٹھا کر اسے اپنی پیٹھ پر لایا اور نیسے باہر نکلتے ہوئے کہنے لگا۔

”دادا! جب تک میں زندہ ہوں، آپ کو کسی سہارے اور سواری کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسی طرح آپ کو نیسے میں لے کر چلوں گا۔“

نفیل بن ساعدہ کے ایسا کرنے سے جہاں غنم بن عبید اللہ مسکرا رہا تھا وہاں اس ہاتھوں، ممانی اور دوسرے رشتہ دار بھی ہنس رہے تھے۔ اس موقع پر طرغانی بھی اٹھ کھڑی ہوئی، نفیل بن ساعدہ ہی کے ساتھ وہ نیسے سے نکلی۔ جلدی جلدی دونوں گھوڑوں کی لگا میں جو نیسے کے کھونٹے کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں وہ اس نے کھولیں اور دونوں گھوڑوں کی پاکیں پکڑ کر وہ نفیل بن ساعدہ کے پیچھے پیچھے ہوئی تھی۔

نفیل اپنے دادا کو لے کر اپنے نیسے میں داخل ہوا۔ نیسے کے اندر رکھی بڑی بڑی چٹائیاں ایک کونے میں رکھی ہوئی تھیں۔ نفیل نے پہلے چٹائیاں اٹھا کر ایک طرح سے پورے نیسے میں بچھا دیں۔ پھر جوہر کھونٹے میں پڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک ہنسنے والا اس نے ایک چٹائی پر ڈالا۔ یہ سارے کام اس نے اپنے دادا کو اپنی پیٹھ کا سوار رکھتے ہوئے ہی کئے تھے۔ پھر دادا کو اس نے ہنسنے پر لٹا دیا۔ اتنی دیر تک طرغانی نیسے کے کھونٹوں کے ساتھ دونوں گھوڑوں کو باندھنے کے بعد نفیل بن ساعدہ کے گھوڑے کی زین اتار رہی تھی کہ نفیل بھی باہر آیا۔ اس نے دیکھا دونوں گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ جو سامان اور ہنسنے بندھے ہوئے تھے، وہ طرغانی اتار چکی تھی۔ نفیل آگے بڑھا، پہلے وہ سارا سامان نیسے میں رکھا پھر دوبارہ باہر آیا۔ اتنی دیر تک طرغانی نے دوسرے گھوڑوں کی زین بھی اتار دی تھی۔ نفیل نے زین اٹھائی اور نیسے کے اندر لے گیا۔ بین اسی موقع پر حرقوص پہنچا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! قبیلے کے سب سرکردہ افراد فردوس کے نیسے میں جمع ہو رہے ہیں۔ آپ بھی تمھاری دیر تک وہاں آ جائیں۔ میں اصرار ہی جا رہا ہوں اور آپ کا وہاں بڑھنا بہ جتنی سے انتظار کیا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی حرقوص نے اپنے ساتھ آنے والے ایک نوجوان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

نے کبھی ہمارے قبیلہ کو اپنا بدف بنانے کی جرئت نہ کی تھی۔ اب جو وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے متعلق سوچ رہے ہیں تو قبیلے کے سب افراد چاہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایسے جنگجوؤں کو سبق ضرور سکھانا چاہیے۔

عشیرہ کے خاموش ہونے پر مسکراتے ہوئے نفیل کہنے لگا۔

”خداوند نے چاہا تو ان اسرائیلیوں کو ہم ایسا سبق سکھائیں گے جو وہ تو ان کے لئے عبرت خیزی کا سامان فراہم کر رہا ہے گا۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل گیا تھا۔

جب وہ فردوس کے خیمے کے قریب آیا تو اس نے دیکھا خیمے کے سامنے شامیانے کی صورت میں لوگوں کے بیٹھنے کے لئے ایک کھلی جگہ بنادی گئی تھی اور وہاں چٹائیاں بچھ کر وہ لوگوں کے ساتھ ساتھ فردوس بن شجرہ اور اس کے کچھ سلسلہ سار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ جب ان کے قریب گیا تو سب نے اس موقع پر اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے عزت اور احترام دیا۔ اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر چٹائی پر ہاتھ مارتے ہوئے فردوس نے نفیل بن ساعدہ کو اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔ نفیل بن ساعدہ آگے بڑھا اور جس جگہ فردوس نے ہاتھ مارا تھا اس جگہ ہو بیٹھا۔

اب نفیل بن ساعدہ کے ایک طرف قبیلہ کا سردار فردوس، دوسری طرف فردوس بن شجرہ اور سامنے قبیلہ کا نائب سردار زبیر بن سلمی تھا۔ گفتگو کا آغاز فردوس نے کیا تھا۔ سب سے پہلے اس نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ، عزیز بیٹے! جن حالات کے تحت ہم سب لوگ جمع ہوئے ہیں اس کی تفصیل تو تم نے آتے ہی ہی لی ہے۔ تمہاری آمد سے پہلے میں نے قبیلے کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ ساتھ فردوس بن شجرہ اور اس کے ساتھیوں سے بھی مشورہ کیا ہے۔ سب کا کہنا ہے کہ نفیل بن ساعدہ کو آنے نہ دیا جائے۔ جو فیصلہ وہ کرے گا وہی آخری ہو گا۔ اب تاؤ، اسرائیلیوں کے اس موقع جملے کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟“

فردوس کے اس سوال کے جواب میں نفیل بن ساعدہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ دنار با پھر اس کی نگاہیں اپنے پہلو میں بیٹھے فردوس بن شجرہ پر جم گئی تھیں پھر اسے جواب کر کے کہنے لگا۔

قبیلہ پر بنی اسرائیل کے ایک قبیلے کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دی ہے۔“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے غور سے طرغائی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”طرغائی! میں تو فردوس کے خیمے میں جا رہا ہوں۔ تم نے دیکھا کہ فردوس بن شجرہ بلائے آیا تھا۔ میرے بعد دادا تمہیں بنی اسرائیل کے علاوہ بنیوں اور صامیوں سے متعلق تفصیل سے بتائیں گے۔“

نفیل بن ساعدہ حریف کو کھنا چاہتا تھا کہ ایک دم رک گیا۔ اس لئے کہ وہی موقع خیمے کے دروازے پر حسین اور خوبصورت عشیرہ نمودار ہوئی تھی اور پھر نفیل بن ساعدہ طرف دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

”اگر میں خیمے میں داخل ہوں تو آپ لوگوں کے درمیان میں تل تو نہ ہوں گی؟“

نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور عشیرہ کی طرف کسی قدر مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”عشیرہ! اگر ہم تمہاری آمد پر تل بھی ہوں تو تب بھی تمہاری آمد ہمارے لئے گمراہ نہیں ثابت ہو سکتی۔ تمہیں کچھ کہنے اور پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اندر آ جاؤ۔“

عشیرہ مسکراتی ہوئی جب خیمے میں داخل ہوئی تب طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل کہنے لگا۔

”میں سردار کے خیمے کی طرف جاتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر بنی اسرائیل بنیوں اور صامیوں سے متعلق دادا تمہیں تفصیل نہ بتائیں تو یہ تفصیل عشیرہ بھی بہتر انداز میں تم سے کہہ سکتی ہے۔“

عشیرہ شاید یہ بات سمجھ گئی تھی لہذا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”نہیں۔۔۔۔۔ ان تینوں سے متعلق دادا مجھ سے بہتر بتا سکتے ہیں۔“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے عشیرہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”تم دادا اور طرغائی کے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارے باپ کے خیمے کی طرف جاؤ۔“

ہوں۔ کیا وہاں لوگ جمع ہو چکے ہیں؟“

اس پر عشیرہ کہنے لگی۔

”سب لوگ وہاں جمع ہو چکے ہیں۔ صرف آپ کا انتظار ہے۔ اسرائیل کے قبیلوں کے متعلق لوگوں کے اندر بڑا غم اور غصہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے انہوں

تہ اجازت لینے کی بھی ضرورت پیش آ سکتی ہے؟“

حقوق بن شجرہ! خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ بھر پول اٹھا۔

”اے شجرہ! تم دھوکے اور فریب کا شکار ہو۔ اپنے آپ کو نائب سالار مت کہو۔ اے بخت نصر کے لشکر میں شامل ہونے کے بعد قبیلے کے سالار کا عہدہ خالی ہے۔ لہذا اعتباری حیثیت نائب سالار کی نہیں بلکہ سالار کی سی ہے۔ اس بناء پر آئندہ اپنے فائدہ بخش قبیلے کی حفاظت کے لئے جو معرکہ پیش آئے گا، جس لڑائی، جس جہم کا بھی سامنا کرنا پڑے گا، اس میں، میں تمہارے ماتحت ایک عام اور معمولی لشکر کی حیثیت سے کام کروں گا۔ لیکن اس قدر ضرور کہوں گا کہ جس طرح ایک سالار کی حیثیت سے میں پوری جانفشانی اور خلوص کے ساتھ اپنے قبیلے کے لئے کام کرتا رہا ہوں اسی طرح تم نے اگلے دور میں بھی اپنے قبیلے کے جنگجوؤں میں ایک عام اور معمولی لشکر کی حیثیت سے بھی اسی بند بے اور ذوال فہم کے ساتھ کام کرتا رہو گا۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب ایک دم حقوق بن شجرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا اور سر پر ہنسی بھری اپنی تلوار اور نیزہ کی جھکی کھولی اور اسے نفیل بن ساعدہ کے پاؤں سے قریب پھینک دیا۔ اس موقع پر جو دوسرے سرکردہ لشکر اور چھوٹے سالار موجود تھے، حقوق بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بھی اٹھے اور اپنی اپنی پیشیاں کھول کر انہوں نے مل جل کر حقوق بن ساعدہ کے پاؤں پر ڈال دی تھیں۔ اس موقع پر حقوق بن شجرہ، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کبیرا بھاتا۔

”اے ساعدہ! اگر تم اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے سالار کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے تیار ہوتے ہو تو ہم اپنے جسم کے خون کے آخری قطرے تک لڑا کرتے ہوئے تم کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر تم قبیلے کی سالاری قبول نہیں کرتے، ایک لڑائی کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہو تو پھر ہم نے اپنے ہتھیاروں کی پیشیاں کھول دی ہیں۔ تم نے پاؤں میں ڈال دی ہیں۔ ہم آئے والے معرکوں اور جہموں میں حصہ نہیں لیں گے۔ ہماری اس کشتی، ہماری اس تفرمانی کی جو سزا تم دے دو وہ ہمیں بخوشی قبول ہے۔“

انہوں نے شجرہ خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے ان ساعدہ کہنے لگا۔

”اے شجرہ! جس خلوص کا تم اظہار کر رہے ہو اسے میں سلام پیش کرتا ہوں۔ پر

”اے شجرہ! جو سوال قبیلے کے سردار فردوس نے مجھ سے پوچھا ہے کیا اس کے اس سوال کا جواب دینے کی مجھے تمہاری طرف سے اجازت ہے؟“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر حقوق بن شجرہ چونک اٹھا تھا۔ اس موقع پر دنیا بھول کے گئے، جہاں بھر کے شکوے اس کے چہرے پر نقش کرنے لگے تھے۔ پھر کہنے لگا۔ ”اے ساعدہ! یہ آپ قسم قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ محترم فردوس نے جو آپ سے پوچھا ہے تو اس کا جواب دینے کے لئے آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ قبیلے کے سردار اور نائب سردار سے بھی بڑھ کر جوانوں کے اندر ہر دماغ میں ہیں۔ اس بناء پر۔“

حقوق بن شجرہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کانٹے ہوئے اے ساعدہ بول اٹھا تھا۔

”حقوق! میں تمہاری اس گفتگو سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں اپنے قبیلے سے نکل کر بائبل کے بادشاہ بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو چکا ہوں۔ اب میں اس کے لشکر کا ایک سالار ہوں۔ میری غیر موجودگی میں اب قبیلے کے لشکر کے سالار تم ہو لہذا قبیلے کی حفاظت اور قبیلے کے دشمنوں پر ضرب لگانے کے لئے جو احوال عمل تم مرتب کیا کرو گے، وہی آخری ہو گا۔ میں جب بخت نصر کے لشکر میں ہوں تب بھی اور اپنے قبیلے میں موجود ہوں تب بھی تمہاری حیثیت سب پر مسلم اور برتر ہے۔ اس بناء پر میں جو کچھ کہا چاہتا ہوں اس کے لئے تمہاری اجازت ضروری ہے کہ تم قبیلے کے مسلح جوانوں کے سالار ہو۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جہاں فردوس اور زبیر بن سلمی دونوں پریشانی اور فکر مندی کا اظہار کر رہے تھے وہاں حقوق بن شجرہ بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھ رہا تھا، پھر کہنے لگا۔

”نفیل میرے عزیز بھائی، میرے قبیلے کے محترم سالار! جو الفاظ تم نے میرے متعلق ادا کئے ہیں ایسے الفاظ ادا کرنے سے بہتر تھا آپ میرے سینے میں خنجر گونپ دیتے، میرا خاتمہ ہو جاتا اور جو الفاظ آپ کہہ چکے ہیں انہیں سننے کے قابل نہ رہتا۔ یہ گفتگو کرنے سے پہلے آپ کو اپنے ذہن میں یہ بات تو رکھنی چاہئے تھی کہ میری حیثیت آپ کے نائب کی سی ہے۔ کیا کسی سالار کو کوئی کام کرنے کے لئے اپنے نائب سالار

”محترم فردوس! یہ معاملہ کب ہوا؟ ہمیں اس کی خبر ہی نہیں کہ ابن ساعدہ کے دادا نے اس کے لئے عیشیہ کا رشتہ مانگا اور آپ نے انکار کر دیا۔ کیا ہمارے قبیلے میں کوئی ایسا نوجوان ہے جو نفیل بن ساعدہ سے بڑھ کر ہو؟ پھر کس بناء پر آپ نے عیشیہ کے رشتے سے غم بن عبد اللہ کے مانگنے کے باوجود انکار کر دیا۔ کیا یہ۔“

فردوس بن شجرہ خاموش ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ نفیل بن ساعدہ بول اٹھا تھا۔

”ابن شجرہ! اس معاملے پر مثنیٰ ذیل دو۔ یہ معاملہ ختم ہو چکا۔ میں اب فردوس کی بیٹی عیشیہ کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کر چکا ہوں۔ میں اپنی بات عمل نہیں کر سکا تھا کہ قبول اٹھے۔ فردوس میرے عزیز بھائی! تمہارے اور اپنے ان جنگجو ساتھیوں اور مالداروں کے کہنے پر میں قبیلے کی ساری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن مستقل طور پر نہیں۔ اس وقت اسرائیلیوں کی طرف سے ہمیں جو خطرات اور دشمنیات ہیں انہیں نبھانے کے لئے میں ساری قبول کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں تم مجھ سے تعاون کرو گے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر فردوس بن شجرہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس نے دوسرے جنگجو ساتھی بھی منگوا رہے تھے۔ پھر فردوس بن شجرہ بھکا نفیل بن ساعدہ کی جانب سے ایک لمبا ہوا، یا پھر کہنے لگا۔

”میرے عزیز! اور محترم مالدار! اس طرف تم اشارہ کر رہے، آگے اور آہٹیں کا کھیل مہینے چلے جائیں گے۔“

فردوس بن شجرہ کی اس حرکت پر نفیل بن ساعدہ اور ذہیر بن سلمیٰ دونوں منکرا رہے تھے۔ فردوس اس کا بیٹا اٹھ دوئوں اداس اور افسردہ تھے۔ شاید اس بناء پر کہ نفیل بن ساعدہ نے عیشیہ کے رشتہ کو ٹھکرا دیا تھا۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اسرائیلیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جس منصوبہ بندی پر ہم نے عمل کرنا ہے وہ فوراً سے منسوخ آج ہی اپنے مجبور اور طلائے گروہ کو اسرائیلیوں کے ان علاقوں کی طرف پھینکا دیا جائے جہاں سے نکل کر ہم پر وہ حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ تمہیں اور میری صاحبی اور بھائی بتا چکے ہیں کہ وہ اس وقت ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ وقت ہم سفر کی حالت میں ہوں گے۔ لہذا سفر پر نکلنے سے پہلے ہی پہلے میں ملے۔“

دیکھو، قبیلے کے دونوں سردار یہاں اس وقت موجود ہیں۔ تمہارے مشورے سے یہاں چاہیں سارا مقرر کر لیں اور انہیں نائب سارا رکھیں۔ میں ہر ایک کی کمانداری! ایک عام لشکر کی حیثیت سے اپنے قبیلے کے مفاد کے لئے کام کرنے کے لئے آہوں۔“

نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر فردوس بن شجرہ اسے مخاطب کر کے کہہ چکا تھا کہ اس سے پہلے ہی فردوس بول اٹھا تھا۔

”نفیل بن ساعدہ! تمہاری دل شکنی، سارا کی اس منصب سے تمہارے انکار کی میں اور ذہیر بن سلمیٰ دونوں جانتے ہیں۔ تمہارے دادا نے تمہارے لئے میری بیٹی کا رشتہ مانگا تھا۔ مجھے سے غلطی اور خطا ہوئی کہ میں نے یہ رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ میرے خیال میں تمہارے دل میں یہی دل شکنی ہے جس کی بناء پر تم قبیلے کا کوئی ایک منصب اپنے پاس رکھنے کے لئے آمادہ نہیں ہو رہے۔ لہذا ان سب لوگوں کے سامنے میں چھینچش کر رہا ہوں کہ میں تمہیں اپنی بیٹی عیشیہ کا رشتہ دیتا ہوں۔ ام یو، کیا کہتے ہو؟“

فردوس کے خاموش ہونے پر بغیر کسی تاثر کے نفیل بن ساعدہ جھٹ سے بول اٹھا۔

”سردار! آپ کے اندر عیشیہ، آپ کے انداز سے غلط ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس وقت آپ نے اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دینے سے انکار کیا تھا اس وقت میرے کو یہ حد دیکھ اور صدمہ ہوا تھا۔ لیکن خدا گواہ ہے کسی بھی موقع پر میں نے اپنے سے عیشیہ کا رشتہ مانگنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ میرے دادا نے خود ایسا چاہا تھا اور مجھ پر مشورہ کئے بغیر اس نے آپ سے یہ رشتہ مانگ لیا تھا۔ یہ میرے دادا کی غلطی اور تمہی کہ اس نے مجھ سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ بہر حال آپ نے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا اس سلسلے میں مجھے آپ سے کوئی گھم اور شکوہ نہیں اور اب تو آپ مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کی پیشکش کر رہے ہیں تو میں آپ کی اس پیشکش کو رد کرتا ہوں۔ آپ کی بیٹی کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں اس موقع پر بھی کہتا ہوں۔“

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو کمرک جانا پڑا۔ اس لئے کہ انتہائی غصے اور غضب ناک کی کا اظہار کرتے ہوئے فردوس بن شجرہ بول اٹھا تھا۔

آور اسرائیلیوں کا کام تمام کر دینا چاہتا ہوں۔ بہن شجرہ! تم جن خیروں کو روانہ کرو گے ان کے ذمے دو کام لگاتے۔ پہلا کام وہ یہ کریں کہ جنگجو اسرائیلیوں کا کل وقوع جاننے کی کوشش کریں۔ دوسرا کام یہ کریں کہ ان جنگجو اسرائیلیوں نے صابنوں اور عطیوں سے ان کا سامان کون کونسا رکھا ہوا ہے۔ اس موقع پر میں یہ بھی بتا دوں کہ یہ ان کی پہلی واردات نہیں ہوگی۔ اس پہلے بھی وہ تجارتی کاروانوں پر حملہ آور ہوئے رہے ہوں گے اور سارا سامان انہوں نے کہیں نہ کہیں ضرور محفوظ کیا ہوگا۔ جس وقت ہمارے خبر نویس یہ دہلوی اطلاعات فراہم کر دیں گے اس کے بعد میں ان اسرائیلی ٹیڑموں پر حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ ہم انہیں اپنے سامنے رگید اور برباد کر کے دکھ دیں گے۔

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے حقوق اور اس کے سارے ساتھی خوش ہو گئے تھے۔ سب نے اپنی اپنی پیشیاں اٹھا کر باندھ لی تھیں۔ پھر اس شجرہ، نفیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے بھائی! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس پر آن ہی سے مثل شروع کر دیا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی حقوق اور اس کے ساتھی نفیل بن ساعدہ کے ارد گرد بیٹھ گئے تھے۔

اس موقع پر فردوس کے چنے اٹھ بن فردوس کو گھانے کیا ہوا۔ اب تک تو وہ اُداس، اُلٹا، اُلٹا، پریشان سا بیٹھا ہوا تھا، چاکا اپنی جگہ سے اٹھا، نفیل بن ساعدہ کے پاس میں آ کر بیٹھا پھر انتہائی تاحف اور دکھ بھرے انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بن ساعدہ، میرے بھائی! قسم کعبہ کے رب کی، مجھے یہ خبر نہیں کہ آپ کے دادا نے میری بہن عثیرہ کا رشتہ مانگا تھا۔ مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میری بہن کا رشتہ میرے باپ نے ستان بن زہیر سے کب طے کر دیا تھا؟ مجھے تو اس وقت یہ چلا جب میری بہن نے امدان بن ستان بن زہیر کے ساتھ اپنے رشتے کو منقطع کر دیا۔ اگر آپ کے دادا نے میری بہن عثیرہ کے لئے رشتہ مانگا تھا اور میرے باپ نے انکار کیا تھا تو یہ میرے باپ کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی اور خطا ہے۔ میری بہن کو آپ سے بڑھ کر

زندگی کا ساتھی مل ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ قدم اٹھا کر میرے باپ نے ایک طرح سے اپنی بیٹی اور میری بہن عثیرہ کا مستقبل تاریک اور خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں، میں آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں۔“

اٹھ بن فردوس جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اس کی ہڈ چھپائی اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائی! تمہیں معذرت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور پھر اور اس سے بھی مجھے گلہ اور شکوہ نہیں ہے۔ عثیرہ اس کی بیٹی ہے۔ وہ اسے جہاں چاہے یاد دے۔ کسی کو کوئی اعتراض کھڑا کرنے کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔“

اس موقع پر خود فردوس بھی معذرت طلب انداز میں کہنے لگا۔

”اے بن ساعدہ میرے بیٹے! مجھے اپنی غلطی، اپنی خطا کا احساس ہے۔ میں تو خود بھی اپنے رویے کی معافی مانگتا ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا اور نرم لہجے میں فردوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”محترم فردوس! آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ آپ سے کوئی خطا ہوئی ہے نہ غلطی۔ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے، آپ جہاں چاہیں عثیرہ کا رشتہ طے کر دیں۔“

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ اور حقوق بن شجرہ قبیلے کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ وہاں جمع ہونے والے جنگجو سالاروں اور دوسرے سرداروں کے ساتھ بنی اسرائیل سے نکلنے کے لئے عمل پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

”عام پیدا ہوئے۔ ان سے بنی اسرائیل کی نسل چلی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹی! بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ ہاجرہ، سارہ کی لونڈی تھی اس لئے بنی اسرائیل ہم سے اعلیٰ اور ارفع ہیں تو یہ بات قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ ہاجرہ کا لونڈی ہو ثابت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہاجرہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ اس نے جب ہاجرہ کی کچھ کرکرات دیکھیں تو کہا کہ میری بیٹی کے لئے اس کے گھر میں خدمت گزار بن کر رہنا دوسرے گھروں میں بیوی بن کر رہنے سے بہتر ہے۔

پھر حال حضرت ہاجرہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شادی کی تھی۔ چونکہ صحت سارہ سے شادی کرنے کے بعد ایک عرصہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ اولاد پیدا نہ ہوئی تھی۔ لہذا اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کے لئے خداوند قدوس سے دعا مانگی جو مقبول ہوئی۔

اس دعا کے نتیجے میں حضرت ہاجرہ کے ماں بننے کی امید بندھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت سارہ کو شک ہوا اور وہ ہاجرہ کو ستانے لگیں۔ اس صورت حال کے تحت ہاجرہ نے گھر چھوڑ کر کہیں اور جانے کا ارادہ کیا۔ وہ ایک چشمہ تک جو شر کی سر زمینوں سے راستے پر واقع تھا آ کر ٹھہر گئیں۔ وہیں اچانک ایک فرشتہ حضرت ہاجرہ کے پاس آ کر اور اپنے خداوند قدوس کا پیغام دیتے ہوئے ہاجرہ کو مخاطب کر کے کہا۔

”ہاجرہ! اپنی بی بی کے گھر واپس جا۔ میں تیری نسل کو اتنا بڑھاؤں گا کہ وہ کثرت آتی نہ جائے گی۔ تو ماں بننے والی ہے تو ایک بیٹا بنے گی۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ خدا نے تیرا دکھ سنا۔ تیرا جدوی آدمی ہوگا۔ اس کے ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے سکونت کرے گا۔“

جہاں فرشتہ حضرت ہاجرہ سے ہم کلام ہوا وہاں ایک کنواں تھا۔ ہاجرہ نے اس میں کا نام زندہ نظر آنے والوں کو رکھا۔ اس کے بعد وہ واپس گھر آئیں اور ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور خداوند قدوس کے پیغام کے مطابق ہاجرہ نے اس بیٹے کا اسماعیل رکھا۔

اسماعیل عربی لفظ ہے اور یہ عبرانی میں شش اہل سے۔ شش عربی کے لفظ صغ کا مساوی

دوسری طرف عشرہ جب طرغائی کے پاس بیٹھ گئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے طرغائی کہنے لگی۔

”اب مجھے بنی اسرائیل، بنطیوں اور صائبیوں سے متعلق تفصیل بتاؤ جیسا کہ فیصل بن ساعدہ تم سے کہہ کر گئے ہیں۔“

اس پر عشرہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”مجھ سے بہتر یہ تفصیل داتا داتا کہتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ دادا ضرور بتائیں گے۔“

اس موقع پر غنم بن عبید اللہ مسکرایا پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹی! میں تمہیں یہ تفصیل بتاتا ہوں۔ سنو، جہاں تک بنی اسرائیل اور بنطیوں کا تعلق ہے تو یوں جانو یہ دو بھائیوں یا ایک ہی باپ کی دو بیویوں کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم اور بنطی یوں جانو ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں تک بنی اسرائیل کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا اور بنطیوں کا تعلق ہے تو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہاجرہ سے متعلق ہیں۔ میری گزارش یہی! جہاں تک ہاجرہ کا تعلق ہے تو وہ مصر کے حکمران کی بیٹی تھی۔ ہاجرہ اصل میں عبرانی لفظ ہے جس کے معنی بیانا اور اجنبی کے ہیں۔ اصل میں ان کا جن کیونکہ مصر تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ مصر گئے تھے تو مصر کے بادشاہ نے دیگر انعام و اکرام کے ساتھ یہ لڑکی بھی ان کے ساتھ کر دی تھی۔ اس ہاجرہ سے اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماں ہاں کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جبکہ دوسری بیوی سارہ سے حضرت اسحاق علیہ

اور مختلف عرب علاقوں میں پھیل گئی۔ بطور کی اولاد شام کے صوبہ حوران میں نظر آتی تھی اور ایک موقع پر ان کا بنی اسرائیل سے ٹکراؤ بھی ہوا تھا۔ بطور کی اولاد بھی حوران ہی میں جا رہی تھی۔ دومہ کی اولاد شمالی عرب میں مدینہ اور شام کے درمیان جا رہی تھی۔ تیسرے کی اولاد عرب اور شام میں رہی۔ اس خاندان کے انتساب سے ایک قدیم آبادی بھی مشہور ہے جسے تباہ کہتے ہیں۔ (اللہ کے نبی حضرت ایوبؑ کے زمانے میں اس خاندان کو کسی قدر عسکری اہمیت بھی حاصل تھی اس لئے کہ ان کے دور میں تمام کے دوروں کا ذکر ملتا ہے)

جہاں تک حضرت اسماعیل کے سب سے چھوٹے بیٹے قیدماہ کا تعلق ہے تو انہیں کاظمہ بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ قیدماہ کی نسل کو اصحاب الرس کا بھی نام دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ کا پھر بڑے نور سے طرفانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میری بیٹی! بھائیوں اور ان کے قریبی عزیز و اقارب سے متعلق جس قدر میں جانتا تھا اس کی تفصیل میں نے تم سے کہہ دی ہے۔“
جواب میں طرفانی بڑے نرم لہجے میں کہنے لگی۔

”اوالہ! آپ کا شکر ہے، آپ کی مہربانی کہ آپ نے یہ تفصیل مجھ سے کہی۔ اب آپ صاحبزادوں سے متعلق بھی تجھے بتائیں۔ پھر میں بنی اسرائیل سے متعلق تفصیل جانتا چاہوں گی۔“

غنم بن عبید اللہ تھڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا، اس کے بعد اس نے صاف کیا اور کہنے لگا۔

”طرفانی میری بیٹی! صاحبزادوں کا اصل وطن یاہل تھا۔ اس لئے کہ ان سرزمینوں میں ستارہ پرستی کا رواج مدت سے تھا۔ اسی کے ساتھ ان میں ارواح پرستی بھی آگئی۔ ستاروں کے پیکل ان کے معبود تھے۔ یہ لوگ خدا سے واحد پر یقین رکھتے ہیں لیکن ستاروں اور ارواح کو خدا اور زمین کے بندوں کے درمیان واسطہ سمجھتے ہیں۔ تین وقت ستاروں کی پوجا کرتے ہیں۔ صبح کے وقت دو پہر کو عین زوال کے وقت اور شام کو آفتاب ڈوبنے تک۔

ان کا اعتقاد ہے کہ تمام ستاروں کا مرکز قطب شمالی ہے۔ تمام ستارے اس آغاز عالم

سے برہوت اپنی جگہ سے ہٹے رہتے ہیں اور بڑھتے رہتے ہیں لیکن قطب کا تارہ ہمیشہ الگ جگہ پر قائم رہتا ہے اس لئے کہ وہ قبلہ ہے۔ اس طرف منہ کر کے وہ اپنی دنیا اور عبادت پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔“
یہاں تک کہنے کے بعد غنم بن عبید اللہ کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”بیٹی! یہ صاحبزادے اپنے آپ کو ماندیں بھی کہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر ساحل فرات، بصرہ و خوزستان کے پاس آباد ہیں۔ ماند کے لفظی معنی ان کی زبان میں علم کے ہیں۔ ان کو ہل چال کی زبان عربی سے ملتی چلتی ہے لیکن مذہبی زبان زیادہ تر آرمی استعمال کرتے ہیں۔ ان کی تقریر قدیم تہذیبی خط سے متاثر ہے۔ اسی زبان میں ان کے پاس مذہبی تحفہ بھی ہے جس کے بعض حصے بڑے قدیم ہیں۔ اس تحفے میں سب سے اہم اور قدیم کلام کا نام مدرب یعنی بڑی کتاب ہے اور اس کا دوسرا نام گز یعنی گز لڑائی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ بڑے کو عین دایاں ہاتھ اور چھوٹے کو شمال کی دایاں ہاتھ کہتے ہیں۔ پورا حصہ زندگی کے لئے ہے اور دوسرے حصے میں مذہبی دیکھاروں کی تجزیہ و تفسیر کی دعائیں ہیں۔“

ان کے نزدیک تمام اشیاء کی اصل ایک تاریک عمار ہے۔ یہ لوگ سب سے اہم اہمیت کو اسباب یعنی روحِ اعظم سمجھتے ہیں جس کو وہ ملک النور بھی کہتے ہیں۔ اسی اسباب نے ان کے عقیدے کے مطابق قوائے ازل یعنی حیات قدیمہ یا علت اولیٰ کو پیدا کیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ خود پروردگار میں چھپ گیا اور صرف نیک انسان کی موت کے بعد نظر آتا ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر حیات قدیمہ یا علت اولیٰ عمل اس فرشتے کا خدا ہے۔ یہ باتوں اور دعاؤں میں اسی کی تائید و ثناء ہوتی ہے ملک النور اپنے تمام جاہ و جلال کو انسانی صورت میں سکونت پذیر ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حیات اولیٰ سے پھر حیات ثانیہ یا علت ثانیہ پیدا ہوئی۔ اس کا نام دینوتین بھی ہے۔ اس کا دوسرا مظہر رسول حیات یعنی ماند ہے جس کی موت اس فرشتے کا نام ماندین پڑا اور جس کو وہ اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ ماند کو اسباب کا فرزند اول اور فرزند عزیز خیال کرتے ہیں۔ اس کو بھی کدو کا

اس حیات اولیٰ نے اس عالم ظاہری میں اپنے تین مدگر پیدا کئے۔ ایک کا نام **نیل** اور دوسرے کا نام **شیتل** اور تیسرے کا نام **آنوس** ہے۔ یہ تینوں محافظ ارواح خیال کے جانتے ہیں۔ آنوس کا دوسرا نام حیات ثالث بھی ہے۔ صابئی اسے قیس یعنی قدیم بھی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت کے بیچ میں عالم نور کی آخری سرحد پر رہتا ہے اور ان کے عقیدے کے مطابق اس دنیا سے جو جاتا ہے یہ اپنے ترازو میں اس کے اعمال پہلے تول لیتا ہے۔

اس کے نیچے ایک عالم غار میں سیلا پانی قاضی میں اس کا عکس پڑا تو صورت پیدا ہو گئی جسے حیات ثالث کا نام دیا گیا اور یہی حیات ثالث عالم مادی کا خالق ہے۔ اسی نے آد اور حوا کو پیدا کیا۔ لیکن یہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اس لئے حیات اولیٰ **نیل**، **شیتل** اور **آنوس** کو بھیجا۔ انہوں نے ان کے اندر روح پھونکی اور ان کو خدا کے حکم سے تعلیم کیا کہ عالم نور کیا چیز ہے اور یہ کہ ان کا اصلی خالق حیات ثالث نہیں، خدا ہے۔ یہ لوگ مختلف سیاروں کی پوجا پات اور پرستش کرتے ہیں اور ان کے انہوں نے مختلف رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں آفتاب کا دوسرا نام **قادوش** ہے جسے وہ قدوس بھی بتاتے ہیں۔ یہ تمام ستاروں کے ارواح کا مالک خیال کرتے ہیں اس لئے ان کی جگہ ان کے وسط میں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ آسمان خالص پانی کا ایک سمندر ہے جس میں ستارے تیر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شمسی ستارہ ستاروں کا مرکب آفتاب جس کے ارد گرد تمام اجزائے سداوی حرکت کر رہے ہیں اور وہ تاج زر پہنے عالم نور کے دروازے پر بیٹھا ہے۔ یہ صابئی عبادت کرتے وقت اس طرف رخ کرتے ہیں زمانے کے مختلف اجزاء کر کے ہر زمانے کی حکومت ایک خاص ستارے سے منسوب کر کرتے ہیں۔

غرض بن عبید اللہ کا، پیچھ سوچا پھر اپنی گنگلو کو آگے بڑھا تا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔
 ”ان کے ہاں روزوں کے دن بھی مقرر ہیں لیکن روزے کے دن کا معنی مراد آرام کے دن شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ فاتح ان کے ہاں سخت ممنوع ہے۔ حکم ہے کہ روزوں کے دنوں میں مرد و زن سب سفید کپڑے پہنیں اور تین وقت نمازیں۔ کم جانور کو ان دنوں نہ ماریں اور نہ گوشت کھائیں۔ سب شنبہ ان کا مقدس دن ہے۔ خدا عقائد کو نفیوں سے چھپاتا ہے ان کا اولین اصول ہے۔ سب سے تجب اکنی بات یہ ہے

ان کے مذہبی عقائد بنی اسرائیل کے عقائد اور اصولوں کی بالکل ضد ہیں۔ یہ بد بختوں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر دوسرے پیغمبروں کو کاذب پیغمبر سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کی طرف داری کرتے ہیں۔ فرعون کو اپنا دانا اور چیشا خیال کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ خدا کا مذہب اس کے زمانے میں مضر میں قائم تھا۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مصر کے فرعون کے ساتھیوں میں جو ذہن سے بچ گئے وہ قطب شمالی کی چھوٹی جنت میں آرام کر رہے ہیں۔

(چھٹی صدی عیسوی کا ایک عیسائی مؤرخ اپنی تحقیق کی بناء پر نہایت وثوق کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ مسابین کا مذہب قدیم کلدانیوں کا مذہب ہے۔ قطب شمالی ان کا مذہب ہے۔ تین وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ اول طلوع آفتاب کے آٹھ گھنٹے پہلے طلوع آفتاب تک آٹھ رکعتیں۔ دوسری عین زوال آفتاب اور تیسری غروب کے وقت پانچ رکعتیں۔ ہر رکعت میں تین سجدے ادا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں روزے بہت لمبے۔ اول تین روزے سے ایک ساتھ مارچ میں، اس کے بعد نو روزے، اس کے بعد مزید نو روزے۔ اسی طرح سہ ماہات ان کے روزے فروری میں)

”یہ بھی کہنا چاہیے کہ یہ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ قربانیاں کثرت سے کرتے ہیں انہیں کھاتے نہیں بلکہ جلادیتے ہیں۔ ان کی باتیں سکلا سے مشابہہ ہوتی ہیں۔ تو حید۔ مسائل ان کے ہاں نہایت مضبوط ہیں۔ لہسن، کرم کلا اور سور نہیں کھاتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ گناہ گار کچھ عرصہ عذاب اٹھا کر آخر کار رحمت الہی کے سامنے میں داخل ہو جائیں گے۔

سالمیت عراق کا نہایت قدیم مذہب تھا۔ رفتہ رفتہ سیاسی انتخابات کے بعد ان پر مذہب غاب آتا گیا ان کے کچھ اجزاء ان میں شامل ہوتے گئے۔ ان میں بنی اسرائیل، یہودیت، ایرانیوں کی مجوسیت، یونانیوں کا فلسفہ، رومنوں کی سیاست ہر چیز مل۔ ایت کر گئی۔ خدا کے واحد پر ان کا عقیدہ تھا مگر ستاروں کی ارواح کو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ سمجھتے گئے۔ تین وقت ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔ یہاں تک کہنے کے بعد غرض بن عبید اللہ خاموش ہوا، دم لیا اس کے بعد ہلکی ہلکی بات میں طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بنی اسرائیل تم یہ کیوں کر میں تمہیں بنی اسرائیل کے متعلق تفصیل بتاؤں۔

نورائے کبریا کی صورت میں اتر آ کر تھا اور یوں خدا تعالیٰ نے اس قوم پر نعمتوں کی بارش کئے رکھی۔ اس دوران ان کی آزمائش بھی کی جاتی تھی تاکہ وہ شریعت پر قائم رہیں۔ مگر وہ نافرمان قوم بد اعمالیوں سے باز نہ آئی۔ حتیٰ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہ طور پر گئے تو ان کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے گائے کی پرستش شروع کر دی۔

اور جب انہیں ان کی مقدس زمین فلسطین انہیں دیکھا کر کہا گیا کہ یہ وہ ملک ہے جس کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا سو اس میں داخل ہو جاؤ تو بنی اسرائیل جن کے وجود میں ثمرات اور کافلی داخل ہو چکی تھی، کہنے لگے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جاؤ اور اس ارض مقدس کے لوگوں سے لڑو۔ کیونکہ وہ بڑے جابر اور طاقت ور لوگ ہیں۔ تم یہاں بیٹھتے ہیں۔ جب یہ ملک اس سے خالی ہو جائے گا تو ہم آ جا سکیں گے۔

بنی اسرائیل کی یہ گستاخی خداوند قدس کو ناگوار گزری اور اس نے انہیں یہ سزا دی کہ جب تک موجودہ نسل کے تمام بالغ عمر میں گئے وہ وادی حبیہ میں بیٹھتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے جانشین حضرت یوشع علیہ السلام کی سرکردگی میں بنی اسرائیل ویرت سینا سے نکل کر ارض کنعان کی طرف بڑے اور اس میں فتح حاصل کی۔ حضرت یوشع علیہ السلام آخری عمر تک بنی اسرائیل کی نگرانی اور اصلاح مال میں مصروف رہے۔ ان کے باہمی جنگوں کے نتیجوں کے لئے قاضیوں کو مقرر کیا گیا تاکہ وہ آئندہ اس طرح کا اپنا نظام قائم رکھیں۔ یہ نظام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے تقریباً ساڑھے تین سو سال بعد تک قائم رہا۔ ان کے قبیلوں پر حکومت ان سے سوار کرتے اور قاضی فیصلے کا کام انجام دیتے تھے۔

اس عرصے میں بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ تھا اور نہ کوئی حکمران۔ اس لئے جیسا یہ ذہین اکثر ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور بنی اسرائیل ان کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔ یہی معاملہ ان پر چڑھ دوڑے، کبھی عدائی حملہ آور ہو جاتے، کبھی آرمی قوم انہیں میرتی۔ اس طرح یہ مختلف اقوام کا نشانہ بنتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں انبیاء کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ عین ان میں سے اکثر کو بھلائے رہے۔ آخر ان کی بنی اسحاق پر اللہ کے نبی نے ان کے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیا جس کا نام طالوت تھا۔ جب وہ بادشاہ ان پر مقرر کیا

جواب میں طرغانی نے بھی منکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب غم بن م اللہ پھر کہہ رہا تھا۔

”بنی اسرائیل دراصل اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان کے لقب اسرائیل کی بناء پر یہ بنی اسرائیل کہلائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا بارہ بیٹوں کی اولاد بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں تقسیم ہوئی۔ ان بیٹوں کے نام روبعم، قعمون، ادوی، یہودہ، زبولون، اشکار، دان، جد، آشر، نفتالی، یوسف اور بنیامین تھے۔ ان میں سے یوسف جو اللہ کے نبی ہوئے وہ پہلے ہی ایک تمام کی حیثیت سے پکارے گئے تھے۔ جب انہیں مصر کے حکمرانوں کی قوت گیری اور پھر انہیں وہاں حکومت بھی ملی تو ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے سارے بیٹوں اور ان کی اولاد کے ساتھ وہاں گئے۔ وہاں جا کر بنی اسرائیل کی آبادی خوب بڑھی اور مصر کا ایک طاقتور ملک بن گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد مصر لوگ بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی طاقت کی بناء پر ان کے مخالف ہو گئے۔

چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل پر تشدد کرنا شروع کر دیا، ان سے سخت محنت لینے لگے۔ ان کے بیٹوں کو مار ڈالنے، نوزائیدہ بیٹوں کے قتل کا حکم مصر کے فرعون کی طرف سے باقاعدہ جاری کیا گیا تھا لیکن خداوند قدس کو ان کی بقاء منظور تھی لہذا وہی قبیلے میں ہونے والا ایک بچہ فرعون کے ہاں آیا، بڑھا اور یہ جوان ہو کر نبی ہوا اور ان کا نام موسیٰ علیہ السلام تھا۔ انہیں خدا نے نبوت سے سرفراز کیا اور قوت ربیت دی۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی اور خدا کے حکم پر مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف آئے۔ بنی اسرائیل کے جو افراد اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلے ان کی تعداد سچے لاکھ تھی اور انہوں نے مصر میں کل چار سو تیس سال گزارے تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد غم بن حید اللہ دعا کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہ

”مصر سے نکلنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خدا کے احکامات پر عمل کرنا اور اللہ کی عبادت میں مگرمی ہوئی اس قوم نے ہمیشہ نافرمانیاں کیں۔ جس پر بنی اسرائیل چالیس برس تک صحرائے سینا میں بیٹھتے رہے۔ یہاں ان پر آسمان سے سن و سلام

وہے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد غم بن عبید اللہ کا اور طرغانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے کا: "یہی اپنی اسرائیل کے متعلق جس قدر میں جانتا تھا وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔" اس پر طرغانی، غم بن عبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اے خدا! جس وقت میں قبیل کے ساتھ آری تھی تو چند عورتیں کنوئیں کے قریب ہونٹ پر نہاری تھیں۔ میں نے اس کنوئیں کی تفصیل جب قبیل سے جانتا پایا تو اس نے کہا کہ میں قبیلہ میں پہنچ کر بتاؤں گا اس لئے کہ وہ کنواں بڑا متبرک ہے۔ آپ نے جو نبی اسرائیل کی تفصیل بتائی ہے اس میں اس کنوئیں کا تو آپ نے ذکر ہی نہیں کیا۔"

جواب میں غم بن عبید اللہ کچھ دیر مضطرب رہا پھر کہنے لگا۔

"یہی اپنی اسرائیل کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے مصر کے اندر ایک قتل ہو گیا تھا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک مرتبہ شہری آبادی سے آپ ایک انارے پر جا رہے تھے کہ ایک ایک مصری ایک اسرائیلی کو بچا کر کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ نبی اسرائیل نے موسیٰ کو دیکھا تو فریاد کرتے ہوئے مدد چاہنے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام نے مصری کی اس جبران حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر مصری نہ مانا۔ موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں آکر ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا۔ اسی وقت مر گیا۔ اس مصری کے مرنے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو مصر چھوڑنا پڑا۔ انجی مریمین کی طرف آئے کہ اور وہ کیا جہاں اس وقت رہتے ہیں اور کیا ہوا ہے اور جسے وہ ہیں؟ مریمین نے بتایا۔

اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب یہاں میں داخل ہوئے تو اسی کنوئیں کے پاس آئے جہاں تو نے ہمارے قبیلہ کی عورت کو گھساتے ہوئے دیکھا تھا۔ اللہ کے نبی نے دیکھا کہ کنوئیں کے پاس حوش تھا جس کے پاس جانوروں کی بھیڑ بھی ہوئی تھی اور جانوروں کو پانی پلایا جا رہا تھا۔ مگر پانی پلانے والوں سے ذرا فاصلے پر دو لڑکیاں کھڑی تھیں اور اپنے جانوروں کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہاں بھی وہی سو رہا ہے جو دنیا کی ظالم طاقتوں نے تیار کر رکھا ہے اور خدا نے ہرے بہترین قانون کو توڑ کر قوموں کا سارا نظام ظلم کی بنیادوں پر قائم کر دیا ہے۔ وہ یہ سمجھے کہ لڑکیاں کمزور اور غریب گھرانے سے تعلق رکھتی

گیا تو اس پر بھی انہوں نے اعتراض شروع کر دیے۔ کہنے لگے یہ ہم پر کیسے حکمران سکتا ہے جبکہ اس سے کہیں زیادہ ہم حکمران بننے کے ہتھار ہیں۔ علاوہ ازیں اسے مال و دولت کی وسعت بھی حاصل نہیں۔ اس پر اللہ کے نبی نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کی قابلیت و استعداد میں تم پر اسے بزرگوار اور فائز کیا ہے۔ علم کی فراوانی اور جسم کی طاقت دونوں میں اسے وسعت عطا فرمائی اور اللہ جسے چاہا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ فراموشی والا، جاننے والا ہے۔"

انہوں نے اپنے بادشاہ طاقت کا بہت کم ساتھ دیا جس کی بناء پر فلسطینیوں کا بادشاہ جالوت ان پر حملہ آور ہوا اور بنی اسرائیل سے وہ تابوت یکینہ بھی چھین لیا جن کے اندر ان کے آباء اجداد اور پیغمبروں کے نوادرات تھے اور جس کی وجہ سے خدا اسرائیل سے خیال کرتے تھے کہ جس لشکر میں وہ تابوت یکینہ ہو اسے فتح نصیب ہوتی ہے۔

اس کے بعد ایک بار پھر ان کے بادشاہ طاقت اور فلسطینیوں کے بادشاہ جالوت کے درمیان جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں اللہ کے ایک نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا تو طاقت نے انہیں اپنا داماد بنالیا اور ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نبوت اور بادشاہ کے منصب پر فائز رہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے بادشاہ اور نبی مقرر ہوئے لیکن بنی اسرائیل نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی بہتان طرازیوں کا آغاز کر دیا۔ انہیں جادوگر مشہور کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں یعنی اسرائیل اور یہودہ میں تقسیم ہو گئی۔ یہ لوگ آپس میں لڑتے رہے۔ ان پر مختلف نبی مبعوث ہوتے رہے مگر یہ قوم اپنی سرکشی اور کج روی سے کبھی باز نہ آئی اور اب بھی بنی اسرائیل کی دو شکستیں ہیں۔ دونوں ہی اس قابل نہیں کہ بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکیں۔

اس سے پہلے مصری حکمران ان پر حملہ آور ہوتے رہے۔ ان کے معبودوں کی ایڈٹ سے ایڈٹ جانتے رہے۔ اب یہ بائبل کے حکمران بخت نصر کے خلاف مصر کے حکمرانوں کے ساتھ سازشیں اور ساز باز کر رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ اگر انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو بخت نصر بھی ان پر حملہ آور ہو کر ان کے شہروں کی ایڈٹ سے ایڈٹ بھاکر

جس تب ہی اس انتظار میں ہیں کہ قوی اور سرکش جب اپنے جانوروں کو سیراب کر چکا تو وہ بھی آگے بڑھ کر پھانچا پانی اپنے جانوروں کو پلائیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی تو آگے بڑھ کر لڑکیوں سے دریافت کیا کہ کیوں پانی نہیں پانی ہو؟ پینچے سے لے لڑی ہو؟ اس پر انہوں نے کہا ہم مجبور ہیں اگر جانوروں کو لے کر آئے ہوتے جی ہیں تو یہ طاقتور بردتی ہم کو پیچھے بنا دیتے ہیں اور ہم سے والد ہو رہے ہیں، ان میں طاقت نہیں کہ وہ ان کی مزاحمت کو دور کر سکیں۔ پھر جب یہ سب پانی پلا کر وہاں ہو جائیں گے تب پینچا ہوا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلا کر نوشی۔ یہی ہمارا روزگار دستور ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوش آگیا اور آگے بڑھ کر تمام بھیڑ کو چیرتے ہوئے انہوں پر جا پیچھے اور لڑکیوں کا بڑا ڈول اٹھایا، تھپا تھپچھ کر لڑکیوں کے موہیوں کو پانی پلا دیا۔ جس وقت وہ منع کو چیرتے ہوئے بھیڑ میں گھسنے لگے اگرچہ لوگوں کو ناگوار گزرا لیکن ان کی نہ جلال صورت اور دسمانی طاقت سے مرعوب ہو گئے اور وہ پانی کا ڈول شتہ فی نو جان ایک ساتھ کھینچتے تھے وہ انہوں نے اگلے کھینچ کر لڑکیوں کے جانوروں کا پانی پلا دیا تھا۔ اس بنا پر لوگ ان سے مرعوب ہو گئے تھے۔

وہ لڑکیاں جن کے جانوروں کو موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلایا تھا وہ اللہ کے ایک دوسرے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی اور بیٹیں مدین ہی میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس قیام کو لیا تھا۔ یہی وہ تبرک کنواں ہے جس کے متعلق تم نے تفصیل جاننے کی کوشش کی ہے۔ بیٹی! جب بھی ہمارا خانہ بدوش قبیلہ یہاں سے گزرتا ہے تو ہم اس کنوئیں کے پاس ہی آکر پڑا کرتے ہیں۔ یہاں ہمارا دستار ہوتا ہے کہ ۷ روز وہاں سے قتل تک مرد کنوئیں سے پانی نکال کر حوض میں نہرتے ہیں اور وہاں نہاتے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد مرض کو پھر بد دیتے ہیں اور پھر اس بھرے ہوئے حوض سے عورتیں شام سے پہلے تک استفادہ کرتی ہیں، نہاتی ہیں۔ جب وہ اپنے خیموں میں جاتی ہیں تو مرد پھر حرکت میں آتے ہیں، حوض کو بھر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے جانور دن بھر چرنے کے بعد وہاں جاتے ہیں اور پانی پی کر اب بہتے ہیں۔ یہاں قیام کے دوران ہمارا یہی دستور رہتا ہے۔

نور بن حیدر اللہ کے خاموش ہونے پر طرغانی پتہ کھنا چاہتی تھی کہ میں اسی لمحہ نفیل بن ساعدہ نیسے میں داخل ہوا تھا۔ نفیل بن ساعدہ کو دیکھتے ہی مشیرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور نفیل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میں آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ آئیں اور میں آپ لوگوں کے لئے جانے کا اہتمام کروں۔“

اس پر نفیل بن ساعدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”مشیرہ! تمہیں یہ زمت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کھانے کا اہتمام میں کرنے لگے تھے لیکن حرقوس بن شجرہ نے انہیں بھی منع کر دیا ہے۔ اب حرقوس شجرہ ہم سب کا کھانا لے کر نہیں آ رہا ہے۔ تم بھی یہیں بیٹھو اور ہمارے ساتھ ہی کھانا کھاؤ۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر مشیرہ خاموش ہو گئی تھی۔ جہاں سے ابھی تھی وہیں بھاگی۔

تو ہی وہ بعد حرقوس بن شجرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا۔ وہ سب کھانے کے آگے اٹھتے ہوئے تھے۔ کھانے کے برتن انہوں نے خیمے میں رکھ دیے اور پھر سب اس سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد نفیل، طرغانی، مشیرہ اور غنم بن حیدر اللہ پاؤں اکٹھے بیٹھ کر سناٹا کھا رہے تھے۔



نے لگا۔

”میرے ساتھیو! اب کہو تم کیا اطلاعات اور تفصیل لے کر آئے ہو؟“

اس پر خبروں میں سے ایک نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”نفیل بن ساعدہ! ہم وہ طرح کی تفصیل لے کر آئے ہیں۔ اول بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں صرف ادوی نہیں بلکہ ان کے دوسرے قبیلے مواب اور سبچ مزید قابل کے جنگجو بھی ان کے اندر شامل ہیں اور وہ واقعی ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں لوٹنے کے درپے ہیں اور وہ حملہ بھی اس وقت کریں گے جب ہم یہاں سے کوچ کرنے کے بعد سفر کی حالت میں ہوں گے۔“

بنی اسرائیل کا جو لشکر ہے اس نے تو جبل سینا کے شمال مشرق میں ذرا فاصلے پر رزاقوں کے گھنے جنگل کے اندر پناؤ کر رکھا ہے اور وہاں انہوں نے اپنے لیے ہر سہولت کا انتظام کر لیا ہے۔“

”سری تفصیل جو ہم ان کے متعلق لے کر آئے ہیں، وہ لوٹ کے سامان کے متعلق ہے۔ ہم آپ پر انکشاف کریں کہ ان اسرائیلی جنگجوؤں نے اس سے پہلے صرف بطیورا اور رصاعیوں ہی کو نہیں بلکہ لوٹا بہت سے تجارتی کاروانوں پر حملہ آور ہو کر ان کو ان کے مال و متاع سے محروم کرتے رہے ہیں اور ان کا قتل عام بھی کرتے رہے ہیں۔ اب تک جو مال وہ حاصل کرتے رہے ہیں وہ انہوں نے کوہستان سینا کے اس حصے کی اصالوں میں چھپا رکھا ہے جہاں اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی تھی۔“

وہاں تین اطراف سے بلکہ کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ایک ادوی ہے جس کے اندر بڑی بڑی غاریں ہیں۔ ان کے اندر ان اسرائیلی جنگجوؤں نے لوٹ لاد کا سامان محفوظ کر رکھا ہے۔ یوں جانیں وہ غاریں اور زرقہ سے بھری ہوئی ہیں۔“ یہاں تک تفصیل جاننے کے بعد نفیل بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا، پھر ان خبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم جاؤ۔۔۔ کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔ آئے والی شب کے پہلے حصے میں تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کوچ کرنا ہے اور جس علاقے کی تم تیزی کر کے آئے ہو وہاں تک ہماری راجدھانی کر رہے ہیں۔“

• • •

ایک ہفتہ بعد جب نفیل بن ساعدہ اپنے خیمے میں اپنے دادا اور طرغانی کے ساتھ بیٹھائی، مشورے پر گفتگو کر رہا تھا کہ خیمے کے دروازے پر حرقوس بن شجرہ نمودار ہوا اور آواز دے کر اس نے نفیل بن ساعدہ کو باہر بلایا۔

نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ سے اٹھا، خیمے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس موقع پر طرغانی بھی پریشان ہوئی تھی۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی جبکہ عزم بن عبید اللہ بھی جیسے بھرے انداز میں حرقوس بن شجرہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ان دونوں کی کیفیت کو شاید ان شجرہ نے بھانپ لیا تھا لہذا انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ دونوں پریشان اور فکر مند نہ ہوں۔ نفیل بن ساعدہ نے کچھ خبروں کو کام پر لگایا تھا، وہ اس کام کی تکمیل کر کے لوٹے ہیں اور اسی پر ہم نے بحث کرنی ہے۔“

حرقوس بن شجرہ کے وہاں الفاظ پر طرغانی مطمئن ہو کر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ عزم بن عبید اللہ بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ ایک طرف سے بولے۔

”وہ قبیلے کے سردار فردوس کے خیمے کے سامنے جو شامیان لگا ہوا تھا وہاں پہنچے۔ وہاں قبیلے کے بانی پھو نے مالداروں کے علاوہ فردوس، وزیر بن سلمیٰ اور کچھ دوسرے سرداروں کو بھی بلانے کے لئے بھیجے۔ وہ خبر بھی وہاں پہنچ چکے تھے جنہیں نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر بنی اسرائیل کے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جب حرقوس بن شجرہ کے ساتھ نفیل بن ساعدہ وہاں پہنچا تو اس کے احترام میں سب اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ ان کے درمیان بیٹھ گئے پھر اپنے قبیلے کے خبروں کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ

اس کے ساتھ ہی وہ خبر وہاں سے اٹھ کر چل دیئے تھے۔
ان کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر
باری باری فردوس اور زبیر بن سلمیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”آپ دونوں کی موجودگی میں کیا مجھے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ اسرائیلیوں کا
مسلحہ آور ہونے کا معاملہ طے کرنے کی اجازت ہے؟“
نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو کا جواب فردوس دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی
زبیر بن سلمیٰ بول اٹھا، کہنے لگا۔
”ابن ساعدہ! قسم کہ بے رب کی، تم ہمیں بار بار شرمندہ کرتے ہو۔ تم قبیلے کے
جوانوں کے سربراہ ہو اور سالار اعلیٰ ہو۔ اس سلسلے میں جو بھی فیصلہ تم کرو گے وہ ہم
دونوں کے لئے آخری ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں ہم سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت
نہیں ہے۔ تمہاری اس طرح کی گفتگو سے فردوس بڑا مایوس اور افسردہ ہو رہا تھا۔ گزشتہ
نہایت نے بعد اس نے مجھے پاس بلایا تھا اور کہا تھا کہ نفیل بن ساعدہ ہم سے
نہیں بلکہ اپنے قبیلے سے بھی ایک طرح کی اجنبیت برتنے لگے ہے لہذا میں نے یہ فیصلہ
کیا۔ اب کہ سارے قبیلے کو منع کروں اور ان کی موجودگی میں قبیلے کی سرداری سے
دستبردار ہو کر نفیل بن ساعدہ کو قبیلے کا سردار بنا دوں۔ ابن ساعدہ! جو کچھ میں نے کہا
ہے اس کی تصدیق تم فردوس سے کر سکتے ہو۔ میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔“
نفیل بن ساعدہ اس موقع پر بڑے غور سے فردوس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فردوس
کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کا بیٹا اشعث بن فردوس بول اٹھا اور نفیل بن
ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! میرے عزیز بھائی! قبیلے کی سرداری سے دستبردار ہونے کا مشورہ میں
نے ہی اپنے باپ کو دیا تھا۔ یہ مشورہ میں نے اس بناء پر دیا تھا کہ میرے باپ کی کچھ
غلطیوں کی وجہ سے آپ کی دل نشینی ہوئی تھی اور اسی دل نشینی کی سلائی کے طور پر میں
نے بابا کو قبیلے کی سرداری سے سبکدوش ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ اس معاملے میں، میں
محترم زبیر بن سلمیٰ اور ان کے دونوں بیٹوں زید بن زبیر اور ستان بن زبیر کا بھی شکر
گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنے باپ زبیر بن سلمیٰ کو مشورہ دیا تھا کہ اگر میرے بابا
میں سے سبکدوش ہو جاتے ہیں تو وہ بھی نائب سرداری سے سبکدوش ہو جائے۔“

یہاں تک کہتے کہتے اشعث بن فردوس کو رک چنا پڑا اس لئے کہ اسی لمحہ ستان بن
زبیر حرکت میں آیا، آگے بڑھ کر اس نے نفیل بن ساعدہ کے دونوں گھٹنے چکڑ لئے پھر
موت کے انداز میں کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! آپ ہمارے قبیلے کے گہرا ور جوہر ہیں۔ ہم کسی بھی صورت میں یہ
واہستہ نہیں کریں گے کہ قبیلے کے اندر ناچاقی اور نا اتفاقی پیدا ہو۔ ہم سب آپ کے
”بیٹے“ اور فرمانبردار ہیں۔ ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ ہمارے باپ اشعث بن فردوس کے
علاوہ اس کے بابا کی طرف سے آپ کو اجازت ہے کہ آپ خود قبیلے کے سردار بن
جائیں اور اپنی طرف سے حقوق بن بنجرہ کو قبیلے کا نائب سردار بنادیں۔ میں کعبہ کے
باب کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یہ ہم اپنی خوشی، اپنی دل رنجیت سے کہہ رہے
ہیں۔“

ستان بن زبیر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ فردوس کی طرف متوجہ ہوا اور
کہنے لگا۔

”آپ لوگوں کی اس پیشکش کا شکر ہے۔ محترم فردوس! قبیلے کے سردار آپ ہی رہیں
گے اور نائب سردار زبیر بن سلمیٰ رہیں گے۔ قبیلے کے سردار کی حیثیت سے قبیلے میں
آپ کی حیثیت وہی ہے جو سلطنت میں کسی حکمران کی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے آپ
مجھے اپنے قبیلے کے حکمران ہیں اور میں تو قبیلے کا سالار ہوں۔ اپنے محافظ ساتھیوں کا
سربراہ ہوں لہذا حکمران اور سالار میں فرق ہوتا ہے۔ دونوں کے فرائض میں بھی تفاوت
اور بعد ہوتا ہے لہذا میں قبیلے کا محافظ ہی رہنا چاہتا ہوں، سردار بننے کا خواہش مند نہیں
ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا اس کے بعد حقوق بن بنجرہ کی طرف وہ دیکھتے
کہنے لگا۔

”ابن بنجرہ! اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سننا۔ قبیلے کے اندر جس قدر مجھے
وے بچ زدن ہیں یا دوسرے الفاظ میں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمارے قبیلے کے جو محافظ
ہیں ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے ساتھ رہے گا، میرے
ساتھ میری مدد کے لئے اشعث بن فردوس ہو گا۔ دوسرا حصہ حقوق بن بنجرہ! تمہاری
ماندگاری میں ہو گا اور ستان بن زبیر تمہارے نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام

تم اپنے اپنے حصے کے ساتھ علیحدہ ہو جائیں گے۔ اپنے حصے کے مسلح جوانوں کو لے
میں دائیں طرف ہو جاؤں گا تم بائیں جانب کا رخ کرنا۔ اس طرح رہنمائی کرنے
لے خبر بھی آپس میں تقسیم کر لے جائیں گے۔ اس طرح گویا میں بنی اسرائیل کے
مسلح جنگجوؤں کے دائیں پہلو کی طرف بڑھوں گا اور تم بائیں پہلو کا رخ کرو گے۔
دوسرے بن قحزہ! ہم اپنے خبروں کی راہنمائی میں اس رفتار سے سفر کریں گے کہ
رائلیوں کے ان لہیروں کے پڑاؤ کے قریب صبح کا سورج طلوع ہونے سے تھوڑی
دیر پہلے پہنچیں۔ جاتے ہی ہم حملہ آور ہو جائیں گے۔ حملے کی ابتداء خود کروں گا۔
دائیں شہر! جب میں اسرائیلی جنگجوؤں پر حملے کی ابتداء کروں گا تو ظاہر ہے سارے
انگبو اسرائیلی اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے سنبھلیں گے اور مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے
بڑھیں گے۔ جب تم دیکھو کہ میں حملہ آور ہو چکا ہوں اور اسرائیلیوں کے لشکر میں ایک
اہل اور افراتفری کا عالم برپا ہے اور وہ اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے مجھ سے ٹکرانے
لے اپنے پڑاؤ کے دائیں جانب کا رخ کر رہے ہیں تب تم بھی رات کی تاریکی
میں اپنے کام کی ابتداء کرنا۔

جب تم اسرائیلیوں کے پڑاؤ کے بائیں جانب سے حملہ آور ہو گے تو گویا تم ان کی
پشت کی طرف سے یلغار کرو گے اور جب تم ان کی پشت پر حملہ آور ہو گے تو تمہیں
انہیں کاٹنے اور نقصان پہنچانے کا خوب موقع ملے گا۔ اس لئے کہ اسرائیلی تو اپنی پوری
طاقت و قوت کے ساتھ مجھ سے ٹکرار ہے ہوں گے اور جب تم ان کی پشت پر حملہ آور
ہو گے تو ان کے لشکر کا کافی حصہ کٹ جائے گا۔ اس دوران جب ان کے پیچھے حصے
پہنچ کر تمہاری طرف راغب ہوں گے تو ان کا زور مجھ پر کم ہو جائے گا۔ ایسی صورت
میں، میں بھی ان پر پوری طاقت اور قوت سے یلغار کرتے ہوئے ان کے اندر گھسی کر
ان کا قتل عام کروں گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ اس دو طرفہ حملے سے ہم ان جنگجو
اور لہیرے اسرائیلیوں کا خاتمہ کر دیں گے اور پھر جو کچھ انہوں نے تجارتی کارروائیوں
سے لوٹ کر جمع کر رکھا ہے اس پر قبضہ کر کے نہ صرف بھلیوں اور صابنیوں کے
تسکات کی تلافی کریں گے بلکہ اس کے علاوہ بھی جن لوگوں کو انہوں نے لوٹا ہے ان
ن تائب قلوب کریں گے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟“
فیصل بن ساعدہ کی اس گفتگو کے جواب میں حنوقہ بن شہرہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

کرے گا۔ جہاں تک تیسرے حصے کا تعلق ہے تو وہ اپنے پڑاؤ ہی میں رہے گا اور اس
کی کمزوری ہم دونوں کی غیر موجودگی میں زیادہ بن زہیر کرے گا۔ اب ہم نے جو کچھ
کرنا ہے وہ بھی ذرا فوراً سے سنا۔
آنے والی شب کے پہلے حصے میں ہی میں اور تم دونوں اپنے مسلح جوانوں کو
رکھتے ہوئے یہاں سے کوچ کریں گے۔ کوچ کرنے سے پہلے اپنے چند دستوں کو
اپنے آگے آگے روانہ کریں گے۔ رات کی تاریکی میں جو بھی مشتعل شخص انہیں نظر آئے
یا جس پر انہیں شک ہو کہ ان کا تعلق اسرائیلیوں سے ہے، انہیں موت کے گھاٹ
اتارتے چلے جائیں گے۔ جو خبر اسرائیلیوں کے لشکر کے کل وقوع سے متعلق اطلاع
لے کر آئے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے اور ان کے کل وقوع تک وہ ہماری
راہنمائی کریں گے۔

ہمارے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد زید بن زہیر مسلح جوانوں کے تیسرے گروہ
کے ساتھ رات کے وقت پوری طرح چوکس اور چوکنا رہے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اسرائیلیوں
کے خبر بھی ہمارے پڑاؤ کے ارد گرد سرگرداں ہو کر ہماری نقل و حرکت کے متعلق انہیں
آگاہ کرتے رہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میرے اور تمہارے یہاں سے روانہ ہونے کے
بعد اسرائیلی ہم دونوں کی غیر موجودگی میں کوئی چمکے دے کر ہمارے قبیلے پر شب خون
مارنے کی کوشش کریں۔ ایسی صورت میں زید بن زہیر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ
دفاع کر سکے گا۔

اس موقع پر میں محترم فردوس اور زہیر بن سعلی سے بھی یہ کہوں گا کہ ہم دونوں کی
روایتی کے بعد وہ قبیلے کے سب مرد اور عورتوں کو بھی چوکس رکھیں۔ لوگ اپنے تہیروں
اور اپنی ٹکانوں پر گرفت رکھیں اور جو بھی ایسا موقع آئے، قبیلے کے کیا مرد کیا عورتیں
سب حملہ آور اسرائیلیوں کو اپنا ہدف بنانا شروع کر دیں۔ یہ معاملہ اس وقت ہوگا جب
اسرائیلیوں نے ہمیں چمکے دے کر ہماری غیر موجودگی میں ہمارے قبیلے پر حملہ آور ہونے
کی کوشش کی۔

اب یہاں سے روانہ ہونے کے بعد میرے اور تمہارے کام کی ابتداء ہوگی۔
ہمارے خبر ہماری راہنمائی کر رہے ہوں گے۔ اسرائیلیوں کے لشکر سے مخصوص فاصلے پر
جا کر جس کی اطلاع ہمیں ہمارے خبر کریں گے ہم اپنے لشکر کو روکیں گے۔ وہاں میں

فردوس کے ان الفاظ پر ازام پریشان اور طویل ہو کر رہ گئی تھی۔ اپنی ماں کی حالت دیکھتے ہوئے عیشہ بول اٹھی۔ کہنے لگی۔

”اماں! اس میں پریشان اور فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اور بھر اس کا نفیل بن ساعدہ کا بھی کوئی قصور نہیں۔ جب آپ لوگ بار اُسے میرا رشتہ دم سے انکار کر چکے ہیں تو پھر وہ اتنا گرا پڑا تو نہیں ہے کہ دوسری بار جب آپ اسے پیش کش کریں تو وہ فوراً قبول کر لے۔ خصوصیت کے ساتھ ایسے حالات میں جب باپا کے بادشاہ بنو پلاسر نے ایک ایسی لڑکی اس کے حوالے کر دی ہے جو تھک کاٹھ، خوبصورت اور شخصیت و قدارت میں مجھ سے اعلیٰ، ارفع ہے اور میں نے طرغائی کے ساتھ گھنگو کے دور میں یہ بھی اندازہ لگا لیا ہے کہ طرغائی نفیل بن ساعدہ کو پسند کرتی ہے اور خود نفیل بن ساعدہ کا جبکہ ابھی اس کی طرف ہے۔ اس کے علاوہ طرغائی کوئی کڑی پڑی لڑکی بھی نہیں ہے۔ کسی دور میں سنجین کی شہزادی تھی۔ جیذا نفیل بن ساعدہ کا اس کی شخصیت سے مرعوب ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس سلسلے میں مجھے نہ طرغائی سے نہ کوئی شکوہ ہے نہ نفیل بن ساعدہ سے کوئی شکایت ہے۔

اماں! آپ نے اس کے دادا غنم بن عبید اللہ کو میرا رشتہ دینے سے انکار کر کے ایک طرح سے اس کی تہلیل کی تھی۔ کوئی بھی اپنی اپنی تہلیل، اپنی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس انکار کے فوراً بعد وہ بابل کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ اسی جنگ کے دوران بابل کے بادشاہ نے تجھ کے طور پر طرغائی اس کے حوالے کر دی۔ اگر اس موقع پر آپ نے نفیل کو میرا رشتہ دینے سے انکار نہ کیا ہوتا اور آپ نے بابل کہہ دیا ہوتا تو یقیناً نفیل بن ساعدہ طرغائی کو پسند اور بھجوا دیتا اور اس سے ستارہ کش ہو جاتا۔ اس لئے کہ میں اس کی فطرت سے واقف ہوں۔ لیکن آپ کے انکار نے حالات کو پیچیدہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ بہر حال آپ لوگوں کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے آپ لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ اگر نفیل بن ساعدہ سے میرا رشتہ ہوا تو میرا بھرج شادی نہیں کروں گی۔ لہذا میری سب سے اتمنا اس اور گراوش ہے کہ کبھی یہ رشتہ کے متعلق گھنگو نہ کہنے لگا۔

اس نے ساتھ ہی عیشہ و اپنے خیمے سے اٹھ کر نکل گئی تھی۔

دوسری طرف نفیل بن ساعدہ اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اس وقت خیمے میں غنم

ہو، اور طرغائی بیٹھے ہوئے تھے۔ جو نبی نفیل آگے بڑھ کر طرغائی اور غنم بن عبید اللہ سے ملنے بیٹھ گیا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے طرغائی نے پوچھ لیا۔

”آپ کو کس نقطہ میں بلایا گیا تھا اور کیا فیصلہ ہوا ہے؟“
 وہاں میں نفیل بن ساعدہ نے وہاں ہونے والی گھنگو کی تفصیل طرغائی اور اپنے ”غنم بن عبید اللہ“ سے کہہ دی تھی۔

نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر غنم بن عبید اللہ کہنے لگا۔

”اماں! اس کا مطلب ہے تم آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کر جاؤ گے۔“

نفیل بن ساعدہ نے اس موقع پر اپنا ہاتھ اپنے دوا کے شانے پر رکھا پھر کہنے لگا۔

”اماں! آپ کا انداز درست ہے۔ میں تواری ویر تک اپنے قبیلے کے جنگجو ساتھیوں

کی طرف جاؤں گا۔ وہاں حقوق اور دوسرے سالار میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس

لے کہ قبیلے کے جس قدر ترقی زن ہیں انہیں تین حصوں میں تقسیم کر کے اپنی کارروائی کی

ذمہ داری ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا بھر وہ طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے

کہنے لگا۔

”طرغائی! تم یہیں پڑاؤ ہی میں قیام کرو۔“

اس کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ طرغائی

نے پہلے منکراتے ہوئے نفی میں گرلوں والی تھی پھر دھیمے اور محتاس بھرے سہجے میں

کہنے لگی۔

”اماں! میں آپ کے ساتھ لشکر میں شامل نہیں ہو سکتی؟ آپ جانتے ہیں کہ میں ایک

ترقی زن ہوں۔ اگر دونوں لشکروں کے ٹکراؤ کے دوران میں کسی صف میں رہ کر

تک میں بھر پور حصہ نہیں لے سکتی تو کم از کم جہاز سے جو لشکری اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر

میں آئے ان میں رہ کر میں۔“

طرغائی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عذر طلب انداز میں نفیل کہنے لگا۔

”طرغائی! میں تمہیں لشکر میں شامل ہونے سے روکتا نہیں۔ میں تو صرف تمہارے

اور اور تمہارے سکون کی خاطر ایسا کہہ رہا تھا۔ اگر تم باقی ہو کر لشکر میں شامل ہو تو

میں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ میں اب جاتا ہوں تاکہ قبیلے کے جنگجوؤں کی تقسیم کا

فریاد کیا جائے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہوئی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

”آپ جائیں، میں بھی اٹھ کر کوچ کی تیاری کرتی ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل گیا تھا۔ اسی روز سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے اپنے جنگجو ساتھیوں کو ساتھ لے کر اپنے پڑاؤ سے نکل گئے تھے۔

.....

رات خودیوں کے دیار میں خیمات کی تعمیر کاری کرتی ہوئی بھائی چلی جا رہی تھی۔ یہی ہوئی رات نے پریم کی برقی راتوں کی طرح مصلحتوں کی خاموشی، زندگی کی گہری خبریں اور جذبات کی نگاہری میں گہری نیند بھرنا شروع کر دی تھی۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ دونوں اپنے ہتھیاروں کو لے کر بڑی برقی قدرتی سے رات کی گہری تاریکی میں جہل سینا کا رخ کئے ہوئے تھے۔ اپنے رہنماؤں کے کہنے پر ایک جگہ نفیل بن ساعدہ نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ کچھ دیر تک وہ اپنے رہنماؤں سے گفتگو کرتا رہا پھر حرقوس بن شجرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے بھائی! یہاں سے میں اور تم جدا ہوں گے۔ کچھ راہنما تم اپنے پاس رکھ لو، دینی راہنما ساتھ دیں گے۔ میں دائیں جانب کا رخ کرنے لگا ہوں۔ تم بائیں جانب جاؤ۔ جب میں کعبہ کے رب کو پکارتے ہوئے اسرائیلیوں کے جنگجوؤں پر حملہ آور ہوں تو اسی وقت تم بھی بائیں جانب سے اپنی کارروائی کی ابتداء کر دینا اور مجھے امید ہے کہ تم کے رب کی مدد و حمایت سے کامیاب اور فو زمند ہم ہی رہیں گے۔“

اس کے بعد دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر علیحدہ ہوئے۔ نفیل بن ساعدہ نے بائیں جانب گیا جبکہ حرقوس بن شجرہ نے دائیں جانب کا رخ کیا تھا۔

راہنما بڑی مستعدی سے ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ اسرائیلیوں کے ان جنگجوؤں کے دائیں کونے پر جا پہنچا پھر دیکھتے ہی دیکھتے نفیل بن ساعدہ کی تاریکی میں آتش لاوے کے بہتے سیلاب اور زندگی کی سنگین فصیلوں تک کو توڑنے والے قضا کے نیکر ان بحر کی طرح اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوقس بن شجرہ اسی رفتار سے اس کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

مشرق کی طرف سے سپیدہ عمر نمودار ہونے تک فطیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ بڑھ چڑھ کر ان پر حملہ آور ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اسرائیلیوں کی اکثریت کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جس وقت فضاؤں میں بلی بلی روشنی پھیلنا شروع ہوئی، دونوں کے سامنے تھوڑے سے جنگجو اسرائیلی رہ گئے تھے۔ تب اسرائیلی بھی بڑے پریشان ہوئے۔ رات کی گہری تاریکی میں تو انہیں خبر ہی نہ ہونے پائی تھی کہ ان کے کس قدر سناٹا دشمن سے گمراہ ہے۔ فضاؤں میں جب بلی بلی روشنی پھیلی اور انہوں نے نہ چاروں طرف، دیکھا، جب اپنے ساتھیوں کی آغوش بکھری دیکھیں اور انہوں نے یہ بھی جب دیکھا کہ ان کے بہت کم لشکری دشمن کا سامنا کرنے کے لئے بچ گئے ہیں تب جو سچے تھے وہ اپنی جائیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنگجو اسرائیلیوں کے خلاف فطیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ کی یہ شاندار کامیابی اور فتح مندی تھی۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد سب سے پہلے مرنے والوں کی تجھیڑ و تفتین کی گئی اور زمینوں کی بہترین دیکھ بھال کا بندوبست کر لیا گیا۔ اس کے بعد اسرائیلیوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔

ایسا کرنے کے بعد فطیل بن ساعدہ اور اس شجرہ اپنے رہنماؤں کے ساتھ حرکت میں آئے اور ان گھائیوں کی طرف گئے جہاں ان اسرائیلی لیروں نے دھڑوں سامان غاروں کے اندر چھپا رکھا تھا۔

اپنے راہبروں کے ساتھ فطیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ نے سارے سامان کا جائزہ لیا۔ سامان جہاں تھا انہوں نے وہیں پڑا رہنے دیا اور انھی گھائیوں کے اندر فطیل بن ساعدہ نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ ساتھ ہی اُس نے کچھ قاصد اپنے خانہ بدوش قبیلے کی طرف روانہ کر دیے تھے تاکہ قبیلہ وہاں سے کوچ کر کے جبل بن کی انہی وادیوں کی طرف آ جائے جہاں فطیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ نے بجز قعرم کے دو شاخے کے درمیان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔



جبل سینا کی ان وادیوں میں پڑاؤ کرنے کے بعد ایک روز جب طرغائی فطیل بن

اسرائیلیوں پر یہ حملہ بڑا ایسا تک اور غیر متوقع تھا۔ وہ تو اپنی طرف سے یہ منہ بند کر چکے تھے کہ جس وقت عربوں کا وہ خانہ بدوش قبیلہ مدین کی سرزمینوں سے کوچ کرے گا اور سفر کی حالت میں ہو گا اس پر اس وقت وہ بے خبری کی حالت میں ٹوٹ پڑیں گے اور ان کا قتل عام کر کے اپنی کامیابی اور کامرانی پر مہر لکائیں گے۔ یہ توقع اور امید نہیں کر سکتے تھے کہ انا خانہ بدوش قبیلے کے جنگجو انہیں اپنا بدف بنا کر پرموت کی مہربانی لگانا شروع کر دیں گے۔

جس وقت فطیل بن ساعدہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا اس وقت جنگجو اسرائیلیوں پر ایک طرح سے خوف، وحشت اور ڈر طاری ہو گیا تھا اس لئے کہ اس ایسا تک نسل کی توقع ہی نہیں رکھتے تھے۔ تاہم جلدی جلدی انہوں نے اپنے آپ کو جمع کیا اور اپنے پڑاؤ کے دائیں جانب بھاگے۔ لگے تاکہ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ اتنی دیر تک فطیل بن ساعدہ ان پر زوردار نسل کرتے ہوئے ان کی خاصی طرف تعداد کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور جب اسرائیلی جنگجو جھٹ پر ہو کر فطیل بن ساعدہ کی طرف نسلے تب ان کے لئے ایک اور مصیبت انھوں نے کھائی ہوئی۔

پشت کی جانب سے قوس بن شجرہ آجے کے رب کی توصیف کے گیت گاتا نمودار ہوا اور اسرائیلیوں کی پشت کی طرف سے وہ کرب و مرگ کے نشانے کھڑے کر کے نکھرتی، ٹوٹتی، کڑکتی برق بلیوں کی نظروں کو رسوا، ہتھیوں کو دیران اور فضاؤں کو دھما دھواں کر دینے والے بے درک اور سرگرم طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس وقت قوس بن شجرہ پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا اس وقت ایک طر سے سارے اسرائیلی جنگجو فطیل بن ساعدہ سے ٹکرا چکے تھے۔ اس لئے کہ کسی اور سمت سے وہ کسی کے حملہ آور ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے۔ لہذا پشت کی طرف سے قوس بن شجرہ کو انہیں کاٹنے کا خوب موقع ملا اور ان کی خاصی بڑی تعداد کو اس موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسری طرف اتنے اسرائیلیوں کے مرنے سے فطیل بن ساعدہ پر بھی ان کا زور کم ہو گیا تھا۔ لہذا اس نے بھی اپنے حملوں میں اور زیادہ تیز اور شدت پیدا کر لی تھی۔

اب اسرائیلی جنگجو بھی گے دو پانوں کی طرح دونوں جانب سے پسے گئے۔ ایک جانب سے فطیل بن ساعدہ بڑی تیزی سے آئیں کاٹ رہا تھا دوسری جانب

سادہ کے ساتھ نیسے میں بیٹھی ہوئی تھی تو اچانک اسے کوئی خیال گزرا اور فیصل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کل جس وقت یہاں پڑاؤ کیا جا رہا تھا تو ایک فکری نے کہا تھا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کو خداوند قدس کی طرف سے نبوت عطا کی گئی تھی۔ کیا آپ مجھے اس سے متعلق تفصیل نہیں بتائیں گے؟“

طرغائی نے اس استفسار پر سمجھ بھڑکے لئے فیصل بن سادہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اگر یہ بات سنے تو پھر اٹھو۔ میں تمہیں اس جگہ لے کر جاتا ہوں جہاں اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کو کائنات کے رب نے پکارا تھا اور نبوت عطا کی گئی تھی۔“

فیصل بن سادہ کے ان الفاظ پر طرغائی خوش ہو گئی تھی۔ پھر دونوں نیسے سے نکل کر کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ فیصل بن سادہ رک گیا اور ایک درخت کی شاخ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

”یہی وہ درخت ہے جہاں خداوند قدس نے اپنے بندے موسیٰ (علیہ السلام) کو نبوت عطا کی تھی۔“

طرغائی کچھ دیر تک بڑے غور سے اس درخت کو دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

”کیا آپ تفصیل نہیں بتائیں گے کہ وہ کیسے یہاں آئے؟ کیسے کائنات کا مالک ان سے ہم کام ہوا؟ کیسے انہیں نبوت ملی؟“

اس پر فیصل بھڑکے لئے فیصل بن سادہ نے پھر غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اودا نے جہیں یہاں تک تو بتا دیا تھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) سے مصر میں ایک قتل ہو گیا تھا جس کی بنا پر آپ مصر سے بھاگ کر مدین میں اللہ کے دوسرے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آ گئے تھے۔ وہاں ان کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی اور پھر آپ نے مصر جانے کا قصد کیا۔“

آپ سفر کرتے ہوئے اسی کوہستان سینا کے پاس آئے۔ اس وقت رات ہو گئی تھی۔ کوہستان سینا اپنی تمام تر ہیبت و صولت کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ چاڑھ کا موسم تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ بھی تھیں۔ رات تاریک اور سرد تھی۔ غنڈے

اٹھ آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ مزید سفر جاری رکھا جائے۔ ارادہ کیا کہ آگ کا اڈا بن کر رات بھر سینا کے پاس ہی گزار لی جائے۔

آپ کے ساتھ آپ کا ریوڑ بھی تھا۔ ایک جگہ ریوڑ کو غنہرایا، اپنے اہل خانہ کو بھی لایا گیا پھر گھاس پھوس جمع کی تاکہ آگ کا اڈا روشن کریں۔ اس کے بعد آپ نے ان پتھروں کو گزر کر آگ پیدا کریں مگر بہتری کی کوشش کے بعد بھی آگ نہ جل سکی۔ اندہ آپ اس سے پہلے پتھروں کو گزر کر آگ حاصل کرتے تھے۔ لیکن اس روز رات لہری کی اور سردی میں آپ ان پتھروں کو گزر کر آگ حاصل نہ کر سکے۔

ابھی آپ آگ روشن کرنے کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھے کہ جہل سینا کی آہیں ان میں آپ کو آگ دکھائی دی جو چمکتے ہوئے شعلے کی مانند تھی۔

ان موقع پر آپ نے توفی کا اظہار کیا اور اپنی اہلیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”ہو دیکھو، دائیں جانب کی وادی میں آگ دکھائی دے رہی ہے۔ تم یہیں اٹھو۔“

وہاں جاتا ہوں اور آگ لے کر آؤں۔ ساتھ ہی ان لوگوں سے جنہوں نے یہ بات سن لی اور رکھی ہے یہ بھی معلوم کر کے آؤں گا کہ مصر کو جانے والا کوئی نزدیک ترین ہے۔“

ان کے بعد آپ اس آگ کی طرف بڑھے۔ جب آپ آگ کے پاس پہنچے تو آپ نے ایک خلاف عقل عجیب و حیرت انگیز منظر دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بہت

ان آگ روشن سے جو ایک بڑے بھڑے درخت کے اوپر شعلہ مار رہی تھی اور وہ

ہات ہی سے جس کی طرف میں نے اس سے پہلے تمہیں اشارہ کر کے بتایا ہے۔

مگر یہ ان کی بات یہ تھی کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ چلتا نہیں تھا بلکہ اس

نے درخت کو تازہ اور سرسبز و شاداب بنا کر رکھ دیا تھا۔ موسیٰ (علیہ السلام)

یہ ت انگیز اور خلاف عقل منظر کو کھوڑی دیر تک اس انتظار میں دیکھتے رہے کہ شاید

اسے آپ کی کوئی ہنگامی زمین پر گرے تو اسے اٹھا کر واپس اپنے اہل خانہ کے پاس لے جائیں۔ مگر جب دیر تک کوئی ہنگامی نہ گری تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے

سے جو بہت دوحشت موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہو گئی تھی وہ اس لطف و کرم اور خاص
بہائی سے بھر پور انداز خطابت سے جاتی رہے۔

اس سوال میں یہ حکمت بھی تھی کہ اس عصا کو اپنی بہت بدلتا تھی۔ اس لئے پہلے
وہی علیہ السلام کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھ لو تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ اور جب موسیٰ
علیہ السلام نے انہی طرح سے دیکھ لیا کہ ان کے ہاتھ میں ان کی لاٹھی ہے تب اسے
دعا مانگے جانے کا تجربہ ظاہر کیا گیا۔ ورنہ موسیٰ علیہ السلام کو احتمال ہو سکتا تھا کہ شاید
بات کے اندھیرے میں لاٹھی کی جگہ سانپ ہی پکڑا لے جس۔

اس سوال کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بات کو طول دیا اور فرمایا۔
”اے میرے رب! یہ میرا عصا ہے۔ میں اس سے بہت کام لیتا ہوں۔ ایک یہ کہ
اس پر ٹیک لگاتا ہوں دوسرے یہ کہ اس سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں سے پتے
چراتا ہوں۔“

اس تفصیل اور طویل جواب میں عشق و محبت اور اس کے ساتھ رعایت ادب کی
ہمیت کا کمال ظاہر ہوتا تھا۔ عشق و محبت کا تقاضا یہ تھا کہ جب محبوب مہربان ہو کر
جواب ہو تو گفتگو کو دراز کیا جائے تاکہ بات کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔ اسی
لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کے سوال کے جواب میں اس قدر تفصیل
دی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔

”اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال دے۔“

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو زمین پر ڈالا تو دیکھا وہ عصا ایک بہت
بڑی اڑھ سے کی صورت اختیار کر گیا اور اس قدر جہیم ہونے کے باوجود چھوٹے سے
پاپ کی طرح تیزی سے حرکت کرتا تھا۔ یہ اڑھ والا ایسی تیزی سے حرکت کرتا تھا کہ
اس کے پچھلے سے ٹکرا کر بڑی بڑی چٹانیں اکھڑ کر پستی میں اتر جاتی تھیں۔
موسیٰ علیہ السلام یہ خوف ناک منظر دیکھ کر وحشت زدہ ہو گئے۔ تب خداوند قدوس
نے پھر ان کو پکارا۔

”اے موسیٰ! آگ آؤ۔ ذرو مت۔ تم ہر طرح سے امن میں ہو۔ یہ تمہارا معجزہ
ہے۔ آگے بڑھ کر عصا کو پکڑ لو۔“

پس موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ میں اڑھ چاڑھا اور ڈالا۔ وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ اس

بہت تھی۔ جب تمہارا کو اپنے سے پیچھے ہٹا تو آگ پھر آگے بڑھ آئی۔

یہ منظر دیکھ کر آپ کچھ پیچھے ہٹ گئے۔ بہر حال آپ کا آگ حاصل کرنے کا مقصد
پورا نہ ہو سکا۔ اس عجیب و غریب آگ کی وجہ سے آپ حیرت زدہ اور تعجب کی حالت
میں کھڑے تھے اور جو عصا آپ کے پاس تھا اسے مضبوطی سے تھام رکھا تھا کہ خطرہ
کی صورت میں اس سے کام لے سکیں۔ ابھی آپ اسی تردد و گنگنش میں تھے کہ آگ
آگ کے اندر سے ایک آواز آئی۔

”اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں۔ اپنے جوتے اتار دو۔ اس وقت تم طوبیٰ کی مقام
دادی میں کھڑے ہو اور میں نے تمہیں پسند کیا۔ سو ٹھنڈا رہ جو حکم ہو۔ سنو، میں اس
ہوں۔ میرے ساتھ کسی کی بدعتی نہ کرنا اور نماز قائم کرنا۔ بے شک قیامت آنے کا
ہے اور میں اسے سختی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر کسی کو بدلے جو کچھ اس نے دنیا میں
ہو۔ تجھے کہیں روک نہ دے اس سے وہ شخص جو یقین نہیں رکھتا اور پیچھے پڑا رہا
موضوع کے اور پھر تو بھگت نہ جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن سادہ رکا پھر طرغانی کو مخاطب کرتے ہوئے کہ
اگلا۔ ”موسیٰ علیہ السلام نے یہ آواز اس طرح سنی کہ ہر جانب سے یکساں آ رہی تھی
اس کی کوئی سمت، کوئی بہت متعین تھی اور اس آواز کا سننا بھی عجیب انداز سے ہوا کہ
اس آواز کو صرف ان کو ہی نہیں بلکہ سارے اعضاء بدن نے سنا جو ایک مجموعہ
کی صورت تھی۔“

آواز کا حاصل یہ تھا کہ جس چیز کو وہ آگ سمجھ رہے تھے وہ اللہ کی جلی تھی اور ان
میں فرمایا کہ میں ہی آپ کا رب ہوں۔ اور درخت کا آگ نہ پکڑنا، آواز کا ہر سمت
جہد سے آنا اور موسیٰ علیہ السلام کے تمام اعضاء بدن سے اس آواز کو سننا اس وجہ
تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو جائے کہ وہ آواز ان کے رب کی ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ آواز ان کے رب ہی کی ہے تو تارک
رات کے بہت دیرانوں میں وہ آواز پھر سنائی دی۔

”اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟“

گو رب العزت کو معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ان کا عصا ہے
اس کے باوجود یہ بات اس لئے پوچھی گئی کہ حیرت انگیز مناظر دیکھتے اور کلام ربانی



اگھانہ شہر میں تو تک اور جانتو ایک جگہ جمع ہوئے۔ کچھ دیہ دونوں خاموش، فکرمند اور طول سے بیٹھے رہے۔ پھر انگٹلو کا آغاز تو تک نے کیا اور اپنے ساتھی سالار جانتو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”جانتو! باہل کے بادشاہ بخت نصر نے طرغائی کو کیا کسار کے قاصدوں کے حوالے نہ کر کے ہم پر بڑا ظلم اور جبر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے طرغائی اب مستقل طور پر ہی اس خانہ بدوش کے پاس رہے گی۔ جب کہ میں ایسی صورت حال کو قطعی پسند نہیں کروں گا۔“

تو تک کے خاموش ہونے پر جانتو بھی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”تو تک! تمہارا اندازہ درست ہے۔ اس معاملے میں کیا کسار نے کھل کر ہماری حمایت نہیں کی۔ اگر یہ زور و اثر، دھمکی آمیز لہجہ اختیار کرتا تو یقیناً بخت نصر طرغائی کو کیا کسار کے قاصدوں کے حوالے کر دیتا اور آج طرغائی ہمارے پاس ہوتی۔“

”تو تک! اب کیا کسار کے قاصد تو ناکام و نامراد آگئے ہیں لیکن یہ ناکامی اور ہزاردی صرف ہمارے لئے ہے۔ جس مقصد کے لئے کیا کسار نے ان قاصدوں کو بخت نصر کی طرف روانہ کیا تھا اس مقصد میں تو کیا کسار کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس لئے کہ بخت نصر نے کیا کسار کی حسین و خوبصورت بیٹی کو اپنے عقد میں لینے کی حامی مہر لی ہے۔ تم نے دیکھا آج ہم نے جب اس سے ملاقات کی تو وہ بے حد خوش تھا۔ ہم دونوں اس کے سامنے فکرمند و پریشان کھڑے تھے۔ لیکن اُس کی خوشی اُس کی مہارت کی کوئی انتہا نہ تھی اور اب یہ بھی سنا ہے کہ کیا کسار بہت جلد اپنی بیٹی امیر کی مادی بخت نصر کے ساتھ کر دے گا۔ اس کے بعد کیا کسار کسی بھی صورت میں طرغائی

کے بعد یہاں خداوند قدوس نے اپنے نبی کو کچھ اور سچے بھی عطا کئے اور فرما دیا کہ نبوت ادا کرنے کے لئے انہیں مصر جانے کا حکم دیا گیا۔

(یہ مقام جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جھاڑی میں آگ لگی ہوئی دیکھی تھی) طور کے دامن میں سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ سلطنت کے پہلے نصرانی بادشاہ قسطنطین نے 365ء کے لگ بھگ ٹھیک اسی مقام ایک کلیسا تعمیر کرایا تھا۔ اس کے دو سو برس بعد قیصر قسطنطین نے یہاں ایک خانقاہ کرائی تھی جس کے اندر قسطنطین کے بنائے ہوئے کلیسا کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ خانقاہ اور کلیسا دونوں آج بھی موجود ہیں اور یونانی کلیسا کے راتوں کا ان پر قبضہ نفیل بن ساعدہ کی بنائی ہوئی تفصیل سے طرغائی کافی متاثر و مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اس کو پستانی سلسلے کے اندر ادھر ادھر کھوتے رہے اس کے نیچے اتر کر اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔

چند روز بعد پورا قبیلہ مدین کی سرزمینوں سے اٹھ کر وہاں پہنچ گیا تھا اور ان پہنچنے کے کچھ ہی دن بعد وہاں غلبی اور صائبی تاجر آنا شروع ہو گئے تھے اور جس جم جس قدر سامان بنی اسرائیل کے ہاتھوں چھٹا تھا، نفیل بن ساعدہ اور قرقوس ملکا نے وہ سامان ان کے حوالے کرتے ہوئے ان کی تالیف قلوب کا سامان کرنا شروع دیا تھا۔ وہاں سینا کے ارد گرد کے پہاڑوں میں اور نیچے وادیوں میں جانوروں کے گھاس کافی تھی لہذا قبیلے نے وہیں قیام کر لیا تھا۔



اور اس کے تحفظ کا سامان کیا۔ یہ اس کی شرافت اور امانت داری کا ایک پہلو ہے جو قابلِ تریف ہے۔“

جانکو رکھا، کچھ سوچا پھر دوبارہ تو تک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”تو تک! یہ بھی تم جانتے ہو کہ نفیل بن ساعدہ کا تعلق چونکہ خانہ بدوش قبیلے سے ہے اور بخت نصر کے باپ نے اسے ایک سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کیا تھا، لہذا اکثر و بیشتر یہ نفیل بن ساعدہ بخت نصر کے لشکر سے نکل کر اپنے خانہ بدوش قبیلے میں جاتا ہو گا اور وہاں قیام کرنے کے بعد وہاں بخت نصر کے لشکر میں بھی آتا ہو گا۔ اس آئے جانے میں یقیناً طرغائی بھی اس کے ساتھ ہوتی ہو گی۔ اس لئے کہ اگر وہ بخت نصر کے لشکر سے نکل کر اپنے خانہ بدوش قبیلے میں جاتا ہے تو طرغائی اس کی قیادت میں نہیں رہ سکتا۔ اس طرح میرے خیال میں طرغائی اس کی غیر موجودگی میں اس کے خانہ بدوش قبیلے میں بھی نہیں رہ سکتی۔ وہاں نہ اس کا کوئی شناسا ہے نہ اس کی وجہ بحال کرنے والا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جانکو رکھا۔ اس کے بعد اس نے بات کو مزید آگے بڑھایا۔
 ”تو تک! یہاں ہمارے سامنے دو پہلو آتے ہیں۔ اگر تو نفیل بن ساعدہ نے اپنی کو اپنے خانہ بدوش قبیلے میں رکھا ہوا ہے پھر تو ہمارے لئے معاملہ کسی قدر مشکل ہو جائے گا اس لئے کہ وہاں سے طرغائی کو حاصل کرنا ناممکن نہیں تو انتہا درجہ کا مشکل ہو رہا ہے۔“

جانکو کو یہ کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ تو تک خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نہ لگا۔

”جانکو! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کچھ کچھ میں سمجھ گیا ہوں۔ لیکن اگر نفیل بن ساعدہ اسے اپنے خانہ بدوش قبیلے میں رکھا ہوا ہے تو پھر اسے وہاں سے اٹھانا ہمارے لئے مشکل ہو نہیں سکتا۔ اچانک رات کے کسی وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ خانہ بدوش قبیلے میں پھرتے ہوئے اسے اور طرغائی کو اٹھا کر اپنی راہ لیں گے۔ وہ خانہ بدوش قبیلے ہے، وہاں لشکر تو نہیں جو ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا۔“

اس موقع پر جانکو نے گھومنے کے انداز میں تو تک کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

”تو تک! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ میرے خیال میں تم اس خانہ

لے کر نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ کیا کسار اور بخت نصر کے درمیان ایک رشتہ قائم ہو جائے گا اور یہ رشتہ ایسا اہم ہے کہ کیا کسار کی بھی صورت اس میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ دوسری بات جو اب ہمارے سامنے آتی ہے اور جو ہمارے لئے رکاوٹ ہے وہ یہ کہ بخت نصر اب کوئی معمولی اور کمزور حکمران نہیں ہے۔ اس کی سلطنت بھی اب کیا کسار جیسی وسیع اور بڑی ہو گئی ہے۔ لہذا اگر کیا کسار اپنی جینی کا رشتہ دینے کی پیشکش نہ بھی کرتا تب بھی بخت نصر طرغائی کے مقابلے میں کیا کسار کے سامنے دینے والا نہیں تھا۔

تو تک میرے بھائی! یوں جانو اب کیا کسار کے ذریعے طرغائی کو کسی بھی صورت بخت نصر سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ طرغائی کو حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ صرف اپنے زور بازو سے ہے اور اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک ترکیب بھی آتی ہے۔ یہاں ازل کہتا ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے ہم طرغائی کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں گے۔“

تو تک، نے جو تینے کے انداز میں جانکو کی طرف دیکھا پھر تینے بھرے انداز میں پوچھا۔

”جو تمہیں اس موقع پر تمہارے ذہن میں آئی ہے مجھ سے بھی کہو تاکہ اگر وہ قابلِ عمل ہوئی تو کم از کم مجھے بھی اطمینان اور آسودگی حاصل ہو جائے گی۔“

اس پر جانکو مسکرایا اور کہنے لگا۔

”تو تک! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ غور سے سنا۔ جو تجویز میرے ذہن میں آئی ہے بڑی سادہ اور انتہا درجہ کی قابلِ عمل ہے۔ اسے اپناتے ہوئے ہم بڑی آسانی کے ساتھ طرغائی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

تو تک نے انتہائی بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”اب بتاؤ، مجھے زیادہ تجسس میں نہ ڈالو۔“

جانکو مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

”یہ تو تم جانتے ہو کہ بخت نصر کے باپ بنو پولاسر نے طرغائی کو ایک لوٹری کی حیثیت سے نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں یہ اس شخص کی فراخ دلی ہے کہ اس نے کوئی بھی طرغائی کو بے آبرو نہیں کیا بلکہ اسے آزاد کر دیا

نے افراد کسی دشمن قوت پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام کرتے ہیں تو اس قتل عام میں ہڑے، بچوں اور عورتوں میں کوئی تیز نہیں کی جاتی۔ جو سامنے آتا ہے اس کی گردن کاٹ دی جاتی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون ٹیک ہے اور کون برائی پر عمل کرنے والا؟ کون شیطانی اعمال کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے اور کس نے نیکی کا راستہ اختیار کیا ہے ہوا ہے۔ اس وقت ہماری تلوار سب کو برابر کاٹتی چلی جاتی ہے۔ بالکل وہی طرح جس طرح سے کوئی کسان اپنے کھیت کے چھوٹے بڑے سب ہی پودوں کو کاٹتا چلا جاتا ہے۔“

تو لک کا، چرائی بی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”جانتو! جو تجویز تم نے کہی ہے وہ واقعی بڑی آسان اور قابل عمل ہے۔ میرے خیال میں ہم آج ہی اپنے کچھ آدمیوں کو مقرر کر کے ہیں جو ابھر اُدھر غیروں کی طرح جھٹکتے ہوئے نفیل بن ساعدہ اور طرغانی پر نگاہ رکھیں گے اور جب کبھی بھی وہ بخت نصر کے لشکر سے نکل کر قبیلے کی طرف یا قبیلے سے بخت نصر کے لشکر کی طرف روانہ ہوں تو ہمیں اطلاع کریں۔ ہم راستہ ہی میں ان کی راہ روک کھڑے ہوں گے اور اپنا مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

کچھ دیر تک دونوں خاموش رہ کر شاید اپنی اس تجویز سے لطف اندوز ہوتے رہے یہاں تک کہ تو لک کو کچھ خیال گزرا اور جانتو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جانتو! اگر نفیل بن ساعدہ نے مستقل طور پر طرغانی کو اپنے خاندان بدوش قبیلے میں رہا ہوا ہے اور وہاں ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر طرغانی کو حاصل نہیں کر سکتے تو اس خاندان بدوش قبیلے سے طرغانی کو حاصل کرنے کی ایک راہ نکل سکتی ہے۔“

تو لک کے ان الفاظ پر جانتو چونک پڑا تھا۔ غور سے اُس کی طرف دیکھا، پوچھ لیا۔

”تمہارا اشارہ کس راہ کی طرف ہے؟“

تو لک اس موقع پر کمرہ نہی ہنسا اور کہنے لگا۔

”جانتو! تو جانتا ہے ایک بار میں اور تم دونوں جس وقت کیا کسارا کے سالار ایرج پاشا بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے نفیل بن ساعدہ سے اپنے بیٹے زنی کے مقابلے کا اتفاق کیا۔ تم جانتے ہو اُسے اس بات کا بھی بڑا حلق اور رنج و افسوس اور دکھ ہے کہ بیٹے زنی کے مقابلے میں نفیل بن ساعدہ نے اُسے اس کے بادشاہ کیا کسارا کی موجودگی میں

بدوش قبیلے سے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ وہ اکادی عربوں کا خاندان بدوش قبیلے ہے اور قبیلے کے افراد آج سے نہیں صدیوں سے اسی طرح خاندان بدوشانہ متحرک ہیں مجھے قبیلے کی تفصیل کیا کسارا کے محافظ دستوں کے سالار اعلیٰ نے ایک موقع پر بیچہ کر تفصیل کے ساتھ بتائی تھی۔

تو لک! وہ صرف خاندان بدوشوں کا گروہ نہیں ہے۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ وہ بہت قبیلہ سا بھی ہے بات بھی اپنے دل میں بٹھا رکھنا کہ اس کے اندر ہزاروں کی تعداد میں ننگو اور بہتر قسم کے بیخ زن ہیں جو ملے آوروں کا حلقوم کاٹنے کا ہنر جانتے ہیں۔ لہذا یہ بات تو اپنے ذہن سے نکال دو کہ ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے اس خاندان بدوش قبیلے پر حملہ آور ہو کر طرغانی کو وہاں سے حاصل کر لیں۔ تاہم طرغانی کو حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ بھی ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے آدمیوں کو مقرر کر دیں کہ وہ نفیل بن ساعدہ اور طرغانی کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں جب کبھی نفیل بن ساعدہ طرغانی کے ساتھ بخت نصر کے لشکر سے نکل کر اپنے قبیلہ کی طرف جاتے تو ہمیں اطلاع دے دیں کہ کسی ویران جگہ پر ہم ان دونوں کی راہ روک سکتے ہیں اور نفیل بن ساعدہ سے طرغانی کو حاصل کر کے اسے مار بیٹھا سکیں۔“

تو لک کو شاید جانتو کی یہ تجویز پسند آئی تھی لہذا بڑی سبے جاتی اور بے چینی کا کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”مار کیوں بیٹھا نہیں؟“ انکی گردن کاٹ کر اس کا خاتمہ کر دیں گے اور طرغانی کو کر چلیے نہیں گے۔“

جانتو نے اس موقع پر گھومنے کے انداز میں تو لک کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

”تو لک! اُسے قتل نہ کرنے کا ارادہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اس نے طرغانی اپنے پاس رکھتے ہوئے اس کی عزت و اہم کی آبرو کا بڑا احترام کیا ہے۔ نہ صرف اس کی حفاظت کی ہے بلکہ اس کی عزت کو بھی بڑا کر رکھا ہے۔ ساتھ ہی اسے لوہی، آزاد کر کے اس کی عزت، اس کی توقیر میں بھی اضافہ کیا ہے اور یہ ایسا کام ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے اسے قتل کرنے سے باز رہا جاسکتا ہے۔“

اس موقع پر گھومنے کے انداز میں تو لک نے جانتو کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

”جانتو! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ تم جانتے ہو جب ہمارے

لوگوں کا۔ بہر حال میں تمہیں یہ اشارہ دیتا ہوں کہ میں نے ان دنوں کیا کسار کے ایک بیج، اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیا ہے۔ وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اور میری بات سے بڑا متاثر ہے۔ کیا کسار کے خلاف میں اپنی انتقامی کارروائی کی ابتداء اسی وقت کروں گا جب ہمارے منبر ہمیں نفیل بن ساعدہ اور طرغانی کی نقل و حرکت سے آگاہ کیا جائے۔ یہ اطلاع ملنے کے بعد ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ طرغانی کو حاصل کرنے کے لئے یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ لیکن کوچ کرنے سے پہلے کیا کسار کے خلاف بات میں آکر ایسا انتقام لیں گے کہ ہمارا وہ انتقام کیا کسار کے لئے زندگی بھر کا اہم بن کر رہے گا۔

جانو کی اس گفتگو کے جواب میں تو تک حزیہ اُسے کریدنا چاہتا تھا کہ ایک طرف ان کے کچھ ساتھی آتے دکھائی دیئے لہذا اس موقع پر گفتگو انہوں نے بند کر دی اور اسے موضوع پر ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے تھے۔



”جانو! اس سلسلے میں بالکل مطمئن اور سہ فکرم ہو۔ یہ تجویز میرے اور تمہارے درمیان ہے اور میرے اور تمہارے درمیان ہی رہے گی۔ کسی تیسرے فرد کو اس کا علم نہیں ہونے چاہئے گا۔“

تو تک کے ان الفاظ پر جانو خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے پھر تو تک کو مخاطب کیا۔

”مجھے تمہارے جذبات و احساسات کا تو اندازہ نہیں لیکن جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے میں اس کیا کسار کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اس میں کوئی شک نہیں میں اور تم دونوں اب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں لیکن میں اس کے خلاف ایک انتقامی کارروائی کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں۔

جو انتقامی کارروائی میں کیا کسار کے خلاف کرنا چاہتا تھا اس کا جو احساس میرے شعور میں تھا پہلے وہ دبا دبا، نرم اور بیجا سمجھا تھا۔ لیکن اب جو کیا کسار اپنے اثر و رسوخ سے طرغانی کو ہمارے لئے حاصل کرنے میں ناکام ہوا ہے تو میرے شعور میں چلتا ہوا وہ جذبہ جس کے تحت میں کیا کسار سے انتقام لینا چاہتا ہوں اس نے اب طرغانی صورت اختیار کر لی ہے۔

کیا کسار ہمارے سردار برشام کے علاوہ ہمارے بہت سے سالاروں، ہمارے ان گنت لشکریوں اور ہماری بے شمار عورتوں کا قاتل ہے۔ اس نے دھوکا دی سے کام لے کر ہمارے سردار، دوسرے سالاروں اور معزز لوگوں کو اپنے میں غرق کر کے انہیں قتل کیا اور بعد میں اپنا تک ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوا اور اسے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اگر یہ ایسا نہ کرتا تو اب تک ہم اس کی سرزمینوں کو فتح کر چکے ہوتے اور اس کی جگہ ان علاقوں کا حکمران ہمارا سردار برشام ہوتا۔“

یہاں پر تو تک نے تو صبیحی انداز میں جانو کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”جانو! میرے خیالات و احساسات تم سے مختلف اور جدا نہیں ہیں۔ جس طرح تم سوچتے ہو اسی طرح میں بھی سوچتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کیا کسار انتہین کا قاتل ہے لیکن یہ تو کہو تم اس سے انتقام کیسے اور کس طرح لینا چاہتے ہو؟“

جانو کے چہرے پر اس موقع پر عجیب سی خوبی منکراہت نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

”جس طرح میں کیا کسار سے انتقام لینا چاہتا ہوں اس کی تفصیل فی الحال نہیں

مشیرہ کے ساتھ ساتھ طرغائی بھی بھاگ کھڑی ہوئی تھی اور وہ دونوں بڑی تیزی سے دوستانی سلسلے سے اترتی ہوئی نیچے وادی کا رخ کر رہی تھیں۔

نفل کی طرف جانے کی بجائے طرغائی اور مشیرہ دونوں نے خیمے کا رخ کیا۔ دونوں ایک ساتھ خیمے میں داخل ہوئیں تو خیمے کے اندر بوڑھا غنم بن عبید اللہ بے سادہ افاقہ۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے طرغائی اور مشیرہ دونوں پریشان ہو گئی تھیں۔ آگے چل کر دونوں غنم بن عبید اللہ کے بستر پر بیٹھ گئیں۔ طرغائی نے غنم بن عبید اللہ کا بازو سینہ ہاتھ میں لیا۔ بازو ہتار سے تپ رہا تھا۔

اس موقع پر مشیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے طرغائی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ میں اسی لمحہ میں بن سادہ طیب کو لے کر خیمے میں داخل ہوا تھا اور ان دونوں کے پیچھے حرقوس بن بھڑا فردوس، زہیر بن سلسلی اور کچھ دوسرے لوگ بھی خیمے میں داخل ہوئے تھے۔

طیب کے آنے پر طرغائی اور مشیرہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی تھیں۔ طیب آگے بڑھ کر غنم بن عبید اللہ کے پاس بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک غنم کا بازو لیتا رہا پھر نفیل بن سادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بخار کو آ کر جانا چاہئے تھا۔ جو دوا میں نے دی تھی، بخار توڑنے میں بڑی جربج یابی جاتی ہے۔ بہر حال میں دوا تبدیل کرتا ہوں اور وقتے وقتے سے انہیں وہ دوا دے رہے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی طیب نے کوئی دوا نکال کر نفیل بن سادہ کے حوالے کر دی تھی۔ جو دوا کہ طیب دیاں بیٹہ کر نفیل بن سادہ اور دیگر لوگوں کو ڈھارس دیتا رہا۔ اس کے بعد وہ خیمے سے نکل گیا تھا۔ خیمے سے نکلنے کے بعد کچھ دیر غنم بن عبید اللہ ہی پھر نفیل بن سادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”نفیل! تمہارے بنائے لاکھ عمل کے تحت قبیلے سے نکل یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ غنم کی طبیعت ایسی ہے کہ سفر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی دوا یہاں سے اپنے کوچ کو اتار، اس میں ڈال دیں۔“

فردوس کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن سادہ نے تھوڑی دیر تک غور سے اپنے وادی کی طرف دیکھا پھر فردوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کوچ کو اتار، اس میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ یہاں ہمیں قیام کرنے کی دن گزر چکے ہیں۔

ایک روز طرغائی اور مشیرہ دونوں کو ہستان سینا کے اس مقام پر کھڑی تھیں جہاں کے پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خداوند کوئی ہم کام ہوا تھا اور جہاں انہیں دعا ملانی گئی تھی۔ اس مقام کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے وہ ایک دوسرے سے باتیں کرتی جا رہی تھیں کہ اچانک مشیرہ چونک پڑی۔ نیچے وادی میں دیکھتے ہوئے اس، چہرے پر دنیا بھر کی آداسیاں اور نظرات بھوم کر آئے تھے۔ اس کے اس طرح دیکھتے ہوئے طرغائی بھی جب اس کی طرف دیکھنے لگی تو طرغائی بھی انتہا درجہ کی پرچا اور فکر مند ہو رہی تھی۔ اس لئے کہ نفیل بن سادہ بھاگتا ہوا ایک طرف جا رہا تھا۔ اس موقع پر نظرات بھری آواز میں مشیرہ نے اپنے پہلو میں کھڑی طرغائی کو جھکا کیا۔

”طرغائی میری بہن! یہ نفیل بھاگتا ہوا کس طرف جا رہا ہے اور یہ ایسا کیوں کر ہے؟“

اس پر طرغائی پہلے سے بھی زیادہ پریشان کن آواز میں کہنے لگی۔

”مشیرہ! چلو جلدی نیچے چلیں۔ مجھے شک پڑتا ہے کہ وادا کی طبیعت ہمیں دوا خراب نہ ہو گئی ہو۔ اس لئے کہ گزشتہ دو دن سے انہیں بخار آ رہا تھا۔ طیب بڑا بھلا کی دیکھ بھال کر رہا ہے، انہیں دوا بھی چلا رہا ہے لیکن ابھی تک انہیں افاقہ نہیں ہے۔ نفیل پریشان تھا اس لئے کہ۔۔۔“

یہاں تک کہتے ہی طرغائی کو خاموشی ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ مشیرہ فوراً ڈھالنا بھاگنے کے انداز میں کہنے لگی۔

”طرغائی! آؤ، وقت ضائع نہ کرو۔ دیکھیں کیا ہوا ہے؟“

”مشرعہ! تم چلو گی یا یہاں بیٹھنا ہے؟“

اس پر مشیرہ اپنے قریب کھڑی طرغائی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بابا! آپ جائیں۔ میں طرغائی کے ساتھ یہاں دادا کے پاس بیٹھوں گی۔ ہم دوں میں کر اس کی دیکھ بھال کر سکتی ہیں۔“

مشیرہ کے ان الفاظ پر فردوس کے چہرے پر ہلکا سا قسم نمودار ہوا تھا پھر وہ مطمئن و نرویاں سے چلا گیا تھا۔

نیسے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر طرغائی شکایت آمیز انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”جب مشیرہ کے بابا قبیلے کے کوچ کو التواء میں ڈالنا چاہتے تھے تو آپ کو اس التواء و قبول کر لینا چاہئے تھا۔ دادا کی حالت دیکھیں کیسی ہو رہی ہیں۔ ایسی حالت میں کیا یہ ذکر کر سکتیں گے؟“

نفیل بن ساعدہ نے غور سے طرغائی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”طرغائی! یہ محترم فردوس کی جگہ سے محبت اور خلص ہے کہ وہ دادا کی بیماری کی وجہ سے قبیلے کے کوچ کو التواء میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں چاہتا۔ طرغائی! قبیلے کے جنگجو ساتھیوں اور جانوروں سے متعلق میں فردوس سے بہتر جانتا ہوں۔ اس نے کہہ دیا جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والوں سے براہ راست رابطہ رہتا ہے۔ تم نے

لیجنا تم کو گوشہ کشی داؤں سے یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ جب ہم آئے تھے تو یہاں پرہل طرف گھاس کا جنگل تھا۔ لیکن اب یہاں جانوروں نے چر کر وادیوں اور ٹوہنتوں کو باطل حریاں اور رہزنی کر دیا ہے۔ پہلے پہلے جانور پتھر بھر آتے تھے بہت سے جانور بھوکے آئے لگے ہیں۔ اگر ہم نے یہاں مزید قیام کیا تو بھوک نے باعث کسی جانور مرنا شروع ہو جائیں گے، جو قبیلے کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہو گا۔ اس بناء پر میں یہاں سے کوچ کو التواء میں نہیں ڈالنا چاہتا۔“

نفیل بن ساعدہ جب رکاب طرغائی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”یہاں سے کوچ کرنے کے بعد ہمارا رخ کس طرف ہو گا؟“

نفیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”طرغائی! جس جگہ ہمارے قبیلے نے چراؤ کر رکھا ہے یہ ان راستوں پر نہیں ہے

جس وقت ہم آئے تھے تو یہاں ہمارے جانوروں کے لئے کافی گھاس تھی۔ اب بات نہیں رہی۔ ہمارے جانور اب ان کو ہستانی سلسلوں اور وادیوں میں چر کر پھیل کر نہیں آتے۔ لہذا یہاں سے کوچ کرنا بے حد ضروری ہے ورنہ جانور بھوکے مرنا لگیں گے اور یہ ہمارے لئے نقصان دہ بلکہ تکلیف دہ ہو گا۔

یہاں تک میرے دادا کا تعلق ہے تو دادا کو سامان لے جانے والے چمکے ڈال دیں گے۔ میرے خیال میں اس میں دادا سکون سے سفر کر سکے گا۔ دادا چونکہ کم ہو گیا ہے لہذا یہ نفاذ سے لڑنے کے لئے اپنے اندر پوری سکت نہیں پاتا۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب زہیر بن سلمیٰ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹے! اچھی طرح سوچ لو۔ اگر ظن میں عید اللہ سفر کرنے کے قابل ہے تو کل کو کرتے ہیں۔ ورنہ کوچ کو التواء میں ڈالتے ہیں۔ جانوروں کے لئے یہاں مزدید کوئی اور چراگاہ تلاش کر لیتے ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ نے نفی میں گردن ہلاتی، کہنے لگا۔

”دادا سامان کے چمکے سے میں سفر کر لے گا۔ لیکن کوچ ضرور کل یہاں سے ہو گا۔ اس پر فردوس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

”بیٹے! اگر تمہارا یہ فیصلہ ہے تو پھر میں سب لوگوں سے کہہ دیتا ہوں کہ اپنی تیار مکمل کر لیں۔ کل صبح صبح لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔“

اس کے ساتھ ہی فردوس اور زہیر بن سلمیٰ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے حرقوس بن شمرہ اور اس کے ساتھ جو دوسرے بازار آئے کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر ابن شمرہ نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے بھائی! آپ دادا کے پاس بیٹھیں۔ میں دادا کے سفر کے لئے چمکے اور اہتمام کرتا ہوں۔ اس کے اندر ایسا اہتمام کروں گا کہ دادا اس میں آرام دہ حالت میں سفر کر سکے گا۔“

اس کے ساتھ ہی فردوس، زہیر بن سلمیٰ، حرقوس اور ان کے ساتھ آنے والے سب فیصے سے نکل گئے تھے۔ خیابے کے دروازے پر جا کر فردوس دنگ گیا، مڑ کر پیچھے دیکھا پھر اپنی بیٹی مشیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اوقات دادا کی بہترین خدمت کرتی رہی ہو۔ اس کے لئے میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ لیکن اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ اگر تم طرغائی کے ساتھ دادا کے چکڑے میں سفر کرنا چاہتی ہو تو تم ایسا کر سکتی ہو۔ بلکہ میں کہتا ہوں تمہارا یہ فعل میری خوشی کا باعث ہو گا۔

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر جہاں عیشہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی وہاں طرغائی بھی نہ سرت انداز میں کبھی نفیل بن ساعدہ اور کبھی عیشہ کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ ان موقع پر نفیل بن ساعدہ کچھ سوچتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر ان دونوں کو غائب کر کے کہنے لگا۔

”تم دونوں ہمیں دادا کے پاس بیٹھو۔ میں ذرا حرقوس بن شجرہ کے پاس جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ دادا کے لئے کون سے چکڑے کا انتخاب کیا جاتا ہے اور اس میں دادا کے آرام اور سہولت کے لئے کیا اہتمام کیا جاتا ہے۔“

طرغائی اور عیشہ دونوں نے جب اس سے اتفاق کیا تب نفیل بن ساعدہ خیسے سے اٹھ گیا تھا۔

اگلے روز خان بدوش قبیلے نے انجری کی طرف کوچ کیا تھا۔ کوچ کی حالت یہ تھی کہ قبیلے کے آگے آگے فردوس اور زہیر بن سلمیٰ کے ساتھ نفیل بن ساعدہ حرقوس بن شجرہ، انجری بن فردوس، زہیر بن سلمیٰ کے دونوں بیٹوں کے علاوہ قبیلے کے کچھ اہم لوگ اور چوبے سارا بھی تھے۔ قبیلے کی اکثر عورتیں بھی اپنے گھوڑوں پر سوار تھیں۔ عورتوں اور بوزرے لوگوں میں وہ لوگ جو گھوڑے کی سواری نہیں کر سکتے تھے ان میں سے کچھ اونٹن کے کجاوے پر سفر کر رہے تھے۔ زیادہ لاغر افراد کو بار برداری کے چکڑوں میں زال دیا گیا تھا۔ اس طرح خان بدوش قبیلہ حرکت میں آیا۔ آگے آگے قبیلے کے افراد تھے۔ کچھ گھوڑوں پر سوار، کچھ اونٹن کی تکئیں کچلے ہوئے، کچھ چکڑوں کو بانکتے ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے قبیلے کے جانور تھے جو بھیڑ بکریوں کے علاوہ خالو اونٹوں اور تھوڑوں پر مشتمل تھے۔ اور ان جانوروں کے پیچھے پھر سچلے جوان تھے جو ان جانوروں کو بانکتے چلے جا رہے تھے۔

کچھ آگے جا کر حرقوس بن شجرہ نے سواہی سے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا تھا۔ نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس موقع پر فردوس

جہاں ہم معمول کے مطابق سفر کرتے ہوئے یمن سے بائیں و بائیں کے یمن کا چکا لگاتے ہیں۔ ان علاقوں میں تو ہم صرف بنی اسرائیل کے جنگجوؤں پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تھے۔ چونکہ ہمارے تجربوں نے بتایا تھا کہ یہاں گھاس کے وسیع جنگلات ہیں۔ اس بنا پر قبیلہ کو بھی یہاں بلایا گیا تاکہ چند روز تک جانور یہاں پیٹ بھر کر گھاس پر نکلیں اور فربہ ہو جائیں۔ ورنہ ہمارا معمول کاراستہ تو شمال کی طرف رہ گیا۔ اور ہم نے اب اس سمت جانا ہے۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو طرغائی پھر بول اٹھی۔

”آپ نے کہا تھا کہ دادا کے سفر کے لئے سامان کے چکڑے میں اہتمام کر دیا جائے۔ میں چاہتی ہوں کہ گھوڑے پر سفر کرنے کی بجائے میں بھی دادا کے ساتھ اسی چکڑے میں سفر کروں۔ سفر کے دوران میں دادا کی دیکھ بھال کر سکوں گی اور طیبیہ R دوا دے گا۔ ہر وقت دادا کو پلا سکوں گی۔“

طرغائی نے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، کہنے لگا۔

”طرغائی! اگر تم یہ بات نہ کہتیں میں تم سے خود کہنے والا تھا کہ تم دادا کے ساتھ سفر کرنا اس لئے کہ میں تو کوچ کے وقت اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ قبیلے کے آگے ہوں گا۔ اگر تم چکڑے میں سفر کرنا چاہتے ہو تو دادا کی بہتر انداز میں خدمت کر سکتی ہو، اُسے ہر وقت دوا بھی پلا سکتی ہو۔ ہو سکتا ہے تمہاری بہتر بہتر نگرانی سے دادا اس علاقہ اور بیماری سے نجات پا جائے۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو طرغائی اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں بھی طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے عیشہ بول اٹھی تھی۔

”نفیل! اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی طرغائی کے ساتھ دادا کے چکڑے میں سفر کروں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم دونوں ہمیں مل کر بہتر انداز میں دادا کی خدمت کر سکیں گی۔“

عیشہ کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

”عیشہ! تمہارے پہلے ہی ہم پر بڑے احسان ہیں۔ تم میری غیر موجودگی میں بھی

اور نیز بھی منکرار ہے تھے۔ شاید حقوق کے اس طرح دیکھنے کا مطلب سمجھ گئے تھے پھر تھوڑی دیر بعد قبیلے کے پانچ مفتی حرکت میں آئے اور مل کر وہ خداوند قدوس کی طرف جانے لگے تھے جس کا انداز اور مفہوم سمجھ اس طرح تھا:

فلک کو پائند ستاروں سے جس نے بنا رکھا ہے
زمین کی کوکھ میں آتش کو جس نے جلا رکھا ہے
وہی تو ہے میرا خدا کہ جس نے لفظ ”کن“ سے
بزم کائنات کو کیا خوب بنا رکھا ہے
چلتے ہیں ماہ و نجوم کہیں نکلتا ہے سورج
یہ روز و شب کا تغیر اسی نے رچا رکھا ہے
نکالا آگ سے جس نے کسی کو پیر ویران سے
اسی خالق کمال نے کمال یہ دکھا رکھا ہے
ہر میں بے ہمتا ہے وہ آفتاب کو جس نے
حدوں کا ارتکاز بنا دیا رکھا ہے
راہی بے منزل ہو کوئی یا کوئی کھراں ہو
قضا کا دن سب کے لئے اس نے ظہر ارکھا ہے

خانہ بدوش قبیلے کے مغضوب نے ایک ساتھ مل کر خداوند قدوس کی حمد ادا کرنا شروع کی تھی۔ اس وقت قبیلے میں طرغانی نے عجب و غریب سا دیکھا تھا۔ اس لئے کہ قبیلے کے کیا بڑھے، کیا بچے، کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بچیاں، کیا بوڑھیاں سب ہی مل کر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی ہوئی ان مغضوب کی لے سے ملاتی ہوئی وہ حمد گا رہی تھیں اور اس طرح ان سب کے مل کر وہ حمد گانے سے جس تاریخی شاہراہ پر وہ سفر کر رہے تھے اس شاہراہ کے راستے، اس شاہراہ کے کوہستانی سلسلے، اس شاہراہ کے صحرائی پہلے سب اس حمد کی بازگشت سے گونج رہے تھے۔

بہر حال وہ خانہ بدوش قبیلہ اس طرح خوش کن انداز میں سفر کرتا ہوا الجھ پھنچا اور وہاں قبیلے کے نو جوان بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنے خیمے نصب کرتے ہوئے پڑاؤ قائم کرنے لگے تھے۔

اس موقع پر چنگلز سے میں بیٹھے ہی بیٹھے طرغانی نے عشیرہ کی طرف دیکھا پھر بڑی

نی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”عشیرہ میری بہن! ہمیں اب چنگلز سے پیچھے ہٹنا چاہیئے اور داد کو بھی ادا کر لینا چاہیئے۔“

طرغانی کے ان الفاظ کے جواب میں عشیرہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہی اور منکرار تے ہوئے بیٹھ گئی۔

”طرغانی! ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قبیلے کے سارے جوان پورے قبیلے کے خیمے نصب کریں گے۔ جب خیمے نصب ہو جائیں گے تو نفیل بن ساعدہ خود ہی یہاں آئیں گے۔ اس کے بعد داد کو خیمے میں منتقل کیا جائے گا۔ ہم بھی ان کے ساتھ ہی چنگلز سے ہٹ کر خیمے کی طرف ہولیں گی۔“

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغانی ”طمن“ ہو گئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی یہاں تک کہ اس نے پھر عشیرہ کو مخاطب کیا۔

”یہ جس خیمے نصب ہو رہے ہیں یہ جگہ کون سی ہے اور یہاں قبیلے کا کتنے دن تک قیام رہتا ہے؟“

طرغانی کے اس سوال پر عشیرہ پھر بول اٹھی۔

”طرغانی میری بہن! یہاں کافی دن تک قبیلہ قیام کرے گا اور یہ سرزمین بڑی اہم، تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔“

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغانی نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

”کس لحاظ سے یہ اہم اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے؟“

”میری بہن! اس سرزمین میں کائنات کے مالک اور خداوند قدوس نے یہاں اپنے والی قوم کے لئے ایک عجیبہ کوہنوت کیا تھا۔ اس قوم نے کیونکہ اپنے عجیبہ کی فرمائی کی تھی لہذا اہل قوم پر انہی سرزمینوں کے اندر انتہائی ہولناک اور کرب خیز مذاہب نازل ہوا تھا اور عجیبہ کی فرمائی کرنے والی قوم کو کائنات کے مالک نے نیست و نابود کر کے دکھ دیا تھا۔“

عشیرہ کے ان الفاظ پر طرغانی کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ تجسس بھرے انداز میں وہ عشیرہ کی طرف دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی بول اٹھی۔

”میری بہن! کیا تم مجھے اس کی تصویر بہت تفصیل نہ بتاؤ گی؟ تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو۔ اب کیونکہ میں تمہارے خاندان بدوش قبیلے کی ایک اکائی ہوں لہذا میں شاہراہ پر، جن کو ہستانی سلسلوں کے اندر، جن میں صحراؤں میں سے قبیلہ اہل مسافروں کو طے کرتے ہیں ان سے متعلق میری معلومات عمل ہوئی چاہئے۔“

طرغانی کے اس سوال پر عیشیہ نے کچھ سوچا پھر بول اٹھی۔

”طرغانی میری بہن! جو قوم یہاں آباد تھی اسے دو نام دیئے گئے ہیں۔ اُسے قوم شود بھی کہتے ہیں اور قوم عاد بھی کہا جاتا ہے۔ عاد اولیٰ ان سرزمینوں میں آباد تھے جہاں ہم آگے چل کر پڑاؤ کریں گے۔ قوم عاد اولیٰ کے متعلق تفصیل میں تمہیں اُن کی سرزمینوں میں جا کر بتاؤں گی۔ یہاں جس جگہ ہمارا قبیلہ قیام کر رہا ہے یہ عاد ثانیہ کی سرزمین ہے۔ اسے قوم شود بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ جہاں فیضِ نصب کئے جا رہے ہیں ان سرزمینوں کو انجیر کہتے ہیں۔ یہ ناز اور شام کے درمیان وادی القراء تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں سب جگہ اس قوم کی سکونت تھی۔ اس حالت کو آج الناقہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں اپنی قوم کے کہنے پر ان میں مبعوث ہونے والے پیغمبر نے خداوندِ قدوس سے ایک معجزہ بھی دکھایا تھا۔ یہ معجزہ اونٹنی کا تھا۔ اس بناء پر اس اونٹنی کی نسبت سے اس سرزمین کو آج الناقہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ میری بہن! آج الناقہ کا یہ مقام جو قوم شود بھی کہلاتا ہے اور یہ مدین شہر سے جنوب مشرق میں اس طرح واقع ہے کہ قطعِ عقبہ اس کے سامنے پڑتی ہے اور جس طرح ان کے آباد اجداد یعنی عاد اولیٰ کو عاد اور عاد کہا گیا ہے اسی طرح یہاں بسنے والی قوم کو شود اور ام یا شود ثانیہ کہا گیا ہے۔“

(مستشرقین جس طرح تحقیق کے نام پر غلط دعوے کرنے کے عادی ہیں اسی طرح انہوں نے شود کو بھی اپنی تحقیقات کا تختہ مشق بنایا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ شود کی اصل کیا ہے اور اس کا وجود کب ہوا اور کس زمانے میں وہ قوم یہاں آباد تھی۔ اس سوال کے جواب میں مغربی ملکوں کے وہ گروہ ہیں۔

ایک فریق کہتا ہے کہ شود دراصل یہودیوں کا ایک گروہ تھا جو فلسطین میں داخل نہیں ہوا تھا اور یہیں بس گیا تھا۔ مگر یہ قول نہ صرف پانچ تحقیق سے گرا ہوا ہے بلکہ قطعاً غلط، عمل اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ تمام مؤرخین با اتفاق یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اہلی

ماذ قریب بھی نہ آیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے کہ خود کی آبادیاں تباہ اور ہلاک ہو چکی تھیں اور ان کا خداوندِ قدوس نے قلع قمع کر دیا ہوا تھا۔

نیز قرآنِ مقدس اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون نے بھنایا تو آل فرعون ہی میں سے ایک مردِ مومن نے یہ کہہ کر اپنی قوم کو ڈرایا کہ تمہاری اس تکذیب کا نتیجہ یہیں ہے نہ ہو جائے جو تم سے پہلے قوم نوح، قوم عاد اور قوم فود اور اس کے بعد کی قوموں کا اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی وجہ سے ہوا تھا۔

مغربی مؤرخین کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ لوگ وہ عرب تھے جن کو تاریخ کے اوراق میں علائقہ کہا جاتا ہے اور وہ فرات کے مغربی حصے سے اٹھ کر یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ یہاں بسنے والے علائقہ انجی میں سے تھے جن کو مصر کے بادشاہِ امس نے خارج المذکر دیا تھا۔ اس لئے کہ یہ قوم ایک عرصہ تک مصر پر حکومت کرتی رہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بھی قوم مصر پر حکمران تھی۔ ان مؤرخین کا یہ کہنا ہے کہ کیونکہ مصر کے زمانے میں ان لوگوں نے فنِ سنگ تراشی میں مال حاصل کر لیا تھا اس لئے جب وہ یہاں سے انجیر میں آکر آباد ہوئے تو انہوں نے یہاں اور پتھروں کو تراش کر بے نظیر عمارات تعمیر کیں اور انتہائی اوجاب محل تعمیر کئے۔ مگر جہور مؤرخین اس کے خلاف ہیں)

یہاں تک کہتے ہیں کہ بعد عیشیہ دئی، دم لیا اور اس کے بعد طرغانی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

”میری بہن! یہاں سے اٹھنے کے بعد ہمارا قبیلہ اہلی منزلوں کی طرف جائے گا تو وہاں بھی قیام کریں گے جہاں عاد اولیٰ نام کی قوم ہوا کرتی تھی۔ وہاں جو لوگ اس زمانہ آباد ہیں ان کا کہنا ہے کہ خود کی آبادیاں اور محلات قوم عاد کی مناسبت سے تھیں۔ قوم عاد حضرت موت کے مقام پر آباد تھی جہاں پر ہمارا اگا پڑاؤ ہوگا۔ لہذا یہ شود قوم عاد کی باقیات میں سے تھے۔ جب وہاں ہمارا قبیلہ پڑاؤ کرے گا تو میں فیصل بن سعدہ سے ہوں گی کہ جنہیں یہاں کی عمارتوں کی سیر کرائے۔ اس لئے کہ قوم شود نے یہاں ان بڑی چٹانوں، بڑے بڑے کوہستانی سلسلوں کو تراش کر اپنی رہائش کے لئے بڑی عمدہ عمارات اور مکں بنائے تھے جن کے واضح نشانات اب بھی موجود ہیں۔“

ہے ان ذات احد کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے۔
اس موقع پر طرغانی نے پھر دخل اندازی کی اور پھر کہنے لگی۔
”اگر کائنات کے مالک نے اس قوم کی بہتری اور بھلائی کے لئے اپنے پیغمبر کو
بعث کیا تھا تو وہ قوم کیوں نہیں مانی؟ کیسے اللہ کے نبی نے یہاں معجزہ دکھایا اور پھر
وہ اہل اس کے باوجود بھی اس قوم نے پیغمبر کو کیوں تسلیم نہ کیا؟“
طرغانی کے اس سوال پر عشرہ سکرانی اور پھر وہ انتہائی عالمانہ اور معلمانہ انداز میں
نہیں تیار۔

”اس میں شک نہیں کہ نبی اور پیغمبر کو معجزہ نہ بھی دیا جائے تب بھی پیغمبر کی پیغمبرانہ
ملکی کتاب ہدایت کی موجودگی اور عقلی دلائل اور براہین کی روشنی میں اس کی صداقت
ایمان والا تا حد ضروری ہوتا ہے اور اس کا انکار مذہب کی اصطلاح میں کفر تسلیم کیا
جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آفتاب صبح کے زیادہ روشن اور عقلی دلائل کے
بہرہ و خام کی فطرت آشرف و پیشتر حق اور صداقت کو قبول کرنے کے لئے بھی دلائل سے
وہ ایسے امور سے جلد متاثر ہوتی ہے جو عقل کو حیران اور دماغ کو مرعوب کر کے ان
کو ہرگز دے اور دعویٰ نبوت کے ساتھ نبی کا یہ عمل بلاشبہ خدا کی وہی ایسی اعلیٰ طاقت
مندانہ جس کا مقابلہ انسانی طاقت سے بالآخر سے اور اس کے مظاہرے کے سامنے
اور در ماندہ ہو کر وہ یقین کر لیتے ہیں۔ جو یقین کر لیتے ہیں وہ محفوظ رہتے ہیں اور
مذہب کی طرف سے متحجر سے اور واضح براہین دیکھنے کے بعد بھی انکار کرتے ہیں ایسی
میں طرابط سے وہ چار ہو جاتی ہیں۔

طرغانی میری بہن! میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ قوم شعوہ کے لوگ بڑے
”بل“ بڑے طاقت ور اور دراز قدم تھے۔ جب اللہ نے انہی میں سے حضرت صالح
ؑ کو ان کی راہبری کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس قوم نے اللہ کے پیغمبر کو
”وہ اس لئے کہ اس وقت اس قوم کے اندر بڑے بڑے صل تھے۔ ان کے پاس
”وہات کے انبار تھے۔ جانوروں کے ریوڑ کے ریوڑ تھے۔ اور جب اللہ کے پیغمبر
صالح علیہ السلام نے انہیں بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی بندگی کی طرف
وہ قوم کے سرداروں نے انہیں خطاب کر کے کہا۔

”ہم باطل پرست ہوتے، خدا کے صحیح مذہب کے منکر ہوتے اور پسند یہ طریقہ

جہاں تک قوم شعوہ کے یہاں آباد ہونے کے زمانے کا تعلق ہے تو وہ لوگ اللہ
نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے یہاں آباد تھے۔ ان کی بعثت سے پہلے وہ
ہلاک بھی ہو چکے تھے۔

(یہ بات بھی قابل غلط ہے کہ شعوہ کی آبادیوں کے قریب آج کل بعض ایسی قوم
بھی پائی گئی ہیں جن پر آری زبان کے کتبے لگے ہوئے ہیں۔ ان کتبوں پر جو تار
کندہ ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے کی ہیں۔ اس سے بعض قوم
کو یہ مفاد ہوتا ہے کہ یہ قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وجود میں آئی
حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ دراصل ان لوگوں کی قبریں ہیں جو اس قوم کی ہلاکت
برادوں برس کے بعد ان کا قاتل کیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے بزرگوں
آٹھری قدامت ظاہر کرنے کے لئے آری خط میں اپنے کتبے لکھوا کر یادگار کے طور
یہاں نصب کروا دیئے تھے۔ اس لئے ان دنوں وہی قوم ان علاقوں کی طرف آئی
اور ان لوگوں کا قوم عاد سے کوئی تعلق نہیں ہے)

یہاں تک کہنے کے بعد عشرہ کی تب طرغانی اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”اگر شعوہ نام کی ایک قوم یہاں آباد تھی اور جس طرح تم نے کہا ہے کہ ان کے
کائنات کے مالک نے اپنے ایک پیغمبر کو بھی مبعوث کیا تھا تو پھر یہاں آباد ہونے
اس قوم کا مذہب کیا تھا؟ اور کیسے اور کس طرح ان پر عذاب نازل ہوا اور وہ تباہ ہو
ہو گئی؟“

طرغانی کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لئے عشرہ نے پُر شوق انداز میں اس کی طرف
دیکھا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

”طرغانی! میری بہن! شعوہ اپنے بت پرست پیش روؤں کی طرح بت پرست
اور وہ خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کے پرستار اور شرک میں
تھے۔ اس لئے ان کی اصلاح اور راہنمائی کے لئے خداوند قدس نے انہی کے
میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ ان کو راہ راستہ
لائیں۔ ان کو خدا کی نعمت یاد دلائیں جن سے وہ صبح و شام بھلا اندوز ہوتے رہیں
اور ان پر بدعت کریں کہ کائنات کی ہر شے خدا کی توحید اور یکائی پر شاہد ہے اور
دلائل اور براہین کے ساتھ ان کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش اور

جب اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے خداوندِ قدوس کے ہاں مجھڑے کی دعا کی اور اس دعا کی قبولیت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر فرمایا۔

”تمہارا مطالبہ یہ ہے کہ تمہارے سامنے کوہستانی سلسلے کے اندر سے اونٹنی نکلے اور اسے سامنے وہ ایک بچے کو جنم دے۔ دیکھو، خداوندِ قدوس تمہاری راہبری اور رہنمائی کے لئے یہ مجھڑہ دکھائیں گے اور یہ بات سن لینا، اونٹنی کی صورت میں جو مجھڑہ اٹھیں دکھایا جائے گا، دیکھو اگر تم نے اس اونٹنی کو ایذا پہنچائی تو پھر یہی تمہاری ہلاکت کا نشان ثابت ہوئی۔“

اس مجھڑے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے، قومِ خود جب حضرت صالح علیہ السلام کی تلقین سے اٹھ اٹھی تو اس کے سرخیل اور سرکردہ افراد نے قوم کی موجودگی میں مطالبہ کیا کہ ”وہ صالح! اگر تو خدا کا فرستادہ ہے تو کوئی نشان دکھا تا کہ ہم تیری صداقت پر ایمان لے آئیں۔“ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ نشان آنے کے بعد ہی انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہوں۔ اس پر قوم کے ان سرداروں نے وعدہ کیا کہ ”مجھڑہ دیکھنے کے بعد فوراً ایمان لے آئیں گے۔“

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہی سے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کا نشان مانگتے ہیں؟ قوم نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ میں سے پابستی کے ارد گرد کے اسی حجر میں سے جو کنارے پر نصب ہے ایسی اونٹنی نمودار ہو جو گاموں ہو اور وہاں سے نکلے کے بعد بچے کو جنم دے۔

”حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے اس مطالبے کو پورا کرنے کے لئے خداوندِ قدوس سے دعا کی۔ اسی وقت ان کے سامنے ایک اونٹنی نمودار ہوئی اور اس نے ان کے سامنے ایک بچے کو جنم دیا۔ یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے ایک سردار جس کا نام جندہ بن تھا وہ اسی وقت اللہ کے پیغمبر پر ایمان لایا۔ دوسرے سرداروں نے بھی اس کی قیادت میں ایمان لانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان کے بھیلوں، ان کے معبودوں اور ان کے مہتموں میں سے زواب بن عمرو اور اس قوم کے کاتبوں میں سے رباب بن عمرو نے ان کو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے سے باز رکھا۔ اس طرح باقی وہ بھی حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے سے روک دیا گیا۔“

پر قائم نہ ہوتے تو آج ہم کو یہ جہن دولت، سرسبز و شاداب باغات کی فراوانی، سم کی بہتات، بلندی اور عایشانِ حیات کی رہائش، میوہ جات اور پھلوں کی کثرت، شیریں مہربوں اور عمدہ مرغزاروں کی افزائش حاصل نہ ہوتی۔“

اور جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ان کی طرف اشارہ کر ہوئے وہ کہتے۔

”تو خود اپنے حیر و کاروں کی طرف دیکھ اور ان کی تنگ حالی اور غربت پر نظر کر نکلا کہ خدا کے پیارے اور مقبول کون ہیں، ہم یا تم؟“

اس کے باوجود اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہو فرماتے۔

”تم اپنی اس عیش و عشرت پر شغلی نہ مارو اور خدا کے سچے رسول اور اس کے حق کا مذاق نہ اڑاؤ۔ اس لئے کہ تمہارے کبر اور غرور اور انا کا یہی حال رہا تو میں میں سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اور پھر تم رہو گے اور نہ تمہارا یہ ساز و سامان۔“

یہ سب کچھ خدا کی نعمتیں ہیں۔ بشرطیکہ ان کو حاصل کرنے والے اس کا شکر یہ ادا کر اور اس کے سامنے سر نیاز جھکا نہیں۔ اور بلاشبہ یہی سامانِ عذاب اور لعنت ہے مگر اس کا استیصال شیئی اور غرور کے ساتھ کیا جائے۔ اس لئے یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ سامانِ عیش و عشرت و دنیا الہی کا شکر ہے۔“

قومِ خود کو یہ بھی حیرانی تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم میں سے ایک انسان خدا پیغمبر بن جائے اور وہ خدا کے احکام سامنے لگے۔ اس پر وہ سخت تعجب کرتے تھے کہتے تھے۔

”اگر ایسا ہونا ہی تھا تو اس کے اہل ہم تھے نہ کہ صالح۔“

اور کبھی اپنی قوم کے کزور لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے۔

”بلاشبہ ہم تو اس شے کا جس پر تمہارا ایمان ہے، انکار کرتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد عیشہ رنک، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

”طریقائی! میری بہن! اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی مغرور اور سرکشانے ان کی پیغمبری اور دعوت اور نصیحت کو یوں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور خدا کے پیغمبر کو مخاطب کیا۔“

پکڑے پر چڑھا اپنے دادا غنم بن عبید اللہ کو اٹھا کر اپنی کمر پر لا دیا۔ پکڑے سے نیچے اتر آ اور اپنے خیمے کی طرف ہو لیا۔ طرغائی اور عثیرہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے ہو لی تھیں۔

تینوں جب خیمے میں داخل ہوئے تو خیمے کے اندر تین بستر لگے ہوئے تھے۔ درمیان والے بستر پر نفیل بن ساعدہ نے غنم بن عبید اللہ کو لٹا دیا تھا۔ پھر طرغائی اور عثیرہ کو مخاطب کر کے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”تم دونوں یہیں بیٹھو۔ عثیرہ! اگر تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ کہیں تمہارے ماں باپ تمہارا بے چینی سے انتظار نہ کر رہے ہوں۔ میں زبردستی تمہیں نہیں روکنا چاہتا۔ اگر اپنی خوشی سے بیٹھنا چاہو تو اس میں میری خوشی ہوگی۔“

عثیرہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”میرے ماں باپ میرے یہاں رہنے سے نہ فکرتے ہوں گے اور نہ ناراض۔ آپ جانیں، میں اور طرغائی دونوں دادا کے پاس بیٹھی ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے قہیلے کے کچھ ضروری کام بنانے ہیں۔ اتنی دیر تک کھانا بھی تیار ہو جائے گا۔ پھر میں خیمے میں آؤں گا اور سب اٹھنے کھانا کھائیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ خیمے سے نکل کر چلا گیا تھا۔

.....

”تم ان الجہری بستیوں میں خدا سے ڈرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو۔ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب معصیت میں مبتلا ہو جاؤ۔“

ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب جنسور بن کلاب الجہری میں داخل ہوئے تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے نشانیاں نہ طلب کیا کرو۔ دیکھو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم۔“

نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ پہاڑ کی کھد سے نکلی اور اپنی باری میں کھائی کر وہیں واقعہ چلی جاتی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم غمو کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی۔ لیکن غمو نے آخر کار سرکشی کی اور ناقہ کی کوئی کات کر اس کو ہلاک کر دیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے انہیں سچے کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھر واد کے اندر ہی مردہ ہو کر رہ گئے۔ صرف ایک شخص ابو رغال نامی بچا جو حرم میں گیا تھا۔

لیکن جب وہ حد و حرم سے باہر آیا تو وہ بھی عذاب کا شکار ہو کر ہلاک ہو گیا۔“

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عثیرہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک دم خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ سامنے کی طرف سے نفیل بن ساعدہ آ رہا تھا جس کی بناء پر عثیرہ خاموش ہو گئی۔ طرغائی نے بھی نفیل بن ساعدہ کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

لہذا عثیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”عثیرہ! میں تمہاری بڑی عزیز اور شکر گزار ہوں کہ تم نے اس علاقے کی تفصیل سے مجھے آگاہ کیا۔“

اتنی دیر تک نفیل بن ساعدہ بھی قریب آ گیا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا اس پکڑے کے اندر ہی مستقل رہائش رکھنے کا ارادہ ہے؟ تم دونوں پکڑے سے باہر نہیں نکلیں گی۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے جواب میں عثیرہ اور طرغائی دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور پھر بیٹھی نکلا ہوں کہ نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے مٹھاس بھرے لہجے میں طرغائی کہنے لگی۔

”ہم دونوں تو آپ کا انتظار کر رہی تھیں کہ آپ آئیں اور ہم دادا کو لے کر خیمہ میں چلیں۔“

اس کے ساتھ ہی طرغائی اور عثیرہ دونوں پکڑے سے اتر گئی تھیں۔ نفیل بن ساعدہ

تھے۔ ان سے گفتگو کرنے کے لئے میرے باپ نے نفیل بن ساعدہ کو بلایا۔ انہی ساتویں نے یہ اطلاع دی کہ ہم نے جو اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں مالا مال چھوڑ دیا ہے اور ان کے ڈھیروں سامان اور مال و دولت پر قبضہ کر لیا ہے اس کا اہل ظاہر ہونے والا ہے۔“

طرغائی اور زیادہ پریشان ہو گئی تھی۔ فکر مند ہی ہو چھا۔

”کیسا رول؟“

اس موقع پر عیشیرہ نے ایک لمبا سانس لیا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

”آنے والے وہ صاحبی سوداگر کہہ رہے تھے کہ ہم نے جو اسرائیلی بت ماروں اور انہوں پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کیا ہے اور ان کے ڈھیروں سامان پر قبضہ کر لیا ہے اس کا اسرائیلی ہم سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ سب اسرائیلی قبائل آپس میں اتحاد اور تعاون کرتے ہوئے ایک جنگجو گروہ تیار کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بنی اسرائیل کی دونوں مملکتوں یعنی سامریہ اور یوڈیہ کے حکمرانوں کی حمایت بھی حاصل ہے اور وہ ہمارے قبیلہ پر حملہ آور ہو کر ہم سے اپنے مرنے والے ساتھیوں اور اپنے لٹ جانے والے سامان کا انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔ اسی موضوع پر سب مل کر بحث کر رہے ہیں۔“

عیشیرہ جب خاموش ہوئی تب پہلے چپے ٹھکرات بھرے انداز میں طرغائی پھر بول لی۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمارا قبیلہ یہاں زیادہ دن قیام نہیں کرے گا۔ یہاں سے لکھی سمت کوچ کرے گا۔“

جواب میں عیشیرہ نے پھر انی میں گردن ہلائی اور ساتھ ہی اس کی آواز سنائی دی۔

”قبیلہ یہیں قیام کرے گا۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل تو انہی ہم پر حملہ آور ہونے کی باتوں میں ہیں۔ آنے والے صاحبی کہہ رہے تھے کہ جب ہم یمن تک اپنا پتھر لگانے کے بعد وہاں سے لوٹے ہوئے ان علاقوں کی طرف آئیں گے تب بنی اسرائیل کے حکمران ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس بناء پر بنی اسرائیل کے فی الفور ہم ہمارے حملہ آور ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ان حالات میں ہمارا قبیلہ ان علاقوں میں رہنے دی ہی قیام کرے گا جتنے دن پہلے معمول کے مطابق کرتا رہا ہے۔ اس کے بعد

انگلہ روز۔ پھر کے وقت جس دلت طرغائی خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی، خیمے کے دروازے پر مشہور نمودار (نور) تھی۔ اُسے دیکھتے ہی طرغائی کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”عیشیرہ! اسرائیلیوں کی طرح خیمے کے دروازے پر کیوں کھڑی ہوئی؟ اندر آ کر بیٹھ جائیں۔ یہاں ہی انتظار تھا۔“

عیشیرہ آگے بڑھی۔ جب وہ طرغائی کے پہلو میں بیٹھنے لگی تو طرغائی مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اب تم یہ کہو گی کہ نفیل بن ساعدہ کہاں ہیں تو میں تم سے یہ کہوں کہ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی نکلے ہیں۔ مجھ سے صلہ واپس آنے کا وعدہ کر کے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ مجھے ساتھ لے کر جائیں گے اور ان علاقوں میں جو قوم شہودی باقیات ہیں وہ مجھ دکھائیں گے۔“

طرغائی جب خاموش ہوئی تب عیشیرہ بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”اب فکر ہو۔۔۔ میں تم سے نفیل بن ساعدہ کے متعلق نہیں پوچھوں گی۔ کیونکہ میں نفیل سے مل کر آ رہی ہوں۔ وہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہیں اور ایک انتہائی اہم موضوع پر مشورہ ہو رہا ہے۔“

عیشیرہ کے ان الفاظ پر طرغائی کسی قدر پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ اس فکر مندگی میں وہ عیشیرہ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی عیشیرہ خود ہی بول اٹھی۔

”دراصل کچھ صاحبی سوداگر گھوڑوں کا لین دین کرنے کے لئے ہمارے قبیلہ میں



ہم تہاڑ کی سرزمینوں سے ہوتے ہوئے حضرت موت، یمن کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد عیشیرہ نے بات کا رخ بدلا۔
”طرغائی! میں نے تمہیں اپنی چھوٹی بہن کہا ہوا ہے۔ کسی بھی موقع پر کسی بھی

محلے کے واسطے میں، میں ہرگز ہرگز تمہاری دل چاہی پسند نہیں کروں گی۔ دیکھو، جہاں،
نہ میرا تعلق ہے میرا شفیق کے دادا نے مالکا تھیں میرے باپ نے غلط قدم
خاتے ہوئے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لحاظ سے میری ذات اب ایک طرح
سے تہاڑ ہے۔ اس لئے کہ ایک موقع پر میرے باپ نے انکار کے بعد نفیل بن
ساحہ کو میرا رشتہ دینے کی پیشکش کی تھی لیکن نفیل نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب
نہایت نفیل کے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے کہ نہیں، وہ مجھ سے شادی کرنا پسند
نہیں کرے گا بھی کہ نہیں۔ لیکن جہاں تک تمہارا تعلق ہے، تمہارے رشتے میں کوئی
رکاوٹ، کوئی دباؤ نہیں ہے۔ تمہاری شادی ہر صورت میں نفیل بن ساحہ کے ساتھ ہو
گی۔ میری بہن! اس میں کوئی شک نہیں کہ نفیل بن ساحہ ہم دونوں کی منزل ہے۔ اگر
نہیں ہے کہ رب کو منظور ہوا تو تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی منزل حاصل کرنے میں
فامیاب ہو جاؤں گی اور دونوں ہمیں اپنی منزل پر پہنچ کر مجھے امید ہے بڑی آسودگی
اور طمانیت سے زندگی بسر کریں گی۔“

”طرغائی! یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم دلی کی گھبراہٹوں سے نفیل سے محبت کرتی ہو
تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتی؟“ سر! تو اندازہ ہے کہ اگر تم ایک بار ان سے شہ
کی خواہش کا اظہار کر دو تو وہ اسی دن تمہارا مان جائیں گے۔“
عیشیرہ کے ان الفاظ پر کچھ دیر سکڑ کر طرغائی اس کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کا
چہرہ بے پر کسی قدر متانت اور سنجیدگی چمک اٹھی۔ ساتھ ہی خیمے میں اس کی آواز
دلی تھی۔

”عیشیرہ! میرے علاوہ بھی ایک اور لڑکی نفیل بن ساحہ کی حق دار ہے اور اس کا
کا نام عیشیرہ ہے۔ اور وہ اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ عیشیرہ! میں نے تو
بن ساحہ کو بعد میں چاہا ہے اور تم تو مجھ سے کہیں پہلے ان سے محبت کرتی آ رہی
لہذا نفیل بن ساحہ کو حاصل کرنے کا پہلا حق تمہارا ہے۔ عیشیرہ! نفیل بن ساحہ
ساتھ پہلے تمہاری شادی ہوگی۔ اس کے بعد اگر تم پسند کرو گی تو میں ان سے شادی

کارتھام عیشیرہ ہے۔ اور وہ اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ عیشیرہ! میں نے تو
بن ساحہ کو بعد میں چاہا ہے اور تم تو مجھ سے کہیں پہلے ان سے محبت کرتی آ رہی
لہذا نفیل بن ساحہ کو حاصل کرنے کا پہلا حق تمہارا ہے۔ عیشیرہ! نفیل بن ساحہ
ساتھ پہلے تمہاری شادی ہوگی۔ اس کے بعد اگر تم پسند کرو گی تو میں ان سے شادی



”اے گئی روٹ۔“
اس سے آگے کے الفاظ طرغائی ادا نہ کر سکی تھی اس لئے کہ عیشیرہ نے تڑپ کر اس
لئے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی۔

”طرغائی! میں نے تمہیں اپنی چھوٹی بہن کہا ہوا ہے۔ کسی بھی موقع پر کسی بھی
محلے کے واسطے میں، میں ہرگز ہرگز تمہاری دل چاہی پسند نہیں کروں گی۔ دیکھو، جہاں،
نہ میرا تعلق ہے میرا شفیق کے دادا نے مالکا تھیں میرے باپ نے غلط قدم
خاتے ہوئے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لحاظ سے میری ذات اب ایک طرح
سے تہاڑ ہے۔ اس لئے کہ ایک موقع پر میرے باپ نے انکار کے بعد نفیل بن
ساحہ کو میرا رشتہ دینے کی پیشکش کی تھی لیکن نفیل نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب
نہایت نفیل کے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے کہ نہیں، وہ مجھ سے شادی کرنا پسند
نہیں کرے گا بھی کہ نہیں۔ لیکن جہاں تک تمہارا تعلق ہے، تمہارے رشتے میں کوئی
رکاوٹ، کوئی دباؤ نہیں ہے۔ تمہاری شادی ہر صورت میں نفیل بن ساحہ کے ساتھ ہو
گی۔ میری بہن! اس میں کوئی شک نہیں کہ نفیل بن ساحہ ہم دونوں کی منزل ہے۔ اگر
نہیں ہے کہ رب کو منظور ہوا تو تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی منزل حاصل کرنے میں
فامیاب ہو جاؤں گی اور دونوں ہمیں اپنی منزل پر پہنچ کر مجھے امید ہے بڑی آسودگی
اور طمانیت سے زندگی بسر کریں گی۔“

اس گفتگو کا جواب طرغائی دینا ہی چاہتی تھی کہ یمن اسی لئے خیمہ میں نفیل بن ساحہ
داخل ہوا تھا۔ آتے ہی تہاڑ میں وہ طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”طرغائی! جلدی کرو، اٹھو، چلیں۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں قوم
شود کے گھنڈرات دکھاؤں گا۔ عیشیرہ کو بھی اسی بناء پر میں نے ادھر بھیجا ہے۔ ہم تینوں
میں کر نکلیں گے۔ پر جلدی لوٹ آئیں گے اس لئے کہ میں دادا کے پاس سے ہو کر آ
یا ہوں۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو رہی بلکہ گڑبڑ ہے۔“
نفیل بن ساحہ کے ان الفاظ پر عیشیرہ اور طرغائی دونوں پریشان ہو گئی تھیں۔
دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر نفیل بن ساحہ کے ساتھ وہ خیمے سے نکل گئی تھیں۔
اپنے خانہ بدوش قبیلے کی خیمہ گاہ سے نکل کر وہ بائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کی
طرف ہو لئے تھے۔

رہائش کا میں بنائیں۔ آخر انہوں نے کیوں نہیں کائنات کے مالک کی فرمانبرداری اختیار کی اور اپنے بقاوں سے اپنی تباہی اور اپنی بربادی کا پروانہ لکھا؟
 ”طریقائی جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔
 ”طریقائی! یہ اس کائنات کے مالک اور خدا کا طریقہ کار ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے پیغمبر کی ہدایت کو نہیں مانتی اور پیغمبر کے لائے ہوئے پیغام پر کان نہیں دھرتی تو ضروری نہیں کہ وہ قوم ہلاک کر دی جائے لیکن جو قوم اپنے نبی سے اس وعدہ پر نشان اور مجرہ طلب کرے کہ ان کا مطلوب نشان اگر ظاہر ہو گیا تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اور پھر وہ ایمان نہ لائیں تو اس قوم کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے اور خداوند قدوس اس کو معاف نہیں کرتا۔ تاہم وہ تائب ہو جائے اور خدا کے دین کو قبول کر لے۔ ورنہ ایسی سرکش قوم کو خداوند قدوس عذاب سے دوچار کرتا ہے اور دنیا سے نیست و نابود کر کے رکھ دیتا ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ایک نوجوان بھانجا ہوا آیا۔ اس کے اس طرح آنے پر نفیل بن ساعدہ چونکا تھا۔ پریشانی سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ وہ نوجوان قریب آیا اور پھولی ہوئی سانس میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ فوراً چلیں۔ آپ کے دادا کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔“

ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا۔ لہذا وہ اپنے خیموں کی طرف دوڑ رہا تھا۔ جو جوان یہ خبر لے کر آیا تھا وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا۔ طریقائی اور عثیرہ بھی بڑی پریشانی کی حالت میں نفیل بن ساعدہ کے پیچھے پیچھے خیمہ گاہ کی طرف بھاگ رہی تھیں۔

نفیل جب اس خیمے کے پاس آیا جس میں اس کے ماموں کے خیمے کے قریب ہی اس کے دادا کو رکھا گیا تھا تو اس نے دیکھا خیمے کے باہر اس وقت قبیلے کے سردار اور نائب سردار کے علاوہ اور بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ سب میں سے ہوتا ہوا نفیل خیمے میں داخل ہوا۔ اندر بستر پر اس کا دادا بے سہ جدہ لیٹا ہوا تھا۔ اس کے قریب نفیل کا ماموں، مہمانی اور دوسرے عزیز و اقارب بیٹھے ہوئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ کے پیچھے طریقائی اور عثیرہ بھی خیمے میں داخل ہو گئی تھیں۔

نفیل دونوں کو لے کر پتھروں سے تراشی ایک بہت بڑی حویلی میں داخل ہوا۔ بیت اور اپنی حالت سے وہ قوم شہودی کوئی شای حویلی لگتی تھی۔ اس میں ستودہ کمر تھے اور اس حویلی کے ساتھ ایک بڑا خوش بھی تھا اور یہ پیدا مکان پہاڑ کاٹ کر بنایا تھا۔

(قوم شہودی کے اپنے آثار اب بھی موجود ہیں بلکہ وہاں سے بعد کے ادوار میں ان کی کتبہ بھی ملا جس پر پٹنی زبان کے حروف کندہ ہیں اور دادیت مسج سے قریب زمانہ اسے شمار کیا جاتا ہے۔ اس پر جو تحریر لکھی ہے اس کا لب لباب کچھ اس طرح ہے:
 ”یہ مقبرہ ہم کم حبیب وائل بن حرم اور کم کم کی بیٹی قلیبہ نے اپنے لئے اور دادا کے لئے بنوایا ہے۔ اس کی تعمیر بہت اچھے مہینوں میں شروع کی گئی ہے۔“
 انہوں کے بادشاہ حادث کی تخت نشینی کا نوں سال ہے اور حادث جو اپنے چچا عاشق صادق ہے۔“

اس کہتے پر جو مزید تحریر لکھی ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

”ہمس ذوالشری، ارش، اات، منوت اور قیس کی ان پر لعنت جو ان قبروں کو فروخت کرے یا رہن رکھے یا ان میں سے کسی جسم کو عضو نکالے یا کم کم اور اس کی بیٹی اور اس کی اولاد کے علاوہ کسی کو دفن کرے اور جو شخص بھی اس پر لکھے ہوئے کی مخالفت کرے اس پر ذوالشری، ہمل اور منوت کی پانچ لعنتیں ہوں اور جو اس کے خلاف کرے اس پر ایک ہزار درہم حارثی کا تاوان واجب ہے۔ مگر یہ کہ اس کے ہاتھ میں کم، قلیبہ یا اس کی اولاد میں سے کسی کے ہاتھ کی تحریر ہو جس میں اس انجمنی قبر کے لئے صاف اور صریح الفاظ اور اجازت موجود ہو اور وہ اصلی ہو جملی نہ ہو۔“

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ طریقائی کو قوم شہودی کے دوسرے بہت سے آثار دکھاتا لگا تھا۔ جہاں تک عثیرہ کا تعلق تھا تو اس نے تو یہ آثار پہلے ہی کہی بار دیکھ رکھے تھے کافی دیر تک وہ قوم شہودی کی تباہ حالی بیتوں میں ٹھوسے رہے۔ کوہستانی سلسلوں کو تراش کر تراش کر جوکل بنائے گئے تھے بنور ان کا جائزہ لیتے رہے۔ اس موقع پر ایک جگہ طریقائی رک گئی اور پھر حسرت بھرے انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”عجب بڑے قوم تھی جس نے اتنے بڑے کوہستانی سلسلوں کو تراش کر انکا

نفل بن عبد اللہ نے مخاطب کیا۔

”میرے بیٹے! اس بچی کا خیال رکھنا۔ اس کے ماں باپ اور عزیز واقارب مارے مارے ہیں۔ ایسی بچیاں ابتداءً درجہ کی نگہداری کی حق دار ہوتی ہیں۔۔۔ اور مجھے امید ہے کہ تم اس کی حفاظت۔۔۔“

اس سے آگے غم بن عبد اللہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی سانس رک گئی اور وہ دم توڑ گیا۔ قریب جو طیب بیٹھا ہوا تھا اس نے غم بن عبد اللہ کی نبض کا جائزہ لیا پھر انتہائی لرزہ انداز میں نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا

”غم بن عبد اللہ اس جہان فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی طیب نے غم بن عبد اللہ کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کی چھاتی پر سر رکھ کر سسکے لگا تھا جبکہ اس موقع پر طرغانی، مشیرہ بھی رو دی تھیں۔ غم بن عبد اللہ کی موت کی خبر سن کر حوتم بن شجرہ، فردوس و زہیر بن سلیمی بھی اندر آئے اور نفیل بن ساعدہ کو ڈھارس اور تسلی دینے لگے تھے۔



نفیل بن ساعدہ اپنے دادا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت غم بن عبد اللہ نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ سانس رک رک کر آ رہی تھی۔ طرغانی اور مشیرہ بھی آگے بڑھ کر غم بن عبد اللہ کی مٹکوں کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ نے غم بن عبد اللہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر لہجہ بہ لہجہ کھرتی اور روتی ہوئی آواز میں اس نے غم بن عبد اللہ کو مخاطب کیا۔

”دادا! میری طرف دیکھو، میں نفیل جہارے سانسے بیٹھا ہوا ہوں۔“

بڑی مشکل سے غم بن عبد اللہ نے اپنے سر کو تھوڑی سی جنبش دی۔ آہستہ آہستہ بڑی مشکل سے اس نے آنکھیں کھولیں۔ اس کے بعد نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی خفیف، باریک، ذوقی اور ختم ہوتی آواز میں کہنے لگا۔

”بچے! تیرا میرا ساتھ ختم ہو رہا ہے۔ وہ مالک جس نے اس کائنات اور اس میں چلنے والے نظام اور قانونِ فطرت کو جاری سازی کیا وہ تیرے اور میرے درمیان دوری اور بعد کی ایک دیوار کھڑی کر رہا ہے۔ اور ایسا ایک دن ہوتا بھی تھا۔

جیسے! میں نے اپنی زندگی کی ابتداءً تجھ سے بہت پہلے کی تھی لہذا مجھے اپنے مالک حقیقی کے پاس تم سے پہلے ہی جانا تھا۔ سو میرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ میرے مرنے پر نوحہ خوانی ہرگز مت کرنا۔ اس لئے کہ اس زمین پر جو آیا ہے خداوندِ قدوس نے اس کی واپسی اور اس کی موت کا دن بھی مقرر کر رکھا ہے۔ سو ہر ایک نے واپس جانا ہے۔ اگر سارے مسافر باری باری یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں تو پھر کیسا رونا، کیسی نوحہ خوانی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد غم بن عبد اللہ کی سانس دھیمی پڑنے لگی تھی۔ وہ رک گیا اور اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ خفیف آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

”مجھے یقین کسی کو بہستانی سلسلے کے اوپر کسی نیلے، کسی دامن، کسی وادی میں دفن کر دینا تاکہ جب تم اپنے قبیلے کو لے کر یہاں سے باہل اور پھر واپسی پر سفر کرتے ہوئے یمن کا رخ کیا کرو گے تو میری روح بھی تم لوگوں کی حالت کا جائزہ لے لیا کرے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد غم بن عبد اللہ رکا، پھر اس کی اداس اور افسردہ نگاہیں اپنے قریب بیٹھی طرغانی پر جم گئی تھیں۔ چند ثانیوں تک وہ طرغانی کی طرف دیکھا رہا۔ طرغانی بھی بڑی افسردگی سے غم بن عبد اللہ کی طرف دیکھ جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ

بخت نصر کے اپنی دلہن کے ساتھ باہل میں داخل ہونے سے پہلے باہل کے سب سے بڑے دیوتا مردوک کو باہل کے بڑے مندر اسامیلہ سے باہر نکالا گیا۔ اس موقع پر مندر کی چیت پر کئی بھل بچنے لگے۔ بے شمار کپوتر چھوڑے گئے جو فضاؤں کے اندر پرواز کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد مردوک دیوتا کو ایک رتھ پر سوار کر دیا گیا تھا۔ جس رتھ پر مردوک دیوتا کو نہر لایا گیا تھا وہ خاص طور پر دیوتا ہی کے لئے بنایا گیا تھا اور ان رتھ کو باہل کے آگے تخت اژدر کے نام سے پکارتے تھے۔

جس وقت باہل کے سب سے بڑے دیوتا کو مندر سے نکالا گیا تو لوگ بے پناہ خوش ہو پڑے اور کرتے ہوئے مردوک کی تعریف میں گیت گانے لگے تھے۔ گیت گانے والوں میں مرد و عورتیں سب شامل تھیں۔ عورتیں چنگ اور باب بجاری تھیں۔ مرد و عورتیں بجاتے ہوئے گانے گارہے تھے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو باب اور ذوں کی لے پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے گارہے تھے۔ ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں تک تھی۔

مردوک کے علاوہ دوسرے دیوتاؤں کو بھی نکالا گیا اور ان دیوتاؤں کو بھی اپنے اپنے تہہ میں سوار کیا گیا۔ ان رتھوں کو سفید گھوڑے سمیٹھا رہے تھے۔ مردوک کے علاوہ بخت نصر کی شادی کی خوشی میں جو دوسرے شہروں سے دیوتا باہل لائے گئے تھے ان دیوتاؤں میں حران شہر کا ظلم کا دیوتا سکین، سبار شہر کا دیوتا جو پروں والے شیر پر سوار تھا اور اس نے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کے علاوہ باہل کی سب سے حسین اور خوبصورت دیوی ایضاً راکا بحر بھی مندر سے نکال کر رتھ میں رکھا گیا تھا۔ اس جہننے کے چہرے پر نقاب ڈال دیا گیا تھا۔

سب دیوتاؤں کے رتھوں کو ایک قطار کی صورت میں کھڑا کر دیا گیا اور سب سے آگے مردوک دیوتا کا رتھ تھا۔ ان سارے دیوتاؤں کو ان کے مندروں سے بخت نصر کے استقبال کے لئے لایا گیا تھا۔ بحر سباران حرکت میں آئے۔ رتھوں کے گھوڑوں کو ہانک دیا گیا۔ یہ بھی عجیب و غریب ساں تھا۔ بے شمار رتھ تھے جنہیں ہانکا جا رہا تھا۔ سب رتھوں کے گھوڑے سفید تھے اور ہر رتھ کے اندر کوئی نہ کوئی دیوتا کھڑا تھا۔ اس طرح دیوتاؤں کا یہ جلوس اس دروازے کی طرف گیا جس دروازے سے بخت نصر نے اپنی دلہن کے ساتھ باہل شہر میں داخل ہونا تھا۔

ان دیوتاؤں کو دیکھنے کے لئے لوگ طوفان کی طرح اُٹھ سے چلے آ رہے تھے۔ اس

قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی بیٹی اسیٹہ کی شادی باہل کے بادشاہ بخت نصر ساتھ بڑی دھوم دھام کے ساتھ رچائی گئی تھی۔ بخت نصر ایک جہاز لشکر کی صورت میں قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کے مرکزی شہر اکھتانہ گیا۔ وہاں شادی کی رسومات طریقے سے ادا کی گئیں۔

قوم مادی کی شہزادی کو رخصت کرنے کے لئے سونے کی تسمی میں بٹھا گیا۔ اس طرح یہ نئی نویلی دلہن قوم ماد کے مرکزی شہر اکھتانہ سے بخت نصر کے مرکزی شہر باہل کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

جس روز بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اپنی دلہن کو لے کر اکھتانہ سے باہل داخل ہوا اُس روز باہل کی 53 عبادت گاہوں کے دروازوں پر ایسا چراغاں کیا گیا دیکھ کر دیکھنے والے دنگ رہ گئے تھے۔ اس کے علاوہ باہل میں زمینی دیوتاؤں کی سو، آسمانی دیوتاؤں کی چھ سو اور دوسرے بہت سے دیوی دیوتاؤں کی ساری زہار کھول دی گئی تھیں۔ شاہراہوں کے علاوہ دیواروں پر بھی مشعلیں لٹکا دی گئی تھیں پورے شہر کو روشن کر کے روشنی سے جگمگا دیا گیا تھا۔

دلہن کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے شہر کے اندر بخت نصر کے مسلح جوان کوچوں میں لٹکتے گئے تھے۔ شہر کے اندر جو فقیر، کوڑھی، اندھے، حاموں، مریض اور اس جیسے لوگ تھے انہیں پکڑ پکڑا کر اور ایک طرح سے ہانکتے ہوئے گلی کوچوں اور سڑکوں سے ان کو صاف کر دیا گیا تھا۔ شہر کو صاف کر کے دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ کوڑا کرکٹ باہل شہر کے مشرقی دروازے سے باہر نکال کر گڑھوں میں ڈال دیا گیا تھا۔

میاں بھی کرنے لگے تھے۔

بخت نصر اور قوم مادی شہزادی امیہ کی اس شادی کے موقع پر لگاتار کئی روز تک ہاں شہر کے اندر جشن کا سماں برپا رہا۔ ہر روز شہر کے سارے دیوتاؤں کو اور ان دیوتاؤں کو بھی جو دوسرے شہروں سے بخت نصر کی شادی کے سلسلے میں دوسرے شہروں سے آئے تھے ان کے مندروں سے نکالا جاتا۔ انہیں ان کے رتھوں پر سوار کیا جاتا اور تہ کے اندر بچھرا جاتا۔ اس طرح لوگ اپنے ان دیوتاؤں کے ساتھ بھاگتے ہوئے غنیمت کا اظہار کرتے۔ پورا دن اسی طرح کی تقریبیں جاری رہیں اور شام کو شہر کے گھروں کے لئے دسترخوان بچھا دیئے جاتے اور لوگوں کی بہترین دعوت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

قوم مادی شہزادی امیہ کے ساتھ جو اس کی خادمائیں، لونڈیاں اور دوسرے خدمت گار آئے تھے وہ بابل کی ان رسومات سے واقف اور شائسا نہ تھے۔ لہذا وہ ان رسومات سے ناواقف بخت نصر کی شادی کے اس موقع پر بابل کے لوگوں کی خوشی اور ان کے جشن کو دیکھتے ہوئے بہت متعجب اور تعجب کا اظہار کر رہے تھے۔ انہیں اس سے آئے والے لوگ اس وقت پر بھی تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ ان کی نسبت بابل کے لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں سے زیادہ عزت اور احترام کرتے تھے۔ ان کی حیرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے سرکاری شہر اکیانا کی نسبت بابل زیادہ بڑا، خوبصورت اور صاف ستھرا شہر تھا۔ وہ ان کی عمارات اور دوسرے عجائبات کو بھی دیکھ کر تعجب و حیران ہو رہے تھے۔

اگلا تاریخی روز تک شادی کا یہ جشن منایا جاتا رہا اور جشن کے آخری روز بخت نصر نے ہم پر بابل شہر کے اندر جس قدر مندر، جس قدر عبادت گاہیں اور جس قدر دیوتاؤں کی زیارت گاہیں تھیں سب کے پجاریوں کو بابل کے قصر میں مدعو کیا گیا تھا۔ بخت نصر نے سب سے پہلے خصوصیت سے ان لوگوں کی دعوت اور ان کی خاطر داری کا سامان کیا۔ سب کو شادی کے انداز میں کھانا کھلانے کے ساتھ ساتھ بخت نصر نے اپنی طرف سے ان شادی اور انتہائی قیمتی خلعوں سے بھی نوازا۔

اب یہ دعوت ختم ہو چکی تھی تب قصر کے ایک حصے میں ان سب لوگوں کو جمع کیا گیا۔ ان کے سامنے ایک شہید نشین تھی۔ اس شہید نشین پر بخت نصر اور اس کی بیوی امیہ بیٹھ گئے۔ پھر بخت نصر کے کہنے پر بابل شہر کے سارے مندروں، عبادت گاہوں

لئے کہ ان میں اکثر ایسے دیوتا بھی تھے جو دوسرے شہروں سے لائے گئے تھے اور وہ ان کے آئے جانے کا مقصد بخت نصر اور اس کی بیوی امیہ کا دیوتاؤں کے ذریعے استقبال کرنا مقصود تھا۔

جس دروازے سے بخت نصر نے اپنی لہن کو لے کر داخل ہونا تھا، سارے دیوتاؤں کو وہاں لے جایا گیا۔ پھر ایک ترتیب کے ساتھ سارے دھڑکے کر دیئے گئے۔ سب سے آگے مردوک دیوتا کے دھڑکے رکھا گیا۔ اس کے پیچھے دوسرے دیوتاؤں کے دھڑکے تھے۔ اس کے بعد انتظار کیا گیا۔ پھر شامی دھڑکے جو سنہری تھیں دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس دھڑکے کے بعد بخت نصر اور اس کی بیوی امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جو دھڑکے وہ شہر میں داخل ہوا بابل کے بڑے پجاری نے جو ایک دھڑکے پر سوار تھا خصوصاً اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملتے ہی سارے دیوتاؤں کے دھڑکے میں آگئے تھے۔ اس طرح دیوتاؤں کے پیچھے پیچھے بخت نصر اور اس کی لہن کا دھڑکے بھی حرکت میں آیا تھا اور ان کے پیچھے باقی سالاروں کے رتھوں کے علاوہ پورا لشکر جو بابل سے اکیانا گیا تھا حرکت میں آچکا تھا۔

یہ دھڑکے کرتے ہوئے بابل کے قصر کے قریب آ کر۔ پھر سارے رتھوں اور دھڑکے دیا گیا تھا۔ اس کے بعد بخت نصر اپنی لہن کو لے کر اپنے قصر میں داخل ہوا اور لشکر کی اپنے اپنے مستقر کی طرف چلے گئے تھے۔ اس کے بعد بابل کے اس قصر کی بہت سے اوپر کھڑے ہو کر ان گنت بھلے بھانے والے زور زور سے بھلے بھانے لگے تھے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ بخت نصر کی شادی اور بابل میں اس کی آمد کی خواہش میں آنے والی شب کو جشن کی شب کے طور پر منایا جائے گا۔

اس کے بعد بخت نصر کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ اس جشن کے موقع پر سب لوگوں کی دعوت کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہ اعلان سن کر سب لوگوں کی خوشی اور مسرت آ کوئی انتہا نہ تھی۔ مختلف شعبوں کے لوگ بابل کے مختلف مقامات پر جمع ہو کر اپنے اپنے موضوعات پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ ان میں فال کی تعبیر نکالنے والے، بخت نصر کرنے والے، چش گوئیاں کرنے والے، سکے اور سستے موتی جمع کرنے والے، نما اور اس طرح کے دوسرے لوگ اپنے اپنے عمل و بہر سے کام لیتے ہوئے بخت نصر اور قوم مادی شہزادی کی شادی سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ

ہاپے لوگوں نے قتل عام کا انتقام لینے پر تیار تھے۔
ایشیائے کوچک کے حکمران آیات نے یسعیوں کو خوش آمدید کہا۔ یسعیوں کا جو
ان سرگرداں یسعیوں کو لے کر آیات کے پاس پہنچا اس کا نام بطرس تھا اور وہ
ان یسعیوں کو لے کر آیات کے پاس پہنچا اور آیات نے انہیں اپنے لشکر میں
رہا کیا تھا۔ اس طرح کیا کسارا کے مقابلے میں آیات کی عسکری قوت کو استحکام
پہنچا۔

انیسویں آیات کو ایک اور قوت بھی ہاتھ آئی اور یہ یسیری قوم کے سرگرداں جنگجو
یسیری قوم کسی دور میں عراق کے وسیع علاقوں پر حکومت کرتی تھی۔ وہ پرانی اور
موت میں تھیں یسیری اور اکادی۔ جہاں تک اکادیوں کا تعلق ہے تو وہ ایک طرح سے
یہودیوں پر گورہہ تھے جسے جبکہ یسیری بھی ایک طرح کی خانہ بدوشانہ زندگی میں بسر کر
تھے۔ لیکن یہ جنگجو تھے اور ابھر اوجھڑا اور جو کر اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ لہذا
یسعیوں کو آیات نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تو اس نے اپنی طاقت بڑھانے
لے ان سرگرداں رہنے والے یسیریوں سے بھی رابطہ قائم کیا۔ یسیریوں کا اس وقت
عشر میں تھا اس سے آیات نے رابطہ قائم کیا اور یسعیوں کی طرح اس نے ان
سے جنگجو یسیریوں کو بھی عسکریوں کی سرکردگی میں اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا اور
میں اور یسیری دونوں کو اس نے بہترین سہولتیں مہیا کی تھیں۔

ان دونوں قوموں کے لئے آیات نے نہ صرف بہترین رہائش بلکہ ضروریات کی
بھی دافر مقدار میں مہیا کی تھی ساتھ ہی انہی کی طرز پر اس نے اپنے لشکریوں کی
ذات کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔

یہ آیات پہلے یسعیوں سے علاقے کا حکمران تھا جو ناطولہ کے علاقوں پر مشتمل تھا
ناطقہ کے ان علاقوں کو پہلے کتو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں
اس کے اچھے ہموار میدان تھے جو آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ جنوب میں دجلہ
نہر کے منبعوں کے علاوہ مشرق میں آرمینیا کے کوبستانی سلسلے اور شمال میں بحر
کے ساحل پر یونانیوں کی تجارتی بندرگاہوں کو راستے لکھتے تھے۔

تقدیم دور کے پرانے یونانی مائی کیروں نے اس علاقے کو ایک محدود علاقہ سمجھ کر
مشرقی خطے کا نام ناطولہ رکھ دیا تھا۔ لیکن بہت عرصہ بعد جب انہیں چلا چلا جزیرہ

اور دیگر مذہبی عمارتوں کے بڑے پیادے اور گھرانے بخت نصر کی شادی کا میلاپی
علاوہ حکومت کے استحکام اور سلطنت کی زرخیزی کے لئے دعا مانگتے لگے تھے۔ اس طرح
بخت نصر کی شادی کے سلسلے میں بابل شہر کے اندر جس جشن کی ابتداء ہوئی تھی وہ اس
انجام کو پہنچا۔



ایران یعنی قوم ماد کے بادشاہ کیا کسار نے جن یسعیوں کو شکست دے کر مار
تھا ان کے کچھ علاقہ تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کسارا کی ملازمت اختیار کر
تھے۔ وہ کیا کسارا کے نہ صرف محافظ دستوں میں شامل تھے بلکہ کیا کسارا نے اپنے
شکار کرنے کی ذمہ داری بھی انہی یسعیوں سرداروں کے سپرد کر رکھی تھی۔ اس طرح
یسعیوں سالار جن میں سے وہ دروغانی کو اپنا چاہتے تھے وہ کیا کسارا کے دوبارہ
طاقت اور قوت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہنے لگے۔

وہ یسعیوں جو اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ کیا کسارا کے ہاتھوں شکست کھائے
کے بعد بھاگ گئے تھے وہ کچھ عرصہ قسطنطنیہ سے مغرب اور بھی مغرب سے مشرق کی
طرف سفر کرتے ہوئے سرگرداں رہے۔ آخر اپنے آپ کو محفوظ کرنے اور پناہ حاصل
کرنے کے لئے انہوں نے ایشیائے کوچک کے بادشاہ آیات کا رخ کیا۔ آیات ان
دونوں طاقت و قوت کے لحاظ سے مصر کا مقابل خیال کیا جاتا تھا اور جس طرح ان
دونوں فرعونی حکمران کو انتہائی بڑی قوت خیال کیا جاتا تھا اسی طرح آیات کی حکومت بھی
بڑی مستحکم تھی اور اس کی عسکری حیثیت بھی بڑی مضبوط تھی۔

اس کے علاوہ یہی آیات ایران یعنی قوم ماد کے حکمرانوں سے بھی اختلاف رکھتا
تھا۔ قوم ماد کے بادشاہ کیا کسارا کی سلطنت کی حدود آیات سے ملتی تھی۔ اس بناء پر ان
دونوں قوتوں میں آئے دن اختلافات کے علاوہ گراؤ بھی ہوتا رہتا تھا اور اس گراؤ میں
عموماً آیات ہی کا ہلکا بھاری رہتا تھا۔

جن یسعیوں کو ایران کے بادشاہ کیا کسارا نے شکست دے کر مار بھگایا تھا انہوں نے
کسی خاص مقصد کے تحت ایشیائے کوچک کے بادشاہ آیات کا رخ کیا تھا۔ وہ جانے
تھے کہ ان علاقوں میں اگر کوئی قوت، کوئی حکمران کیا کسارا سے ٹکرا سکتا ہے تو وہ صرف
آیات ہی ہے۔ لہذا آیات کے لشکر میں شامل ہو کر وہ کیا کسارا سے اپنی شکست

ہتوں کا بادشاہ شوبیلو لیو ما حملہ آور ہوتا تھا وہاں کے لوگ اکثر و بیشتر مصر کے فرعون
انطاہون کی طرف ہجرت کیا خطوط لکھا کرتے تھے۔

انطاہون تک تو حتی مکران مصری طیفوں اور ان کے بہت سے علاقوں پر قبضہ
کرتے رہے لیکن بعد میں مصریوں نے ہتوں کے خلاف یورش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
انطاہون کے بعد جب رئیس جانی مصریوں کا فرعون بنا تو اس نے 1287 قبل مسیح
میں ہتوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا۔ اس طرح دنیا کی دو عظیم اقوام کے درمیان ٹکراؤ
ہوا۔ اس جنگ کا نام جنگ قمارش رکھا گیا۔ اس جنگ میں رئیس جانی نے ہتوں کو
بدترین شکست دی اور ان کے تمام بڑے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور
ہتوں کو ایسا ہیرو یا کائناتیں دریائے عاصی کے بھی اس پار دھکیل کر رکھ دیا۔

شکست کھانے کے باوجود ہتوں نے مصر کے فرعون رئیس جانی کے خلاف فریب کا
جال بھلایا۔ انہوں نے ایک جگہ اپنے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ گھاٹ میں بٹھا دیا
تھا۔ رئیس جب ان کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تو ہتوں نے اچانک رئیس جانی
ملا کر دیا۔ اس اچانک حملے سے مصری جنگجو بکھر گئے اور فرعون رئیس جانی کو پھینکا ہوا جسم
کے نیچے میں رئیس جانی کو شامی اور وسطی شام کے پورے علاقے ان کے لئے خالی کر دیا۔

جنگ کے بعد ہتوں اور مصریوں نے درمیان امن کا ایک معاہدہ ہوا اور اس
معاہدہ کے مؤرخین امن، صلح اور خوشگوار برادرانہ تعلقات کا معاہدہ قرار دیتے ہیں۔ اس
معاہدہ میں شمالی شام کو جس میں اسود بھی شامل تھا، حتی علاقہ تسلیم کر لیا گیا۔ جنوبی
شام جس میں فلسطین بھی شامل تھا مصریوں کے قبضے میں رہنے دیا گیا۔ یہ معاہدہ چاندی
کی ایک تختی پر لکھا گیا اور اس میں بائبل اور مصری دونوں خط استعمال کئے گئے تھے۔

اس دور میں جہاں مصری حکومت اپنے عروج پر تھی وہاں حتی سلطنت بھی اپنی طاقت
کے عروج پر تھی لیکن پھر 1200 قبل مسیح کے آس پاس حتی سلطنت پر زوال اور انحطاط کا
دور شروع ہو گیا۔ جب یہ تھی کہ اس پر مجرہ ایچہ کے حلقے سے جنگجو نکل کر حملہ آور ہوتا
شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے حتی سلطنت کو بہرہ ور حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا پڑا۔
اسی دوران ہتوں کے لئے ایک اور بدخبری اٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ بائبل اور نیوا کے
علاقوں میں آشوری عربوں کا ایک گروہ طاقت اور قوت پکڑنے لگا۔ ان آشوریوں نے

یوادی کے ساتھ قوت پکڑی کہ آس پاس کی بڑی بڑی طاقتوں اور قوتوں کو انہوں
انہوں نے کی طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ شروع میں آشوری ہتوں پر حملہ آور ہو کر
انی طاقت اور قوت کا جائزہ لیتے رہے یہاں تک کہ 717 قبل مسیح میں آشوریوں
ایہاٹہ سرحدوں جانی نے ہتوں پر زوردار حملے شروع کئے۔ یہ حملے ایسے زوردار اور
تھے کہ حتی آشوریوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ لہذا آشوری عربوں نے ان ہتوں کو
بند بستی دے کر ان کے مرکزی شہر پر بھی قبضہ کر لیا اور اس طرح ہتوں کی آزاد
ملت مٹ گئی۔

ہتوں کی سلطنت کا شیرازہ بے شک بکھرا گیا لیکن ان کا نام باقی رہا۔ ان کی سیاسی
اپت بھی ختم ہو گئی لیکن ان کے علاوہ وہ لوگ جو ان کے اندر آباد تھے وہ بھی حتی ہی
انے لگے۔ خصوصیت کے ساتھ آشوری یہ اصطلاح ان لوگوں کے لئے استعمال
ہوئے رہے جو سابقہ حتی سلطنت کے علاقوں میں رہتے تھے۔ اگرچہ ان میں بہت
تغیر دوسری اقوام کی بھی تھی۔

فلسطین جو کبھی حتی سلطنت میں شامل ہی نہ ہوا تھا وہاں بھی حتی عناصر کی خاصی
تھی۔ توریت میں حتی اصطلاح فلسطین کے ان غیر آسائی باشندوں کے لئے
دل کی جاتی رہی جو عبرانیوں کی فتح سے پہلے وہاں موجود تھے۔

چنانچہ بتایا گیا کہ فلسطین کی آبادی میں حتی عناصر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
سے میں بھی تھے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جرون شہر ہتوں کا ہی شہر خیال کیا جاتا تھا۔
یہی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یسوع حضرت یعقوب
علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے ان کی بیویاں حتی قوم سے تھیں۔ اس کے علاوہ بنی
اسرائیل نے حتی عورتوں سے ازدواجی تعلقات پیدا کئے۔

تقریباً 1200 قبل مسیح کے بعد پندرہویں صدی قبل مسیح کے بین آثار کا سربراہ ملے ان کے علاوہ
نے اور جو ہتھیار برآمد ہوئے ہیں ان سے حتی اثرات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ اس
بھی کوئی شبہ نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم میں بھی حتی خواتین موجود
تھیں۔ قرآنی اہل کی کتاب میں ہے وہاں پر عظیم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا تھا۔
تیرا باپ آشوری تھا اور تیری ماں حتی تھی۔
ان تک ان ہتوں کے نظام سلطنت کا تعلق تھا تو حتی سلطنت اصلاً جاگیر اور امور

کی حکومت تھی جن میں مختلف مشرقی قومی عناصر پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ اس عسکری کامیابیوں کا راز بکوس عربوں کی طرح کمزور اور جنگی رتھوں کے میں مضمر تھا اور یہی حقیقت کے خاص ہتھیار تھے۔

حقیقت کے برعکس اگرچہ یہ تین آدمی سوار ہوتے تھے۔ ایک رتھ چلانے والا، دوسرا والا، تیسرا جنگجو۔ ان کی ذہنی صلاحیتیں تھیں۔ حتیٰ میدان جنگ میں زیادہ لشکر کام لیتے تھے اور اس لشکر کے مختلف حصوں کی سالاری مختلف سرداروں کے پاس تھی۔ ان کے ہتھیاروں میں زیادہ ترکان، جنگی تیر، برچھیاں اور نرم دار کھارہ کر کے تھیں۔

اس تباہ ہونے والی قومی قوم کی دستاویزات کا سب سے بڑا مجموعہ 1906ء کے درمیانی عربوں میں بغاوتوں کی مقامات سے برآمد ہوا۔ یہ دس بڑے زیادہ کتابیں تھیں جو حکمرانوں نے شاہی محافظ خانے کے طور پر 1300 قبل مسیح کے پاس جمع کی تھیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان تختیوں پر جو عبارت لکھی گئی ہے وہ ساری خط ہے۔ کلیہ حال ہی میں ایک چمک عالم نے دریافت کی۔ مؤرخین کا حقیقت کے معلومات کا سب سے بڑا ذریعہ یہی کتابیں ہیں۔

مؤرخین نے بھی لکھتے ہیں کہ کئی اپنی عام ضرورتوں کے لئے ساری خط سے کام لیتے۔ لیکن جب یادگار بناتے تھے تو ان میں تصویری خط استعمال کرتے تھے۔ تصویری کتابت بطور یادگار بنانا تو ان میں ضرورت پر کندہ کئے جاتے تھے ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک دائرے میں بائیں جانب تو دوسری سطر بائیں سے دائیں جانب ہوتی تھی۔ دس رو کی کلیہ بھی دریافت ہو گئی ہے۔

شام میں تین مقامات پر ان کے تصویری کتابت اور یادگار میں ملتی ہیں۔ جرابلس، دوسرا حلب اور تیسرا حماہ۔ یہاں سے جو کچھ کتابت کھدائی کے دریافت ہوئے وہ برطانیہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔

جہاں تک قدیم قومی قوم کے مذہب کا تعلق ہے تو اس سے متعلق کوئی زیادہ علم حاصل نہ ہو سکیں۔ تاہم یہ مظاہر پرستی کے قائل تھے۔ چشموں، دریاؤں، درختوں پہاڑوں کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ دیوتاؤں میں ان کا سب سے بڑا اور معروف

اب تھا جو آندھیوں اور جھکڑوں کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ اسی کو وہ اپنا قومی دیوتا مان لے کرتے تھے۔

ان بتوں کے علاوہ ایک دوسری قوم جس کو چٹانی کہتے ہیں وہ بھی اسی دیوتا کی پوجا کرتی تھی اور دوسرے مختلف شہروں کے دیوتاؤں کو اس کا مندر خیال کرتی تھی۔

حقیقت کا یہ قیاس نام کا دیوتا قدیم شامی قوموں کے دیوتا حد سے ملتا جلتا تھا۔ عربوں کے ساتھ جو بتوں کا معاہدہ ہوا اس میں حد کی رفیقہ کو عشتار بتایا گیا ہے۔ اس کا حتی نام ابھی تک ٹھیک دریافت نہیں ہو سکا۔ شاید اس کا نام مانھا تھا۔ یہ اپنی زمین کی نمائندہ اور مغلوب قوموں کی سب سے زیادہ پرانی دیوی خیال کی جاتی تھی۔

قیس اور عشتار کی پوجا بالکل اسی طرح ہوتی تھی جس طرح شام میں حموز اور عشتار کی، مغرب میں ایڈمیش اور اورشس کی، ایشیائے کوچک میں عاتلیس اور نیل کی۔

حقیقت کے برعکس دیوتا قیس کو یوں پیش کیا جاتا تھا کہ ایک آدمی ساڑھ پر کھڑا ہوتا تھا اور اس نے اپنے ہاتھ میں برق چکری ہوتی تھی۔ سب سے زیادہ طاقت ور ان کی عورت دیوی تھی جو جنگ کی دیوی بھی بن گئی تھی۔

ان کے دیوتاؤں کا لباس جیسا کہ یادگاروں کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے عموماً تختوں سے اوپر کرت ہوتا اور سر پر حیرت انگیز شکل کی ٹوپی ہوتی تھی۔ دیویوں کو بہت لمبے کرتے پہنائے جاتے اور ان کے سروں پر ٹوپیاں رکھی جاتی تھیں۔ جو تے نوک دار ہوتے تھے اور اگلا حصہ اوپر کو اٹھا ہوتا تھا اور یہ چیزیں دیوتاؤں اور دیویوں میں مشترک ہوتی تھیں۔

بعد میں جب حقیقت نے شامی مصریوں اور آشوریوں سے بھی تعلقات پیدا کر لئے تو انہیں دیوتاؤں اور دیویوں کو بھی اپنا لیا۔ مصری معاہدے میں ایسے الفاظ بھی ملے ہیں جن میں لکھا گیا ہے:

”ایک ہزار دیوتا اور دیویاں۔“

بہر حال ایشیائے کوچک کے بادشاہ نے اس تباہ ہونے والی قومی قوم کے کھنڈرات پر اپنی مملکت کی بنیاد رکھ کر اسے استوار کرتے ہوئے اس بت پرستوں اور مصریوں کو اپنے

نسل تھے اور عرب کے صحراؤں سے نکل کر ان شامی علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔
2800 قبل مسیح کے لگ بھگ ان سیر یوں کے اندر طاقات اور قوت کا زوال بھی پیدا ہوا۔ اس لئے کہ ان کے ہمسائے اکادی عربوں نے طاقات اور قوت کچل لی تھی۔ انہی اکادی عربوں نے 2800 قبل مسیح کے لگ بھگ اپنی طاقات کو مضبوط کر لیا اور ان کے بادشاہ نے عیلامی قوم پر چڑھائی کی اور عیلام کے بادشاہ کو شکست دے کر اسیر کر لیا۔ اس طرح عیلامی قوم ان اکادیوں کی باج گزار بن گئی۔

اکادی روز بروز ترقی کرتے چلے گئے جبکہ ان کے مقابلے میں سیری پستی کی طرف چلے گئے۔ اسی سہمی یعنی عرب نسل کے بادشاہ سارگون نے بہت سی فتوحات حاصل کیں اور اپنی سلطنت کو مغرب میں شام تک اور شال میں کوہ زاگرس تک یعنی موجودہ کرمان شاہ تک وسعت دے دی اور یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اسی بادشاہ کے حکم سے تمام ادب جو بحر، مذہب اور قوانین سلطنت سے متعلق تھا سہمی یعنی عرب زبان میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

سارگون کے بعد بھی اکادیوں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ایک کتبے سے جو ڈی مورگان نے دریافت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اکادی بادشاہ فرام سین نے بھی بہت سی فتوحات حاصل کی تھیں۔

اکادیوں کے اس عروج اور معراج کے بعد 2500 قبل مسیح میں سیر یوں کو ایک بار پھر عروج حاصل ہوا۔ یہ عروج انہیں اس لئے حاصل ہوا کہ ان سیریوں نے اکادیوں سے تیر اندازی کا فن سیکھ لیا تھا اور اپنے لشکر کو سکھایا تھا۔ اس سے سیری لشکر زیادہ تربیت یافتہ ہو گیا تھا۔

اسی دوران ان کا ایک بادشاہ اٹھا جس کا نام دوگی تھا۔ اس نے آس پاس کے علاقے فتح کئے۔ یہاں تک کہ اس نے قوم عیلام کے شہر لولوب کو بھی فتح کر لیا۔ یہ لولوبھی موجودہ دور کے شہر بغداد اور کرمان شاہ کے علاقے کو کہا جاتا تھا۔

چونکہ یہ سیری اکثر و بیشتر اپنے ہمسائے میں عیلامی قوم پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے، عیلامی بنیادی طور پر عرب تھے لہذا انہوں نے بھی طاقات اور قوت حاصل کرنا شروع کر دی۔ اپنے لشکریوں میں اضافہ کیا۔ وہ سیر یوں کے آنے دن کے حملوں سے تنگ آ چکے تھے لہذا انہوں نے تہیہ کر لیا کہ ان سیر یوں کو اپنے سامنے زیر کریں گے۔

ساتھ ملکر بڑی تیزی کے ساتھ ایران کے مقابلے میں اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم بنانا شروع کر دیا تھا۔

ایشیائے کوچک کے بادشاہ آیالات نے عتیوں کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت کرنے کے بعد اب جو ستھین اور سیر یوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت اور میں اضافہ کرتے شروع کیا تھا تو اس کے حالات پوری طرح سمجھنے کے لئے سیر یوں سے متعلق بھی کچھ جاننا ضروری ہے۔

جہاں تک سیر یوں کا تعلق ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لگ بھگ چھ سال قبل یہ سیری قوم مغربی ایشیائے اندر تہذیب اور دوسری ترقی کے لحاظ سے بڑی نمائندہ خیال کی جاتی تھی۔ اس قوم نے اپنی تہذیب کا آغاز دریائے فرات تہذیب پر کھڑے ہو کر کیا۔ انہوں نے سہمی رسم الخط ایجاد کیا۔ انہوں نے عیلامی مذہبی اور روحانی تصورات پیدا کئے اور ادبیات کو فروغ دیا۔ ان ہی سیر یوں سے چچریں ان کے آشوری اور بابلی جانشینوں کے ذریعے شام کی میراث کا ایک حصہ بن گئیں۔ اور اس میراث میں بنی اسرائیل بھی شریک ہو گئے۔

اس قوم کے سہمی رسم الخط میں بابلی زبان پورے مغربی ایشیائے سیاسی اور معنویات کا بین الاقوامی ذریعہ بن گئی اور سیر یوں میں اپنے دو یونان کے حکمران کیمانیان مشہور تھیں وہ شام کی یہودی اور مسیحی ادبیات میں بھی شامل ہو گئیں۔ ان تخلیق اور طوفان کی داستان بھی شامل ہیں۔ جن لوگوں نے عہد نامہ قدیم میں ان کے ذریعے سے بعض کہانیوں نے انسان کی نہایت حسین اور خوبصورت اور ادبی تخلیقات کا درجہ بھی حاصل کر لیا۔ اس دور میں سیر یوں کی طاقت اور قوت اور تہذیب اپنے عروج پر تھی۔

سیری اپنے بادشاہ کو پاستی کہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ پاستی امور شہر کو مرنے کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے پاستی ایک قسم کے مطلق العنان ہوا کرتے تھے جو امور مملکت اور مذہبی رسومات کو اپنی مرضی کے مطابق تنظیم اور قوت دیتے تھے۔

انہی سیر یوں کے ہمسائے میں دو عظیم سلطنتیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک اکادی اور دوسری عیلامی عربوں کی۔ ان دو اقوام کو عرب اس لئے کہا گیا کہ

ان کے علاوہ لیدیا کی اس سلطنت کے پہلے بادشاہوں نے تریاک کی قدیم جنگوں اور خدمات انجام دی تھیں اور مشہور یونانی شاعر ہومر کے گیتوں میں انہیں جادوئی بات بھی حاصل ہو چکی تھی۔ لیدیا والوں کے کارنامے کی ہیں مثلاً: احاطت کا نقش دار سکہ تجارتی تبادلوں کے لئے سب سے پہلے انہی لوگوں نے بنایا۔ اسے، پانے اور گیند کے کھیل ایجاد کئے۔ باہر کے ملکوں سے باورچی بلوائے۔ بزم نوشی کے لئے سیوا اور قرابے اور مطربوں اور مغنیوں کے لئے انواع و اقسام کے ہامی انہوں نے ہی بنائے۔

خوبہ سرا بنا کر برہہ فروشی کرنے کا طریقہ بھی لیدیا والوں نے شروع کیا۔ یہ لوگ مستون ملکوں کو جس میں قوم مادی سرزمین بھی شامل تھی، خوبہ سرا برآمد کرتے تھے۔ ہاکے پست طبقوں کی لڑکیاں اپنے جہیز کا سامان کرنے کے لئے عصمت فروشی سے بیز نہیں کرتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب اہل لیدیا اپنے دیوتاؤں کے نام پر جو اہمیت ان کے آباؤ اجداد ہی ہوا کرتے تھے کوئی عمارت یا پتھر کا گنبد بنواتے تو سب سے پہلے زیادہ چندہ انہیں اپنی قوم کی انہی عصمت فروش لڑکیوں سے لمار کرتا تھا۔ ان سے لیدیا سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آریائی نسل سے نہ تھے۔



چنانچہ 2280 قبل مسیح کے لگ بھگ عیلامیوں نے جب طاقت اور قوت کو خوب مستحضر کر لیا تب ان کا ایک بادشاہ جس کا نام کورور ناخندہ تھا وہ انہما اپنے لشکر کو لے کرہ سمیریوں کے مرکزی شہر "از" کی طرف گیا۔ سمیریوں کو اس نے بدترین شکست دی اس طرح اس نے سمیریوں کی کمزور ذکر رکھ دی۔ سمیریوں کے مرکزی شہر کو فتح کرنے کے بعد وہ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور ان کے دوسرے شہروں کو بھی مٹا کر مٹا چلا گیا۔ اس طرح سمیری سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہی سمیری ادھر ادھر خانہ بدوشانہ اعزاز میں بھٹکتے رہے اور اب یہی بچے بھی سمیری آیات کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔

جہاں تک مستحضر کا تعلق ہے تو یہ شمال کے کوبستانی سلسلوں کے اندر بھٹکتے والی قوم تھی۔ بالکل ترکوں اور منگولوں کی طرح یہ شمال کے کوبستانی سلسلوں کے اندر رہتے ہوئے مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک سفر کیا کرتے تھے اور یہ آیات کے علاقوں ہی نہیں بلکہ یونان کی تہذیب سے بھی واقف تھے اور یہ مشرق سے مغرب تک سفر کرتے ہوئے مختلف اقوام سے تجارت بھی کرتے تھے۔ بنیادی طور پر خانہ بدوش تھے لیکن تجارت اور جانور پال کر بھی خوب کماتے تھے اور یہ مختلف اقوام کی زبانوں سے بھی واقف تھے۔ اس لئے کہ بعد کے دور میں جب سکندر اعظم ایران کو فتح کر رہا تھا تو ایران کے شمالی علاقوں میں جب اس کا واسطہ مستحضر سے پڑا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے مستحضر نہ صرف یونانی تہذیب بلکہ ان کی زبان سے بھی خوب واقف تھے۔

اس طرح ایران میں ایرانی آریوں نے جو اپنی سلطنت قائم کی اسے قوم مادی سلطنت یا اہل مادی سلطنت پکارا جاتا تھا۔ اسی طرح آیات نے ایشیائے کوچک میں جو اپنی سلطنت قائم کی اسے لیدیائی سلطنت کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اہل لیدیا جو اپنا اثر و رسوخ مختلف علاقوں میں پھیلا رہے تھے انہوں نے آیات کی سرکردگی میں اپنے مرکزی شہر سارڈس کو بہت وسیع اور با عظمت بنایا تھا۔ آیات کا یہ مرکزی شہر تھوکی کے مقدس کوبستانی سلسلوں کے پاس ایک جگہ واقع تھا۔

اس شہر میں زندگی کے مسائل اس درجہ فراہم تھے کہ فقط اہل مصر لیدیائی والوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ اہل مصر دریائے نیل کے کنارے بہترین زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے کہ نیل ان کی زندگی کا سرچشمہ تھا۔

سے فائدہ بھی حاصل ہوں گے۔“

بیکارس نے ان الفاظ سے آیات کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر بڑے غور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کہو کیا معاملہ ہے؟“

بیکارس نے ایک بار پھر سیریسوں کے سالار ٹکریس کی طرف دیکھا پھر آیات کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں اور ٹکریس نے چند روز تک باہم بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو یہ مشورہ دیا جائے کہ دریائے نیلس کو عبور کر کے قوم باد کے بادشاہ کیا کسارا کے علاقوں پر حملہ کیا جائے۔ اس لئے کہ کیا کسارا اور اس کے آباء اجداد اس سے قبل ان علاقوں کے لئے نقصان کا باعث بننے رہے ہیں۔ اس وقت ہماری عسکری طاقت بھی اپنے عروج پر ہے لہذا میں اور ٹکریس چاہتے ہیں کہ لشکر لے کر دریائے نیلس کو عبور کر کے ان ایرانی علاقوں میں ٹھس چائیں۔ دور تک بیٹھا کرتے چلے جائیں اور اگر اس ترک تاز کے جواب میں کیا کسارا کوئی کارروائی کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ ہم اسے بھی شکست دے کر مار بیٹھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم نے کیا کسارا کو شکست دے دی تو پھر ان علاقوں میں ہم سب سے بڑی قوت بن کر نمودار ہوں گے اور کوئی ہمارا مقابلہ نہ کر پائے گا۔“

بیکارس نے ان الفاظ کے جواب میں آیات کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر بیکارس اور ٹکریس دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم دونوں کی تجویز بری نہیں ہے۔ پہلے میں اپنے بڑے بیٹے اریہ اور لشکریوں کے سالار کریس کو بلاتا ہوں۔ اس سلسلے میں ان سے بھی مشورہ کرتے ہیں اس کے بعد مل کر جو فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔“

بیکارس اور ٹکریس دونوں آیات کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر آیات نے آواز دے کر اپنے چہرہ کو بلایا اور اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اور اپنے بیٹے کو اس نے بلانے کا حکم دیا تھا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آیات کے بلاؤ سے پر اس کا بیٹا اریہ اور اس کا سپہ سالار کریس اس کمرے میں داخل ہوئے۔

لینڈیا کی سلطنت کا بادشاہ آیات ایک روز اپنے مرکزی شہر سارڈس کے قلعہ اکیا جیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چوہدار اندر آیا اور اس نے سیریسوں کے سالار ٹکریس سے تعین کے سرور بیکارس کے آنے اور ملاقات کرنے کی خواہش سے مطلع کیا۔ پیغام دینے کے بعد چوہدار جب تعظیم دینے کے بعد سیدھا کھڑا ہوا تب آیات نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”دونوں کو اندر بھیجیو۔“

اس پر وہ چوہدار پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد چوہدار سیریس سالار ٹکریس اور سپہ سالار بیکارس کو لے کر آیا۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تو آیات نے ابلے جگہ سے اٹھ کر خوش کن انداز میں دونوں کا استقبال کیا اور اپنے سامنے گلی نشستوں بیٹھنے کے لئے کہا۔

جب وہ دونوں بیٹھ گئے تب کچھ دیر تک آیات بڑے غور سے ان کی طرف دیکھا پھر دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آج تم دونوں کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں میرے پاس آئے ہو۔ اور یہ دونوں کے چہرے کے تاثرات بھی بتاتے ہیں کہ معاملہ کوئی انتہائی اہم نوعیت کا ہے۔ اس موقع پر سیریسوں کے سردار ٹکریس اور سیریسوں کے سرور بیکارس نے مجھ کو بلانے کے ذمہ معنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر بیکارس آیات کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم دونوں آپ کے پاس ایک تجویز لے کر آئے ہیں۔ اگر آپ نے اس اتفاق کیا تو میں جیٹھا ہوں جہاں آپ کی سلطنت کو وسعت ہوگی وہاں سلطنت کو بڑھ

”بش کریں گے۔“

بیگارس کے ان الفاظ کے جواب میں کریس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آیات اس سے پہلے بول اٹھا اور کریس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیگارس اور نکرلیس دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ایک خاصا بڑا لشکر ان دونوں کی کمانداری میں دو اور انہیں دریائے میلس کے اُس پار کیا کسارا کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دو۔ اس سلسلے میں میرا بیٹا اریہ بھی تم دونوں کی مدد کرے گا۔“

آیات کے ان الفاظ کے ساتھ ہی کریس، اریہ، بیگارس اور نکرلیس چاروں وہاں سے اٹھ کر نکل گئے تھے۔

طے شدہ منصوبے کے مطابق بیگارس اور نکرلیس دونوں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے۔ کیا کسارا کے علاقوں میں داخل ہوئے۔ ہر طرف وہ تیرگی کی مازشوں میں لبو کی بارش، دشت کے فوس میں کھوٹی تکیوں کے سحر اور خوف کے مایوں تک کو مسار کر دینے والی سنگ و خشت کی بارش کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

ایک ہستی سے دوسری ہستی وہ نفرت کی بھڑکی جولاہا استوں کے یقین کو بے یقینی میں بدل دینے والے عذاب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ بڑے بڑے قصبوں اور شہروں میں انہوں نے عذابوں کے قلعے، سزاؤں کی داستانیں، خزاؤں کی کہانیاں، مظالم کی ردوائیں اور درق درق پر بکھرے تم کے افسانے کھڑے کر دیئے تھے۔

جہاں جہاں بھی شہروں اور وادیوں کے اندر کیا کسارا کے حقائق دے متعین تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لوگوں کے جذبات اور احساسات کو ہانچ کر یوں میں بدل دیا گیا۔ قرب کی خواہشوں، محبت کی پرورش کو موت کی گہری نیند سلا دیا گیا تھا۔

اس طرح دور دور تک حملہ آور ہوتے ہوئے نہ صرف ان دونوں سالاروں نے چاروں طرف بربادی اور تباہی کا کھیل کھیلا بلکہ خوب لوٹ مار کی۔ کیا کسارا کے علاقوں کو برباد کر کے رکھ دیا اور اپنے حکمران آیات کے لئے بے شمار مال غنیمت اور نہرویات کا دوسرا سامان لے کر وہ اپنے مرکزی شہر سارڈس کی طرف چلے گئے تھے۔

جب آیات نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ اپنی اپنی نشستوں پر ہو بیٹھے۔ تھوڑی دیر پہلے بیگارس نے جو گفتگو کی تھی اس کی تفصیل آیات نے کریس اور اپنے بیٹے اریہ سے کہہ دی تھی۔

یہ ساری گفتگوں کو اریہ اور کریس تھوڑی دیر تک باہم مشورہ کرتے رہے، پھر کرسیں بول اٹھا۔

”میں اور اریہ دونوں بیگارس کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں اور ایسا کر کے ہم اپنے لئے فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان دونوں ہماری عسکری طاقت اور قوت اپنے عروج پر ہے۔ ہمارے ساتھ ستائیس ہجری ہیں اور پھر جو لشکر سیریل کا ہے اس کے اندر صرف سیریل نہیں حوری، آراکی، آموری، جینی اور بکوس جیگو بھی کام کر رہے ہیں اور وہ لوگ جہاں جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں وہاں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی ہمت اور جرأت بھی رکھتے ہیں۔“

آیات کے سپر سالار کریس کے ان الفاظ سے بیگارس اور نکرلیس دونوں خوش ہو گئے تھے یہاں تک کہ آیات کریس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تو پھر لشکر کے کچھ حصے ترتیب دو جو دریائے میلس کو عبور کرنے کے بعد کیا کسارا کے علاقوں میں دور تک ترک تاز کرتے چلے جائیں۔“

آیات کے خاموش ہونے پر کریس نے ستائیس سالار بیگارس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

”بیگارس میرے بھائی! اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اور جس لشکر کو ہمیں دریائے میلس کے اُس پار بھیجنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا فیصلہ ہے کہ لشکر کی کمانداری کسے دی جائے؟“

بیگارس نے اس موقع پر پھر ذہنی سے انداز میں سیریل سالار نکرلیس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میں ان سے پہلے میرے اور نکرلیس کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کے مطابق ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم یہ تجویز پیش کریں گے کہ ایک لشکر سیریل سالار نکرلیس کی سرکردگی میں دے دیا جائے۔ اس لشکر کو لے کر ہم دریائے میلس کو عبور کریں گے اور ایرانی علاقوں میں یافار کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی

کیا کسارا کو جب اپنے علاقوں کی اس تباہی اور بربادی کا حال معلوم ہوا تو اس نے وقت ضائع کئے بغیر ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور اپنے کچھ سالاروں کو وہ لشکر دے کر اس نے دریائے ہیس کی طرف روانہ کیا۔ آیات کو بھی کیا کسارا کے اس لشکر کی آمد کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ لہذا اس نے بیکاروں اور ٹکرلیں ہی کی سرکردگی میں ایک لشکر کیا کسارا کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ دونوں لشکریوں کا ٹکراؤ کیا کسارا کے علاقوں میں ہوا۔

کیا کسارا کے لشکریوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ آیات کے لشکر کو شکست دے کر ان سے اپنی بربادی کا انتقام لیں لیکن ان کی بد قسمتی کہ بیکاروں اور ٹکرلیں دونوں نے انہیں بدترین شکست دی۔ ان کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کیا کسارا کا بچا کچھ لشکر شکست کا بوجھ اٹھائے اپنے مرکزی شہر اجمناہ کی طرف چلا گیا تھا۔

اپنی اس شکست سے کیا کسارا بے حد برہم اور غضب ناک ہوا اور آیات سے اس شکست کے علاوہ اپنے علاقوں کی تباہی اور بربادی کا انتقام لینے کے لئے اس نے اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا۔



شادی کے بعد بخت نصر نے دیکھا کہ قوم ماد یعنی ایران کے بادشاہ کی بیٹی ایتا اور لہی ملکہ آداس اور پریشان رہنے لگی تھی۔

دراصل وہ اجمناہ کی رہنے والی تھی اور اجمناہ پہاڑوں کے دامن میں واقع تھا۔ باہل شہر میدانی علاقے پر مشتمل تھا۔ یہاں کوئی پہاڑی سلسلہ نہ تھا۔ ایتا کو پہاڑی علاقے سے قدرتی انسیت تھی۔ باہل پرندہ کہ بہت خوبصورت شہر تھا لیکن یہاں کوئی ایرانی سلسلہ نہ ہونے کی وجہ سے ایتا کچھ آداس سی رہتی تھی۔

چنانچہ بخت نصر نے جب آداس کا سب پوچھا تو اس نے بتایا کہ باہل میں جدھر ٹکھا ل ہے، میدان ہی میدان نظر آتا ہے۔ ایک سی میدانی سطح کو دیکھتے دیکھتے اکٹھا جی ل۔ دل چاہتا ہے کہ اس سرزمین میں بھی پہاڑ ہوں۔

یہ بخت نصر کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ اس لئے کہ میدانی علاقے میں پہاڑ کا ہونا ممکن تھا۔ لیکن بخت نصر چاہتا تھا کہ ملکہ کی آرزو بھی پوری ہو۔ لہذا اُس نے اس علاقے میں غور و خوض کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے اپنی مملکت کے اندر جس قدر

بڑے مندر تھے وہاں کے داناؤں اور پروہتوں کو باہل میں طلب کر لیا تھا۔

جب یہ سارے دانا اور دانشور باہل پہنچے تو بخت نصر نے ان کے سامنے اپنی ملکہ کی پیش کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی کہنے لگا۔

”میں سرزمین میں پہاڑ ہوں وہاں انہیں کاٹ کر اس پر سبزہ زار بنایا جا سکتا ہے۔

ان میدان میں پہاڑ بنے تو کیونکر۔ اونچی اونچی چوٹیاں، ان پر جیتے ہوئے سبزہ زار،

... باا درخت کہاں سے آئیں گے؟“

بخت نصر کے ان الفاظ پر وہ سارے دانشور و جیران اور پریشان تھے۔ یہاں تک

ہاں کے تمام شاہان انتقامات وہاں موجود تھے۔
مخبراؤں کے اوپر ہری بھری بیکس چڑھا دی گئی تھیں۔ ایک بھت سے دوسری بھت
مہنے کے لئے چھوٹی چھوٹی میزیں لگائی اور روشیں بنادی گئی تھیں جیسے پہاڑ کو کاٹ کر
ہٹائی جاتی ہیں۔

اس طرح مصنوعی پہاڑ بن گیا۔ درخت اُگے، چمن زار کھل گئے۔ یہ سب چیزیں
نہیں تو ایک اور بڑا سوال اور مسئلہ اٹھا اور وہ یہ کہ ان بنائے جانے والے باغوں کو
اپنی کیسے دیا جائے گا؟ چنانچہ اس پر بھی غور ہوا۔ اس کے بعد باغوں کو سیراب کرنے کا
وہ طریقہ وضع کیا گیا وہ بڑا دلچسپ تھا۔

سب سے اوپر کی بھت پر ایک بہت بڑا تالاب بنایا گیا تھا۔ اس تالاب میں لمبوں
نے ذریعے دریائے فرات کا پانی بھرا جاتا تھا۔ پانی اوپر چڑھانے والی ٹریس دن رات
دھبی رہتی تھیں اور پانی کی مقدار میں کمی نہ آنے پاتی تھی۔ اس تالاب کے پانی سے
شے بہتے تھے اور خورا سے پھونٹے تھے۔ باغ انہی چشموں سے سیراب ہوتے تھے۔

ان باغوں کے اونچے اونچے درخت ہوا کے بھونکوں سے ہلے تھے تو معلوم ہوتا تھا
کہ پہاڑ کا پہاڑ لہلہا رہا ہے۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آسمان سے سدا بہار باغوں کو
نہریاں کر کے زمین کی سطح تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں تاریخ کے اوراق
میں باہل کے آریاں باغ کہہ کر یاد کیا گیا۔

فہم تغیر کا یہ عظیم الشان نمونہ دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہونے لگا۔ باہل کے
آریاں باغ تو زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکے لیکن ان کے کھنڈرات اب بھی
موجود ہیں۔

باہل کے ان آریاں باغات کے علاوہ بخت نصر نے دو اور عظیم تعمیرات بھی کیں۔
دوسری تعمیر ایک عظیم الشان بند تھا جو اس نے دجلہ سے فرات تک بنایا تھا۔
تیسری تعمیر ایک نیا اور شاندار محل تھا۔

کہا جاتا ہے کہ بخت نصر باہل کو دنیا کا حسین ترین شہر بنانے کا خواہش مند تھا۔
سب سے پہلے اس نے شہر کے ارد گرد ایک دیوار بنائی جس کا گھیرا پچاس میل تھا۔ یہ
دیوار اتنی چوڑی تھی کہ اس کے اوپر دو درجہ ایک ساتھ دوڑائے جا سکتے تھے۔ اس دیوار
میں کاشی کے بنے ہوئے پچاس مینار تھے۔

کہ ان میں سے ایک بڑا پردہ بخت نصر کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔
”ہماری قدیم کتابوں میں درج ہے کہ باہل میں بڑی بڑی چیزیں بنیں گی۔
اہل دنیا دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ باہل میں پہاڑ بھی بنے گا۔
جنگل انکس گئے اور جتنے پھونس گئے۔“

اس پر وہت کی یہ گفتگو عجیب و غریب تھی۔ اس کی کچھ باتیں تو بادشاہ کی سمجھ
آئی تھیں لیکن پہاڑ کا مسئلہ بہت دشوار تھا۔
اس پر ایک دوسرا پردہ بول اٹھا اور کہنے لگا۔
”پہاڑ بنانا بھی ممکن ہے۔“

اس پردہت کے ان الفاظ پر بخت نصر مزید چونکا تھا۔ اس پردہت کو مخاطب کر
کہنے لگا۔
”کیسے؟“

اس پر وہ پردہت کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔
”پہاڑ بنانے کی تدبیر یہ ہے کہ اونچی اونچی محرابیں بنائی جائیں۔ ان محرابوں
بھت ڈالی جائے۔ پھر اسی بھت پر چاروں طرف جگہ چھوڑ کر اور محرابیں بنائی جائیں
ان محرابوں پر بھت ڈالی جائے۔ اسی طرح اور محرابیں بنائی جائیں۔ ان پر بھتیں
جائیں۔ اس سلسلے کو اتنا اونچا لے جائیں کہ دور سے پہاڑ دکھائی دے۔“
بخت نصر کو اس پردہت کی یہ تجویز بڑی پسند آئی۔ لہذا اس نے دو تعمیر کاموں
ابتدا کی۔

سب سے پہلے اس نے ہزاروں مزدور مہیا کئے جو دن رات کام کرنے لگے۔
باغوں کی محرابوں میں سیسہ چھلکا کر ڈالا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ بوجھ سہار سکے
مخبراؤں کی چھتیں سیسے کی موٹی تھیں۔ ہمارے قیاد کی گئیں۔ چھتوں کے اوپر مٹی کی
موٹی تہہ بنائی گئی۔ چھتوں کی کھلی روشوں پر ایشیا ہر سے پھول پودے لا کر لگائے
گئے۔

یہ چھتیں تعداد میں ساٹھ تھیں۔ سب سے اوپر کی بھت زمین سے تین سو پچاس
اونچی اور چار سو فٹ لمبی تھی۔ چھتوں کے نیچے محرابوں کے اندر آرام گاہیں تھیں۔
میں نہایت خوبصورت اور چمکدار رنگوں سے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ آرام



نفیل بن ساعدہ کا خانہ بدوش قبیلہ صحرا کے متوازی سفر کرتا ہوا یمن کا رخ کر رہا تھا۔ اس موقع پر نفیل بن ساعدہ جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا اس کے ایک طرف طرغانی اور دوسری طرف عثیرہ اپنے گھوڑوں پر سوار اس کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ ریت کے کچھ ٹیلوں کے متوازی گزرتے ہوئے ان کی طرف اشارہ کر کے نفیل بن ساعدہ طرغانی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طرغانی! میں نے اور عثیرہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ یمن کی طرف جاتے ہوئے ہم تمہیں قوم عاد سے متعلق تفصیل بتائیں گے۔ جو ریت کے نیلے تم بائیں جانب دیکھ رہے ہو انہیں احاف کہتے ہیں اور یہ کسی دور میں قوم عاد کا مسکن ہوا کرتے تھے۔“ جس سمت نفیل بن ساعدہ نے اشارہ کیا تھا اس سمت طرغانی بڑے شوق سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

”یہ احاف ہے کیا چیز؟“

اس پر مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”احاف کے معنی ہی ریت کے بلند نیلے کے ہیں۔ یہ سارا علاقہ کسی دور میں عاد کا مسکن اور ان کا علاقہ ہوتا تھا اور ان کا یہ علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا اصل وطن یہ احاف ہی تھا جہاں سے نکل کر وہ گرد و پیش کے ممالک میں پھیلے اور کروڑوں قوموں پر چھا گئے۔

(آج کے زمانے تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور ہے کہ جس طرح عاد اس علاقے میں آباد تھے موجودہ شہر منگلا سے تقریباً ایک سو پچیس میل کے فاصلے پر شمال کی جانب حضرموت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود

اس کے بعد اس نے اپنا ایک نیا محل بھی تعمیر کروایا جو ایک وسیع چبوترے پر جو سطح زمین سے بہت اونچا تھا۔ اس میں بڑے بڑے کمرے اور سینکڑوں رہائش گاہیں تھیں۔ ان کمروں کے آگے بڑے بڑے برآمدے تھے۔ دیواروں پر فاتحانہ کام کی تصاویر بنائی گئی تھیں۔ کمروں کے درگ و درغن زرق برق کپڑوں کی طرح کرتے نظر آتے تھے۔ یہ محل خوب صورتی اور شان و شوکت کا مظہر تھا۔ گزر کا ہوا دیووں طرف قوی بیگل دیوتاؤں کے جیسے نصب تھے۔ معلوم ہوتا یہ دیوتا بھی بہرے دار ہوں۔

بخت نصر جب اس نئے محل کا کام ختم کر چکا تو اس نے بعل دیوتا کا ایک بڑا مندر بھی تعمیر کروایا جس کی آٹھ منزلیں تھیں۔ ہر منزل اتنی عظیم الشان تھی کہ معلوم تھا کہ آٹھ مندر ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر پیوست کر دیئے گئے ہوں۔ اس طرح بخت نصر تعمیرات کے کاموں میں مصروف ہو کر باقی سب کام فراموش کر گیا تھا۔



علیہ السلام کا مزار بنا رکھا ہے اور یہ قبر ہوؤ کے نام سے مشہور ہے۔ ہر سال چار شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں لوگ وہاں ہوتے ہیں۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جو عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقے کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں متعدد خرابے ایسے ہیں جن کو مقامی باشندے آج داد عمار کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اتخاف کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ کبھی یہاں ایک شاندار تمدن رکھنے والی طاقت و قومیں آباد ہوں گی۔ اغلب امکان یہ ہے کہ ہزاروں برس پہلے یہ ایک شاداب علاقہ ہوگا اور بعد میں آب و ہوا کی تبدیلی نے اسے ریگزار بنا دیا ہوگا۔ آج اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک آب و ہوا ریگستان ہے جس کے اندر دینی حصوں میں جانے کی کوئی بھی ہمت نہیں رکھتا۔

1843ء میں یورپا کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ وہ کہا ہے کہ حضرموت کی شمالی سطح مرتفع پر کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قلعے ہیں جن میں کوئی چیز گر جائے تو وہ ریت میں غرق ہو جاتی ہے اور بالکل بوسیدہ ہو جاتی ہے۔

عرب کے بد اس علاقے سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی قیمت پر وہاں جانے کے لئے راضی نہیں ہوتے۔ ایک موقع پر جب بد یورپا کے اس سیاح کو وہاں لے گئے تو خاص علاقے تک انہوں نے جانے سے انکار کر دیا لہذا وہ اکیلا وہاں گیا۔ اس کا بیان ہے کہ وہاں کی ریت بالکل باریک صوف کی طرح ہے۔ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ میں نے ایک برتن ریت سے باندھ کر پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا اور ریتی کا سرا اگل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔

مغرب کے بعض لوگ اس قوم کے وجود سے انکار کرتے ہیں لیکن یہ عرب کی قدیم ترین قوم تھی جس کے افسانے اہل عرب میں زبان زد عام تھے۔ بچہ بچہ ان کے نام سے واقف تھا۔ ان کی شوکت و شہرت ضرب المثل تھی۔ پھر دنیا سے ان کا نام و نشان تک مٹ جانا بھی ضرب المثل ہو کر رہ گیا۔

عاد کی اس شہرت کی وجہ سے عربی زبان میں ہر چیز جو قدیم ہوگئی ہو اس کے لئے عاد کی کا لفظ بولا جانے لگا۔ آثار قدیمہ کو عادات کہنے لگے۔ جس زمین کے مالک باقی نہ رہے ہوں، جو آباد نہ ہونے کی وجہ سے افتادہ پڑی ہو اسے عاد کی عرض نہا جانے لگا۔ قدیم عربی شاعری میں بڑی کثرت سے اس قوم کا ذکر ملتا ہے۔ عرب کے ماہرین انساب سمجھ اپنے ملک کی معدوم شدہ قوموں میں سب سے پہلے اس قوم کا نام لیتے ہیں۔

ان کا علاقہ اتخاف جی زمین اور یمامہ کے درمیان اربع الثانی کے جنوب مغرب میں واقع تھا۔ یمین سے یحیٰل کر انہوں نے یمن کے مغربی ساحل اور عمان اور حضرموت اور عراق تک اپنی طاقت کا سکہ رواں کر دیا تھا۔ تاریخی حیثیت سے اس قوم کے آثار دنیا سے تقریباً ناپید ہو چکے ہیں لیکن جنوبی عرب میں کہیں کہیں کچھ پرانے ٹھکانے موجود ہیں جنہیں عاد کی نسبت دی جاتی ہے)

ریت کے جن ٹیلوں کی طرف نقیل بن ساعدہ نے اشارہ کیا تھا، طرغائی کچھ دیر تک بڑے غور سے ان ٹیلوں کی طرف دیکھتی رہی۔ اس دوران نقیل بن ساعدہ اور مشیرہ دونوں مسکراتے ہوئے طرغائی کی طرف دیکھ رہے تھے اور اس کے تاثرات کا جائزہ لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ طرغائی تسلسل اور کچھ دیر اس نے باری باری نقیل بن ساعدہ اور مشیرہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”کیا آپ دونوں میں سے کوئی مجھے اس قوم کی تفصیل نہیں بتائے گا؟ اس طرح میرے علم میں اضافہ ہوگا۔“

طرغائی کے اس سوال پر نقیل بن ساعدہ مسکرایا اور اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

”طرغائی! یہ قوم سینکڑوں سال پہلے یہاں آباد تھی۔ یہ لوگ قوم نوح کی طرح بہت ہست تھے۔ صنم پرستی اور صنم تراشی کے بڑے ماہر تھے۔ قوم نوح کی طرح ان کے بتوں کے نام دادہ ہوا، یثوق اور نصر ہی تھے۔ ان کے ایک بت کا نام غمو اور ایک کا نام تاجری تھا۔ جب یہ قوم جاہلیت اور بت پرستی کے کوششوں میں کھو گئی تب خداوند قدوس نے ان کی راہبری، حمایت اور راہنمائی کے لئے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس قوم کے افراد جسمانی لحاظ سے بڑے طاقت ور، باجروت تھے اور انہوں نے

خدا نے واحد کو بالکل بھلا دیا تھا اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف و خطر کرنے لگے تھے۔

اللہ کے نبی ہود علیہ السلام قوم عاد کی سب سے معزز شاخ غلود کے ایک فرد تھے۔ رنگ سرخ اور سفید تھا اور خوبصورت تھے۔ داڑھی بڑی تھی۔ انہوں نے اپنی قوم کو خدا کی وحید اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا۔ مگر عادت ایک نہ مانی اور ان کو بتی کے ساتھ جھٹلایا اور غرور و تکبر کے ساتھ ان کی نفی کرتے رہے۔ ان کا کہنا تھا۔

”آج دنیا میں ہم سے زیادہ شوکت اور جبروت کا کون مالک ہے۔“

لیکن اللہ کے نبی ہود علیہ السلام مسلسل خداوند قدس کا پیغام ان تک پہنچاتے رہے اور اپنی قوم کو عذاب الہی سے ڈراتے رہے۔ غرور اور سرکشی کے نتائج بتا کر انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے اکثر فرماتے۔

”اے قوم! اپنی جسمانی طاقت اور حکومت کے جبروت پر گھمبڑ نہ کرو بلکہ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو یہ دولت بخشی۔“

انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ:

”خداوند نے قوم نوح کی جہاں کے بعد تم لوگوں کو زمین کا مالک بنایا۔ خوش بختی، غارِ البابی اور خوش حالی عطا کی۔ لہذا اس کی نعمتوں کو نہ بھولو اور خود ساختہ بتوں کی پرستش سے باز آ جاؤ جو تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچاتے نہ ہی دکھ دے سکتے ہیں۔ موت و نیست، نفع و ضرر سب ایک ہی خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ اے افرادِ قوم! مانا کہ تم عرصہ تک سرکشی اور اس کی نافرمانی میں مبتلا رہے ہو مگر آج بھی اگر توبہ کرو، باز آ جاؤ اس کی رحمت و شفقت سے اور توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اس سے مغفرت چاہو تو وہ بخش دے گا۔ اس کی طرف رجوع کرو، وہ صاف فرما دے گا۔ تقویٰ اور طہارت کی زندگی اختیار کرو، وہ تم کو دن دو گنی رات چوٹی ترقی عطا کرے گا۔ خوب اقتدار و عزت دے گا اور مال اور عزت میں سرفرازی بخشے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

حضرت ہود علیہ السلام اپنی تبلیغ اور پیغامِ حق کے ساتھ بار بار یہ بھی دہراتے کہ میں ہستی اور ہوش کا خواہاں نہیں ہوں۔ میرا ہجو تو میرے خدا کے پاس ہے۔ اور پھر مٹی کی زندگی کا طرہٴ امتیاز ہے کہ اس کو کوئی یہ تہمت نہیں لگا سکتا کہ وہ مال کی طلب رہا کرتا ہے یا عزت، جاہ اور ریاست کا طالب ہے۔ وہ نہ اپنی قوم سے ریاست و عزت کا طالب ہوتا ہے اور نہ مال و منال کے۔ اس کے سامنے تو صرف ایک نقطہ ہے اور وہ ادا ہے فرض اور اپنے مالکِ حقیقی کے احکام کی پینا مبری ہوتی ہے۔

ایک عرصہ تک تبلیغ کرنے کے باوجود چند لوگ ہی ایمان لائے۔ باقی تمام سرکش مرد انسانوں کا گروہ تھا۔ ان کو حضرت ہود علیہ السلام کی صحبتیں شاک مگزرتی تھیں وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات، ان کے عقائد اور اعمال غرض کہ کسی ارادے میں بھی کوئی حائل ہو۔ ان کے لئے کوئی نصیحت دینے والا ہے، نہ منظور تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ اکثر و بیشتر حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق اڑاتے، ان کو بیوقوف کہتے اور ان کی معصومانہ تھابتوں، نصیحتوں اور عقلی مادہ پران کو جھٹلاتے۔

اس کے جواب میں حضرت ہود علیہ السلام ان کو مخاطب کر کے کہتے۔

”تم میں بیوقوف ہوں، نہ میں پاگل۔ بلاشبہ خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی عبادت کے لئے بے وقف کوشش نہیں کیا کرتا کہ اس کا نقصان اس لذت سے بڑھ جائے اور ہدایت کی جگہ گمراہی آ جائے۔ وہ عظیم الشان خدمت کے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو چنتا ہے جو ہر طرح اہل ہو اور اس خدمتِ حق کو اہل انجام دے سکے۔“

مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی رہی اور ان پر آفتاب سے زیادہ روشن دلائل کا قس اتر نہ ہوا اور وہ حضرت ہود علیہ السلام کی تحقیر و تذلیل کے اور زیادہ ور پے ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہیں پاگل اور عقلی کہہ کر اور زیادہ مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے۔

”اے ہود! جب سے تُو نے ہمارے معبودوں کو برا کہا تو ہم کو ان کی عبادت سے بے تلقین کرنا شروع کی ہے ہم دیکھتے ہیں اس وقت سے تیرا حال خراب ہو گیا ہے۔ اے خداؤں کی بد دعاؤں سے تو پاگل اور مجنون ہو گیا ہے۔ اب ہم اس کے بچے اور کیا سمجھیں؟“

مال و مال کے لئے کہتا ہوں بلکہ دماغی اور سرمدی نجات کے لئے کہتا ہوں۔“
 خلیل بن ساعدہ رکا، پھر کہنے لگا۔

”حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے مزید فرمایا کرتے تھے۔

”تم کو اپنی ہی قوم کے ایک انسان پر خدا کے پیغام نازل ہونے سے اپنی بھائی
 ہونا چاہئے کیونکہ یہ زمانہ قدیم سے خدا کی سنت جاری ہے کہ انسانوں کی ہدایت اور
 عادت کے لئے ان ہی سے ایک شخص کو مقرر کیا جاتا ہے اور اپنا رسول بنا کر اس کو خطاب
 کرتا ہے اور اس کی معرفت اپنے بندوں کو مطلع کرتا ہے۔ اور فطرت کا تقاضا بھی یہی
 ہے کہ قوم کے رشد و ہدایت کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو بول چال میں
 ان کی طرح ہو، ان کے اخلاق اور عادات سے واقف ہو، ان کے خصوصی امتیازات
 سے آشنا اور ان ہی کی زندگی گزارتا رہا ہو کہ اس سے قوم مانوس ہو سکتی ہے اور وہی
 ان کا صحیح ہادی و مشفق بن سکتا ہے۔“

حضرت ہود علیہ السلام کی اس تبلیغ کے جواب میں قوم عادی کے افراد غصے اور فحش کا
 اظہار کرتے اور کہتے۔

”ہم کسی طرح بھی باپ دادا کی انصاف پرستی کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ تو ہماری اور
 ہمارے باپ دادا کی سنت تو ہیں ہے۔“

وہ حضرت ہود علیہ السلام سے اس بات پر بھی غیض و غضب کا اظہار کرتے کہ ان
 کو کافر اور مشرک کیوں کہا جاتا ہے جبکہ وہ بتوں کو خدا کے سامنے اپنا شفیع مانتے ہیں اور
 ان کے نزدیک حضرت ہود علیہ السلام کی بات مان لینے میں ان کے مہربانوں اور
 بزرگوں کی توہین اور تحقیر محسوس ہو کہ وہ خدا کے ایک برگزیدہ میں اپنا وسیلہ اور شفیع مانتے
 تھے اور اسی کے لئے ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے تھے کہ وہ خوش ہو کر ہماری
 غداش کریں گے اور عذاب الہی سے نجات دلائیں گے۔

ایک روز تو قوم عادی نے حضرت ہود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہہ دیا۔

”اگر تو واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو وہ عذاب بلا لے کر ہمارا تیرا قصہ پاک ہو
 جائے۔“

آخر جینمبر کے ساتھ یہ سلوک کرنے کی وجہ سے اور قوم ہود کی انتہائی شرارت اور
 عداوت اور اپنے جینمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض و عناد کی پاداش عمل اور قانونی جزا کا

ان کو اپنی اس گستاخانہ جرأت اور تہمت سے یہ خیال ہو چلا تھا کہ اب کوئی
 حضرت ہود علیہ السلام کی طرف دھیان نہ دے گا اور ان کی باتوں کو توجہ سے نہ دے
 حضرت ہود علیہ السلام نے یہ سب کچھ نہایت مہر و ضبط کے ساتھ سنا اور پھر
 سے مخاطب ہو کر وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

”میں خدا کو اور تم سب کو گواہ بنا کر سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں
 اعتقاد سے قطعی بری ہوں کہ ان بتوں میں یہ قدرت ہے کہ مجھ کو یا کسی کو کسی قسم کی
 برائی پہنچا سکتے ہوں۔ اس کے بعد میں تم کو اور تمہارے ان مہربانوں کو مطلع کرتا ہوں
 ہوں کہ اگر ان میں ایسی قدرت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچانے میں جلدی سے اللہ
 کریں۔ میں اپنے خدا کے فضل و کرم سے صاحب عقل و خرد ہوں، فراست اور حیرت
 مالک ہوں، حکمت اور دانائی کا حامل ہوں۔ میں تو صرف اپنے اس خدا ہی پر بھروسہ
 کرتا ہوں اور اسی پر ہی اعتقاد رکھتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں کائنات کے فو
 جانداروں کی پیشانیاں ہیں۔ جو حیات و ممات کا مالک ہے۔ وہ ضرور میری مدد کرنے
 اور ہر نقصان پہنچانے والے کے نقصان سے مجھے محفوظ رکھے گا۔“

آخر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی مسلسل سرکشی اور بغاوت کے خلاف یہ اعلان
 کر دیا کہ:

”اگر قوم عادی کا یہی رویہ رہا اور حق سے فرار و روگردانی کی روش میں انہوں نے کوئی
 تبدیلی نہ کی اور میری نصیحتوں کو گوش دل سے نہ سنا تو میں اگرچہ اپنی خدمت کے لئے
 ہر وقت کمر بستہ اور باہمت ہوں مگر ان کے لئے ہلاکت یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب
 ان کو ہلاک کر دے گا اور ایک دوسری قوم کو زمین کا مالک بنا کر ان کی جگہ قائم کر دے گا
 اور بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے۔ وہ ہر شے پر قادر اور
 مطلق اور ہر شے کا حافظ و نگہبان ہے اور تمام کائنات اس کے یہ قدرت میں مسخر
 ہے۔“

حضرت ہود علیہ السلام نے بار بار ان کو یہ بھی یاد کر لیا کہ میں تمہارا دشمن نہیں
 ہوں، دوست ہوں۔ تم سے زر و دسم اور ریاست کا طالب نہیں ہوں بلکہ تمہاری غلامی
 اور نجات چاہتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بارے میں خائف نہیں ہوں بلکہ ایمان
 ہوں۔ وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہا جاتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہوں قوم کی سعادت اور حق

وقت آپہنچا اور غیرت حق حرکت میں آئی اور عذاب الہی نے سب سے پہلے خشک سالانہ کی شکل اختیار کی۔

اس پر قوم عادت سخت گھبرائی، پریشان ہوئی اور عاجز اور در ماندہ نظر آنے لگی تو حضرت ہود علیہ السلام کو جوش ہمدردی نے اکسایا اور مایوسی کے بعد پھر ایک مرتبہ ان کو سمجھایا کہ راہ حق اختیار کر لو۔ بھری پکار پر ایمان لے آؤ۔ یہی نجات کی راہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ورنہ پھینٹاؤ گئے۔

لیکن بد بخت اور بد نصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ بغض و عناد دو بالا ہو گیا۔

تب ہولناک عذاب نے ان کو آن گھیرا۔ اٹھ دن اور سات راتیں لگا تا ر تیز اور تند ہوا کے طوفان اٹھے اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا گیا۔ بڑے بڑے خود مند اور قوی بیکل انسان اپنی جسمانی قوتوں کے معتمد میں سرست اور سرکشی میں ڈوبے ہوئے تھے اس طرح بے حس و حرکت پڑے نظر آتے تھے جس طرح آدمی سے تباہ درخت بے جان ہو کر گر جاتے ہیں۔ غرض اس عذاب نے ان کو مضمحل و ہستی سے مٹا دیا تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنے اور دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔ اور اسی کے وہ مصیبت تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مخلص پیروکار اپنی حق کو خدا کی رحمت سے عذاب الہی سے محفوظ رکھا گیا اور وہ لوگ سرکش قوم کی سرکشی اور بغاوت سے مامون ہو گئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر طرعانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”طرعانی! یہ ہے عادی داستان عبرت جو اپنے اندر جہم عبرت بین کے لئے ہے ثمار پند و نصیحت دہکتی ہے اور خدا سے برتر کے احکام کی تعمیل، تقویٰ اور طہارت کی زندگی کی جانب دعوت دیتی ہے۔ شرارت، سرکشی اور خدا کے احکام سے بغاوت کے انجام بد سے آگاہ کرتی ہے اور وقت خوش نصیبی پر گمان کر کے نتیجہ کی بد بختی پر مذاق اڑانے سے ڈراتی اور باز رہتی ہے۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرعانی کچھ دیر تک توسعی انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

”میں آپ کی انتہا درجہ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے ان سرزمینوں کی ایک قدیم قوم

حق مجھے تفصیل بتائی۔ اس طرح میرے علم اور میری معلومات میں اضافہ ہوا۔“

طرعانی کے ان الفاظ کا جواب نفیل بن ساعدہ دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ خانہ کا چیل کے اندر کوئی مناد روزِ زور سے پکارنے لگا۔

”فیعلیہ والو! اپنے بائیں جانب دیکھو۔ ربیع الثانی کی طرف سے اٹھنے طوفان کے نظر آرہے ہیں۔ لہذا اپنی رفتار کو تیز کر دو۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی قبیلے کے ان گنت حدی خواں حرکت میں آئے۔ انہوں نے انداز میں حدی کا شروع کر دی تھی اور حدی کے ساتھ ہی اونٹوں نے اپنی رفتار اپنی نسبت دہی کر دی تھی۔ اس طرح کا قافلہ آمدنی اور طوفان کی طرح رفتی مسافروں لپکا ہوا عین کی طرف بڑھنے لگا تھا۔



عین پہنچ کر خانہ بدوش قبیلے نے وادی سراقہ میں پڑاؤ کر لیا تھا۔ یہ وادی عجیب و بہ اور دنیا کی حسین ترین وادیوں میں شمار کی جاتی تھی۔ اس وادی کے مغرب میں اجمان کے کوہستانی سلسلے اپنی بلند چوٹیوں کے ساتھ بکڑے تھے۔ موسم کو خوشگوار بنا دیتے۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر اور اس کے دامن میں گھاس کے وسیع جھگل تھے۔

خانہ بدوش قبیلہ کی دان تک قیام کر سکتا تھا۔ ہمدان وادی کے مشرقی جانب جہل قلم سایہ لگن تھا۔ یہ دونوں بلند کوہستانی سلسلے، اعلیٰ سطح سمندر سے لگ بھگ سات ہزار دو سو فٹ بلند ہونے کی وجہ سے اپنی اور خوشگوار آب و ہوا کے لئے مشہور تھا۔ گرمی کے موسم میں وہاں دن بھر ہوا نہیں دھکتی تھیں۔ سردیوں میں درجہ حرارت بڑھ جاتا تھا اور سردیاں اپنے عروج پر آ جاتی۔ فوف بھی پڑ جاتی تھی۔ موسم بہار اور وسط گرما میں بہت بارشیں ہوتی تھیں۔ یہاں کم ہوتی تھیں لیکن جب ہوئیں تو بہت زیادہ تکلیف دہ ہوا کرتی تھیں۔

وادی سراقہ میں پڑاؤ کرنے کے بعد خانہ بدوش قبیلہ بے حد خوش اور مطمئن تھا اس نے انہوں نے دیکھا اس بار معمول سے زیادہ ان وادیوں کے اندر کھاس تھی جس کی

سہارا زیادہ دن تک وہاں قیام کر سکتے تھے۔ اپنی زیادہ تر روز دونوں نیچے میں بیٹھی ہوئی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی

سردار بھی یہ ایک وقت پانچ پانچ، چھ چھ بیویاں رکھتے ہیں اور میرے خیال میں اگر وہ بیویاں آپ کی دو بیویاں جتنا چاہیں تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔“
 نفیل بن ساعدہ نے پھر تیز لگا ہوں سے طرغائی کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”کیا اس سلسلے میں تم نے عثمیرہ کے ماں باپ سے بات کی ہے؟“

طرغائی نے بڑے پیار سے انداز میں عثمیرہ کو اپنے ساتھ لپٹایا پھر کہنے لگی۔

”یہی آپ سے اس موضوع پر گفتگو نہیں کر رہی۔ گزشتہ دن میں نے تفصیل کے ساتھ اس کے باپا اور ماں سے بات کی ہے۔ جب میں نے ان پر اکتشاف کیا کہ میں عثمیرہ دونوں افضل بن ساعدہ سے شادی کر میں گی تب ان دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طرغائی لمحہ بھر کے لئے رکی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

”نفیل بن ساعدہ! آپ میرے تو مرلی اور محسن ہیں ہی، میں تو چلو ایک اجنبی لڑکی کو لے کر آ رہا ہوں! اگر آپ عثمیرہ سے شادی کرتے ہیں تو یاد رکھئے کہ آپ کے اس فعل سے سب قبیلے کے اندر خوشیوں کا ایک جشن برپا ہو جائے گا۔“

طرغائی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس موقع پر عثمیرہ نے اس کو کہنی ماری، پھر منہ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”کون کہتا ہے تم اس قبیلے میں اجنبی ہو؟ اب تم ہماری ذات کا ایک حصہ ہو، وہ قبیلے کی ایک اکائی ہو۔ پورے خانہ بدوش قبیلے کی آبرو اور عزت ہو۔ اس لئے یہ نفیل بن ساعدہ۔“

اس سے آگے عثمیرہ کچھ نہ کہہ پائی، شرمناک اس نے گردن خم کر لی تھی۔

اس موقع پر طرغائی کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتی رہی، کچھ کہنا نہ تھی کہ اسی لمحہ خیمے کے دروازے پر ایک شخص نمودار ہوا اور نفیل بن ساعدہ کو کہنے لگا۔

”نیر! سردار نے آپ کو طلب کیا ہے۔ سردار کے خیمے سے باہر کھلے شامیانے ہیں۔ وہاں وقت دونوں سرداروں کے علاوہ قبیلے کے سرکردہ لوگ اور سارے سالار جمع ہوئے۔ شاید دونوں سرداروں کی انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے

تھیں۔ یہ خیمہ نفیل بن ساعدہ اور طرغائی کا تھا۔ اسنے میں نفیل بن ساعدہ خیمے! داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس موقع پر طرغائی مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میں بڑی بے چینی سے آپ کا اظہار کر رہی تھی۔ اس لئے کہ میں آج ایک اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

طرغائی کے ان الفاظ پر عثمیرہ کسی قدر پریشانی اور ہچکچاہٹ کا سامنا کر رہی تھی۔ ہاں اس نے دیریدہ نگاہوں سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”طرغائی! تم بیٹھو۔ میں کچھ کام نہ بنا کر تمہارے پاس آتی ہوں۔“

عثمیرہ جب وہاں سے بھاگنے لگی تب جھپٹنے کے انداز میں طرغائی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہنے لگی۔

”عثمیرہ! ساری گفتگو تمہاری موجودگی میں ہوگی۔ میں تمہیں یوں بھاگنے تو دوں گی۔“

نفیل بن ساعدہ جب آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا تب طرغائی بھی بیٹھ اور کہنے لگی۔ عثمیرہ کو بھی اس نے اپنے قریب بٹھایا تھا۔ اس کے بعد طرغائی نے گفتگو کا آغاز کیا۔ پھر بغیر کسی تہیہ اور بنا کسی پیش لفظ کے طرغائی نے نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا۔

”آپ عثمیرہ سے کب شادی کرنا پسند کریں گے؟“

ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ چونکا تھا۔ فوراً اس نے طرغائی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”طرغائی! تم اپنے حواس میں تو ہو۔۔۔۔۔؟ جو بات تم کہہ رہی ہو یہ اس کے ماں باپ کے کرنے کی ہے، تمہاری نہیں۔ اتنا بڑا فیصلہ تم اکیلے کیسے کر سکتی ہو؟“

طرغائی کے لبوں پر اس موقع پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔

”یہ فیصلہ میں اکیلے نہیں کر رہی، اس میں عثمیرہ ہی نہیں عثمیرہ کے ماں باپ! رضامندی بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں آپ کوئی عذر پیش نہ کیجئے گا۔ ہم تو صرف لڑکیاں آپ سے شادی کرنے کی خواہش مند ہیں جب کہ مسکراہٹ ہی نہیں بلکہ قہقہے

کہنے لگا۔

”طرعائی! میں اب جاتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کس موضوع پر گفتگو ہوتی ہے۔“
طرعائی اور عیشہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر طرعائی کہنے لگی۔
”جس موضوع پر میں نے آپ سے گفتگو کی ہے اس پر سوچ رکھئے گا۔“
میں نے آپ سے جواب لے لیتا ہے۔“

طرعائی کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ مسکرا دیا اور پھر جو نو جوان اُسے سلام
تھا وہ اس کے ساتھ ہوا تھا۔ نفیل کے جانے کے بعد طرعائی نے عیشہ کی
دیکھا، کہنے لگی۔

”عیشہ! آؤ! تمہارے خیمے میں چلتی ہیں اور دیکھتی ہیں قبیلے کے سب لوگ ایک
کر کیا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔“
عیشہ نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں بھی خیمے سے نکل گئی تھیں۔

خانہ بدوش قبیلے کے سردار فردوس کے خیمے کے سامنے ایک بڑا شامیانہ نصب تھا
اس کے نیچے چٹائیاں بچھا دی گئی تھیں اور ان چٹائیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے
تھے۔ ان لوگوں میں قبیلے کے سردار فردوس، نائب سردار زبیر بن سلمیٰ، اس کے بیٹے،
قبیلے کے نائب سالار حرقوس بن شجرہ کے علاوہ بہت سے سالار اور قبیلے کے سرکردہ لوگ
بیٹھے ہوئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ جب اس شامیانے کے قریب آیا تو حیرت زدہ ہو کر رک گیا۔ اس
لے کہ اس کی آمد پر اس کے احترام میں سب لوگ کھڑے ہو گئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ چہرے پر حیرت چھا گئی تھی۔ جوتے اتارتا
تو تھوڑا رک گیا تھا۔ پھر وہ قبیلے کے سردار فردوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”گفتا ہے کوئی انتہائی اہم معاملہ زیر بحث ہے۔ آپ لوگوں کا اس طرح میری آمد
انہو کر میرا استقبال کرنا میرے لئے یقیناً ناگوار ہے۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں
وہیں چلا جاتا ہوں۔“

اس موقع پر حرقوس بن شجرہ باہر نکلا، نفیل بن ساعدہ کا بازو اس نے پکڑا، کہنے لگا۔
”میرے بھائی! پہلے اپنی نشست پر تو بیٹھو..... ایک نہیں، کئی موضوعات پر گفتگو
فی ہے۔“

حرقوس بن شجرہ کا کہا مانتے ہوئے نفیل نے جوتے اتارے، فردوس اور زبیر بن
سلی کے قریب ہی چٹائی پر ہو بیٹھا۔ پھر فردوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے سب لوگوں کو جمع کیا
ہے؟“

فرس گئے تو کوہستانی سلسلوں کے اندر اسرائیلی قبائل ہم پر حملہ آور ہو کر نہ صرف ہم پر اپنی شکست کا انتقام لیں گے بلکہ جو مال ہم نے ان کے گھروں سے لوٹا تھا اسے بھی واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ ان حالات میں ابن ساعدہ! قبیلہ کا سالار ہی قبیلہ کا سربراہ بن جائے تاکہ سارے احکامات اس کی گرفت میں ہوں۔ جو حکم دو دے، وہ من و آفر ہو اور اسی وقت اس پر عمل کیا جائے۔ ایسا قبیلہ کی سلامتی اور تحفظ کے لئے ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ سردار کوئی اور ہو، سالار دوسرا ہو۔ اور کوئی اہم فیصلہ کرنے کے لئے سالار کو اپنے سردار سے مشورہ کرتے ہوئے وقت ضائع کرنا پڑے۔ ان حالات و سامنے رکھتے ہوئے یہاں جس قدر قبیلہ کے سرکردہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ قبیلہ کا سردار اور سالار اعلیٰ آج سے نفیل بن ساعدہ ہو گا جبکہ قبیلہ کا نائب سردار اور نائب سالار حرمس بن شجرہ ہو گا۔ تاہم قبیلہ کے ان سرکردہ لوگوں کے کہنے پر یہ بھی طے پایا ہے کہ میری اور زہیر بن سلمیٰ کی حیثیت اعزازی سرداروں کی سی ہو جوئی اور یہ کہ ہماری عزت اور احترام میں بھی قبیلہ کے اندر کوئی فرق نہیں آئے گا۔“

فردوس جب خاموش ہوا جب نفیل بن ساعدہ کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر کہنے لگا۔

”پہلے یہ بتائیں کہ یہ تجویز کسی کی ہے؟“

فردوس کے چہرے پر ہلکا سا قہقہہ نمودار ہوا، کہنے لگا۔

”نہ کسی نے تجویز پیش کی ہے نہ اس موضوع کے سلسلے میں کسی نے مشورہ دیا ہے۔ میں یہ میرا اور زہیر بن سلمیٰ کا فیصلہ ہے۔“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نے جواب طلب سے انداز میں زہیر بن سلمیٰ کی طرف دیکھا تھا جس پر زہیر بن سلمیٰ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! فردوس ٹھیک کہتا ہے۔ جو کچھ اس نے کہا ہے ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اسی میں قبیلہ کی بہتری، بھلائی، تحفظ اور سلامتی ہے۔“

زہیر بن سلمیٰ کے خاموش ہونے پر نفیل بن ساعدہ نے ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے حرمس بن شجرہ پر ڈالی اور کہنے لگا۔

”کیا تم بھی اس سے متفق ہو؟“

نفیل بن ساعدہ کے اس سوال پر فردوس اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹے! اس وقت دو اہم موضوع ہیں جن پر گفتگو ہونی ہے۔ پہلے ایک موضوع چھیڑتے ہیں اس کے بعد دوسرے پر گفتگو ہوگی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فردوس رکا، لمحہ بھر کے لئے اس نے عجیب سے اعزاز و تائب سالار زہیر بن سلمیٰ کی طرف دیکھا پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! میں اور زہیر بن سلمیٰ دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اپنی جوانی کے لے کر اب تک ہم دونوں اس قبیلہ کے سردار اور نائب سردار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اب میں اور زہیر بن سلمیٰ دونوں محسوس کرتے ہیں کہ اپنے بڑھاپہ کمزوری اور افریقہ کی وجہ سے ہم ان عہدوں سے انصاف کرنے کے قابل نہیں رہے۔ لہذا نئے سالار اور نائب سالار کا چناؤ کیا جائے گا۔ یہ پہلا موضوع ہے۔ اسے انجام تک پہنچایا جائے گا اس کے بعد دوسرے موضوع پر گفتگو کی جائے گی۔“

فردوس کے خاموش ہونے پر لمحہ بھر کے لئے نفیل بن ساعدہ نے تیز نگاہوں باری باری فردوس اور زہیر بن سلمیٰ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میرے اپنے نظریے کے مطابق سردار اور نائب سردار آپ دونوں ہی رہیں گے قبیلہ کے لوگ آپ دونوں سے صرف قبیلہ کی سرداری کرنے کی امید رکھتے ہیں گھوڑے کی چیمبر پر بیٹھ کر قبیلہ کی حفاظت کا فرض آپ کے ذمے نہیں لگاتے۔ جب قبیلہ کی حفاظت کا فرض مجھے اور حرمس بن شجرہ کو سونپ دیا گیا ہے تو ہم دونوں سالار اور نائب سالار کی حیثیت سے آپ دونوں کے تحت کام کرتے رہیں گے اور قبیلہ کی حفاظت کا فرض خوب انجام دیں گے۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا، تب فردوس بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! تمہاری آمد سے پہلے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ میں اور زہیر بن سلمیٰ جب جوان تھے تو کبھی اس موضوع پر گفتگو نہیں ہوتی تھی اس کے علاوہ اس سے قبل کبھی ہمارا کسی بڑی قوت سے ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ اس بار ہمارا ٹکراؤ بنی اسرائیل سے ہوا ہے اور یہ خاصا بڑا ٹکراؤ تھا اور پھر ہمارے ہمدرد سامعین اور بنی تاجروں نے ہم پر یہ بھی انکشاف کر دیا تھا کہ جب ہم یمن سے واپسی کا کام

فیل کے اہم امور میں کیسے عملی طور پر حصہ لے سکوں گا اور دلچسپی کا اظہار کر سکوں گا؟“
نفیل بن ساعدہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں فردوس بول اٹھا، کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! تمہارے تنقظات، تمہارے اندیشے اپنی جگہ درست ہیں۔ قبیلہ کا کوئی بھی فرد تم پر قدغن اور پابندی تو نہیں لگا رہا کہ تم ایک سالار کی حیثیت سے بخت نصیر کے ساتھ کام نہیں کر سکتے بلکہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ ایک فخر کا مقام ہے کہ باہل کے بادشاہ بخت نصر نے ہمارے قبیلہ کے ایک نو جوان کو اپنے لشکروں کا سالار مقرر کر رکھا ہے۔“

نصیر نے: ”ایہ! بخت نصر جب کبھی بھی کہیں تملہ اور ہونا چاہے گا تو تم پوری سرگرمی سے اس کے ساتھ جنگوں میں حصہ لیتے رہو گے۔ ایسی صورت میں قبیلہ کی محفوظ جگہ قائم رکھنے پر رکا۔ اور پھر تمہاری غیر موجودگی میں تمہاری جاری کردہ ہدایت کے مطابق حرقوس بن شجرہ قبیلہ کے سارے نظام کو چلاتا رہے گا اور تمہیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دے گا۔“

فردوس پھر بھلے کے لئے رکا۔ اس کے بعد بڑی شفقت سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اپنی بات آگے بڑھا رہا تھا۔

”اے ساعدہ! تمہاری حیثیت نصیر سے اور نصیر بن سلمیٰ کے سامنے ایک بیٹے کی سی ہے۔ ہم دونوں کی طرف سے تمہارے سامنے اتنا سب کے قبیلہ کے سب لوگوں نے جو مختلف فیصلہ کیا ہے اسے قبول کرنے سے انکار نہ کرنا۔“

جواب میں نفیل بن ساعدہ نے باری باری فردوس، نصیر بن سلمیٰ اور حرقوس بن شجرہ پر گہری نگاہ ڈالی، پھر ایک طرح سے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر آپ لوگوں کا یہی فیصلہ، یہی ارادہ، یہی عزم ہے تو پھر یوں ہی کسی۔“
نفیل بن ساعدہ نے ان الفاظ پر سب لوگوں کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر حرقوس بن شجرہ نے آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی پٹی، پھر پیچھے ہٹا اور کسی قدر بلند آواز میں کہنے لگا۔

”ایک مسئلہ حل ہوا۔ اب دوسرا مسئلہ میں پیش کرتا ہوں جو یہ ہے کہ سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہاں قیام کے دوران طرغانی اور عثیرہ دونوں کو نفیل بن ساعدہ سے پیادہ دیا جائے گا۔ اس لئے کہ گزشتہ دن طرغانی نے فردوس اور اس کے اہل خانہ

”نصیر سے متفق یا غیر متفق ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ قبیلہ کے سارے سرکردہ کا فیصلہ ہے۔ کم از کم مجھ کو تو ہمت نہیں کہ اس سے روگردانی کروں۔“

حرقوس کے ان الفاظ کے بعد نفیل بن ساعدہ نے وہاں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں تک نظر کرنے پر مجبور ہوا۔

”آپ لوگ اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں؟“
اس پر سب لوگ باری باری ایک ہی جملہ ادا کرنے لگے۔

”جو کچھ فردوس اور نصیر بن سلمیٰ نے کہا ہے وہ ہم سب کا مختلف فیصلہ ہے۔“
لوگوں کے ان الفاظ پر فردوس مسکرایا، پھر نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! مجھے امید ہے کہ اب تم لوگوں کے اس مختلف فیصلہ کو رد نہیں کرو گے۔“
نفیل بن ساعدہ نے پھر کچھ سوچا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

”آپ لوگ اس مسئلے کے سرف ایک پہلو پر غور کر رہے ہیں اور اسی پہلو کو سامہ رکھتے ہوئے آخری فیصلہ کر دیا ہے۔ آپ لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ باہل کا بادشاہ بخت نصر اپنے باپ کی طرح مجھے اپنے لشکریوں کا سالار خیال کرتا ہے۔ اس وقت تو

اپنی سلطنت کی بہتری، بھلائی اور لوگوں کے امور درست کرنے میں مصروف۔ مختلف نشستوں میں میری اس سے جو گفتگو ہوتی رہی ہے اس کے مطابق اپنی سلطنت کے حالات بہتر کرنے، نظم و نسق کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے کے بعد اس

ارادہ ہے کہ وہ باہل سے نکل کر بڑی بڑی رفاہی سے مغرب کا رخ کرے گا۔ کم از کم

روم کے سارے ساحلی شہروں کو فتح کرتا ہوا جنوب کا رخ کرے گا اور اسی اہلیوں

دونوں سلطنتوں پر ضرب لگائے گا۔ اس لئے کہ یہ سلطنتیں مختلف مواقع میں مختلف

عصرانوں سے ساز باز کرتے ہوئے اگر گرد کے علاقوں کے لئے خطرے کا باعث رہی ہیں۔ لہذا بخت نصر اسرائیل کی بھی اہانت سے انصاف نہ بھانپے

ارادہ رکھتا ہے۔

اور جب بخت نصر ان ہمنوں کی ابتداء کرے گا اور مجھے ایک سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر میں رکھے گا تو سوچو مجھ جیسے شخص کا قبیلہ کا سردار بننا کیسے مناسب ہے۔

سب لوگ جانتے ہیں۔ لہذا مجھ میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جیسا اس نے کیا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اسے کرنا چاہئے۔ آپ لوگوں نے مجھے میری بات مہمل نہیں کرنے دی۔ میری آپ سے اتنا سہا ہے کہ میں طرغانی اور عشیرہ سے باہل جا کر شادی کروں گا۔ تاہم مزید میری خواہش یہ ہے کہ یہاں قیام کے دوران ہی چند دن بعد ملکہ میرا دل کہتا ہے کہ کل یا پر سو دو دنوں میں ہی اتنا شیر اور قوص بن شجرہ کی شادی کا اہتمام کر دینا چاہئے۔ اس طرح قبیلے کے لوگوں کو خوشی کا جشن منانے کا ایک موقع مل جائے گا۔“

نقیل بن ساعدہ کی اس گفتگو سے سارے خوش ہو گئے تھے۔ پھر فردوس کہنے لگا۔
”اے ساعدہ! میرے بیٹے! تم تمہاری تجویز سے اتفاق کرتے ہیں۔ دو دن بعد قوص بن شجرہ اور انامید کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہاری خواہش کے مطابق طرغانی اور عشیرہ کو تم سے باہل پہنچنے کے بیاد دیا جائے گا۔“
اس فیصلے پر سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہ فردوس باری باری نقیل بن ساعدہ اور قوص بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

”اس موقع پر میں قبیلے کے اپنے افراد اور قبیلے کے جانوروں کی بہتری اور بھلائی کے لئے ایک مشورہ دوں گا۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ جن وادیوں کے اندر ہم نے قیام کیا ہوا ہے اس کے اطراف میں خانہ اور دوسری سبزیاں وافر بہتات میں ہوتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کچھ سبزیاں خصوصیات کے ساتھ خانہ نمونوں کے حساب سے چیر کے خشک کر لئے جائیں اور انہیں محفوظ کر لیا جائے تاکہ سفر کے دوران جہاں کہیں ہمیں کچھ میسر نہ ہو، خشک کی ہوئی سبزیاں کام میں آئی جا سکیں۔ پھیلکی بار جب ہم ان وادیوں کی طرف آئے تھے تب بھی میرا یہ ارادہ تھا۔ لیکن ان دنوں یہاں سبز یوں کی پیداوار بہت کم تھی اور بہت مشکل تھی۔ اس بار جو جائزہ لیا گیا ہے اس کے مطابق اس بار یہاں سبز یوں کی پیداوار کافی گنا زیادہ ہے اور پھر سستی بھی ہیں۔ لہذا میری تجویز ہے کہ اس بار وافر مقدار میں سبزیاں خشک کر لی جائیں۔“

اس موقع پر جو جانوروں کے لئے میں دوسری تجویز پیش کرتا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس بار ان علاقوں میں بارشوں کے موسم میں بارشیں زیادہ ہوئی ہیں۔ آپ چاروں طرف نگاہ دوڑائیں، جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے گھاس ہی گھاس ہے۔ ان علاقوں میں

کے ساتھ طویل گفتگو کی تھی جس میں طے ہوا تھا کہ طرغانی اور عشیرہ دونوں کو آپ کی زہنیت میں دیا جائے گا۔ ایسا کرنے سے قبیلے کے اندر خوشیوں کی برسات ہو جائے گی۔ جشن کا سماں بار پڑا ہو جائے گا اور پھر۔۔۔“

”قوص بن شجرہ نے بات مکمل نہیں کی ہے، ادھوری چھوڑ دی ہے۔“
فردوس بڑے غور سے قوص بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا تھا۔ اس کے بعد اس نے نقیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! یہ تمہاری شادی کا تو ذکر کر گیا ہے لیکن یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ زہیر بن سلمیٰ کی بیٹی انامید کو قوص بن شجرہ سے بیاہ دیا جائے گا۔ اس میں اس شجرہ کی خوشی بھی شامل ہے۔ زہیر بن سلمیٰ اور اس کے اہل خانہ بھی اس پر خوش اور رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں۔“

اس موقع پر نقیل بن ساعدہ نے شکوے بھرے انداز میں قوص بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ جواب میں قوص مسکرا رہا تھا۔ یہاں تک کہ نقیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

”میں نے آپ لوگوں کی یہ بات تسلیم کر لی کہ آپ مجھے قبیلہ کا سردار اور سالار بناتے ہیں اور قوص بن شجرہ کو نائب سالار اور نائب سردار مقرر کرتے ہیں۔ اب آپ لوگ میری ایک بات مانیں، میں طرغانی اور عشیرہ دونوں سے شادی کے لئے تیار ہوں۔ لیکن چاہتا ہوں میری یہ شادی اس وقت ہو جب یہاں سے جاتے ہوئے ہم باہل شجرہ کے قلعہ میں قیام کریں اور میں اپنی اس شادی میں چاہوں گا کہ بہت نصربی اس میں شرکت کرے۔ اگر میں نے یہاں شادی کر لی تو وہ شجرہ کر سکتا ہے کہ مجھے بتایا بھی نہیں کہ میں نے شادی کر لی ہے۔“

اس پر نقیل بن ساعدہ کی بات کا سنتے ہوئے زہیر بن سلمیٰ بول اٹھا۔
”بیٹے! اب تک باہل سے جو خبریں ہم تک آئی ہیں ان کے مطابق بخت نصر نے بھی قوم ماہ کے بادشاہ کیا کسار کی بیٹی ایبتا سے شادی کر لی ہے اور یہ شادی بھی تو تمہاری غیر موجودگی میں ہوئی ہے اور تم اس میں شرکت نہیں کر سکے۔“

”زہیر بن سلمیٰ! میرے محترم! آپ کا کہنا درست ہے۔“ نقیل بن ساعدہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا تھا۔ ”پر یہ بھی تو سوچو، بخت نصر باہل کا بادشاہ ہے، وہ ایسا کر سکتا ہے۔ میری حیثیت اس کے سامنے کیا ہے یہ آپ



نفیل بن ساعدہ جب سب لوگوں کی طرح اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف جانے لگا تب درس نے اُسے پکارا۔
نفیل بن ساعدہ رک گیا۔ فردرس اس کے قریب آیا، اس کے شانے پر ہاتھ رکھا،
پھر دھتے لیجے میں کہنے لگا۔

”بیٹے! ذرا میرے ساتھ آؤ۔“

اس موقع پر فردرس نفیل بن ساعدہ کو مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا اشج بن فردرس بھی قریب آیا، ہانکل نفیل بن ساعدہ کے سامنے آیا۔ اس کے اس طرح سامنے آنے پر نفیل بن ساعدہ دگ گیا۔ اشج بن فردرس آگے بڑھا، پرجوش انداز میں وہ نفیل بن ساعدہ سے گٹھے ملا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جا کر کہنے لگا۔

”میرے عزیز! اور محترم سردار اور سالار! میں جہاں آپ کو قبیلے کا سردار بننے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں وہاں آپ کا شکر یہ بھی ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری بہن مشیرہ سے شادی کرنے پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ میرے عزیز بھائی! آپ کی یہ رضامندی ایک طرح سے ہمارے گھر کے سب افراد کے لئے خوش اور طمانیت کا باعث بن جائے گی۔ گو ہماری بہن طرخانی نے کل گفتگو کے دوران سب کو یقین دلایا تھا کہ مشیرہ کی شادی ہر صورت میں آپ کے ساتھ ہوگی اور آپ اس کے لئے ہاں کریں گے۔ لیکن آج آپ نے خود اس کی حامی بھر کے میں سمجھتا ہوں ہمارے سارے گٹھے ٹٹوے، ہمارے سارے تفکرات اور تحفہات رفع کر دیے ہیں۔ اس کے لئے میں ایک بار پھر آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اشج بن فردرس جب پیچھے ہٹا تب فردرس مسکراتے ہوئے

کئی ہفتوں تک ہمارے جانور پیٹ بھر کے کھا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں ساتھ ساتھ قبیلے کے کچھ جوانوں کو فتنس کر دیا جائے جو روزانہ ہری گھاس کاٹ کر دائیں جانب کے کھلے میدان میں پھیلاتے جائیں اور جس طرح ہم قبیلے کے افراد کے استعمال کے لئے سبز یاں خشک کریں گے اسی طرح وافر مقدار میں گھاس بھی خشک کر لیں۔ اس خشک گھاس کے ٹکسے بنا کر محفوظ کر لئے جائیں اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ ایسی خشک گھاس سرمائے موسم میں جانور بڑی خوشی، رغبت اور شوق سے کھاتے ہیں۔“

فردرس جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”محترم فردرس! جو کچھ آپ نے کہا ہے اس پر فی الفور عمل شروع کر دیا جائے گا۔ اس موقع پر میں بھی حقوق بن شجرہ سے کچھ کہنا چاہوں گا۔

ابن شجرہ! میرے بھائی! میں اپنے پڑاؤ، خیمہ گاہ کا جائزہ لے چکا ہوں۔ ان وادیوں میں ان دیوں میں بھی بارش کا امکان ہوتا ہے اور تم لوگ دیکھتے ہو کہ آج کل تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔ بادل بھی بن رہے ہیں۔ لہذا ہمارے بائیں جانب سے کوئی خطرہ نہیں۔ دائیں جانب سے پہاڑوں سے اترنے والا کچھ پانی غری نالوں کی طرف جانے کی بجائے ان وادیوں کی طرف بھی آئے گا۔ لہذا میں چاہتا ہوں اس طرف کچھ نوجوان لگا دیئے جائیں جو زمین کو اس انداز میں کھود ڈالیں کہ پہاڑوں سے اترنے والا پانی ہماری خیمہ گاہ میں داخل ہونے کی بجائے دائیں جانب سے ہوتا ہوا قرعی نالوں کی طرف چلا جائے۔“

نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا گیا۔ پھر سارے فیصلے ہونے کے بعد لوگ وہاں سے مطمئن انداز میں اٹھ کر اپنے خیموں کی طرف ہو لئے تھے۔



اور تمہارا یہ احسان ہم دونوں میاں بیوی زندگی بھر فراموش نہیں کر سکیں گے۔ میں طرغانی کے ساتھ ساتھ مشیر کو قبول کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔“

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انعام جب پھر طرغانی اور مشیر کے پاس جا کھڑی ہوئی تب فردوس پھر بول اٹھا اور کہنے لگا۔

”تم نے ان سادہ کو ادھوری مبارکباد دی ہے۔ یہ خوشی جس کا تم نے اظہار کیا ہے صرف ہمارے لئے ہے اور پورے قبیلے کے لئے خوشی یہ ہے کہ سارے قبیلے نے مل کر میری خواہش کے مطابق نفیل بن سادہ کو قبیلے کا سردار اور حقوق بن شجرہ کو نائب سردار مقرر کر دیا ہے۔ قبیلے کا سالار بھی نفیل بن سادہ ہو گا اور حقوق نائب سالار ہو گا۔“

اس پر بھی سب لوگ نفیل بن سادہ کو مبارک باد دیے لگے تھے۔

اس موقع پر نفیل بن سادہ اپنے راجل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ فردوس پھر بول اٹھا۔ اس بار وہ اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”انشید! میری بیٹی! تو ابھی خوش قسمت ہے۔ تیری شادی حقوق کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور دو ایک روز تک تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس طرح پورے قبیلے کو خوشی کا ایک جشن منانے کا موقع مل جائے گا۔ جہاں تک نفیل بن سادہ، طرغانی اور مشیر کی شادی کا تعلق ہے تو نفیل بن سادہ کی خواہش ہے کہ یہ شادی باطل میں بخت نصر کی موجودگی میں ہو۔ اس لئے کہ بخت نصر نے نفیل بن سادہ کو اپنا سالار مقرر کر رکھا ہے۔ اس بنا پر یہ اس کی شرکت چاہتا ہے۔“

سب نے اس جوہر سے اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر خیمے کے دروازے پر حقوق بن شجرہ نمودار ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اناشید کے لبوں پر مسکراہٹ کھڑی تھی۔ خیمے کے دروازے پر جب وہ رک گیا تب فردوس نے اسے مخاطب کیا۔

”حقوق اس ایک کیوں گئے ہو؟..... اندر آؤ۔“

حقوق آئے بڑھانے نفیل بن سادہ کے چلو میں کھڑا ہوا پھر نفیل بن سادہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائی! میں نے قبیلے کے لوگوں سے دو کاموں کے سلسلے میں مشورہ کیا ہے۔ ایک تمہارا کوکاک کرخت کرنا، دوسرے مقامی کسانوں سے شالہ خرید کر اور انہیں

کہنے لگا۔

”ان سادہ! تمہیں علم ہے یا کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ میرے بیٹے افیج، کہہ دیا ہے۔ اب میرے ساتھ آؤ، خیمے میں بہت سے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“

نفیل بن سادہ چپ چاپ فردوس اور اس کے بیٹے افیج کے ساتھ ہولیا تھا دونوں کے ساتھ فردوس جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں اس وقت فردوس، بیوی ازلام کی بچائے نائب سالار ذہیر بن سلمیٰ کی بیوی احاطہ، اس کی بیٹی اناشید طرغانی اور مشیر سب اس انداز میں بیٹھے ہوئے تھے جیسے وہ بڑی بے چینی سے اور بڑا بے تاب سے کسی بات کے کہے جانے، کسی کام کے عملی صورت اختیار کئے جانے سے منتظر ہوں۔

نفیل بن سادہ جب فردوس اور افیج بن فردوس کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں بیٹھے سب افراد بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اس موقع پر مشیر، بخت فردوس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ نفیل بن سادہ کا اس طرح اس کے خیمے میں داخل ہونا اس کے لئے یقیناً ٹیک فال تھا۔ اس لئے کہ گزشتہ کئی دنوں سے اس طرح کبھی بھی نفیل بن سادہ ان کے خیمے میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اس موقع پر کھڑے ہی کھڑے فردوس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی بیوی ازلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آج میرے اور تمہارے لئے سب سے بڑھ کر خوشی کا دن ہے۔ اس لئے کہ طرغانی کے ساتھ ساتھ اب ہماری بیٹی مشیرہ کی شادی بھی نفیل بن سادہ سے ہو گی اور اس سلسلے میں نفیل بن سادہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔“

یہ الفاظ سن کر جہاں ازلام، طرغانی اور مشیرہ کے چہروں پر خوشیاں ہی خوشیاں، مسکراہٹ ہی مسکراہٹ تھی وہاں ذہیر بن سلمیٰ کی بیوی احاطہ اور اس کی بیٹی اناشید بھر وہاں موجود تھیں وہ بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

اس موقع پر ازلام حرکت میں آئی، آگے بڑھ کر نفیل بن سادہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، کئی بار اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگی۔

”ان سادہ! تمہیں کہنے کے رب کی۔ تم نے ہمیں قبل از وقت مرنے سے بچایا ہے

...ان بعد حرقوس اور انہیں شادی کا اہتمام کیا گیا اور پورے قبیلے میں ایک جشن کا سماں برپا ہو کر رہ گیا تھا۔

اس کے بعد قبیلے نے کئی ہفتوں تک یمن کی ان وادیوں کے اندر قیام کئے رکھا۔ اس کاٹ کاٹ کر اسے خشک کر کے گھسنے کے گھسنے بنائے گئے تھے اور انہیں پھنکڑوں کے اندر رکھتے ہوئے ان کے اوپر چڑے کی چادریں ڈال کر انہیں محفوظ کر دیا گیا تھا۔

نہایت عورتیں رات کے وقت شام کے غلوں کے کاٹ کر انہیں خشک کر لیا کرتی تھیں اور بن بھی سامنے میں خشک کر کے ڈھیروں کی مقدار میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ یوں چند یمن کی ان وادیوں میں قیام کرنے کے بعد خانہ بدوش قبیلے نے نفیل بن ساعدہ حرقوس بن شجرہ کی سرکردگی میں پھر واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔

.....

کاٹ کر خشک کرنے کا بھی ان سے ذکر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کام میں ہم کے سردار اور عورتیں سب حصہ لیں گے۔ قبیلے کے چند سرکردہ لوگوں کو مقامی کسانوں کی طرف روانہ کر دیا جائے گا اور وہ ان سے شام کے کھیت کے کھیت خرید لیں گے۔ لوگوں کے ساتھ مل کر یہ طے پایا ہے کہ صبح سے لے کر دوپہر تک شام اکٹھے کرنے کا کام کم جاتا رہے گا۔ شام اکٹھے کر کے ہمارے قریب ہی جاپانی کا ٹالا جوتا ہے اس میں انہیں دھو کر کنارے پر خشک کر لیا جائے گا اور پھر قبیلے کی عورتیں رات کو کاٹ کر انہیں رسیوں میں بوند کر خشک کرنے کے لئے لٹکا دیں گی۔ جہاں تک گھاس کاٹنے کا تعلق ہے تو مرد اور عورتیں سب اس پر راضی ہیں کہ قبیلے کے سب افراد پچھلے پہر گھاس کاٹنے کا عمل کیا کریں گے۔ اس لئے کہ پچھلے پہر گہری کا زور کم ہوتا چلا جاتا ہے اور گھاس کاٹنے کا سلسلہ شام گئے تک جاری رکھا جاسکتا ہے۔

حرقوس بن شجرہ جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔

”ان شجرہ! قبیلے کے لوگ مل کر جو فیصلہ کرتے ہیں اسی پر عمل کیا جائے گا۔ چلو تم اور تم کچھ لوگوں کو لے کر کسانوں کے پاس جاتے ہیں۔ ان سے شام خریدنے سے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اور ابھی سے ان دونوں کاموں کی ابتداء کر دی جائے گی۔ حرقوس بن شجرہ کے علاوہ فردوس نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر اشع بن فردوس بول اٹھا۔

”اگر آپ برائے نام نہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“

نفیل بن ساعدہ نے منکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔ ”مگر تم نہ بھی بولتے تب بھی میں تمہیں ساتھ لے کر چلتا۔“

پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ پھر کہنے لگا۔ ”طرغائی! تم یہیں رہو، میں کچھ کام نسا کر لوٹتا ہوں۔“

اس پر طرغائی کہنے لگی۔ ”نہیں، میں اور عیشہ دونوں اپنے خیمے کی طرف جائیں گی۔“

اس پر نفیل بن ساعدہ خاموش رہا۔ پھر وہ حرقوس اور اشع کے ساتھ خیمے سے نکل گیا تھا جبکہ طرغائی اور عیشہ بھی وہاں سے نکل کر نفیل بن ساعدہ کے خیمے کی طرف ہوئی تھیں۔

”ہمارے پاس تین خبریں ہیں۔ ایک بری، دوسری اچھی اور تیسری بہت اچھی۔“
 نے والے کے ان الفاظ پر جانے اور تو لک دوہوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے
 نے منکرار ہے تھے۔ اس پر جانے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”جو کچھ تمہارے پاس ہے تفصیل کے ساتھ کہو۔“
 اس پر آنے والا دوبارہ بول اٹھا۔

”جو خبر بری ہے وہ یہ ہے کہ طرغانی خانہ بدوش قبیلے کے سردار فضل بن ساعدہ سے
 جنت کرنے لگی ہے۔ اس کے بغیر وہ ایک بھٹی نہیں رہتی۔ جہاں جاتا ہے اس کے
 ہاتھ ہوتی ہے۔ نیچے میں بھی اکیلی اس کے ساتھ رہتی ہے اور اب اس کے قبیلے کے
 وہ اس بات پر حقیقت میں بلکہ زور دینے لگے ہیں کہ فضل بن ساعدہ کو طرغانی کے علاوہ
 منہ بدوش قبیلے کے سردار کی بیٹی عیشہ سے شادی کر لیں چاہتے اور سب نے مل کر یہ
 طے کیا ہے کہ ان تینوں کی یہ شادی باہل پہنچ کر ہوگی۔
 باہل سے روانہ ہونے کے بعد خانہ بدوشوں کا وہ قبیلہ اپنے پہلے سے ملے شدہ
 راستے اور شاہراہوں پر ہوتا ہوا یمن پہنچا تھا۔ یمن میں انہوں نے کئی مہینے قیام کیا۔
 اب وہ واپسی کا سفر کر رہا ہے۔“

جو ابھی خبر ہے وہ یہ کہ طرغانی نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ بغیر شادی کے وہ خانہ
 بدوش قبیلے میں قیام کئے ہوئے ہے۔ بہر حال فضل بن ساعدہ سے شادی کرنے کا اس کا
 وہ پکا اور آخری ہے۔

جو خبر بہت اچھی ہے وہ اس طرح ہے کہ یمن کی وادیوں سے روانہ ہونے کے بعد
 وہ بدوشوں کا وہ قبیلہ جب فلسطین سے ناحۃ کوہستانی سلسلوں سے ہو کر گزرے گا تب
 فی اسرائیل کے کچھ قبائل ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں
 گے۔ اس لئے کہ یہاں سے یمن جاتے ہوئے خانہ بدوش قبیلے کے جنگجو ایک ایسے
 راہنہ گروہ پر حملہ آور ہوتے تھے جو لوٹ مار کا کام سر انجام دیتا تھا اور وہ اکثر و بیشتر
 قبی اور سانی تاجروں کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ ان تاجروں نے خانہ بدوش قبیلے سے
 واپس کی جس پر وہ ان اسرائیلیوں پر حملہ آور ہونے اور ان سب کو موت کے گھاٹ
 نہ دیا اور ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اب اپنے انہی افراد کا انتقام لینے کے
 لیے اسرائیل کے جنگجو قبائل خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہوں گے۔ اور یہ بھی سنایا ہے

”یہ تین سردار تو لک اور جانے ایک روز اپنے ساتھیوں کے ساتھ قوم مارے
 بادشاہ کیا سارا کے لئے شکار تلاش کرنے میں مصروف تھے۔ صبح سے لے کر سہ پہر تک
 وہ اس تک و دو میں رہے لیکن اس روز انہیں کوئی شکار نہ ملا۔ جس وقت دونوں تھک چکے
 کر ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھی ساتھیوں کو اصرار اور
 دہراتے ہوئے شکار کی تلاش میں تھے تب جانے ایک دم چونک پڑا۔ اس لئے کہ ان
 دونوں نے اپنے جن ساتھیوں کو فضل بن ساعدہ اور طرغانی پر نظر رکھنے کے لئے روانہ کیا
 تھا وہ اپنے گھوڑوں کو دہراتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔“

تو لک نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا لہذا وہ بھی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس موقع پر جانے
 نے بڑی بے تابی سے تو لک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”میرے بھائی! تھوڑی دیر قبل تک میں بڑی اذیت کا شکار تھا۔ اس لئے کہ آج
 نہیں لیا سارا کے لئے کوئی شکار نہیں ملا۔ لیکن یہ جو ہمارے ساتھی آ رہے ہیں ان کی
 وجہ سے میری ساری کوششیں اور مسرت میں تبدیل ہو گئی ہے۔“

جب وہ آنے والے گھوڑوں کو قریب آئے تب جانے اور تو لک ان کے استقبال کے
 لئے اپنی بیٹیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریب آ کر وہ سوار اپنے گھوڑوں سے
 اترے۔ بدجوش انداز میں جانے اور تو لک سے ملے۔ سب اکٹھے بیٹھ گئے۔ پھر گفتگو کا
 آغاز جانے نے کیا اور آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! تمہارا کیا تم ہمارے لئے طرغانی سے متعلق کوئی اچھی خبر لے کر
 آئے ہو؟“

جانے کے اس استفسار پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد جانو رکا، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”تو لک! جہاں تک میں سمجھا ہوں، وقت اور حالات سب ہمارے حق میں کام کر رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کے قبائل کا خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا ہمارے لئے یقیناً نیک فال ہے۔ سن تو لک! آج یہاں سے واپس جانے کے بعد ہم کیا کسارا سے یہ جان کریں گے کہ کم اپنے کچھ گریزوں سے ملنے کے لئے کوہستان قفقاز کے اس پار سفر کرتے چاہتے ہیں جہاں ہمارے دور اور نزدیک کے عزیز و اقارب ہیں۔ ہم کیونکہ ایک عرصہ وہاں سے جدا ہو چکے ہیں لہذا ان سے ملنا چاہتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں کیا کسارا کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ ہمیں جانے کی اجازت دے دے گا۔ جب وہ ایسا کرے گا تو کوہستان قفقاز کی طرف جانے کی بجائے ہم ان اسرائیلی قبائل کا رخ کریں گے جو فیصل بن ساعدہ کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ ان اسرائیلی قبائل میں ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ جس وقت وہ خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہوں گے ہم بھی ان پر حملہ آور ہو جائیں گے اور اسی جگہ اور بھاگ دوڑ اور لوٹ مار اور نگرائے کے دوران ہم طرغائی کو لے کر بھاگ نکلیں گے۔ واپس کیا کسارا کے پاس نہیں آئیں گے۔ ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کی طرف چلے جائیں گے۔ اس لئے کہ ہمارے بہت سے سستیمن ساتھی اس کے پاس پناہ لے چکے ہیں بلکہ اس کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ لہذا وہاں جا کر ہم محفوظ رہیں گے۔

اگر ہم طرغائی کو لے کر آلیات کی بجائے کیا کسارا کے پاس آتے ہیں تب فیصل بن ساعدہ اپنا یہ معاملہ بائبل کے بادشاہ بخت نصر کے سامنے پیش کرے گا اور بخت نصر کیا کسارا سے طرغائی کا مطالبہ کرے گا۔ اور جب ایسا ہوگا تو کیا کسارا بخت نصر کے مطالبے کو رد نہیں کر سکے گا۔ ایک تو اب بخت نصر کی طاقت اور قوت خوب ہے، دوسرے وہ کیا کسارا کا دایا ہے۔ لہذا اپنے داماد اور بیٹی کی خوشنودی کے لئے کیا کسارا یقیناً طرغائی کو کم سے جھین کر فیصل بن ساعدہ کی طرف روانہ کر دے گا۔ لہذا طرغائی کو حاصل کرنے کے بعد ان سرزمینوں کی طرف آنے کی بجائے ہم ایشیائے کوچک کا رخ کر جائیں گے۔“

کہ بنی اسرائیل کی دو حکومتوں میں سے ایک حکومت ان حملہ آوروں کی پشت پناہ مددگار بنی ہوئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا جب خاموش ہوا تب اس کی طرف گھورنے والا انداز میں دیکھتے ہوئے تو لک نے پوچھا۔

”تم نے پہلی خبر کو برا کہا کہ طرغائی فیصل بن ساعدہ سے محبت کرنے لگی۔ دوسری خبر کو اچھا کہا کہ طرغائی ان فیصل بن ساعدہ نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ تیسری خبر کو تم نے کیسے بہت ہی اچھا کہہ دیا۔ اگر بنی اسرائیل کے قبائل اس خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہو کر اپنا انتقام لینا چاہتے ہیں تو پھر یہ خبر ہمارے لئے کیسے بہت اچھی گئی؟ اور ہمارا اس سے کیا تعلیق اور واسطہ ہے؟“

تو لک جب خاموش ہوا تب جانو اس کی طرف گھورنے کے انداز میں کہنے لگا۔
”میں نے اکثر دیکھا ہے تمہارا دماغ بڑی دیر کے بعد حرکت میں آتا ہے۔ تمہارے اشیاعور کی باتیں تمہارے شعور میں آنے میں بڑی دیر اور تاخیر کرتی ہیں۔ ہم خبر کو انہوں نے بہت اچھا کہا ہے میں اسے بہت ہی اچھی خبر کہوں گا۔

سن تو لک! پہلے میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ کسی موقع پر بائبل کی طرف آتے ہو۔ فیصل بن ساعدہ اور طرغائی ابھی اکیلے سفر کریں گے تو ہم ان پر حملہ آور ہوں گے۔ فیصل بن ساعدہ کا کام تمام کر دیں گے اور طرغائی کو اٹھا کر لے بھاگیں گے۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ دونوں اکیلے سفر کریں یا اپنے قبیلے کے بچہ لوگوں کے ساتھ علیحدہ ہو کر بائبل کا رخ کریں۔ ایسا اس وقت ممکن تھا بائبل کا بادشاہ بخت نصر اسے کسی اہم کام کے سلسلے میں بلا لیتا۔ تب ممکن تھا کہ فیصل بن ساعدہ اپنے قبیلے سے جدا ہو کر بائبل کا رخ کرے اور اس کا قبیلہ اس کے پیچھے پیچھے بائبل کا رخ کرے۔ اور اگر فیصل بن ساعدہ بخت نصر سے نکل کر بائبل کی طرف جاتا تو یقیناً طرغائی اس کے ساتھ ہوتی۔ اس لئے کہ صرف بخت نصر کا باپ بلکہ حالات بھی طرغائی کو فیصل بن ساعدہ کے حوالے کر رہے ہیں۔ اور پھر آنے والے نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ فیصل بن ساعدہ سے محبت کرتی۔ لہذا وہ یقیناً فیصل بن ساعدہ کی غیر موجودگی میں قبیلے میں رہنے کی بجائے اس کے پاس ہی بائبل کی طرف سفر کرتی۔ ایسی صورت میں ہم ان پر غلبہ پا سکتے تھے اور طرغائی حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔“

م نے اس کے پاس بٹاوا اس لئے ہی تھی کہ اپنی قوم کے قتل عام کا اس سے انتقام لے۔ لیکن یہاں رہتے ہوئے اس نے ہم پر احسانات کئے تو جتنی طور پر انتقام کی ایک کم از کم میرے ذہن میں مانہ پڑ گئی تھی۔ لیکن آج اس نے جو سلوک ہمارے دیا ہے تو اب میرا انتقامی جذبہ اپنے عروج پر آ گیا ہے اور میں کیا کسار سے اپنی اہانت ہی نہیں، اپنی قوم کے قتل عام کا ایسا انتقام لوں گا کہ کیا کسار ساری عمر دے انتقام کی آگ میں جلا رہے گا، جسم ہو رہے گا۔“

ہاتھ کے ان الفاظ پر تو ملک چونکا تھا۔ جانتو جب خاموش ہوا جب فکر مندی میں اس طرف دیکھتے ہوئے تو ملک کہنے لگا۔

”جانتو! جس سے تم انتقام لینے کے لئے کل مجھے وہ وہ قوم یاد کا بادشاہ ہے۔ اس کا پاس بڑی طاقت اور بڑی قوت ہے۔ پھر تم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟“

تو ملک کے ان الفاظ کے جواب میں جانتو نے ایک ایسا قہقہہ لگایا جیسے وہ پاگل ہو رہا ہو۔ اس کے اس زوردار قہقہے پر تو ملک بھی پریشان ہو گیا تھا۔ اس کا بازو پکڑ کر لہجہ اڑا کہنے لگا۔

”جانتو! تم اپنے حواس میں تو ہو؟“

جانتو نے تو ملک کی پیٹھ پیٹھائی اور کہنے لگا۔

”پہلے حواس میں نہیں تھا تو ملک! حواس میں تو میں آج ہی آیا ہوں۔ اس کیا کسار ہمارے ساتھ ہے وفانی کی ہے۔ اور دیکھو میں اس سے کیا ہولناک انتقام لیتا۔“

تو ملک اور زیادہ جانتو کے قریب ہو کر بیٹھا پھر سرگوشی میں پوچھا۔

”تم کیسا اور کس طرح کا انتقام لینا چاہتے ہو؟ ذرا آہستہ بولو اور مجھے تفصیل بھی۔“

جواب میں لمحہ بھر کے لئے جانتو کے چہرے پر سرگردی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اپنا دہانہ تو ملک کے کان کے قریب لے گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آج ہم شکار حاصل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں۔ نکل کر نہیں ہوں گے کل۔ آج کے لئے جدوجہد بھی نہیں کریں گے پھر بھی شکار ہمیں ملے گا اور ایسا ملے گا کہ باسار کی پیشکش یاد رکھیں گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو رکا، پھر بڑے غور سے تو ملک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تو ملک! جو تکہ میں کہنا چاہتا تھا کیا وہ تمہاری کچھ، تمہارے شعور میں بیٹھ گیا ہے؟“
جواب میں اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے امتحان انداز میں تو ملک کہنے لگا۔

”جانتو! میرے عزیز! تو ٹھیک ہی کہتا ہے۔ طرغائی کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اسرائیلی قبیلوں میں شامل ہونا ہی پڑے گا اور ایسا کر کے مجھے امید ہے کہ ہم طرغائی کو آسانی سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

اب سورج ڈھلنا شروع ہو گیا تھا لہذا انہوں نے واپس اٹھنا شہر کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہیں کیا کسار کے لئے شکار نہیں ملتا تھا تاہم وہ اس بات پر خوش اور مطمئن تھے کہ فیصل بن ساعدہ کے قبیلے کی خبر ان کے لئے انہوں نے جو اپنے ساتھی جیسے تھے وہ لوٹ آئے ہیں۔

تو ملک اور جانتو جب کوئی شکار حاصل کئے بغیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور قصر میں جب ان کے واپس آنے کی اطلاع کیا کسار کو ہوئی اور کیا کسار نے یہ جانا کہ وہ کوئی شکار حاصل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں تب مؤرخین

لکھتے ہیں کہ کیا کسار نے ان دونوں سرداروں کی بدترین بے عزتی کی۔ سب کے سامنے انہیں ذلیل اور رسوا کیا اور ذلت آمیز انداز میں قصر سے نکال دیا۔

یہ دونوں تھیں سردار قوم باد کے بادشاہ کیا کسار سے بے عزتی کروانے کے بعد جب واپس اپنی رہائش گاہ آئے تو بڑے پریشان، فکر مند، غموں و ملول تھے۔ کچھ دیر تک دونوں سر جھکا کے بیٹھے رہے، کچھ سوچتے رہے۔ آخر جانتو جو بڑا تیز اور ذریک تھا،

تو ملک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تو ملک! قوم باد کے بادشاہ کیا کسار نے آج ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اس سے پہلے ہماری قوم کو تباہ و برباد کیا، ہمارے سردار کے علاوہ ہمارے بڑے بڑے سرگردہ سالاروں کو اس نے جھوکا دی ہے کام لے کر دعوت پر بلایا اور ہوش کر کے ان کا خاتمہ کر دیا اور پھر غفلت کی حالت میں ہمارے لشکر پر حملہ آور ہو کر ہمارے ان

مہنت لوگوں کا اس نے قتل عام کیا۔“

”کیا کسارا کو اس کے بیٹے کا گوشت کھلانے کے بعد ہم بھاگ کر نئی اسرائیل کے ان قبائل میں شامل ہو جائیں گے جو اکادیوں کے خاند بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ ان میں شامل ہو کر اپنا دوسرا مقصد حاصل کریں گے یعنی وہاں سے طرغائی کو لے لیں گے اور اسے لے کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایلیائے کو چپک کارخ کریں گے۔ ہمارے بہت سے بھائی بند پہلے ہی آیات کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ ہم بھی اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔“

ہمارے جانے کے بعد اگر کیا کسارا کو خبر ہو جاتی ہے کہ ہم نے اسے اس کے بیٹے کا گوشت کھلا دیا ہے اور بھاگ کر ایلیائے کو چپک کے بادشاہ آیات کے علاقوں میں چلے گئے ہیں تو یقیناً آیات سے ہماری واپسی کا مطالبہ کرے گا اور آیات کبھی بھی کیا کسارا کے مانگنے پر ہمیں اس کے حوالے نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اس کے لشکر میں پہلے سے ہمارے بہت سے ساتھی اور بھائی شامل ہیں جنہوں نے اس کی عسکری طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر رکھا ہے۔ اس طرح کیا کسارا سے انتقام لینے، طرغائی کو حاصل کرنے کے بعد ہم کامیابی کے ساتھ آیات کے علاقوں میں مستقل رہائش اختیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

جائو جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تو تک نے پھر آگے بڑھ کر پہلے جائو کو اپنے ساتھ لپٹایا، کئی بار اس کی پیشانی چومی، پھر پیچھے ہٹ کر انہوں کی طرح خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”واہ، واہ..... کیا خوب اور کامیاب ترکیب ہے۔ اس سے تو گلدھے کا دماغ رکھنے والے اس کیا کسارا سے وہ انتقام لیں گے کس کی ٹانگیں تک یاد رکھیں گی۔“

تو تک کے ان الفاظ پر جائو بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر اٹھا اور کہنے لگا۔

”اب آؤ، اپنے ساتھیوں کے پاس چلے ہیں اور انہیں بھی ہدایت کرتے ہیں کہ اب اس معاملے کو راز میں رکھیں۔“

تو تک نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر وہ اٹھ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف ہو لئے تھے۔

رات کے وقت تو تک اور جائو دونوں نے اپنے سارے ساتھیوں کو اپنا راز دار بنا لیا تھا۔

تو تک نے چار اور محبت سے اپنا سر جائو کے سر پر دے مارا اور کہنے لگا۔

”پہیلیاں بھجواتے رہو گے یا کچھ صاف الفاظ میں بھی بتاؤ گے؟“

جائو مسکرایا، کہنے لگا۔

”سنو تو کل! تم جانتے ہو کیا کسارا کے چھوٹے بیٹے کے ساتھ میرے ۱۵ بڑے گہرے اور قریبی ہیں اور وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔ انکو ویشترہ شکار پر اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کہتا ہے۔ کل جب ہم شکار کے لئے نکلیں انتہائی خفیہ اور راز داری کے انداز میں کیا کسارا کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جائیں لیکن کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے گی کہ وہ ہمارے ساتھ گیا ہے۔ اسے اس پر کرنے کے لئے میں اس سے کہوں گا کہ اس کا باپ اسے ہمارے ساتھ شکار کے نہیں جانے دینا چاہتا، ہم پر پابندی لگا دیں گی کہ ہم اس کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اگر اس نے ہمارے ساتھ جانا ہے تو پھر چپک ہمارے ساتھ ہو گا۔ آپ چھپا کر رکھتے نہ کسی کو خبر ہی نہ ہو کہ وہ شکار کے لئے ہمارے ساتھ گیا ہے یہاں تک کہنے کے بعد جائو جب خاموش ہوا تو تو تک آنکھیں چماڑ کر ۱۱ طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا کسارا کے بیٹے کے اس طرح ہمارے ساتھ جانے سے ہمیں کیا فائدہ؟ اور ہم کیسے کیا کسارا سے انتقام لے لیں گے؟“

جائو نے اس موقع پر کہا جانے والے انداز میں تھوڑی دیر تک فضا میں کھم کہنے لگا۔

”سنو..... کیا کسارا کے بیٹے کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے..... اپنے ساتھیوں کو یہ معاملہ خفیہ رکھنے کی تاکید کر دیں گے۔ دن بھر اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ شکار نہیں کریں گے۔ سارا وقت تکمیل کو میں مشاغ کریں گے۔ جب شام ہو اسے کیا کسارا کا بیٹا نہیں سمجھیں گے بلکہ ایک جنگلی مینڈھا اور بھیسا سمجھ کر اسے کریں گے۔ اس کی چوڑی اتار کر، اس کا گوشت جتا کر کیا کسارا کو پیش کریں۔ خود یہاں سے بھاگ لیں گے۔ مجھے امید ہے کہ کئی الغور کیا کسارا کو ہماری اس کا علم نہیں ہو گا۔“

جائو رکھا، ایک لمبا سانس لیا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

اگلے روز وہ اندھیرے میں ہڈی شکار کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کسی کو ان پر شک نہ ہوا۔ اس لئے کہ پہلے بھی وہ اکثر و بیشتر ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اس بار بڑا رازداری سے وہ کیا کسار کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

قوم ماد کے مرکزی شہر اگھانہ میں کسی کو کانون کا خبر تک نہ ہوئی تھی کہ دور درستی میں سردار اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کسار کے بیٹے کو بھی شکار کے بھانے چکر کی طرف لے گئے ہیں۔

تو لک اور جانتو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاں اکثر و بیشتر کیا کسار کے لئے تلاش کیا کرتے تھے، انہی ویرانوں کی طرف گئے۔ دن بھر وہ شکار کا بھانہ کرتے ہوئے کیا کسار کے بیٹے کے ساتھ یونہی ادھر ادھر گھوڑے دوڑاتے ہوئے وقت گزار رہے۔ واپسی سے کچھ دیر پہلے انہوں نے کیا کسار کے بیٹے کو بکڑ لیا، اسے مار کر اس کی پجڑی اتار کر زمین میں دبا دی۔ جانوروں کے گوشت کی طرح اس کے ٹکڑے کو کے قبیلوں میں ڈال کر وہ واپس کیا کسار کی طرف ہو لے گئے۔

اس روز کیا کسار اب بے حد خوش ہوا۔ اسے اس بات کی خوشی تھی کہ آج وہ اس کے لئے کافی بڑا شکار لے کر آئے تھے۔ گزشتہ دنوں جو اس نے جانتو اور تو لک کی بے عزتی کی تھی اس پر اس نے دبے دبے الفاظ میں معذرت بھی کر لی اور شکار لانے پر نہ صرف انہیں شاباش دی بلکہ انعام و اکرام سے بھی نوازا۔

اسی رات تو لک اور جانتو کیا کسار کو اس کے بیٹے کا گوشت کھلانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ قوم ماد کے مرکزی شہر اگھانہ سے غفلتوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔ مؤرخین و فصاحت کے ساتھ یہ بیان کرتے ہیں کہ دونوں ساتھیوں سردار کیا کسار کو اس کے بیٹے کا گوشت کھلانے کے بعد بھاگ گئے تھے۔



نفیل بن ساعدہ اور حوقس بن ثجرہ اپنے قبیلے کی راہنمائی کرتے ہوئے معمول کے مطابق اپنے جانے بچانے راستوں اور شاہراہوں پر رواں دواں تھے کہ ایک جگہ دائیں انہیں دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کے اس طرح دکنے پر اس کے ساتھ حوقس بن ثجرہ، فردوس، زبیر بن سلمیٰ، اس کے دونوں بیٹوں شیخ بن فردوس، طرغانی، عیسیرہ اور دوسرے سارے سالاروں نے اپنے گھوڑوں کو روک دیا تھا اور ان کے رکنے پر پورا خانہ بدوش قبیلہ ان کے پیچھے رک گیا تھا۔

حوقس بن ثجرہ، فردوس اور زبیر بن سلمیٰ کے علاوہ باقی سب لوگ بھی سوالیہ انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ باری باری اس نے لمحہ بھر کے لئے فردوس، زبیر اور حوقس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”ذرا اپنے دائیں بائیں دیکھیں، یہ جو بڑے کو ہستانی سلسلے ہیں اور ان کے درمیان جو آدیاں ہیں یہ کیسی گھاس سے بھری ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے بھی ہم نے ان آدویوں میں پڑاؤ نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہاں اکثر و بیشتر گھاس نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے اس دفعہ ہماری غیر موجودگی میں بارشیں خوب ہوئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں یہاں قبیلے کے ساتھ پڑاؤ کر لیں۔ جس قدر گھاس مجھے دکھائی دے رہی ہے اگر اس سے آگے بھی میدانوں نے اندر گھاس ہے تو پھر ہم کم از کم وہ ماہ تک یہاں پڑاؤ کر کے اپنے جانوروں کی خوراک کا سامان کر سکتے ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کا جواب کوئی دینا ہی چاہتا تھا کہ سامنے کی طرف تہ کچھ گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ،

حقوق بن شجرہ اور دوسرے سب لوگ انہیں پہچان گئے تھے۔ آنے والے خانہ کا قبیلے کے وہ خیر تھے جنہیں انہوں نے بنی اسرائیل کے جنگجوؤں پر نگاہ رکھنے کے روانہ کیا تھا۔ وہ جب قریب آئے تو بڑی خوش طبعی سے انہیں مخاطب کرتے ہوئے بن ساعدہ کہتے گا۔

”میں تم سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور یہ امید رکھتا ہوں کہ تم یقیناً اپنے قبیلے کے اچھے خیر لے کر آئے ہو۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو تو میں بعد میں تم سے سنوں گا۔ الحال میں یہاں پڑاؤ کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔“

ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ نے باری باری فردوس، زہیر اور حقوق اور دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ یہاں پڑاؤ کرنا چاہئے کہ نہیں؟“

اس موقع پر زیادہ تر لوگوں کی نگاہیں فردوس اور زہیر پر جم گئی تھیں۔ وہ سردار کچھ دیر تک اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ہی بیٹھے چاروں طرف نگاہ دوڑاتے رہے۔ فردوس نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! میرے بیٹے! تمہارا کیا درست ہے۔ ان علاقوں میں واقعی ہم اپنے قبیلے کے ساتھ کبھی پڑاؤ نہیں کیا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہاں میدانوں، کوہستان، سلسلوں، وادیوں کے اندر اس بار خلاف معمول جانوروں کے لئے گھاس کے ذخائر ہیں جسے جانور بڑے شوق اور رغبت سے کھاتے ہیں۔ تمہارا اندازہ درست ہے جس قدر گھاس دکھائی دے رہی ہے اگر اس سے آگے میدانوں میں بھی دور تک لے لے گھاس ہے تو ہم یقیناً دو ماہ تک پڑاؤ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ذرا دائیں جانہا دیکھو۔ یہ جو برساتی نالہ ہے، پھرے خیال میں ہماری غیر موجودگی میں اس میں پانی جمع رہا ہے اور اس کے کنارے کھجی کے وہ پودے جو خشک ہو چکے تھے وہ بالکل ہرے بھرے ہیں اور انہوں نے شاخیں بھی خوب نکالی ہوئی ہیں۔ یہاں پڑاؤ کے دوران جہاں ہم اپنے جانوروں کی خوراک کا بندوبست کر سکتے ہیں وہاں اس کھجی سے نوکریاں بنا کر راستے میں پڑنے والے مختلف شہروں میں بیچ کر اچھی خاصی رقم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔“

فردوس کے ان الفاظ سے نفیل بن ساعدہ ہی نہیں سارے لوگ خوش ہو گئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر حقوق بن شجرہ بلند آواز میں قبیلے والوں کو وہاں پڑاؤ کے حکم دے رہا تھا۔

جب نئے نصب ہو گئے تو قبیلے کے کچھ جوانوں نے سارے جانوروں کو چرنے کے لئے ایک طرف ہانک دیا تھا۔ چمکڑے کھینچنے والے اونٹوں، گھوڑوں اور غجروں کی میں اور نکلیں نکال دی گئیں۔ چمکڑے ایک گول دائرے کی صورت میں کھڑے کر دیے گئے تھے اور ان کے اندر قبیلے کا ضروری مشترک سامان رکھ دیا گیا تھا۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ، حقوق بن شجرہ، فردوس، زہیر بن سلمیٰ، دونوں کے بیٹے، کچھ دیگر سالاروں کے علاوہ بہت سی عورتیں بھی ایک قدرے بلند جگہ بیٹھ گئے۔ عورتوں میں طرغائی اور شجرہ بھی شامل تھیں۔

ان خبروں کے آنے پر کچھ لوگ فکر مند اور شکرات کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ آخر بن ساعدہ نے آنے والے اپنے ان طلباء گردوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

”میرے بھائیو! اب بتاؤ، اسرائیل قبائل سے متعلق کیا اطلاع ہے؟“

نفیل بن ساعدہ کے اس استفسار پر آنے والوں میں سے ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”پہلے تو ہم آپ کو قبیلے کا سردار مقرر ہونے پر مبارک باد دیتے ہیں۔ اس لئے کہ زہیر یہاں آکر ہمیں ملی ہے۔ اس کے بعد آپ سے گھڑاؤ ہم اس طرح کرتے ہیں بنی اسرائیل کے وہ قبائل جو ہم پر حملہ آور ہونے کے درپے ہیں وہ ان شاہراہوں اور راستوں سے خوب واقف ہیں جن پر ہم سفر کرتے ہیں۔

مدین کی سرزمینوں سے ذرا آگے جہاں کوہستانی سلسلے کی قدر بلند ہیں جہاں گھاس افر ہوئی ہے اور جہاں ہم پڑاؤ کرتے ہیں وہ قبیلے اس وقت ان میدانوں کے اندر جمع ہو رہے ہیں۔ ان کی راہنمائی اور راہبری وہ لوگ کر رہے ہیں جو ان شاہراہوں پر مارے تھرک رہنے کے منصوبوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے انہوں نے یہ منصوبہ بندی کی ہے کہ جب ان کے ہارندے انہیں ہمارے قافلے کے آنے کی خبر دیں گے تب وہ ان میدانوں سے انہیں لے جہاں وہ جمع ہو رہے ہیں اور جہاں کوہستانی سلسلہ کسی قدر بلند ہے اور شاہراہ ان کوہستانی سلسلوں کے بیچ میں سے گزرتی ہے، وہاں وہ گھات لگا سکیں گے۔

انہیں تو نہیں ہیں۔ ان شاہراہوں پر مسافروں کی موجوں میں آوازیں بھری گئی ہیں چٹ چٹ اور پتے اُڑاتی ہواؤں کے ان گنت نونے سن رہے ہیں۔ ہم اکادی عرب ہیں۔ ان لوگوں میں سے نہیں جو قوم کے دقار میں زہر گھولے ہیں اور اپنے قومی شخصیت اور وحدت کو دین رکھ دیتے ہیں۔ یہ تو بنی اسرائیل ہیں۔ ماضی میں ہمارا ٹکراؤ اور سامنا ان سے بھی زبردست اقوام سے ہوتا رہا ہے اور پھر ہم ان شاہراہوں پر برسوں سے نہیں بلکہ ہمارے آباء اجداد ان شاہراہوں پر صدیوں سے سفر کرتے آ رہے ہیں اور نہ جانے کب تک کرتے رہیں گے۔

اگر اسرائیلی قبائل ہم سے ٹکراتا چاہتے ہیں تو ٹکرائیں۔ ہم منہ موڑ کر بھاگنے والے تو نہیں۔ یہ شاہراہیں ہماری جانی بچائی ہیں۔ انہی پر اندھیری راتوں کے سفر میں ہم موجوں کے تلاطم ٹکڑے کرتے پھرے دریاؤں کی طرح سفر کرتے رہے ہیں۔ بہت سی اقوام ہم سے ٹکرائیں۔ ہم نے ان کی حالت دھواں دھواں، ویران بستیوں جیسی بنا کر رکھ دی۔ وہ فنا ہو گئیں لیکن ہم اپنے آباء اجداد کی یادگار کے طور پر ابھی تک ان شاہراہوں پر رواں دواں ہیں۔ دوسروں کے بے شمار بدگمانیاں کھڑی کرنے والوں کے خلاف ہم نے انہی شاہراہوں پر طلسمات کی ان گنت کہانیاں رقم کی ہیں اور کرتے رہیں گے۔

طرغائی! اگر ہم یمن سے اہلب، دمشق، راس الشرحہ اور باعل تک جانے والی ان شاہراہوں پر حیات کی شعلیں اٹھائے آفتاب آفتاب رحمت کے سحاب، سوچوں کے اہلاؤں اور رشتوں کی خوشبوؤں کی طرح ہر امن رہ کر سفر کرتے رہے ہیں تو اگر کسی نے ہمارے مفاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس کے لئے ہم پُر امن ہو کر آگ اور خون اٹھائی گھٹاؤں، بستیوں کو دھواں دھواں کرتے دکھ کے آسیب اور آفتاب برسات کرتے ابر کی صورت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

یہاں تک کہ کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، لہجہ بھر کے لئے اس نے محبت بھرے انداز میں طرغائی اور شیرہ دونوں کی طرف باری باری دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”یہ تو بنی اسرائیل ہیں ہم نے ماضی میں ان سے بھی زیادہ جارحیتوں اور قوتوں کو کچر کھا ہے اور انہیں ہم نے اپنے سامنے زیر کیا اور پھر بنی اسرائیل کی مجال اور ان کی وفات سے کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف

اسرائیلی قبیلوں کا اب یہ ارادہ ہے کہ شاہراہ کے دونوں جانب جو بلند کوہستانی ہیں ان کے اوپر وہ گھمٹا لگائیں گے اور جب ہمارا کاروان ان کے درمیان گزرے گا تو وہ اپنا چبک ہم پر حملہ آور ہوں گے اور ہم سے اپنا انتقام لینے کی آکریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ طلایہ گر جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ کا سوچنے کے بعد اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ ہم پر حملہ آور ہونے والے اسرائیلیوں کی تعداد کس ہو گی؟“

جواب میں اس طلایہ گر نے ایک گہری نگاہ اپنے ساتھیوں پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔ ”فنی الحال ان کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ دین کی سر زمینوں میں وہ بڑی وادی میں جمع ہو رہے ہیں جہاں ہم اکثر و بیشتر پڑاؤ کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں گھاس خوب ہوتی ہے۔ ابھی تک اسرائیلیوں کے گروہ کے گروہ میدان میں جمع رہے ہیں۔ لہذا ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا لیکن میں استنا ضرور کہوں گا اس بار ان کی تعداد پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گی۔ لہذا ہمیں ان سے کسی طریقے سے بچنا ہو گا۔“

نفیل بن ساعدہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر آنے والے اپنے ان گروہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”فنی الحال تم جاؤ۔ جا کر آرام کرو۔ میں بعد میں حزیقہ لنگھتو تم سے کروں گا۔“

اس کے ساتھ ہی قبیلے کے آنے والے وہ خبر دہاں سے ہٹ گئے تھے۔ اس موقع پر جب کہ نفیل بن ساعدہ گہری سوچوں میں ڈوبا تھا، طرغائی جو قمرہ کی لکڑی ہوئی تھی فکر انگیز آواز میں بولی ابھی۔

”اب کیا ہو گا؟“

طرغائی کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں نفیل بن ساعدہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”طرغائی! تیرا تعلق خانہ بدوش سیحین سے ہے۔ سیحین ہم جیسے جنگجو اور بدوش ہیں۔ پھر ایسے دشمن سے کیا ڈرنا؟ ان شاہراہوں پر سفر کرنے والے ہم

بغاوت کی اور ان کا کہا سامنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ ہم ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو عرب کے صحراؤں میں گھوروں والے لشروں کو اپنا مومن و مسکن بنانے والے پیغمبر (ﷺ) کی آمد کے خطر ہیں۔ جب وہ آئے گا تو بے روک سمندری عزم لے اٹھیں گے۔ ہاتھوں کی لکیریں بدل دے گا۔ نفرتوں اور جاہلیت کے طوفانوں میں جاہلیت کا سفیر تہ اور نہت پرستی کے کہرام میں وحدت کی بہاروں کا تازہ سیل ثابت ہو گا۔ پرانے سینوں اور پرانی کتابوں میں ہم نے اس سے متعلق بہت کچھ پڑھ رکھا ہے اور ہم اسی خاطر بڑی بے چینی سے آنے والے اُس رسولِ محترم (ﷺ) کے خطر ہیں اور پہلے سے ہی اس پر ایمان لا چکے ہیں۔ جب وہ آئے گا تو دنیا کے اندر ایک انقلاب برپا ہو گا۔ خداوند قدوس اپنا بیچام اس پر شبنم آلود جادوئی معیتاں گھاٹوں، شبنم کی دھنک، ستاروں کے فسوں کی طرح اُتارے گا اور جواب میں وہ آنے والے محترم رسول (ﷺ) زندگی کی تیوں میں بیداری کا شعور، شیطانی پھندوں اور گناہوں کے سرچشموں میں نور کے قاتلوں کا اجالا اور رستوں کے عطیوں کا سیل بن کر اتر جائے گا۔

طرقانی! ان اسرائیلی قبیلوں سے کیا گھبرانا۔ یہ اگر ہم پر خوف طاری کر کے اس شاہراہ پر بٹ ماروں اور کاٹ کھانے والے بھیڑیوں کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکھ کر، حید کو چھ دیو سوتا رہا اس کے بعد اس نے اپنے سامنے بیٹھے حرقوس بن شجرہ کے علاوہ دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا مگر وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے ساتھیو! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سننا۔ بنی اسرائیل کو ہستانی سلسلے کے دونوں جانب رہ کر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ جس شاہراہ کے دائیں بائیں کو ہستانی سلسلوں کے اندر انہوں نے گھاٹ لگائی ہے ہم وہاں سے گزرتے رہے ہیں اور وہیں سے گزرتے رہیں گے۔ راستہ ترک نہیں کریں گے لیکن اپنا دفاع خوب کریں گے۔“

حرقوس بن شجرہ! جنگجو اسرائیلی ہم پر دو طرح کا حملہ کر سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ان کے کچھ جنگجو کو ہستانی سلسلوں کے اوپر پتھروں اور چٹانوں کی اونٹ میں رچے ہوئے ہم پر تیر اندازی کر کے ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو بنی ہم کو ہستانی سلسلوں

گھری ہوئی اس شاہراہ سے گزرنا شروع کریں گے، گھاٹ میں بیٹھے ہوئے جنگجو اسرائیلی اچانک کو ہستانی بلندیوں سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ہم پر وارد ہو جائیں گے۔ ہم پر حملہ آور ہوئے اور ہم پر دھاوا بولنے کی کوشش کریں گے۔

تیسری صورت یہ بھی سامنے آ سکتی ہے کہ پہلے ان کے کچھ آدمی ہم پر تیر اندازی کر لیں ہمیں نقصان پہنچائیں اور جب وہ دیکھیں کہ ان کی تیر اندازی کی وجہ سے ہمارے قافلے کے اندر ایک انفراتفری اور اچیل لچھ لچھ مچ گئی ہے تو پھر اچانک ان کے کچھ گھوڑ سوار کو ہستانی سلسلوں سے اتر کر ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے تاکہ ہماری ناکامی اور اپنی کامیابی کو آخری شکل دیں۔ لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔

نفیل بن ساعدہ رکھا، کچھ سوچا اس کے بعد کہنے لگا۔

”ابن شجرہ اور میرے دیگر ساتھیو! بنی اسرائیل سے ٹکراتے وقت ہمارے سامنے تین چیزوں کا دفاع انتہائی اہم ہو گا۔

اول یہ کہ ہمیں اپنے قبیلے کے بوڑھے، بچوں، عورتوں کی حفاظت کرنا ہوگی۔ دوسرے یہ کہ قبیلے کے سارے جانوروں کا بھی تحفظ کرنا ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم پر حملہ آور ہو کر وہ ہمارے جانوروں کو ہٹا کر لے جائیں۔

سومے یہ کہ ہمارے پاس جو ان گنت چمکڑے ہیں ان کے اندر ہمارا سامان ہوتا ہے، ان چمکڑوں کے آگے جو ہمارے اونٹ، گھوڑے اور خیر جے ہوئے ہیں ہم نے ان کو بھی نقصان سے بچانا ہے۔ اس لئے کہ حملہ آور اسرائیلی چمکڑوں کے آگے جتے ہوئے ہوتوں، خچروں اور گھوڑوں پر تیر اندازی کر کے اور انہیں نقصان پہنچا کر انہیں بے کار کر دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر چلتے چلتے چمکڑے رک جائیں گے۔ ان کے پیچھے سارا قافلہ کو ہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی تنگ شاہراہ پر ایک طرح سے اسرائیلیوں کے ہاتھ میں آ جائے گا اور ایسی صورت میں حملہ آوروں کا نقصان کم اور ہمارا نقصان زیادہ ہو گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ پھر رکھا، کچھ سوچا، دوبارہ اپنے سالاروں کو ادب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میں نے تم لوگوں کے سامنے اپنی تین اہم اشیاء کی حفاظت کا ذکر کیا ہے۔ اب تم سے یہ کہنے لگا ہوں کہ ان کی حفاظت کا سامان کیسے کریں گے۔“

اگر انہیں اپنے گھوڑوں سے گرنے پر مجبور کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، پھر کہنے لگا۔

”ابن شجرہ! ابھی ہمارے پاس بہت وقت ہے۔ یہاں ہم نے قیام کرنا ہے۔ یہاں لہس کے وسیع ذخائر ہیں اور یہاں رہتے ہوئے ہم اپنے دفاع کی پوری تیاری کر سکتے ہیں۔ یہاں قیام کے دوران عورتوں سے بھی صلاح مشورہ کر لیا جائے گا۔ جو جوان انہیں چمکڑوں کے اندر رہ کر تیر اندازی کا فرض ادا کرنا چاہتی ہیں انہیں بھی ہتھیاروں کی پوری طرح لیس کر دیا جائے گا۔“

ابن شجرہ اور میرے دیگر ساتھیو! جو کچھ میں نے کہا ہے اگر ہم اس پر عمل کرنے کا سیلاب ہو گئے تو قسم مکہ کے رب کی، بنی اسرائیل کو مدین کی ان وادیوں اور استانی سلسلوں کے اندر ہم ریلوے لائن کی آٹے جیسی باریک ریت کی طرح روند کر دیں گے۔“

نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ پھر سب وہاں سے اٹھے۔ جو کچھ اس نے کہا تھا اسے عملی صورت دینے کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

.....

یہاں معاملہ جو یہاں قیام کے دوران ہم نے کرتا ہے وہ یہ کہ جس قدر چمکڑ ہمارے پاس ہیں ان کے اگلے حصے میں دائیں اور بائیں دونوں جانب لکڑی کے تختے آگے بڑھا دیے جائیں گے اور انہی تختوں کے درمیان اونٹ، گھوڑے اور جوتے جائیں گے۔ ایسا کرنے کے بعد پھر ہم نے جب یہاں سے کوچ کرنا چمکڑوں کے اندر دائیں بائیں دو قطاروں کی صورت میں گھاس کے بڑے بڑے ڈال دیئے ہیں اور ان گھٹوں کے درمیان اپنے قبیلے کے بوڑھے، بچوں اور عورتوں بٹھا دینا ہے۔ اگر بنی اسرائیل کے لوگ کوہستانی سلسلوں سے اترتے ہوئے تیر انداز بھی کر سکیں تو ہمارے وہ بوڑھے، بچے اور عورتیں محفوظ رہیں گی۔ ان کے دو جانب کیونلہ گھاس کے گھٹے ہوں گے لہذا گھاس کے گھٹوں سے تیر گزار کر ان تک پہنچ جائیں گے۔ اس طرح ہم اپنے بوڑھے، بچوں اور عورتوں کی حفاظت کا ساملا لیں گے۔

جہاں تک چمکڑوں کے آگے جتے اونٹوں، گھوڑوں اور خیروں کا تعلق ہے تو: میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہر چمکڑے کے اگلے حصے میں دائیں بائیں تختے آگے دیئے جائیں گے۔ یہ تختے اونٹوں، گھوڑوں اور خیروں کی گردنوں تک آگے آئیں گے۔ لکڑی کے ان پٹکے تختوں پر بھی گھاس کے گھٹے باندھ دیئے جائیں گے اور ان گھٹوں کی وجہ سے چمکڑوں کے آگے جتے ہوئے ہمارے جانور بھی دشمن کی اندازی سے محفوظ رہیں گے۔

جہاں تک سارے قبیلے کے جانوروں کا تعلق ہے تو ان کی حفاظت ہم اس طرح کریں گے کہ جب بھی ہم یہاں سے کوچ کریں گے تو کچھ چمکڑے آگے ہوں گے۔ کے بعد قبیلے کے جانور ہوں گے۔ جانوروں کے پیچھے گھوڑوں پر سوار ہمارے کچھ اس کے بعد پھر چمکڑے، پھر جانور اور پھر جنگجو اور آخر میں پھر کچھ چمکڑے ہوں گے اور ان کے پیچھے بھی ہمارے حفاظتی دستے ہوں گے۔

اس کے علاوہ دشمن کی ناکامی اور اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے ہم نے ایک کام بھی کرنا ہے وہ یہ کہ اپنے جن چمکڑوں کے اندر گھاس کے گھٹے رکھ کر اور ان کے میں بوڑھوں اور بچوں کو محفوظ کریں گے ان کے اندر اپنے تیر انداز بھی بٹھا دیں گے انہی چمکڑوں کے اندر رہتے ہوئے وہ تیر انداز حملہ آوروں پر ایسی تیر اندازی کریں گے

بنگبو یہاں جمع ہو رہے ہیں ان کی راہنمائی تین سرکردہ آدمی کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے عاشر ہے۔ یہ یہو یا قیم کے لشکریوں کا ایک سالار ہے جسے یہو یا قیم نے ہی کچھ مسلح جوان دے کر بنی اسرائیل کے جنگجوؤں کی مدد کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ دوسرے دو سرکردہ سردار اجلون اور حروست ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے مختلف قبیلوں کے ماننے ہوئے جنگجو اور سالار ہیں اور ان کے ارد گرد اب کافی اسرائیلی جنگجو جمع ہو چکے ہیں۔ وہ اسرائیلی جنگجو جب خاموش ہوا تب جانتو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! میں تیری ایک بات نہیں سمجھا، یہ جو تُو نے اجلون اور حروست کے نام لئے ہیں وہ تو میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ تو اسرائیلی جنگجوؤں کے سالار ہیں۔ ان کی رہبری کر رہے ہیں۔ اور یہ جو تُو نے یہودیوں کے بادشاہ یہو یا قیم کا نام لیا ہے اس کو بھی میں نہیں سمجھا اور اس کا جو سالار عاشر ہے وہ کس سلسلے میں ادھر آیا ہوا ہے؟“

جواب میں وہ اسرائیلی جنگجو سرکرایا اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز! شاید تمہیں فلسطین کی موجودہ حالت کا علم نہیں ہے۔ اسرائیلیوں کی دو سلطنتیں ہیں۔ ایک اسرائیل اور دوسری یہودہ۔ اسرائیل کا مرکزی شہر سامریہ ہے اور یہودہ کا مرکزی شہر یروشلم ہے۔ اب اسی یہودہ کی سلطنت کے بادشاہ کا نام دیا گیا قیم ہے۔“

کچھ عرصہ پہلے اکادیوں کے اسی خاندان بدوش گردہ نے کچھ بنی اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچایا تھا اور ان کا مال و اسباب لوٹا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ یہودہ کے بادشاہ یہو یا قیم کے پاس ناش لے کر گئے اور ان کی ناش کے جواب میں یہو یا قیم نے اپنے ایک سالار عاشر کو مقرر کیا ہے اور اس کو جنگجو دستے بھی دیئے ہیں۔ اب وہ ناشر اپنے جنگجو دستے لے کر یہاں پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیلی قبائل میں سے بہت سے جنگجو بھی ہیں جن کی سرداری دو سالار اجلون اور حروست کر رہے ہیں۔ وہ یہودی جب خاموش ہوا تب جانتو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! میں تیری بات سمجھ گیا ہوں..... اب تُو ایا کر، ہم سب کو اس جگہ لے جا جہاں عاشر، اجلون اور حروست نے قیام کر رکھا ہے۔ ہم خود بھی اکادی عربوں کے خاندان بدوش قبیلے پر حملہ آور ہو کر ان سے اپنا ایک انتقام لینا چاہتے ہیں۔“

جانتو کی اس گفتگو سے وہ یہودی خوش ہو گیا تھا۔ لہذا انہیں لے کر وہ اس وادی میں

تو لک اور جانتو ایک روز اپنے راہبروں اور خبروں کی راہنمائی میں اس جگہ پہنچا۔ نعل بن ساعدہ کے خاندان بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونے کے لئے اسرائیلی جمع رہے تھے۔ اس وادی میں داخل ہونے کے بعد جو پہلا اسرائیلی انہیں دکھائی دیا، وہ اس کے پاس دوڑ کر۔ اُس اسرائیلی کو بھی انہوں نے روکنے کے لئے کہا۔ جب وہ اسرا رک گیا تب تو لک اور جانتو اسے گھوڑوں سے اتر گئے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ آنے والے سارے یسعیئین بھی اتر گئے تھے۔

تو لک اور جانتو آگے بڑھے۔ پھر جانتو نے اس اسرائیلی کو مخاطب کر کے پوچھا۔ ”میرے عزیز! ہم ان علاقوں میں اچھن ہیں..... اگر تُو ہماری راہنمائی کرے تو تیرے بڑے ممنون اور شکر گزار ہوں گے۔ ہم بنیادی طور پر یسعیئین ہیں۔ قوم مادہ بادشاہ کیا کساد کر کے بار بار سے شکست کھاتے ہیں لیکن وہاں سے بغاوت کر کے اُسے ہر ہم نے سنا ہے کہ اسرائیلیوں کا ایک گردہ جو ان ملت جنگجوؤں پر مشتمل ہے اکادی عربوں کے خاندان بدوش قبیلے پر حملہ آور ہوتا جانتا ہے۔ اس حملے میں ہم بھی شامل ہا چاہتے ہیں۔ کیا تم ہمیں ایسے لوگوں کے پاس نہیں لے جا سکتے جو اسرائیلی جنگجوؤں کو سرکردہ اور سالار ہوں۔“

جانتو کی اس گفتگو سے وہ اسرائیلی بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا۔

”تمہاری گفتگو نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ یقیناً اسرائیلی سردار بھی تمہاری اس سے خوش ہوں گے۔ میں تمہیں ان کے پاس لے کر جاتا ہوں۔ دیکھو، وہ سامریہ میدان دکھائی دے رہا ہے اسی میدان کے اندر اسرائیلی جنگجو مقیم ہیں۔ میں ان جنگجوؤں میں سے ایک ہوں اور اس علاقے کے ارد گرد نگاہ رکھنے پر متعین ہوں۔ جو اسرا

م کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر تم جی تمہارے ساتھ مل کر اکادی عربوں کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہونا چاہتے ہو تو پھر ہم تم سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم تمہیں اپنے پڑاؤ میں جگہ دیں گے۔ تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے۔ تمہیں ہر چیز مہیا کریں گے۔“

عاشق کا جواب سن کر جانکو اور تو لک خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد عاشق نے انہیں مخاطب کیا۔

”اکادی عربوں پر حملہ آور ہونے کے بعد جس لڑکی کی تمہیں تلاش ہے اور جس کا ہم دونوں نے طرغائی بنایا ہے اور اگر وہ تمہیں مل گئی تو پھر اگلا قدم کیا اٹھائے گا؟“

اس پر جانکو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر ہم اس لڑکی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تو ہم وقت ضائع کرنے بغیر شامائے کو تک کے بادشاہ آیات کے علاقوں کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ آج ہی تو کل آنے والے دور میں کسی بھی وقت کیا کسرا کو خبر ہو جائے گی کہ ہم نے اس کے بیٹے کو ذبح کر کے اسے کھلا دیا تھا۔ لہذا وہ ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا اور اس کے جاسوس اس کے علاقے پر شکاری کنوئیں کی طرح ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے اور ہر صورت میں ہمیں پکڑنے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں اگر کوئی محفوظ کر سکتا ہے، کوئی پناہ دے سکتا ہے تو وہ صرف ایبائے کو چک کا بادشاہ آیات ہی ہے۔ اس لئے کہ آیات کے تعلقات پہلے ہی کیا کسرا کے ساتھ کشیدہ ہیں اور آیات ایک راجہ پر کیا کسرا کو بدترین شکست بھی دے چکا ہے۔ لہذا کیا کسرا ہمیں آیات سے مل نہیں کر پائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جانکو رکا، پھر دوبارہ عاشق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر آپ تینوں محسوس نہ کریں تو میں اور میرا ساتھی تو لک دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکادی خانہ بدوش قبیلے کے اس حصے پر حملہ آور ہوں گے جہاں اس نے اپنی عورتوں کو رکھا ہوگا۔ اس موقع پر میں آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دوں کہ خانہ بدوش قبیلے پر ہمیں بڑی سوچ سمجھ اور بڑی دانائی اور دانش مندی سے ضرب ہوگی۔ وہ سارے کا سارا قبیلہ ہی جنگجوؤں پر مشتمل ہے۔ کسی دور میں یہ بڑی فوج شہرت، صاحب دھار قوم اور کرنی تھی۔ عراق کے علاقوں میں ان کی بڑی

آگے بڑھا۔ ایک جگہ اس نے جانکو اور ان کے ساتھیوں کو روک دیا۔ پھر ”خیر گاہ میں گیا، لوٹا، پھر جانکو کے پاس آیا اور کہنے لگا۔“

”تم دونوں جو آنے والوں کے سرگروہ ہو، میرے ساتھ آؤ۔ اپنے ساتھیوں کو وہیں روکو۔“

اس پر جانکو نے اپنے ساتھیوں کو وہاں رکنے کے لئے کہا۔ تو لک کو ساتھ لے کر وہ اس یہودی کے ساتھ ہو لیا۔ وہ یہودی خیر گاہ میں داخل ہوا اور جانکو اور تو لک کو لے کر ایک خیمے میں داخل ہوا۔

اندر تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ جانکو اور تو لک کے اندر داخل ہونے پر تینوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ سب نے آپس میں ایک دوسرے سے تعارف کروایا۔ اندر بیٹھے والے عاشق، اجلون اور حروست تھے۔ جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تب عاشق نے جانکو اور تو لک کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

”آنے والے معزز اور مستبر انبیاء پہلے یہ بتاؤ کہ تم کس سلسلے میں آئے ہو؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟“

جواب میں جانکو نے شروع سے لے کر آخر تک اپنی داستان کہہ دی تھی کہ کیسے از کا ایک بہت بڑا لشکر کوستان قفقاز کو عبور کر کے قوم باد پر حملہ آور ہوا۔ قوم باد کو بدترین شکست دی۔ پھر قوم باد کے بادشاہ کیا کسرا نے دھوکے سے کام لے کر ان کے بڑے سرداروں اور ان کے بادشاہ کو دہوش کر کے قتل کر دیا۔ اس نے یہ بھی تفصیل بتائی کہ بعد میں بہت سے یسعیان ایبائے کو چک کے بادشاہ آیات کی طرف چلے گئے تھے جب کہ وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کیا کسرا کے محافظ دستوں میں شامل ہو گئے پھر ان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ کیسے وہاں رچے ہوئے انہوں نے کیا کسرا کے بیٹے ذبح کر کے اسے کھلا دیا اور پھر یہ بھی تفصیل بتادی کہ ان کے بادشاہ اور سردار کی بیٹی وہ دونوں پسند کرتے تھے اور اسے ہی حاصل کرنے کے لئے وہ اپنی اسرائیل کے ساتھ مل کر اکادی عربوں پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ لڑکی جس کا نام طرغائی ہے، اکادی عربوں کے خانہ بدوش قبیلے میں قیام رکھنے ہوئے ہے۔

یہ ساری تفصیل جان کر عاشق ہی نہیں اس کے ساتھ کام کرنے والے اسرائیلیوں کے دوسرے بڑے سردار اجلون اور حروست بھی بڑے خوش ہوئے۔ پھر عاشق جانکو

آواز دے کر ایک شخص کو بایا۔ جب وہ خیمے کے دروازے پر آیا تو عاشر اسے
اب کر کے کہنے لگا۔

”یہ ہمارے دو معزز مہمان ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے بہت سے ساتھی بھی ہیں۔
اے لے اپنی خیر کاہ کے ایک طرف سے خیمے نصب کر دیے جائیں جن میں یہ
مکریں گے۔ بعد میں، میں ان دونوں معزز سالاروں سے عربوں کے خانہ بدوش
پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ طے کروں گا۔ فی الحال انہیں آرام کی ضرورت ہے۔
میں اپنے ساتھ لے جاؤ۔“

اس کے ساتھ ہی عاشر کے کہنے پر تو کک اور جاکو دونوں خیمے سے نکل کر اس شخص
لے ساتھ ہو لے گئے۔

زبردست حکومت ہوا کرتی تھی۔ اب یہ اس پرانی قوم کے بچے کچھے افراد ہیں۔
وقت یمن سے باہل تک سرگرداں رہتے ہیں اور خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔
ان کی عمر تیس بھی بہتر نہیں قسم کی جنگجو اور بیخ زدن ہیں۔ بچوں کو وہ شروع ہی سے
کی تربیت دینا شروع کر دیتے ہیں اور پھر ان کے جنگجو جوانوں کا جو سالار ہے،
نام نفیل بن ساعدہ ہے ہم نے اسے دیکھا تو نہیں لیکن سن رکھا ہے کہ وہ بڑا ثایاب
بڑا بے مثل قسم کا بیخ زدن ہے۔ اس لئے کہ ایک مقابلے کے دوران اس نے قوم
بادشاہ کیا کسارا کے ایک نامور سالار ایرق کو بیخ زدن کے مقابلے میں بدترین شکست
تھی جس کی بنا پر کیا کسارا اس خانہ بدوش قبیلے کے سالار نفیل بن ساعدہ کا بڑا
اور بڑا مہمانی ہے۔“

جاکو جب خاموش ہوا تب عاشر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم نے تو یہ بھی سن رکھا ہے کہ اکادی عربوں کے اس خانہ بدوش قبیلے کے
مال و دولت کے انبار بھی ہیں، ضروریات کا سامان بھی بے شمار ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ
کہنا ہے کہ ان کے پاس اپنے آپاؤ امداد کے بے شمار خزانے بھی ہیں جو وہ اپنے
لئے پھرتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ بھی سن رکھا ہے کہ پرانے دور
سنے کے سیکھی ان کے پاس انبار کی صورت میں ہیں۔“

عاشر کا، اپنے دونوں پر زبان بھیری، پھر کہنے لگا۔

”یہ یمن کے بہتر سالار اگر ہم اکادی عربوں کے اس قافلہ کو شکست دینے
اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں بھی یہاں سے ایشیائے کوچک کے بادشاہ
آلیات کی طرف غالی ہاتھ نہیں جانے دیں گے۔“

طرغانی نام کی جس لڑکی کو ہم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تو تمہیں ملے گی۔ اس
کہ دو تہہ دار امن ہے۔ اس لڑکی کے متعلق میں ابھی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہوں کہ وہ
انجا درجہ کی خوب صورت اور اعلیٰ شخصیت کی مالک ہوگی جس کی وجہ سے تم اس کا
پچھلے اس طرح سرگرداں ہو۔ بہر حال اکادی خانہ بدوشوں کو شکست دینے اور ان
قابو پانے کے بعد جس قدر مال نہیں ملے گا اس میں سے ہم تمہیں بھی بڑا منافع
دے دیں گے۔“

عاشر کی اس گفتگو سے جاکو اور تو کک دونوں خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ماہ

اور محفوظ کر کے وہاں تیر انداز بھی بٹھا دیئے گئے تھے تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔
 بڑوں کو کھینچنے والے اونٹ، گھوڑے اور خیر دکھائی نہ دیتے تھے اس لئے کہ ان کے
 بڑوں اطراف میں تختے آگے بڑھا کر وہاں گھاس کے گھسے رکھ دیئے گئے تھے تاکہ
 گھڑے کھینچنے والے جانور ان کی تیر اندازی سے محفوظ رہیں۔

سفر خاموشی سے جاری تھا۔ جب قافلہ اس کوہستانی سلسلے کے قریب گیا جہاں بنی
 اسرائیل نے ان پر حملہ آور ہونا تھا تب نفیل بن ساعدہ کا سراپے گھوڑے کے ہنے
 کی طرف جھک گیا تھا۔ پھر بڑی عاجزی اور انکساری اور دروہجری آواز میں وہ کہہ
 رہا تھا۔

”اے اللہ! وقت کے منہجر ہمارے ہی مصنفوں کو انصاف کی توفیق، نصیبوں کو بونے
 تلاش، عقیدت کی روشنی اور اخوت کا نور بخشا ہے۔

اسے مالک دو جہاں! لوگ قبر کے دیوتاؤں پر نذرین چڑھاتے ہیں اور قربان
 ہوں پر قربانیاں دیتے ہیں۔ بتوں پر پرانی شراب اور خوشبوئیں پھنک کر دیتے ہیں۔
 کدوں کے آستانوں پر گل و جنیل کی برسات کرتے ہیں، مردوق کے سامنے عود و
 گلاب کی خوشبوئیں سگاتے ہیں۔

اے اللہ! ہم صرف تیری ذات کو معجزات کا منبع سمجھتے ہیں۔ تو ہی روح و جسم کا
 اتصال کرنے والا ہے۔ ہم تیری ہی بندگی اور عبادت کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! اپنی
 امتوں کی پاکیزگی، اپنے مقاصد کی تقدس اور اپنے کردار کی پختگی لئے ہم صرف
 تجھے ہی سامنے بخندہ پر رہتے ہیں۔

اے خداے مہربان! تو ہی سورج کو اس کی روشنی، نجوم کو ان کی ضیاء، چاند کو اس کا
 اور عطا کرتا ہے۔ تو ہی غنوں کو خوشم کا جامہ پہنا دیتا ہے۔

اے خداے قادر و قدوس! تو کھاتا ہے کھاتا نہیں۔ اے خداے لم یزل! تو ہی اس
 کن کن فیکون کا مالک ہے۔ اے رب ذو الجلال! تو ہی چاند گھاتا بڑھاتا ہے۔ تو ہی
 ہاروں کے درمیان مہتاب کا راستہ متعین کرتا ہے۔ تو ہی تیز ہواؤں سے بادلوں کو
 ہاروں کے گنگے کی طرح بٹکاتا ہے۔ تیری ہی کارگیری سے روشنی تاریکی سے جدا
 ہوئی ہے۔

اے قائم و قیوم! تو چاہے تو ستاروں کو کھشتاں، قطرے کو قلعزم، ذرے کو دشت بنا

اکادی عربوں کا وہ خاندان بدوش قبیلہ رنگین دھندلوں میں بے روک نفعی کا
 سیلاب، بہادری کے ثمر زاروں میں سیل جمال اور وقت تحریر چھپتی کرنوں میں رقصندہ
 اور رشیدہ نور آلود ہسم کی سی بے فکری کی حالت میں سفر کرتا ہوا ان کوہستانی سلسلوں
 میں داخل ہوا جس کوہستانی سلسلے کے ایک حصے سے نکل کر اسرائیلی جنگجوؤں نے ان
 پر حملہ آور ہونا تھا۔

کاروان کے آگے آگے نفیل بن ساعدہ تھا۔ اس کے ساتھ اس کے ان گنت جنگجو
 تھے اور ان کی حالت عجیب تھی۔ وہ اپنے آپ کو پوری طرح مسلح کئے ہوئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ کے ساتھ جو اکادی جنگجو بائیں جانب تھے وہ اپنے بائیں شانے پر
 ڈھالیں باندھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ڈھالیں اور نگی کھواریں تھیں۔
 اور وہ جنگجو جو دائیں جانب تھے وہ دائیں شانوں پر ڈھالیں لٹکاے ہوئے تھے۔ ان
 کے ہاتھوں میں بھی ڈھالیں اور نگی کھواریں تھیں۔ سر پر خود چمک رہے تھے۔ اپنے پہلو
 پر ڈھالیں لٹکا کر وہ شاید دائیں بائیں سے حملہ آور ہونے والوں کی تیر اندازی سے بچنا
 چاہتے تھے۔

ان کے پیچھے پیچھے پورا قبیلہ ایک وقار کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ گو وہ جانتے تھے کہ
 بنی اسرائیل کے جنگجو ان پر حملہ آور ہوں گے اور اسی کوہستانی سلسلے کے اندر ان کے
 ساتھ ان کا ٹکراؤ ہوگا۔ لیکن وہ اس طرح طمأنینہ اور بے فکری سے سفر کر رہے تھے
 جیسے انہیں بنی اسرائیل کے اس سلسلے کی خبر تک نہ ہو۔

چنگیز نے جن کے اندر گھاس کے گھسے لدے ہوئے تھے اور جن کے درمیان عورتوں

تھے۔ لیکن حملہ آور اسرائیلیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ جہاں ایک اسرائیلی مرتا اس

جگہ تین اور نمودار ہو جاتے تھے۔ اس طرح نفیل بن ساعدہ کے ساتھیوں کو بڑی تک
ہ کرنا پڑی۔ اس کے ساتھی تیر اندازی کر رہے تھے۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ آور ہو
ہے تھے۔ جھگڑوں میں بھی غور نہیں کیا تھا۔ اس طرح وہ
اسرائیلی سلسلوں کے اندر موت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

دشمن پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ نفیل بن ساعدہ اپنے قبیلے والوں کو بڑی تیزی
دو کو ہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی شاہراہ سے نکلنے کی ہدایات دے رہا تھا جس
نیچے میں اسرائیلیوں کے حملوں کو روکنے کے ساتھ ساتھ کاروان کی رفتار بھی تیز ہو
گئی۔

اس موقع پر سچھین صرف اس حصے پر حملہ آور ہوئے تھے جہاں انہوں نے غورتوں کو
تھا۔ تو تک اور جانکو کے ساتھی ان دونوں کی سرکردگی میں اپنے گھوڑوں کو ادھر
ہماتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ طرغانی کی تلاش میں تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ
ہماتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کے ساتھیوں کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کر
ہے تھے۔

ایک موقع پر تو تک اور جانکو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دھماتے ہوئے اس جھگڑے
قریب آ گئے تھے جس کے اندر غورتوں اور تیر اندازوں کے ساتھ طرغانی، عیشیرہ اور
دیگر غورتوں بھی تھیں۔

اس موقع پر تو تک اور جانکو کو دیکھتے ہی طرغانی پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ عیشیرہ کو
لب کر کے کہنے لگی۔

”عیشیرہ! یہ جو سامنے دو گھوڑا سوار ہیں، ان کے پیچھے جس قدر سوار ہیں یہ سب
ہیں اور جو آگے ان کے سارے ہیں ان کو میں جانتی ہیں۔ یہ تو تک اور جانکو
ہے۔ یہ یقیناً مجھے حاصل کرنے کے لئے اسرائیلی حملہ آوروں میں شامل ہوئے
ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے طرغانی کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اندر جوان کے تیر
پیشے تھے انہوں نے تو تک اور جانکو کے ساتھیوں پر تیز تیر اندازی کی تھی۔ اس

کر رکھ دے۔ اے اللہ! ہمارے بدترین دشمن ہمارے درپے ہونے والے ہیں۔
اے اللہ! ان کے مقابلے میں ہماری مدد کرنا۔ اپنے سامنے والوں اور اپنی توحید
پر ہمارے کو یاقین نہ کرنا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ کی چھاتی تن گئی تھی۔ ڈھال اور تلوار پر اس
کی گرفت چلبلی کی نسبت زیادہ سخت ہو گئی تھی۔ پھر کاروان اس کی سرکردگی میں آگے
بڑھتا چلا گیا۔

نفیل بن ساعدہ کا قبیلہ جب دو اونچے کوہستانی سلسلوں کے درمیان سے گزرتا
ہوئی شاہراہ پر آیا تب ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔ دائیں بائیں سے جنگجو اسرائیلی اور
کی مدد کرنے والے سچھین حیاتی کی مشعلیں بھگا کر موت کی پیوند کاری کرتے جس
جس کے جھگڑوں اور سنگتوں میں امن کے حروف کو مہووم و ریہہ کرنا
آندھنوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

نفیل بن ساعدہ اور اس کے جنگجوؤں کو بھی اس حملے کی توقع تھی۔ لہذا دونوں
کاروانی کرتے ہوئے وہ بھی کھڑے پردوں میں جہم بعیرت کو اندھا کرتے آتش
آہن کے سہیل بلاخیز، خوف و دہشت کی پیوند کاری کرتے موت کے حزن خیز دھندلکا
کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔ نفیل بن ساعدہ کے ساتھی کیونکہ پہلے سے چوکس
تیار تھے لہذا وہ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ سوچوں کی سپاہی اور حکانیت میں موم
کی انڈی چاہ بن کر حملہ آور اسرائیلیوں پر رسوائی اور دور رسائی اور جبر کی دھول طارفا
کرنے لگے تھے۔

وہ کوہستانی سلسلوں کے اندر اس ٹکڑاؤ کے نیچے میں ستم کی تیز ہ کاری اور گراں
آہام کا کرب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اسرائیلی دونوں طرف سے حملہ آور ہو کر شاید یہ سوچے ہوئے تھے کہ وہ لکھوں
اندر اس خان بدوش قبیلے کو اپنے سامنے زیر کر لیں گے۔ لیکن انہیں اس سلسلے
مابوسی ہوئی۔ جو کہ ان کے سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے حملہ آور ہو
کے لئے نیچے اترے سب سے پہلے نفیل بن ساعدہ کے خان بدوش تیر اندازوں
اپنی کارروائی کی ابتداء کی۔ مختلف جھگڑوں سے ایسی تیز تیر اندازی کی گئی کہ ان
اسرائیلی اور ان کے گھوڑے پھد کر کوہستانی سلسلے سے ڈھالوں کی طرف لڑھکتے

موقع پر مشیرہ بڑی تیزی سے حرکت میں آئی۔ گھاس کا ایک گٹھا اس نے پیچھے کر دیا۔ اس گٹھے کے پیچھے کر دیا جبکہ خود تیر کرمان سنبھال کر اس نے سبھیں پر انداز ہی شروع کر دی تھی۔

پھر مشیرہ کی بد قسمتی کہ اس موقع پر سبھیں نے جوابی تیر اندازی کی تو مشیرہ چھلکا رہا گئی تھی۔ اس موقع پر قبیلے کے کچھ جنگجو بھی وہاں پہنچ گئے تھے اور وہ تو لک، جانتا اور ان کے ساتھیوں پر حملہ آور ہو گئے تھے اور انہیں نقصان پہنچاتے ہوئے ایک طرف سے وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

حملہ آور سبھیں اور اسرائیلیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ دو کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی اس شاہراہ پر غاند بدوش قبیلے کا غارت کر دیں لیکن وہ یہاں کرنے میں ناکام ہوئے تھے اور نفیل بن ساعدہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑا کا کوہستانی سلسلوں سے باہر کھلی وادی کی طرف نکل آیا تھا۔ یہاں اچانک اس کے اشارے پر اس کے ساتھی حرکت میں آئے۔ بڑی تیزی کے ساتھ کارروائی کے پھرنے لگے تھے انہوں نے ایک گول دائرہ بنا لیا تھا اور اس حصار کے اندر قبیلے کے سارے جانوروں کو جمع کر کے انہیں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ اس موقع پر اسرائیلیوں اور سبھیں نے پھر حملہ آور ہونا چاہا۔ پہلے وہ ایک بار پیچھے ہٹ گئے تھے۔ جب وہ دوبارہ حملہ آور ہونے کے لئے آئے تو سبھیں نے نفیل بن ساعدہ نے بلند آواز میں چلائے ہوئے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”خدا نے واحد کے پیروکاروں! عرب کے صحراؤں میں آنے والے رسول کا انتہا کرنے والا! جنگجو اسرائیلی ایک بار پھر تم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ دیکھو، تمہارے ساتھ ہوں، تمہارے آگے رہوں گا۔ کرلوں کا سرور، حیرت کن نور بن کر ان کی قتلندوں کے زخموں میں محسوس جانا۔ میرے ساتھیوں! تم خدا نے واحد کے پیروکار ہو۔ آندھروں کے قائد، ساطلوں کے نقیب ہو۔ تمہارے مقابلے میں یہ اسرائیلی نہ ہوا۔ قدموں کے دھککارے ہوئے ہیں۔ ناوی برقعوں، خدا کی برکتوں سے محروم ہیں۔ آؤ، ساتھ دو۔ اپنے قبیلے، اپنی عورتوں، اپنے اثاثوں کی حفاظت کرتے ہوئے چٹکھڑا طوقانوں، سردی کے برافانی اندھیاؤ، سمندر کے شور کی طرح ان کے تعصب کے دھماکے میں محسوس جانیں اور انہیں رن و ٹم کر لٹایاں اور پامال شدہ خرمن بنا کر رکھ دیں۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ کے جواب میں اس کے غاند بدوش ساتھیوں میں ایک ہرقی کووند گئی تھی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ جان لیوا انداز میں اسرائیلیوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔

تھوڑی دیر کے ٹکراؤ ہی کے بعد اسرائیلی اور سبھیں لپسا ہو کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا۔ اسرائیلی اب بھی تعداد میں نفیل بن ساعدہ کے ساتھیوں سے زیادہ تھے۔ وہ پلٹ کر حملہ آور ہو سکتے تھے اور نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن وہ صرف چاہیں بجا کر بھاگ رہے تھے۔ ایسا وہ اس لئے کر رہے تھے کہ یہودی کی سلطنت کا سالار جوان کے اندر کام کر رہا تھا جس کا نام عاشر تھا وہ جنگ کے دوران مارا جا چکا تھا۔ اس کے ساتھ اسرائیلی قبیلوں کے دوسرے دو بڑے سالار اجلون اور حروست بھی اس ٹکراؤ کے دوران موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ اب کینکدہ حملہ آور اسرائیلیوں کی کوئی راہبری اور راہنما نہ کرنے والا تھا لہذا وہ اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس تعاقب کے دوران نفیل بن ساعدہ نے کچھ اسرائیلیوں کو قیدی بھی بنا لیا تھا۔ جہاں تک تو لک اور جانتا کا تعلق تھا وہ بھی اپنے بچے بچھے ساتھیوں کو لے کر ناکام اور نامراد ایشیائے کوچک کی طرف بھاگ گئے تھے۔ اسرائیلی جنگجوؤں کا تعاقب ترک کرنے کے بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ واپس لوٹے۔

ابھی وہ اس جگہ سے دور ہی تھے جہاں ان کا قبیلہ ٹھہرا ہوا تھا کہ قبیلے کے اندر سے اس زور زور سے غوغاؤں کے رونے اور زین کرنے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ یہ غوغاؤں میں کینکدہ بن ساعدہ چوٹا تھا۔ عجیب سی بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں اس نے بھڑکے لئے اپنے پہلو میں گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے حرقوس بن شجرہ کی طرف بھاگا۔ دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ کیا۔ اس کے بعد ایذا لگاتے آئے وہ اپنے گھوڑوں کو اپنے قبیلے کے پڑاؤ کی طرف سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

✱

اپنے مسلح اور جنگجو ساتھیوں کے ساتھ نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ جب اپنے وکے پڑاؤ کے پاس آئے تو پڑاؤ کی صورت وہی تھی۔ چکرلوں کا ایک گول حصار بنا لیا تھا۔ پہلے اس حصار کے اندر قبیلے کے جانوروں کو جمع کر دیا گیا تھا لیکن اب اس

حصار کے اندر جانور نہیں تھے بلکہ بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کے انڈے بڑے، بچے اور عورتیں جمع تھے۔

قریب جا کر فیل بن ساعدہ اور حرقص بن شجرہ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے ان کے پیچھے پیچھے سارے مسلح سناجھی بھی گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ لاشوں کا ہوا لینے لگے تھے۔ ان کے قبیلے کے بہت سے آدمی مارے جا چکے تھے، کچھ زخمی تھے۔ فیل کے اندر جو غریب تھے وہ زمینوں کی مرہم بنی کر رہے تھے اور قبیلے کے وہ لوگ جو بچے کے کام سے واقف تھے وہ بھی ان کی مدد کر رہے تھے۔ بہت سے بوڑھے مرنے والے کو سنبھال رہے تھے۔ ان گنت عورتیں اس وقت وہاں جمع تھیں جو مرنے والوں پر رحم کر رہی تھیں۔ کچھ زبانیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔

ایک طرف دیکھتے ہوئے فیل بن ساعدہ پھل کر رہ گیا تھا۔ زمین کی لنگی چوڑی مشیرہ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ طرغائی، حرقص کی بیوی اناشیدہ دونوں اس سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ جبکہ فردوس، زبیر بن سلمیٰ اور ان کے بیٹے ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرتے ہوئے زمینوں کی دیکھ بھال کی مگرانی کر رہے تھے۔

کچھ سوچتے ہوئے فیل بن ساعدہ اس طرف گیا جہاں مشیرہ کی لاش رکھی ہوئی تھی حرقص بھی اس کے پیچھے ہوا تھا۔ جب وہ لاش کے قریب گیا تو طرغائی نے اس طرف دیکھا۔ فیل کو دیکھتے ہوئے وہ اور زیادہ بھٹ پڑی تھی۔ زور زور سے رونے لگی تھی۔ اناشیدہ کی بھی یہی حالت تھی۔ اس موقع پر فردوس، زبیر بن سلمیٰ اور ان کے بچے نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ لہذا وہ بھی ادھر آ گئے تھے۔

فیل بن ساعدہ کچھ دیر تک انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں مشیرہ کی لاش کی طرف دیکھتا رہا۔ اس موقع پر روئے ہوئے طرغائی بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ طرغائی نے دیکھا کچھ دیر تک فیل ہونٹ کاٹا رہتا تھا، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے طرغائی اور زیادہ بے قابو ہو گئی تھی۔ مشیرہ کی لاش سے لپٹ کر اور زیادہ رونے لگی تھی۔

اسی دیر تک مشیرہ کی ماں اور اناشیدہ کی ماں بھی تقریباً بھاگتی ہوئی ایک طرف آئی تھیں۔ انہوں نے اپنے شالوں پر پانی سے مہرے مشکیزے پر انھار رکھے تھے۔ ان زمینوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ قریب آ کر مشکیزے انہوں نے مشیرہ کی لاش کے پاس

تھے۔ مشیرہ کی ماں نے کمال مہر و محمل سے کام لیا۔ مشکیزہ زمین پر رکھنے کے بعد لاش کو اپنی گود میں لے کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس کے پاس میں اٹھیاں پھرنے لگی تھی۔

طرغائی اور اناشیدہ اتنی دیر تک اپنے آپ کو سنبھال چکی تھیں اور ٹھہری ہوئی تھیں۔ لہذا بھی درست کر رہی تھیں۔ اس موقع پر فیل بن ساعدہ نے کچھ سوچا پھر حرقص کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں شجرہ! سب سے پہلے قبیلے کے مرنے والوں کی تکلیفیں سنبھال کی جائے گی۔ اس کی ابھی طرح مرہم بنی کر کے انہیں بچکڑوں میں ڈال دیا جائے۔ ہم زیادہ دیر یہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر ہم نے پڑاؤ کر لیا اور رات یہاں بسر کرنے کی کوشش کر لیا تو کم از کم اس کی جنگجو بھرتیوں کے اور ہم پر شب خون ماریں گے اور ہمیں ایسا نقصان اٹھانے کے لئے اس کی ہم تلافی نہیں کر سکیں گے۔“

ابھی دن کا کافی حصہ باقی ہے لہذا ہم سورج غروب ہونے تک کانی دور نکل جائیں اور اگر پھر بھی ہمارے لئے خطرہ ہوا تو پھر ہم رات کو بھی سفر جاری رکھیں گے۔ اسی اپنے غلابا گروں اور تجربوں کو اپنے اطراف میں پھیلا دے تاکہ وہ شکست اٹھا کر لے دالے اسرا لکیوں پر نگاہ رکھیں۔“

اس موقع پر فردوس فیل بن ساعدہ کے مزید قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے

”میں ساعدہ! میرے بیٹے! بچکڑوں کے ہمارے اس حصار کے اندر پہلے ہمارے جانور تھے لیکن میں نے انہیں کچھ آدمیوں کی مگرانی میں ساتھ والے کوہستانی کی طرف نکال دیا ہے تاکہ وہ گھاس چر کر پیٹ بھر لیں۔“

اس موقع پر فیل بن ساعدہ نے توسیعی انداز میں فردوس کی طرف دیکھا، پھر اپنے آپ نے بہت اچھا کیا۔ اسی دیر تک جانور اٹھنا بیت بھر لیں گے اور پھر ہم یہاں بکریں گے۔“

اس تک کہتے کہتے فیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کچھ سوچ رہے تھے۔ اس کو سر پہ ڈھالتے ہوئے مخالف سمت سے ان کی طرف آئے تھے۔ وہ ان کی طرف دیکھتے تھے لہذا ان کی آمد پر فیل بن ساعدہ اور حرقص بن سلمیٰ نے ہر دو طرف سے

اور گھاس چر کر اپنا پیٹ بھر چکے تھے۔

اس کے بعد نفیل بن ساعدہ کے کہنے پر کچھ جوان جلدی جلدی حرکت میں آئے۔ ان کے آگے انہوں نے اونٹ، گھوڑے اور خیر پلا کر جوت دیے تھے۔ قبیلے کے اسے جانوروں کو بائک کر جمع کیا گیا۔ اس کے بعد نفیل بن ساعدہ اپنے قبیلے کو لے آیا اس سے کوچ کر گیا تھا۔

* *

انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

آئے والے سوار قریب آ کر اترے۔ سیدھا نفیل بن ساعدہ کی طرف گئے۔ یہ اس سے ایک نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”ہاں ساعدہ! آپ ہمیں نہیں جانتے لیکن ہم آپ کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ بائبل کے بادشاہ بخت نصر کی طرف سے آئے ہیں۔ اس نے فی الفور آپ کو بلا لیا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ کچھ مہموں پر نکلنا چاہتا ہے اور مہموں میں کی شمولیت ضروری ہے۔“

بخت نصر کا وہ قاصد جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ نے مختصر الفاظ میں اپنی اسرائیل کے ان پر حملہ آور ہونے اور نقصان پہنچانے کی تفصیل بتا دی تھی۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیزو! میں جانتا ہوں تم جیسے ہمارے ہو گے۔ ابھی تھوڑی دیر اسرائیلیوں سے ہماری جنگ موقوف ہوئی ہے لہذا ہم یہاں قیام نہیں کریں گے۔ مرد والوں کی تدفین اور زخموں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ لہذا مجھے افسوس ہے کہ ہم تمہیں اپنے بڑاؤ میں ضمیرا کر تمہارے طعام اور قیام کا نہیں کر سکیں گے۔ تمہیں ہمارے ساتھ سفر کرنا ہو گا۔“

اس پر بخت نصر کا وہ قاصد جو پہلے بولا تھا، نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”آپ کو ہمارے آرام اور قیام سے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ پیچھے ایک منزل میں پورا ایک دن اور ایک رات ایک سرسے میں قیام کر کے آ رہے ہیں۔ آپ کے قبیلے کی حالت سن کر ہمیں بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے۔ ہم اور اپنی وقت واپس لوٹیں گے اور جو صورت حال آپ کو پیش آئی ہے اس سے بڑا کو آگاہ کریں گے۔“

بخت نصر کے ان سفیروں نے مزید کچھ دیر تک وہاں قیام کیا۔ اس نے اس رخصت ہو گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد سب سے پہلے مرنے والوں کی تدفین ایک بلند ٹکڑی گئی۔ سارے زمینوں کی بہترین مریخم پٹی کرنے کے علاوہ انہیں اٹھا کر جنگجو سوار کرادیا گیا تھا۔ اتنی دیر تک جانور جو ساتھ والی کئی پہنی زمین کی طرف چھوڑا

ہاہل شہر کے بہترین طبیبوں سے ان کا علاج کرایا جائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

”یہ جو رہائش گاہیں تم سامنے دیکھتے ہو یہ میں نے تمہارے قبیلے کے لئے تیار کرائی

ہے۔ کچھ حصہ کے لئے تم خانہ بدوشان زندگی ترک کرو گے۔ اس لئے کہ اسرائیلی اپنی

میت کا انتقام لینے کے لئے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے پھر تم پر حملہ آور ہو

گئے ہیں، تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور میں ایسا پسند نہیں کروں گا۔

میں بحر روم کے ساحلی شہروں کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی مملکت پر حملہ آور

ہونے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ جو لشکر لے کر میں نکلوں گا، ایک سالار کی حیثیت سے تم

لشکر میں شامل ہو گے بلکہ تمہارے قبیلے کے جو جنگجو نوجوان ہیں وہ بھی میرے لشکر

میں شامل ہو جائیں گے اور میں انہیں بہترین روزیہ دوں گا۔ جہاں تک تمہارے قبیلے

کے افراد کا تعلق ہے تو ان رہائش گاہوں میں رہتے ہوئے انہیں اپنی حفاظت کے متعلق

میں قسم کی پریشانی اور فکر مندگی نہیں ہوگی۔ لشکر کے ساتھ جب میں یہاں سے کوچ

کروں گا تو میرے بعد جو لشکر باہل کی حفاظت پر مقرر ہو گا وہ ان رہائش گاہوں کی

حفاظت کا بھی خوب فرض ادا کرے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا، پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے جو آدمی تمہاری طرف گئے تھے انہوں نے مجھ پر بھی انکشاف کیا ہے کہ

میں نے مختلف طور پر اپنا سالار بنی نہیں سردار بھی تمہیں مقرر کر لیا ہے اس کے لئے میں

میں مبارک باد دیتا ہوں۔“

پھر بخت نصر نے حرقوس بن شجرہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”ابن شجرہ! تم بھی مبارک باد کے مستحق ہو۔ اس لئے کہ اب تم نائب سالاری

ہو، نائب سردار بھی ہو۔

ابن ساعدہ! تم اور حرقوس دونوں اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ میرے لشکر میں

مل ہونا۔ میں جانتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے ہاتھوں تم لوگوں کو نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

کا تم لوگوں کو بے حد صدمہ ہے لیکن مجھے ذرا اپنے لشکر کے ساتھ لٹکے دو۔ پھر دیکھنا

میں کیسے عمدہ انداز میں اس کی غلطی کرتا ہوں۔“

بخت نصر جب رکاب ابن ساعدہ بول اٹھا۔

قبیلے والے آکر اس میدان میں رکے۔ رہائش گاہوں کے سامنے کھڑے ہو گئے

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ نئی بننے والی ان رہائشی عمارتوں اور دریا کے درمیان دو

جگہ تھی وہاں اپنے قبیلے کو پڑاؤ کرنے کا حکم دینا چاہتا تھا کہ ان رہائشی عمارتوں

اور سے کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نکلے۔ اس جگہ آئے جہاں نفیل

بن ساعدہ، ابن شجرہ، فردوس، زہیر بن سلمی، ان کے بیٹے اور کچھ دوسرے لوگ کھڑے

تھے۔ قریب آکر وہ سوار اترے پھر ان میں سے ایک نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے

کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! یہ جو سامنے رہائش گاہیں تعمیر کی گئی ہیں یہ آپ کے قبیلے کے لئے

ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے بادشاہ کے حکم پر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جو سیر آپ

طرف گئے تھے انہوں نے بنی اسرائیل کے آپ کے قبیلے پر حملہ آور ہونے کی تفصیل

بخت نصر سے کہہ دی تھی۔ ہم یہیں قیام کر کے ان رہائش گاہوں کی حفاظت پر مقرر

ہو اور ہمارے لئے حکم یہ تھا کہ جو بھی آپ آئیں، آپ کو یہ پیغام دیا جائے کہ اپنے قبیلے

کے لوگوں کو یہ رہائش گاہیں تقسیم کرنے کے بعد آپ.....“

یہاں تک کہتے کہتے وہ شخص ایسے رک گیا تھا جیسے کسی نے اس کی زبان پکڑ

لی ہو۔ اس لئے کہ دریا نے فرات کی طرف سے چھوٹا سا ایک لشکر آتا دکھائی دیا تھا۔

جب وہ قریب آیا تو دیکھا کہ بخت نصر خود آ رہا تھا اور اس کے دائیں بائیں اس کا

حفاظت دیتے تھے۔

قریب آکر بخت نصر کھڑے سے اترا اور اس کے محافظ دستوں نے اس کے کما

ایک حلقہ سنا بنالیا تھا نفیل بن ساعدہ، حرقوس، فردوس، زہیر بن سلمی اور دوسرے لوگ

اس کی طرف بڑھے تھے۔ سب کے ساتھ بخت نصر بڑے بڑے ہرجوش انداز میں ملا۔

ابن نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ اسرائیلی جنگجو تمہارے قبیلے

پر حملہ آور ہوئے اور تمہارے قبیلے کو انہوں نے بے پناہ نقصان پہنچایا۔ میں نے ان

تمہاری طرف جنگوائے تھے انہوں نے مجھے تفصیل بتا دی ہے کہ تمہارے قبیلے کے

سے لوگ مارے گئے ہیں اور بہت سے زخمی ہوئے ہیں..... اگر تمہارے قبیلے کا

لوگ جو ابھی زمنوں سے تحریک نہیں ہوئے تو ان کے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت

فعل بن سادہ کے خاموش ہونے پر بخت نصر انتہائی شجیدگی سے کہنے لگا۔
 ”میرا ارادہ تھا کہ جب اس بار تم باہل کی طرف آؤ گے تو میں بڑے شاعرانہ طریقے
 سے تمہاری شادی کا اہتمام کروں گا۔ لیکن مجھے یہ سن کر بے حد دکھ اور صدمہ ہوا کہ
 امرائیکوں کے حملے کے دوران عشرہ ماری جا چکی ہے اور تمہارے قبیلے کا بہت سا
 نقصان ہوا ہے۔ طرغانی کو باؤ، میں اس سے ملنا پسند کروں گا۔ تو تک اور جانتو کہ
 تمہوں کیا سادہ کے بیٹے کی بلاکت بھی ایک الیہ ہے۔ وہ میری بیوی کا بھائی تھا۔“
 اس موقع پر حرم میں من شجرہ پہنچے۔ ہنا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ طرغانی
 بھی تھی۔ قریب آکر طرغانی نے بخت نصر کو تعظیم دی۔ بخت نصر نے بڑی شفقت سے
 اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

جنت نصر کے اس سوال پر پہلے تو طرغانی چٹا سی گئی تھی۔ پھر منہ سے کچھ بولے کی بجائے اس نے مسکراتے ہوئے اپنا سر فنی میں بلا دیا تھا۔ اس موقع پر فنیل بن ساعدہ نے دُش اندازی کی اور جنت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جس وقت ہم نے یمن میں قیام کیا ہوا تھا اسی وقت میں نے یقیناً فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بابل پہنچ کر آپ کی موجودگی میں طرانی اور عثیرہ دونوں سے شادی کروں گا۔ یمن ہماری بدقسمتی کے عثیرہ راستے میں اسرائیلیوں کے حملے کے دوران ماری گئی۔ عثیرہ اسے متحتم سردار فردوس کی اکلونی یعنی تھی۔ اسی کے مرنے کا انہیں بے حد دکھ اور

”ان سادہ! میرے باپ نے تمہیں اپنا بیٹا کہا تھا۔ اس لحاظ سے میرا ہر
تمہاری حیثیت ایک چھوٹے بھائی کی ہے۔ تم ایسا کرو سب سے پہلے یہ جو
گاہیں ہیں، اپنے قبیلے کے لوگوں میں تقسیم کرو۔ سب رہائش گاہیں ایک جہتی ہیں۔
میں سے ایک اپنے لیے بھی مختص کرو۔ اس کے بعد.....“

یہاں تک کہتے کہتے بنت فرما کر گیا جیسے اس کوئی بھولی ہوئی یاد آگئی ہو،
پھر اصرار دہرے کہنے کے بعد وہ بول اٹھا۔

”افقیل میرے بھائی! ذرا طرغانی اور عیشیرہ دونوں کو جاؤ۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔“
 گا۔ میں یہ تو جانتا تھا کہ طرغانی تمہیں پسند کرتی ہے لیکن سب سے پہلے عیشیرہ نے تمہیں
 پسند کرنا شروع کیا تھا۔ بے شک وقتی طور پر فردوس نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔
 لیکن بعد میں فردوس نے معذرت کر لی تھی۔ اس بناء پر میں پسند کروں گا کہ تمہارا
 پہلے میں رہا۔ میں تمہیں تقسیم کرنے کے بعد پہلے طرغانی اور عیشیرہ سے تمہاری شادی
 ہتھام کیا جائے۔ اس کے بعد میں انھیں لے کر اپنی بہن کی طرف آؤں گا۔“
 بہت نصرت جب خاموش ہوا تب افقیل نے سارہ بول اٹھا۔

”مجھے بے حد افسوس ہے کہ اسرائیلیوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران مشیرِ ماری جاہل ہے۔ جہاں تک برطانی کا تعلق ہے وہ ٹھیک ہے لیکن اسے بھی یسٹھین اٹھانے کے لئے لے تھے۔ وہ یسٹھین جنہوں نے کیا کسار کے ہاں ملازمت کر لی تھی۔ ان سے متعلق تھے بنی اسرائیل کے کچھ قیدیوں سے یہ خبر ملی کہ وہ کیا کسار کے ہاں سے بھاگے تھے۔ پچھلے ایشیوں نے کیا کسار کے ایک بیٹے کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھا لیا تھا۔ دراصل ان کے دو سالہ اور تو تک اور جاگو ہیں۔ وہ دونوں طریقہ پسند کرتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے درپے ہیں۔

تیسرا کہ سارا کے مرکزی شہر اٹھتانا سے نکل کر انہوں نے بنی اسرائیل میں شمولیت دینا پر اختیار کی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کے جنگجوؤں کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

ہماری کہ ایک نیا کل تعمیر کروایا۔ چوتھا سب سے بڑا کام یہ کیا کہ میں نے اپنے لشکر کی تعداد پہلے کی نسبت بہت زیادہ کر لی ہے۔ ان علاقوں میں پہلے قوم ماد کے بادشاہ لہا کسار کے لشکر کی تعداد زیادہ ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد مصر کے فرعون نفاؤ اور ہمایے کو چٹک کے بادشاہ آیات کی عسکری حیثیت بڑی مضبوط اور مستحکم تھی۔ لیکن میں نے اب سب سے بڑھ کر اپنا لشکر تیار کر لیا ہے۔

بخت نصر کا، پھر بکتا چلا گیا۔

”ابن ساعدہ! میرے کچھ تلامذہ گروں اور جاسوسوں نے مجھے یہ بتایا تھا کہ جس طرح تم اکادی عرب میں سے بابل تک خانہ بدوشوں کی طرح تحریک رہتے ہو اسی طرح اور بہت سے عرب قبیلے بھی مختلف علاقوں میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لہذا میں نے انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور ان میں سے اکثر کو میں نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے۔ وہ بہترین جنگجو اور بہادر ثابت ہوئے ہیں اور جنگ کا لالچ تجربہ بھی رکھتے ہیں۔

جن عرب اقوام کو میں نے اپنے لشکر میں شامل کیا ہے ان میں قابل ذکر بکسوس، آرامی، آموری، حوری اور کچھ دیگر قبائل شامل ہیں۔ جب تم ان کے لشکریوں اور سالاروں سے ملو گے تو یقیناً تم خوش ہو گے۔ میں نے ان سے تمہارا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ کر رکھا ہے اور وہ بڑی بے چینی سے اس بات کے منتظر تھے کہ تمہارا قبیلہ یہاں آئے اور میں اپنے لشکر کو لے کر اپنی ہم کی طرف نکلوں۔

ابن ساعدہ! کیونکہ بنی اسرائیل تم پر حملہ آور ہوئے ہیں، تم سے ٹکرائے ہیں لہذا میں پہلا ہدف انہی کو بنانا دوں گا۔ میں خود پہلے ہی سے اسرائیلیوں کے اطوار سے ڈالا تھا۔ اب انہوں نے تم پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت کر کے ان سے میری نفرت کو پورا زیادہ بھڑکا کر رکھ دیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا، پھر کہنے لگا۔

”میں یہاں زیادہ درگوں کا نہیں۔ تمہارا قبیلہ بھی لہا سفر کر کے تھکا ہوا ہے۔ پہلے حرقوس اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کل کر اپنے قبیلے والوں میں یہ رہائش گاہیں تقسیم کرو۔ میں اب جاتا ہوں کل حرقوس، فردرس، زہیر بن سکی اور اپنے قبیلے کے دوسرے سرکردہ لوگوں کو لے کر میرے پاس آتا۔ پھر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوگی۔

صمدہ ہے۔ لہذا میرا ارادہ ہے کہ بنی الحمال میری اور طرعانی کی شادی کو بھی التوا میں ڈال دیا جائے اس لئے کہ۔۔۔۔۔“

نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس دوران فردرس چند قدم آگے بڑھا اور نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ میری خوش بختی ہے۔ تم طرعانی کے ساتھ عشرہ سے بھی شادی کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔ اب جبکہ بیوہ ماری جا چکی ہے تو میں طرعانی کو اپنی بیٹی بکتا ہوں۔ جس طرح میں نے اپنی بیٹی عشرہ کی شادی کرنی تھی اسی طرح اب میں جوش و خروش کے ساتھ طرعانی کی شادی و اہتمام کروں گا۔ بیٹے! اس شادی کو التوا میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ میں جانتا ہوں تم عشرہ کی موت کی وجہ سے ایسا کر رہے ہو لیکن مرنے والوں کا دکھ سدا کے لئے اپنے دل میں نہیں بٹھایا جا سکتا۔ یہاں قیام کے دوران تمہاری اور طرعانی کی شادی ضرور ہوگی۔ اس میں ہم بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ یوں سمجھو کہ ایسا کرنے میں ہی ہماری خوشی اور طمانیت ہے۔“

فردرس کے ان الفاظ پر بخت نصر خوش ہو گیا تھا۔ نفیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! تم عشرہ کی وجہ سے اپنی شادی کو التوا میں ڈالنا چاہتے تھے لیکن فردرس نے طرعانی کے ساتھ تمہاری شادی کو اپنی خوشی کی وجہ بتا کر ساری رکاوٹیں دور کر دی ہیں۔ لہذا بیوہ بکتا میں قیام کے دوران تمہاری اور طرعانی کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔“

بخت نصر کا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! میرے بھائی! جب تمہارا قبیلہ ان بنی بنے والی رہائش گاہوں میں آباد ہو جائے گا تو پھر میں اپنے لشکر کو لے کر بنی ہم پر نکلوں گا۔ تم اور حرقوس اور تمہارے قبیلے کے لوگ میرے لشکر میں شامل ہوں گے۔ تمہاری اور حرقوس کی حیثیت میرے ہاں بہترین اور اعلیٰ درجے کے سالاروں کی سی ہوگی۔ اس موقع پر میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس وقت تم یہاں سے یمن کی طرف روانہ ہوئے تھے تو تمہاری فیروہ جوگی میں، میں نے کئی کام سرانجام دیئے ہیں۔

پہلا کہ اپنی شادی کی۔ دوسرا بابل کے اندر مصلح باغ بنوانے شروع کر دیئے۔

ساتھ ہی تمہاری اور طرغائی کی شادی کی تیاریوں کو بھی آخری شکل دے دی جا۔ گی۔

اس کے ساتھ ہی بخت نصر نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا اور اپنے محافظ دستوں نے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبکہ نفیل بن ساعدہ اپنی شجرہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بنی دالی رہائش گاہیں اپنے قبیلے کے لوگوں میں تقسیم کرنے لگا تھا۔



ایلیائے کو چک کا بادشاہ آیات ایک روز اپنے بیٹے اریدہ کے ساتھ بیٹھا کسی درجہ پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کی سلطنت کا سپہ سالار کریس اس جگہ آیا جہاں دونوں بیٹھا بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے خوش طبعی سے کریس کا استقبال کیا۔ پھر بت نے جب ہاتھ کا اشارہ ایک نشست کی طرف کیا تو کریس وہاں بیٹھ گیا تھا۔ کریس کے بیٹھے ہی آیات غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کریس! میں دیکھتا ہوں تمہارے چہرے پر معمول سے زیادہ خوشی کے آثار۔ کیا تمہارے لئے ہمارا سلطنت کے لئے کوئی اچھی خبر آئی ہے؟“

”ہاں میں کریس مسکرایا اور کہنے لگا۔

”آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں آپ کے پاس ایک اچھی خبر ہی لے کر آیا ہوں۔ دراصل یسعیہن کا ایک اور گروہ ہمارے شہر میں داخل ہوا ہے اور وہ ہمارے لشکر شامل ہونے کا متسی ہے۔ اس گروہ کے دو سالار ہیں۔ ایک کا نام تو تک، دوسرے ام جانتو ہے اور یہ دونوں ہی قوم باد کے بادشاہ کیا کسارا کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں۔“

اس کے بعد کریس نے بڑی تفصیل کے ساتھ تو تک اور جانتو کے اپنے ساتھیوں ساتھ کیا کسارا کے ہاں ملازمت اختیار کرنے، اس کے محافظ دستوں میں شامل ہونے کے بعد اس کے لئے شکار کا اہتمام کرنے، کیا کسارا کے ناراض ہونے اور اس کے ساتھ کیا کسارا کے بیٹے کو ذبح کر کے کیا کسارا کو کھلانے کے بعد ایلیائے کو چک کی بھائی کی پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

کریس جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک آیات کے چہرے پر تبسم کھیل رہا، خوش

اس پر آیات بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”جیسا تم چاہ رہے ہو تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ یہ کام تمہارے کرنے کے لئے ہے۔ مجھے اگر تم نہ بھی بتاتے تب بھی تم ایسا کر سکتے تھے۔ بہر حال تم نے جو مجھے سنے ہیں ان کے آئے کی خوشخبری دی ہے تو یہ خبر ایک طرح سے کیا کسارا کے خلاف ہماری فتح کی نیک فال ثابت ہوگی۔“

اس کے ساتھ ہی آیات سے اجازت لے کر کریس اٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔ وہ سیدھا مستقر کی طرف گیا اور مستقر کے ایک ایسے حصے میں آیا جہاں تو تک اور ہاتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے۔

کریس کو آتا دیکھ کر وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ کریس تو تک اور جانتو کے پاس آیا۔ پہلے خوشی کی انداز میں ان دونوں کی پیچھے جھپٹتا ہی پھر کہنے لگا۔

”میں اپنے شہنشاہ سے تم دونوں کے متعلق گفتگو کر کے آ رہا ہوں۔ تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت لشکر میں شامل کیا جاتا ہے۔ بلکہ جو کارروائی تم نے کیا کسارا کے خلاف کی ہے اس سے ہمارا بادشاہ خوش ہے۔ تم تھوڑی دیر دوگو، میں اپنے سالاروں کو حکم دیتا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں کی رہائش کا اہتمام کریں۔ ساتھ ہی میں تم دونوں کو تمہارے ساتھی بیکارس کے پاس لے کر چلتا ہوں۔“

تو تک اور جانتو نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر کریس نے اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو بلا کر حکم جاری کیا جس کے جواب میں وہ تو تک اور جانتو کے ساتھیوں کو ایک طرف لے گئے تھے جبکہ کریس تو تک اور جانتو کو اپنے ساتھ لے کر ایک طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کریس خربلی محل کی ایک رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ اس رہائش گاہ میں وہ تھوڑا سا آگے گئے ہوں گے کہ سامنے کی طرف سے بیکارس آتا دکھائی دیا۔ بھٹی بیکارس نے کریس کے ساتھ تو تک اور جانتو کو دیکھا پہلے تو اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار نمودار ہوئے تھے پھر اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ تقریباً دو گھنٹہ بعد آگے بڑھا، باری باری تو تک اور جانتو سے گلے ملنے لگا تھا۔

اس موقع پر بیکارس تو تک اور جانتو کو مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ کریس پہلے بول پڑا اور بیکارس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کا اظہار کرتا رہا۔ آخر کہنے لگا۔

”جلو یہ بھی اچھا ہوا، ان سیتھین نے کیا کسارا سے اپنے مرنے والے ساتھ۔ ہمارا کاروبار خوب انتظام لیا اور کیا کسارا کو زندگی بھر کے لئے ایک کرب اور عذاب کا ڈال کر دکھا دیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آیات رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”کریس! جو تم سیتھین سالاروں جن کے نام تم نے تو تک اور جانتو بتائے ہیں ان سے عمدہ سلوک کرو۔ انہیں اپنے لشکر میں شامل کر لو اور ان کی طاقت پہلے سیتھین سالار بیکارس سے کراؤ۔ اس طرح یہ سارے سیتھین متحد ہو کر ہمارے لشکر ہماری طاقت اور قوت کا ستون ثابت ہوں گے۔“

اب تک جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں ان کے مطابق قوم ماد کا بادشاہ کیا کسارا ہمارے ہاتھوں اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے پورے زور و شور سے اپنی تیار ہونے میں مصروف ہے۔ نئے لشکر بھرتی کر کے اپنے لشکر کی تعداد بڑھا رہا ہے اور ان کی تربیت کا اس نے بہترین انتظام کیا ہوا ہے۔ بہر حال ہم بھی غافل نہیں ہیں۔ اس آگے کیا کسارا نے ہم پر حملہ آور ہونے کی حماقت کی تو اس کا انجام ہم بڑا عبرت ناک بنائیں گے۔“

آیات جب رکا تب کریس کہنے لگا۔

”میں نے آئے والے سیتھین سالار تو تک اور جانتو دونوں سیتھین کے بڑے رطل شمار کئے جاتے ہیں اور میں نے ان کے ساتھی سیتھین سے بھی تحقیق کی ہے۔ ان کا ہے کہ ہمارے پاس جو پہلے سے سیتھین سالار ہے جس کا نام بیکارس ہے وہ تو تک جانتو کے تحت کام کر رہا تھا تاہذا میں چاہتا ہوں کہ۔۔۔۔۔“

کریس اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ آیات فور سے اس کی طرف آگے ہوئے بول اٹھا۔

”میں جانتا ہوں تم کیا چاہتے ہو۔ میرے خیال میں تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بیکارس کی نسبت تو تک اور جانتو کو زیادہ مراعات دی جانی چاہئیں اور ان کے ہونے لشکر رکھے جانے چاہئیں۔“

کریس جواب میں مسکرایا۔ ساتھ ہی اس نے اثبات میں گردن بھی ہلا دی تھی۔

”بیکار! اپنے ان دونوں ساتھیوں کو لے جاؤ۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو میں لشکر میں شامل کر چکا ہوں۔ ان کی رہائش یہیں ہوگی۔ انہیں ساتھ لے جاؤ اور ان کا آرام اور قیام کا عمدہ انتظام کرو۔“

جواب میں بیکار خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس سلسلے میں آپ کو پریشان اور غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

بیکار کے ان الفاظ پر مطمئن ہو کر کریس وہاں سے لوٹ گیا جبکہ بیکار نے جانتا اور تو تک دونوں کے ہاتھ پکڑ لئے، کہنے لگا۔

”دونوں میرے ساتھ آؤ۔“

بیکار انہیں لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا۔ تیوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز بیکار نے کیا اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھی! تم نے اچھا کیا کہ آلیات کے مرکزی شہر سارڈس میں آگے دو اور ہماری طرح تمہیں بھی آلیات کے لشکر میں شامل کر لیا گیا ہے۔ یہ تو کیوں اتنا عمدہ تم لوگ کہاں سرگرداں رہے؟“

اس پر اپنے سارے حالات جانتے تفصیل کے ساتھ سنا دیئے تھے۔ پوری تفصیل جان کر بیکار تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں دونوں کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”تم دونوں نے ایک کام اچھا کیا کہ کیا کسارا کو اس کے بیٹے سے محروم کر کے اسے زندگی بھر کے لیے ایک کرب میں ڈال دیا ہے۔ اس لئے کہ کیا کسارا ہماری قوم کی جابی اور پر بادی کا ذمہ دار ہے۔“

لیکن تم نے یہ کیا کیا کہ طرغانی کو تم لوگوں نے اکادیوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے میں دیکھا بھی اور بنی اسرائیل کے جنگجوؤں میں شامل ہونے کے باوجود بھی تم طرغانی کو حاصل نہ کر سکتے۔ تمہیں تو چاہئے تھا کہ طرغانی کو وہاں سے نکال کر اپنے ساتھ یہاں لے کر آتے۔“

بیکار کے خاموش ہونے پر جانتا کسی قدر بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیکار! اکادی عربوں کا وہ خانہ بدوش قبیلہ کوئی عام سا قبیلہ نہیں ہے۔ اس کے کیا مرد، کیا بوزھے، کیا بچے سب ہی جنگجو ہیں..... جس جگہ ہم بنی اسرائیل کے ساتھ

ان پر حملہ آور ہوئے وہ حملہ آور ہونے کا بہترین مقام تھا۔ دونوں طرف کو ہستانی لگے۔ انہی سے اتر کر ہم اور اسرائیلی ان پر حملہ آور ہوئے لیکن ان کا دفاع بڑا مؤثر و قوی تھا۔

انہوں نے اپنے گھوڑ سوار جنگجو مختلف حصوں میں تقسیم کر رکھے تھے جو آگے، درمیان، پیچھے میں تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس ان گنت چمکڑے تھے۔ حیرت کا اسے کہ ایسا دفاعی نظام ہم نے پہلے دیکھا ہی نہیں۔ انہوں نے چمکڑوں کے اندر ل کے بڑے بڑے گھنے دونوں جانب ڈال رکھے تھے۔ ان گھٹوں کے بیچ میں ہانے اپنی عورتوں کو محفوظ کر کے وہاں تیر انداز بھی بٹھا دیئے تھے۔ جنگ کے ان عالم تیر اندازوں نے ایسی خوف ناک تیر اندازی کی کہ ان گنت اسرائیلیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہم دونوں اور ہمارے ساتھی تو ان تیر اندازوں سے بچ رہے اس لئے کہ ہمارا مقصد کچھ اور تھا۔ ہم بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر اس دشمن قبیلہ کو شکست تو نہیں دینا چاہتے تھے، ہمارا مقصد تو صرف وہاں سے طرغانی حاصل کرنا تھا۔ لہذا ہم زیادہ تر خانہ بدوش قبیلے کے اس حصے پر حملہ آور ہوتے رہے۔ انہوں نے عورتوں کو محفوظ کر رکھا تھا۔ لیکن حیرت اور تعجب کی بات کہ بار بار حملہ ہونے کے باوجود بھی ہم عورتوں سے بھرے ان چمکڑوں کے اندر سے طرغانی کو اپنی گرفت میں نہ کر سکے۔

اس کے بعد کمال کی جگہ تم نے اسے حیرت انگیز بات کہہ سکتے ہو کہ وہ خانہ بدوش قبیلہ کو ہستانی سلسلوں سے نکل کر ایک وادی میں داخل ہوا ان کے پچھلے نوراً از خود میں آئے۔ ان چمکڑوں سے انہوں نے حصار بنالیا۔ حصار کے اندر اپنے جانوروں لگ لئے۔ ایسا شاید ان کے سالار نے انہیں پہلے ہی کرنے کے لئے کہا ہوگا۔ اس خانہ کے جنگجو ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے اور ایسے حملے ہم پر کئے کہ اسرائیل کے تین بہترین جنگجو سالار انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ ان نے جب دیکھا کہ ان کے سالار مارے گئے ہیں تو وہ دم دبا کر بھاگ پڑے۔ ان کے بھاگنے کی وجہ سے ہم بھی کچھ نہ کر سکے اور اصرار چلے آئے۔“

اس جگہ کہنے کے بعد جانتا کہ پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میں! ایک بات ضرور کہنے کی ہے اور وہ یہ کہ اس خانہ بدوش قبیلے کا سالار جس

کا نام نفیل بن ساعدہ ہے بڑا عجیب و غریب انسان ہے۔ جوان ہے، توان
خوبصورت ہے۔ طرغانی اس کے پاس رہ رہی ہے اور ہمیں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ طر
نے ابھی اس سے شادی تو نہیں کی لیکن اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس لئے کہ
طرغانی کو پائل کے بادشاہ بخت نصر کے باپ نے گرفتار کر لیا تھا تو اسے لونڈی کو
حیثیت سے نفیل بن ساعدہ کے حوالے کر دیا تھا اور اس نے اسے لونڈی کے طور پر
نہیں رکھا، آزاد کر دیا۔ پھر طرغانی نے اس کا انتخاب کیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا
بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ وہ اسے بے پناہ محبت کرنے لگی ہے۔

اس خانہ بدوش قبیلے نے جو دفاعی اقدام کئے تھے وہ جبرت انگیز تھے۔ ان کا
چنگیزوں کو جو جانور سمجھ کر رہے تھے ان کی حفاظت کے لئے بھی انہوں نے ان کا
دائیں بائیں گھاس کے ٹمٹمے لگا دیئے تھے۔ اس کا مطلب ہے وہ اس بات سے واقف
اور تھے کہ اسرائیلی ان پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنا دفاع عمل
لیا تھا۔ یہ جاننے کے باوجود کہ اسرائیلی اس کو ہستانی سلسلے کے دونوں جانب سے ان کا
تلاش کر رہے ہیں، ان کا سالار نفیل بن ساعدہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے بالکل آگے
آئے اس طرح طمانیت سے سفر کر رہا تھا جیسے اسے کسی کے حملہ آور ہونے کی کوئی
یقین نہ ہو۔

جانو جب خاموش ہوا تب بیکار غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے لگا۔
”اگر طرغانی تم دونوں کے باتوں کا جی لگے تو کوئی بات نہیں۔ ذرا حال
کروٹ لینے دو کہ کس سمت جاتے ہیں۔ اس کے بعد طرغانی کو ہم اس خانہ بدوش
سے نکالیں گے ضرور اس خانہ بدوش قبیلے میں رہتے نہیں دیں گے۔“
جواب میں پہلی بار تو لک نے بیکار کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔
”تمہارے ساتھ جو اپنے قبیلے کی عورتیں چلی گئیں اور جو تمہارے ساتھ رہنا
تھیں وہ کدھر گئیں؟“

اس پر بیکار مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
”وہ سب محفوظ ہیں اور ہمیں روڈس شہر میں ہیں۔ کچھ کی شادیاں ہو چکی ہیں
جنہوں نے ابھی ایسا نہیں کیا ان کے لئے اکیات نے روڈس شہر کے اندر
رہائش گاہیں مہیا کی ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی بیکار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔
”میرے دونوں عزیز بھائیو! باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ پہلے اٹھو، میں تم دونوں
لگانے کا اہتمام کرتا ہوں، اس کے بعد کھل کر باتیں کر سکیں گے۔“
پھر جلد سے اٹھتے اٹھتے جانتو نے غور سے بیکار کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
”بیکار! خانہ بدوش قبیلے سے جو ہمیں طرغانی کو حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی
اس ناکامی کی ہم نے تلافی ضرور کرنی ہے۔ اس ناکامی کا مطلب ہے کہ وہ خانہ
بدوشی ہم سے طرغانی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور یہ صرف
الہانت نہیں ہے بلکہ سارے سیحیہ کی بے عزتی ہے اور اس بے عزتی کا انتقام
خانہ بدوش قبیلے سے ہم نے ہر صورت میں لینا ہے۔“
پھر ایک کہنے کے بعد جانتو دکا بھرا اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہنے لگا۔

”بیکار! میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان رکھی ہے کہ وہ کام ہر صورت میں
ہمیں ملے گا۔ خانہ بدوشوں کا وہ سالار جس کا نام نفیل بن ساعدہ ہے اور جس پر طرغانی
لگی ہے پہلے تو اس کی گردن کاٹوں گا اور پھر طرغانی کو لے کر اپنے شمال کے
عربی سلسلوں کی طرف جاؤں گے اور جس طرح میرے اور تو لک کے درمیان
جاسے، قرعہ اندازی کی جائے گی۔ قرعہ اگر میرے نام نکلا تو طرغانی میری زندگی
لی جائے گی۔ ہمدرد دیگر وہ تو لک کی ملکیت ہوگی۔ کیا تمہیں اس سلسلے میں کوئی
لگ ہے؟“

اس نے اس بار بدشوق انداز میں باری باری تو لک اور جانتو کی طرف دیکھا
لگا۔ ”مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم دونوں میرے سیحیہ بھائی
شہر سے کہیں زیادہ صاحب حیثیت ہو۔ لہذا تم دونوں مل کر جو فیصلہ کرو گے وہ
میں نے آخری ہوگا۔ اب آؤ کھانے کے لئے چلیں۔“

اس کی گفتگو سے جانتو اور تو لک مطمئن ہو گئے تھے۔ چپ چاپ اس کے
لگتے تھے۔

نفیل بن ساعدہ جو اس وقت اپنے گھوڑے کی ہانگ پکڑے ہوئے تھا، مسکرایا پھر دوسرے بن شجرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن شجرہ! جا، طرغانی اور اناشید دونوں اس وقت میرے خیمے میں ہیں۔ انہیں آؤ۔ اگر بابل کی ملکہ ایبتا ان سے ملنا چاہتی ہے تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر حرقوس بن شجرہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ طرغانی اور اناشید دونوں تھیں۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کی اہلیں پکڑ رکھی تھیں۔ ذب وہ نفیل بن ساعدہ کے قریب آئیں تب نفیل ان دونوں کو ہارک کر کے کہنے لگا۔

”تم دونوں بہنوں کو بابل کی ملکہ ایبتا نے بلایا ہے۔ اب دونوں اپنے گھوڑوں پر وار ہو جاؤ تاکہ تم یہاں سے روانہ ہوں۔“

جواب میں طرغانی اور اناشید نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جب وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر ہونٹیں تب سب لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آنے والے بابل کے قاصد کے ساتھ ہو لئے تھے۔

وہ سب ذب بابل کے سننے پہنچنے والے قصر میں داخل ہوئے تو قصر کی شان و عظمت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ بخت نصر نے قصر کی بیرونی سیڑھیوں پر اپنی ملکہ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا تھا۔ پھر دونوں انہیں قصر کے بڑے کمرے لے گئے تھے۔

قصر میں داخل ہونے کے بعد بخت نصر نے اپنی ملکہ سے سب کا تعارف کرایا اور ان کے بعد سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ یہ تعارف ہو چکے کے بعد گفتگو کا آغاز بخت نصر کو کیا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیزو! میں جانتا ہوں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنا تمہاری طبع اور تمہاری طبیعت میں شامل ہے۔ میں نے بابل کے نواح میں جو قوم لوگوں کے لئے رہائش گاہیں بنائیں ہیں تو یہ مت خیال کرنا کہ میں تمہیں اس خانہ بدوشانہ زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے نفیل بن ساعدہ کو بلائے کے لئے جو اپنا قاصد بھجوا یا تھا اس نے تم سے ملاقات اس وقت کہ جس وقت ہمیں کبے کی ہستیا کی سلسلوں کے سچے اسرار تک

جس روز نفیل بن ساعدہ نے ابن شجرہ، فردوس، زبیر بن سلمیٰ اور ان کے بیٹوں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اپنے قبیلے کے لوگوں میں بخت نصر کی تعمیر کردہ گاہیں تقسیم کی تھیں اس سے دوسرے روز نفیل بن ساعدہ، ابن شجرہ، فردوس، زبیر بن سلمیٰ، ان کے بیٹے اور قبیلے کے دوسرے کچھ سرکردہ لوگ بخت نصر کے کہنے پر آئے۔ ملنے کے لئے بابل کی طرف روانہ ہونا چاہ رہے تھے کہ زمین اسی لمحہ دریائے فرات کنارے کنارے ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ اس کا رخ رہائش گاہوں کی طرف تھا جو نفیل بن ساعدہ کے قبیلے کی تھیں۔ نفیل بن ساعدہ، ابن شجرہ اور ان کے سارے ساتھی جو بخت نصر کی طرف جانے کے لئے تیار ہو گئے وہ اس سوار کو آتے دیکھ کر رک گئے تھے۔

وہ سوار قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا۔ پھر چند قدم آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ کے قریب آیا۔ باری باری سب سے اس نے مصافحہ کیا، اس کے بعد نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! میں سمجھتا ہوں کہ آپ سب لوگ بابل کی طرف جانے کے لئے ہو گئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں سمجھتا ہوں میں میں وقت پر پہنچا ہوں۔ اس نے بخت نصر سے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ لوگ اس سے ملنے کے لئے جب رخ کریں گے تو آتے ہوئے وہ لڑکیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ ایک طرغانی بتایا گیا ہے اور دوسری کا نام اناشید۔ اس لئے کہ بابل کی ملکہ ایبتا ان سے ملنا چاہتی ہے اور اس کے کہنے پر بخت نصر نے ان دونوں لڑکیوں کو آپ کے ساتھ آنے کے لئے کہا ہے اور فی الحال میرے پاس آپ کے لئے یہی پیغام ہے۔“

اے اور قلمی سکون حاصل ہو گا۔

ایہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا۔ تب نفیل بن ساعدہ بول اٹھا۔
 ”آپ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے ہمارے لئے یہ رہائش گاہیں تعمیر
 کروائیں۔ ہم ان رہائش گاہوں کو شک و شبہ کی نگاہوں سے تو نہیں دیکھ رہے۔ اگر
 آپ یہ رہائش گاہیں تعمیر نہ کرواتے تب بھی میں آپ سے اتنا ہی کرتا کہ کچھ عرصہ کے
 لئے آپ ہمیں ان سر زمینوں میں ہی رہنے کی اجازت دے دیں اور یہ کہ جہاں ہم بھی
 ہمیں دے دیں جہاں ہم اپنے جانوروں کو چرا سکیں۔ اس لئے کہ اسرائیلیوں کے ساتھ
 اس ٹھکانے کے بعد وہ یقیناً ہم سے انتقام لیں گے۔ اپنی ساری جنگی طاقت کو حرکت میں
 لائیں گے اور ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ جو ٹھکانہ ان کا ہمارے ساتھ ہو چکا ہے اس
 میں ہماری نسبت ان کا بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اگر ہمارے مرنے والوں کی تعداد
 شیوں میں ہے تو ان کی سیکنڈوں میں ہے۔ اور پھر ان کے تین بڑے سالار تھے۔
 ایک یہودہ کے بادشاہ کا سپہ سالار عاشر، دوسرا اجلون اور تیسرا حرموت۔ یہ تینوں
 اسرائیلیوں کے ہاں سرگرد خدایاں کئے جاتے تھے اور ان قیدیوں کے ہمارے ہاتھوں
 مرنے کے بعد یہودی یقیناً ہم سے انتقام لینے پر تلیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے
 ہمارے لئے یہ رہائش گاہیں تعمیر کر کے ایک طرح سے ہم پر احسان کیا ہے۔ کچھ عرصہ
 ہم یہاں قیام کریں گے۔ حالات کا جائزہ لیں گے۔ اس کے بعد.....“

نفیل بن ساعدہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا تھا اس لئے کہ بخت نصر بول اٹھا۔

”نفیل بن ساعدہ! جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تمہاری حیثیت میرے ہاں
 ایک بھائی کی سی ہے۔ میری ملکہ اور میری بیوی ایسا جو اس وقت میرے سامنے بیٹھی
 ہوئی ہے۔ میں نے اسے بھی تم لوگوں سے متعلق پورے حالات تفصیل کے ساتھ کہہ
 دیے ہیں اور اس نے کہا تھا کہ اگر نفیل بن ساعدہ میرا بھائی ہے تو آج کے بعد تم اس
 کے بھی بھائی ہو۔ لہذا یہ جو رہائش گاہیں تعمیر کی گئی ہیں یہ تم لوگوں پر احسان نہیں ہے
 اور پھر میرے عزیز بھائی! تمہیں حالات کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی
 یہودیوں پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ میں جانتا ہوں تمہارے پاس جو جنگجو ہیں، وہی
 وہیں گے۔ لیکن یہودی اپنے جنگجوؤں میں اضافہ کریں گے۔ ان سے متعلق تم بالکل
 بے فکر ہو جاؤ۔ ان سے میں شے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور میں نے اسی خاطر تم لوگوں کو

کے جنگجو تم پر حملہ آور ہونے اور تمہیں نقصان پہنچانے کے بعد پسپا ہو چکے تھے۔ یہ
 اس قاصد نے جو تفصیل مجھے بتائی اس کے مطابق اس ٹھکانے کے دوران تم لوگوں
 اسرائیلیوں کی سلطنت یہودہ کے ایک سالار کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔
 نام ناشر تھا۔ اس کے علاوہ اسرائیلی قبیلوں کے دوسرے سالاروں اجلون اور حرموت
 بھی تم لوگوں نے اہدیٰ بخشدلا دیا۔

میں تم پر واضح کروں گا اسرائیلیوں کی دو سلطنتیں تھیں..... ایک کا نام اسرائیل
 دوسری کا نام یہودہ۔ مرنے والے عاشر کا تعلق یہودہ سے تھا۔ یہودہ کا بادشاہ اس وقت
 یہوایا تھ۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ اوتھ کی طرح انتقام لینے والا تھا
 ہے۔ اسے جب خبر ہوئی کہ اکادی عربوں کے خانہ بدوش قبیلے کے ہاتھوں اس کا
 عاشر مارا گیا ہے اور بہت سے جنگجو اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے تو
 رکھنا اس نے اپنے معبد میں جا کر تم لوگوں پر حملہ آور ہونے اور تم سے انتقام لینے کی
 کھائی ہوئی۔

میرے عزیز! جو کچھ میں نے کہا ہے یہ میرا اندازہ تھا۔ بعد میں میرے تجربوں نے
 مجھ پر آشفتہ کیا کہ یہوایا قیام کو جب اپنے سالار عاشر کے تم لوگوں کے ہاتھوں مرنے
 کی خبر ہوئی تو اسی روز وہ اپنے ٹھکانے میں گیا وہاں جا کر اس نے قربانی دی اور قسم کھائی
 کہ جب تک تم پر حملہ آور ہو کر تم لوگوں کا قتل عام نہیں کرے گا اور عاشر کی جگہ تمہارے
 سالار حرموت کے گھاٹ نہیں اتارے گا اس وقت تک ہمیں سے نہیں پیٹنے گا۔

ایسی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال تم لوگ
 عرصہ کے لئے اپنی خانہ بدوشان زندگی کے اندر ایک وقفہ ڈالو۔ اب ہمارے ہاں میں
 تمہارے لئے بابل کے نوان میں یہ پکٹی اور پختہ رہائش گاہیں تعمیر کی ہیں۔ یہ
 خیال کرنا کہ میں تم لوگوں کو ہیضہ ان رہائش گاہوں میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم
 رہنا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔ اس میں میری خوشی اور طرہایت ہوگی۔ اور اگر تم ان
 رہائشوں میں مستقل نہیں رہنا چاہتے تب بھی سارا کام تمہاری مرضی پر منحصر ہوگا۔ ہم
 کے باوجود میں یہ چاہوں گا کہ اگر تم دوبارہ خانہ بدوشان زندگی بسر کرنا چاہو تو ہم
 سفر کرتے رہو۔ لیکن جب ہمیں سے ادھر آتے ہوئے بابل کی طرف آؤ تو ہمیں
 ہی نے ان پختہ رہائش گاہوں میں قیام کرنا۔ یوں جانتا تمہارے ایسا کرنے سے

ہا یا ہے۔ اب جو میں گفتگو کرنے لگا ہوں ذرا غور سے سننا۔

میں پہلے ہی تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ میں اپنے لشکریوں میں عرب کے مختلف قبیلے مثلاً بلکوس، آسموری، آرمی، حوی اور دیگر قبائل کو شامل کر کے اپنے لشکر کی تعداد پہلے سے کافی بڑھا چکا ہوں۔ یہودیوں کی سلطنت ماضی میں بھی میرے باپ کے لئے ہر درد بخش رہی ہے اور آئندہ بھی ہے ہمارے لئے نقصان کا باعث ہوگی۔ اس لئے کہ یہودی جب دیکھتے ہیں کہ فلاں قوت سر اٹھا رہی ہے، اس کی بڑی عسکری طاقت ہے، وہ اس کا ساتھ دے کر دوسروں کو اپنے سامنے سرنگوں کرنے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں اور میں ان لوگوں کی ان خواہشوں کا خاتمہ ہی کر دیتا چاہتا ہوں۔

اب میری خواہش یہ ہے کہ فیصل بن ساعدہ! تم اور حرقوس بن شجرہ! تم دونوں میرے بہترین سالاروں کی حیثیت سے میرے لشکر میں شامل ہو گے۔ میں یہ بھی چاہوں گا کہ تمہارے قبیلے کے جس قدر جنگجو ہیں وہ بھی میرے لشکر میں شامل ہوں۔ اس طرح میری قوت میں خوب اضافہ ہو گا۔

اب تم لوگ یہ سوچو گے کہ یہاں قیام کے دوران تمہارے ہزاروں جانوروں کا کیا بنے گا۔۔۔۔۔ تمہارے قبیلے کے لوگوں کی آمدنی کا کیا ہو گا۔ تو اس کے لئے جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ غور سے سننا۔

جہاں تک تمہارے قبیلے کے جانوروں کا تعلق ہے تو ان کے لئے میں بابل کی ساری چراگاہیں وقف کر دوں گا۔ جہاں چاہیں، بابل کے اطراف میں وہ اپنے جانوروں کو چراتے رہیں۔ اس کے لئے میں اپنے سارے عاقلوں کو احکامات بھی جاری کر دوں گا۔ اس کے علاوہ تمہارے قبیلے کے اخراجات کے لئے تم لوگوں کو خاصی بڑی رقم مہیا کی جائے گی جو زمینوں تک تمہارے کام آسکے گی۔

اور تیسری اور سب سے بڑی بات تمہارے قبیلے کے تحفظ کے متعلق ہے۔ جب تمہارے قبیلے کے جوان اور جنگجو میرے لشکر میں شامل ہو جائیں گے تو یقیناً قبیلے والے یہ سوچیں گے کہ ان کے تحفظ کا کیا بنے گا۔ تو اس کے لئے میرا یہ فیصلہ ہے کہ یہاں سے میری روانگی کے بعد بابل کی حفاظت کے لئے جو لشکر کا حصہ میں چھوڑ کر جاؤں گا وہ صرف بابل شہر ہی نہیں تمہارے سارے قبیلے کی بھی خوب حفاظت کرے گا۔ اس کے علاوہ میرے مختلف شہروں کے جو عامل ہیں ان کے لئے بھی اسی طرح کے احکامات بنائے

ساتھ جاری کروں گا۔ لہذا اگر فیصل بن ساعدہ، اپنی شجرہ اور تمہارے قبیلے کے بڑے جوان میرے لشکر میں شامل ہوتے ہیں تو تم لوگوں کو اپنے قبیلے کے افراد کے کسی بھی سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ یولو، اس سلسلے میں تم کہتے ہو؟۔۔۔۔۔ پہلے آپس میں صلاح مشورہ کر لو، پھر اپنے متفقہ جواب سے مجھے آگاہ کرو۔“

”میں اسی موقع پر ملکہ ایسا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اگر آپ اجازت دیں تو میں طرغائی اور اناشید کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ مجھے بھی اوتلوں سے ضرورتی کام ہے۔“

اجواب میں بخت نصر مسکرا دیا، اثبات میں جب اس نے گردن ہلاتی تب ایسا طرغائی اور اناشید کو لے کر وہاں سے نکل کر نکل کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھی۔ ایسا، طرغائی اور اناشید کے جانے کے بعد کچھ دن تک قصر کے اس کمرے میں ہوشی رہی۔ فیصل بن ساعدہ، حرقوس بن شجرہ، فردوس، زہیر بن سلمی اور خانہ بدوش کے دوسرے سرکردہ لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے۔ اس کے بعد جب کسی بات پر متفق ہو گئے تب فیصل بن ساعدہ، بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”جو کچھ آپ نے کہا ہے ہم اس پر متفق ہیں۔ میں، حرقوس بن شجرہ اور ہمارے بھائی کے جس قدر قہر و تہذیب زبانی ہیں وہ آپ کے لشکر میں شامل ہوں گے۔ آپ چونکہ میرے قبیلے کے لوگوں کے علاوہ ہمارے جانوروں کے لئے چراگاہوں کی بھی ذمہ داری لے رہے ہیں لہذا ہمیں اس سے بڑھ کر کیا چاہئے؟“

فیصل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر بخت نصر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں ساعدہ! اس سے بڑھ کر بھی تم لوگوں کو ملے گا۔ جن مہموں کی میں ابتداء کرنے والا ہوں ان مہموں کے دوران جو کچھ مالی نغیرت کی صورت میں ملے گا اس میں تم لوگوں کو ایک بڑا اور خاصا حصہ بھی دیا کروں گا جس کی وجہ سے مجھے امید ہے کہ تمہاری مالی حالت پہلے سے بھی اچھی ہو جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر جب رکا تب فیصل بن ساعدہ پھر بول اٹھا۔

”میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں مجھے اور میرے قبیلے کے سب افراد کو آپ کا مہمان اور شکر گزار ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ہم یمن کے کوہستانی سلسلوں کے اندر ایک بار یہودیوں کے ساتھ ٹکراؤ ہو چکا ہے۔ چونکہ اس ٹکراؤ میں ہم نے انہیں خاصا نقصان پہنچایا ہے، ان کے بادشاہ کے سالار کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے جبکہ اس پہلے بھی ان کے راجہ کی کام کرنے والے ایک گروہ کو بھی ہم نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لہذا وہ ہم سے انتقام ضرور لیں گے۔ اگر ان یہودیوں کے پیچھے ان کا وہلی پشت بان اور پشت پناہ نہ ہوتا تب تو بڑی آسانی کے ساتھ ہم ان سے نمٹ سکتے۔ لیکن یہاں حالات مختلف ہیں۔ یہودیوں کی سلطنت یہود کا بادشاہ حملہ آور یہودیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے اور اب اس کے سالار کے مارے جانے سے وہ اور زیادہ ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کرے گا۔ لہذا ان حالات میں کچھ عرصہ کے لئے ہم اپنی خانہ بدوشان زندگی کو فراموش کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں آپ نے جو ہمارے لئے رہائش گاہیں تعمیر کرائی ہیں یہ ہمارے لئے ایک عمدہ نعمت ثابت ہوں گی۔“

جواب میں بخت نصر کچھ دیر سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔

”آج میں بہت سے احکام جاری کرنے لگا ہوں۔ پہلا یہ کہ بابل کے ارد گرد ہر نزدیک جس قلعہ و محکمہ چراگاہیں ہیں ان سب کو تم اپنے تصرف میں لا سکتے ہو۔ اس شان میں میری مملکت کے مسلح جوان تم لوگوں سے تعاون کریں گے۔“

دوسرا اور سب سے بڑا کام جو آج میں کرنا چاہتا ہوں اپنی ساعدہ! وہ تمہاری ہر طرحائی کی شادی کا معاملہ ہے۔ میں چاہتا ہوں آج شام تک تمہاری اور طرحائی کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ یہ شادی تمہاری نئی تعمیر ہونے والی بستی میں کی جائے گی۔ میں خود بھی اور میری ملکہ بھی اس میں شامل ہوں گی۔ کیا اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟“

بخت نصر کے اس سوال پر نفیل بن ساعدہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے فردوس بول اٹھا۔

”بابل کے عظیم بادشاہ! آپ ہمارے محسن اور مربی ہیں۔ اگر آج نفیل بن ساعدہ اور طرحائی کی شادی کا اہتمام کیا جائے تو نفیل بن ساعدہ سمیت ہم میں سے کسی کو کم کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

اس موقع پر نفیل بن ساعدہ بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے حرقوس بن شجرہ لے اٹھا۔

”اے بادشاہ! جو کچھ فردوس نے کہا ہے ہم سب اس کی تائید کرتے ہیں۔“

فردوس اور حرقوس بن شجرہ کے ان الفاظ پر بخت نصر خوش ہو گیا تھا۔ پھر سوالیہ انداز میں نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن ساعدہ! تم بھی کوہتہارا کیا خیال ہے؟“

اس پر نفیل بن ساعدہ منکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ”میں بھی اب ان دونوں کی تائید کرتا ہوں۔“

اس پر سب کھل کھلا کہہ بنس دیئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ نے بخت نصر کو اور خوش کر دیا تھا۔ اس کے بعد بخت نصر پھر بول اٹھا۔

”نفیل بن ساعدہ! شادی کے بعد جب تم میرے ساتھ مہموں میں شامل ہو گے تو ہم اپنی بیوی طرحائی کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو۔۔۔۔۔ ان مہموں میں میری ملکہ میرے ہمراہ ہوگی۔ حرقوس بن شجرہ! تم بھی اتنا شید کو ساتھ رکھ سکتے ہو۔ اس کے علاوہ تمہارے قبیلے کے وہ جنگجو جو میرے لشکر میں شامل ہوں گے سب اپنی بیویوں کو لشکر میں شامل کر سکتے ہیں اور ان سب کی دیکھ بھال اور خوراک کا بہترین اور عمدہ انتظام کیا جائے گا۔“

اس کے بعد بخت نصر بڑے رازدارانہ انداز میں نفیل بن ساعدہ، حرقوس بن شجرہ اور دوسرے لوگوں سے یہودیوں کی مملکت یہود پر حملہ آور ہونے سے متعلق تفصیلی گفتگو کرنے لگا تھا۔



”انا شید! تمہاری شادی حرقوس بن شجرہ سے ہو چکی ہے۔ افسوس تمہاری شادی کا اہتمام یہاں نہیں کیا گیا تھا اس لئے میں اور باہل کے بادشاہ اس میں شرکت نہیں کر سکتے تھے۔ چڑے کے اس صندوق میں جو سامان رکھا ہے یہ ہماری طرف سے تمہاری شادی کی خوشی میں ہے۔“

اس کے بعد ایچ طرغائی کی طرف مخاطب ہوئی اور اس سے کہنے لگی۔

”طرغائی! میری نگاہوں میں تمہاری جو عزت اور قدر ہے وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ تم سبھین کے بادشاہ کی بیٹی ہو۔ تمہارے ماں باپ اور لواحقین پر جو گزری اس کا اندازہ میں کر سکتی ہوں اس لئے کہ سب کچھ میرے باپ کی وجہ سے ہوا اور یہ نہیں ہوتا چاہئے تھا۔ بن میری بہن! اس لحاظ سے تو خوش قسمت ہے کہ وقت اور حالات نے تجھے فیل بن سادہ جیسے جوان کے حوالے کر دیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں ایسے نوجوان خوش قسمت لڑکیوں کے حصے میں آتے ہیں۔ اس صندوق میں جو سامان ہے میری بہن! یہ سب تیرا ہے۔ اوپر جو عروسی جوڑا رکھا ہے آج رات کو ٹو پہننے گی۔ اس لئے کہ میرے شوہر بخت نصر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج شام تک تمہاری اور فیل بن سادہ کی شادی کا اہتمام تمہاری قیصرہ ہونے والی ہستی میں کیا جائے گا۔ میں اور میرے شوہر بخت نصر اس شادی میں باقاعدہ شرکت کریں گے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی۔“

اس موقع پر طرغائی اور اناشید نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر طرغائی ملکہ ایسا کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ایسا نے اپنے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھی پھر بڑے خوش کن انداز میں طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”طرغائی! تمہیں اور اناشید کو بہن کچھ بھی ہوں۔ جو کچھ میں نے تم دونوں کے لئے کیا ہے اس کے لئے قطعی طور پر میرا شک یہ ادا نہ کرنا۔ اس لئے کہ تم دونوں اس کی حق دار تھیں۔ اب تم دونوں یہ کہو گی کہ اتنے بڑے چڑے کے صندوق کیسے لے کر اپنی ہستی میں جاؤ گی تو اس کے لئے میں نے ایک کبھی کا اہتمام کر دیا ہے۔ میں نے ایک قاصد پہلے ہی تمہاری ہستی کی طرف بھجوا دیا تھا جس نے پیغام دیا تھا کہ فیل بن سادہ اور حرقوس بن شجرہ آتے ہوئے طرغائی اور اناشید کو بھی لے کر آئیں۔ لہذا اسی وقت میں نے ایک کبھی کا اہتمام کر دیا تھا۔ اب تمہارے یہ چڑے کے صندوق اس



دوسری طرف بخت نصر کی ملکہ ایچ طرغائی اور اناشید کو اپنی خواب گاہ میں لے آئی تھی۔ خود وہ ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ جس نشست پر فیصلی بھی اس نشست کے ایک طرف سرخ چڑے کے دو چھوٹے صندوق پڑے ہوئے تھے۔ کچھ دیر تک ان کی طرف دیکھتے ہوئے ایچ مسکرائی اور اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں آج سے تم دونوں کو اپنی بہن کہوں گی..... اس لئے کہ فیل بن سادہ اور حرقوس بن شجرہ بخت نصر کے بھائی ہیں لہذا وہ میرے بھی بھائی ہیں۔ اس ناٹے، اس رشتے سے میں کہتی ہوں کہ سرخ رنگ کے جو دو چڑے کے صندوق ہیں ان میں وہ صندوق دائیں جانب ہے طرغائی! یہ تمہارا ہے۔ جو صندوق بائیں جانب ہے، اناشید! یہ تمہاری ملکیت ہے۔ ذرا آگے بڑھ کر ان دونوں کو کھولو اور ان میں جو سامان رکھا ہے اس کا جائزہ لو۔“

ایسا کے ان الفاظ پر کچھ بھر کے لئے طرغائی اور اناشید حیرت زدہ ہی اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ جواب میں ایسا نے پھر مسکراتے ہوئے سر کے اشارے سے جب انہیں وہ صندوق کھولنے کے لئے کہا تب دونوں آگے بڑھیں۔ جب انہوں نے صندوق کھولا تو رنگ رہ گئیں۔ دونوں صندوق کے اندر نہ صرف ان کے لئے عروسی لباس تھے بلکہ جب انہوں نے سامان کا جائزہ لیا تو ان عروسی لباسوں کے نیچے اور بہت سے قیمتی لباس تھے۔ ان کے علاوہ ان کے اندر سونے کے زیورات، جوہرات اور دوسرا بہت ماحتمی سامان رکھا ہوا تھا۔

سادے سامان کا جائزہ لینے کے بعد طرغائی اور اناشید دونوں اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ ایسا نے پہلے اناشید کو مخاطب کیا۔

”جی ہاں! اسے بخت نصر نے مخاطب کیا۔
 ”تم انہیں اپنے ساتھ لے کر گئی تھیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں خالی ہاتھ ہی
 واپس آ رہی ہیں۔“
 جواب میں ایسا مسکرائی، کہنے لگی۔

”آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ان دونوں کے لئے
 ہزاروں کے صندوق تیار کیے تھے تاکہ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں صندوق اٹھا کر یہاں
 لے کر آئیں؟ وہ میں نے کبھی میں رکھا دینے ہیں۔ جب یہ سب لوگ یہاں سے
 نہیں گئے تو طرغانی اور اناشید بھی میں بیٹھ کر چائیں گی اور کبھی وہیں رہے گی۔ یہی
 مجھ پر بھائی نعل بن ساعدہ کی شادی کے سلسلے میں استعمال ہوگی۔“
 اچانک اس گفتگو سے بخت نصر بھی خوش ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

”یہ بھی اچھا ہوا۔ میں بھی ان لوگوں سے جو گفتگو کرتا چاہتا تھا وہ کر چکا ہوں۔ اب
 اگلی تاریخ ہوں۔“

پھر نعل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے بخت نصر کہنے لگا۔
 ”نعل! اب تم واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف جاؤ۔ محترم فردرس! میں آپ، زہیر
 و خرقم کے ذمے یہ کام لگاتا ہوں کہ چاہتے ہی اس کی شادی کی تیاریاں شروع کر
 جائیں اور میری ملکہ اور ہمارے سالار اور عمائدین سلطنت شام کو وہاں پہنچیں
 کہ ہماری موجودگی میں نعل بن ساعدہ اور طرغانی کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔“
 بخت نصر کے ان الفاظ پر سب خوش ہو گئے تھے۔

پھر بخت نصر اور ایبتا سب کو نکل سے باہر تک چھوڑے آئے۔ طرغانی اور اناشید کو
 جی میں بھجا دیا گیا تھا۔ ان دونوں کے گھوڑوں کو نعل بن ساعدہ اور خرقم بن شجرہ
 اپنے گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ لیا تھا۔ اس طرح وہ واپس اپنی بنی بستی کی
 طرف لوٹے تھے۔

اس روز بخت نصر اور اس کی ملکہ، اس کے سالار اور بہت سے عمائدین سلطنت
 ہزاروں سالار و سامان کے ساتھ نعل بن ساعدہ کی بستی کی طرف گئے۔ وہاں پورے قبیلے
 نے بخت نصر کی طرف سے عمدہ دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بستی کے اندر ایک جشن
 منایا گیا تھا اور اسی جشن کے دوران نعل بن ساعدہ اور طرغانی کو بڑی شان

کبھی میں رکھے جائیں گے۔ یہاں سے تم دونوں کبھی میں سوار ہو کر اپنی بستی میں
 آؤ گے۔ وہ کبھی وہیں کھڑی رہے گی۔ شام کو بستی کے سامنے جو کھلا میدان ہے وہاں نعل
 بن ساعدہ اور طرغانی! تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ پھر تم دونوں کو اس جگہ میں
 بٹھایا جائے گا اور اس جگہ میں بٹھا کر نعل بن ساعدہ وہیں کی صورت میں تمہیں اپنی
 رہائش گاہ پر لے جائے گا۔“

ایبتا کے ان الفاظ پر طرغانی نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگی۔
 ”میری بہن! اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو پہلے ہی نعل بن ساعدہ کے
 ساتھ ان کے خیمے میں رہتی رہی ہوں۔ اب جو ان کے لئے رہائش گاہ تیار کی گئی ہے
 ان کے اندر میری رہائش ہے۔ لہذا مجھے ان کے ساتھ کبھی میں ان کی رہائش گاہ
 جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں تک ان کے ساتھ شادی کا تعلق ہے تو یہ میری خوش
 بختی ہے کہ شادی کے بعد میں ان کا ہاتھ پکڑ کر خود ہی اپنی رہائش گاہ کی طرف چل
 جاؤں گی۔“

طرغانی کے ان الفاظ پر ایبتا نے بھی ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا جبکہ اناشید بھی ہنس رہی
 تھی۔ اس کے بعد ایبتا کہنے لگی۔

”نہیں طرغانی! جیسا میں چاہ رہی ہوں اور جیسا میں نے اہتمام کیا ہے ایسا ہی ہو
 گا۔ تم فکر نہ کرو۔“

اس کے بعد ایبتا نے آواز دے کر کسی کو بلایا جس کے جواب میں دو غلام اٹھ
 آئے۔ ایبتا نے انہیں حکم دیا کہ چڑے کے وہ دونوں صندوق اٹھا کر نعل کے باہر
 کبھی کبھی کر دی گئی ہے اس میں رکھ دیں۔ اس پر وہ دونوں غلام فوراً حرکت میں
 آئے۔ چڑے کے وہ دونوں صندوق اٹھا کر وہ کمرے سے باہر لے گئے تھے۔
 ان کے جانے کے بعد ایبتا انہی طرغانی اور اناشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہے
 لگی۔

”آؤ اب وہاں چلے جی جہاں تمہارا قبیلے کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور جہاں
 سے ہم تمہارے آئے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی تینوں اس کمرے سے نکلے۔ جب وہ اس کمرے میں داخل
 ہوئیں جس میں بخت نصر نعل اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تب ایبتا کو

شوکت اور شکفتا کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا تھا۔ نفل بن کی شادی کے بعد بخت نصر نے اپنے سالاروں کے علاوہ نفل بن سامہ اور فرم بن شجرہ کے ساتھ مل کر یہودیوں کی مملکت یہودہ پر حملہ آور ہونے کے لئے ۱۰۰۰ سے تیاریاں کرنی شروع کر دی تھیں۔



دوسری طرف یہودیوں کی سلطنت یہودہ کے بادشاہ کے جاسوس بھی تیزی سے کر رہے تھے۔ لہذا اسے بھی خبر ہو گئی تھی کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا ہے۔

یہودہ کا بادشاہ یہوایاقیم کے تحت نفل بن ہونے کے حالات کچھ اس طرح ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ۹45 قبل مسیح کے آس پاس وفات پا گئے تو بنی اسرائیل بارہ قبیلوں کے نمائندوں کا ایک اجتماع تسلیم کے مقام پر ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا بادشاہ ان کے بیٹے رحام بن جاعے اس کے لئے باقاعدہ بادشاہی کی رسم ادا کی جائے۔

جب ان بارہ قبیلوں کا اجتماع ہوا تو اس اجتماع کے موقع پر کچھ یہودیوں نے سوال اٹھایا کہ آیا نیا بادشاہ لوگوں سے جو حاصل وصول کے جاتے ہیں ان میں سے کرنے کے لئے تیار ہوگا؟

اس موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحام بھی وہاں موجود تھا اور جب یہ جملہ سنا تو بھڑک اٹھا۔ تو جوان تھا۔ مگر اُس کی اس وقت صرف سولہ برس لہذا یہودی قبیلوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ ”میرے باپ نے تمہیں گوزلوں سے ٹھیک کیا تھا اور میں تمہیں بچھوؤں سے کروں گا۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رحام کے یہ الفاظ سننے ہی دس قبیلوں رحام کو اپنا بادشاہ ماننے سے انکار کر دیا اور اس کی جگہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک سالار یرعام کو اپنا بادشاہ چننے پر آمادہ ہو گئے جس کا تعلق قبیلہ افراہیم سے تھا۔ چنانچہ دس قبیلوں نے یرعام کو اپنا بادشاہ چن لیا۔ انہوں نے اپنی علیحدہ علیحدہ کر لی۔ اس طرح یہودیوں کی مملکت کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ کا نام اسرائیل

لیا جس کا حکمران یرعام بنا اور سامریہ کو اس کا مرکزی شہر قرار دے دیا گیا۔ دس فیملیوں کے بعد اب یہودیوں کے دو ہی قبیلے رہ گئے یعنی یہودہ اور بنیامین۔ ان دو قبیلوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رحام کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے اسے اپنا بادشاہ بنالیا اور اپنی علیحدہ مملکت قائم کر لی۔

اس طرح یہودیوں کی دو مملکتیں ہو گئیں۔ ایک کا نام اسرائیل جس کا مرکزی شہر امریہ تھا اور جس کا حکمران یرعام تھا۔ دوسری مملکت کا نام یہودہ تھا جس کا مرکزی شہر اور حرم قرار دیا گیا اور اس کا پہلا حکمران حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحام تھا۔

اسی دوران مصر کا فرعون جس کا نام شیشاق تھا اور جسے توریت میں شیشاق کے نام سے یاد کیا گیا ہے وہ یہودہ کی مملکت پر چڑھ دوڑا۔ حملہ کیا۔ یہ شیشاق واصل لیا کا پہلے والا تھا جس نے مصر کے بائیسویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی تھی۔ یہی شیشاق قبل مسیح میں یہودہ کی مملکت پر حملہ آور ہوا۔ اس نے یروشلیم شہر کو تباہ کیا۔ شہر کو لوٹا۔ اور کل میں بعض قیمتی چیزیں جمع کیں۔ انہیں مال غنیمت قرار دے کر اٹھا لے گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحام فرعون کے ان حملوں کو روک نہ سکا۔

آخر فرعون کے ساتھ رحام کی صلح ہو گئی جس کے نتیجے میں مصر کے فرعون شیشاق کی بیٹی سے رحام نے شادی کر لی۔ اس طرح وقتی طور پر دونوں مملکتوں میں صلح ہو گئی۔ رحام ایک طرح سے اپنے والد محترم حضرت سلیمان علیہ السلام کے نقش قدم پر چلا تھا اس لئے کہ انہوں نے بھی پہلے گزرنے والے ایک فرعون کی بیٹی سے شادی کی تھی۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں جب مصر اور آشوریوں کے حالات درحکمرانوں سے بنی اسرائیل کو کسی قدر غارت حاصل ہوئی تو یہودہ کی یہودی مملکت نے اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے اپنا بادشاہ عازیا نام کا بنانا جسے بعض اوقات عزریا کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ 782 سے 751 قبل مسیح تک حکمران رہا۔ اس نے سلطنت کے عام حالات پھر بہتر بنانے شروع کئے۔ یہودہ کے اس بادشاہ نے اپنے لشکر کو ازسر نو استوار کیا، اس کی فوج اور ترتیب کو درست کیا۔ یروشلیم کے استحکام میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں انہیں ترمیم کرائی۔ اس کے علاوہ اپنے لشکر تیار کر کے اس نے فلسطینیوں اور عربوں پر کچھ فتوحات حاصل کیں۔ اس کے علاوہ اس نے عونیوں اور قریب کے دوسرے دشمنوں سے

خارج بھی وصول کیا۔ عزایا یا عزریا نام کے اس بادشاہ کی سرگرمیاں صرف عسکری مہم نہ تھیں، اس نے آبیاری کا بندوبست کر کے زراعت کو ترقی دی۔ یہ آبیاری علاقوں میں ریزوں کی حفاظت کے لئے برج تعمیر کروانے جواب بھی دیتی تھی۔ علاقوں میں کیسی کیسی کھنڈرات کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔

اس عزریا یا عزریا کے بعد حزقیہ یہودہ کی مملکت کا حکمران ہوا۔ یہ نیزہ کے آشوری حکمرانوں کا خراج گزار رہا۔ اس موقع پر مصر کے فرعون نے حزقیہ کو اسکاہ کے نیزہ کے آشوری عربوں کو خراج ادا کرتا بند کر دے۔ اُسے یقین دلایا کہ اگر آشوریوں نے اس پر حملہ کیا تو وہ اس کی مدد کرے گا۔

فرعون نے جب یہودہ کے بادشاہ حزقیہ کو یہ اسکاہ دی تو اس موقع پر اسرائیل کے ایک پیغمبر یسعیاہ نے اپنے بادشاہ کو تنبیہ کی اور اُسے مشورہ دیا کہ فرعون کے اس مشورے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ لیکن یہودہ کے بادشاہ حزقیہ نے اللہ کے پیغمبر کی بات کو اور ان کی تنبیہات کو نظر انداز کر کے آشوریوں کا مقابلہ کرنے کی نڈی۔ اس لئے کہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ آشوریوں کے مقابلہ میں مصر کا فرعون نہ اس کی مدد کرے گا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے حزقیہ نے فلسطینی شہروں اور دوسری مملکتوں کے ساتھ اتحاد کے معاہدے کر لئے۔ چونکہ اسے خطرہ تھا کہ آشوری ام حملہ آور ہوں گے اور یروشلم کا محاصرہ کریں گے۔ لہذا اس نے پہاڑی سے سترہ سو بیس تالی نکلوئی تاکہ یروشلم کو پانی کی دقت پیش نہ آئے۔ یہ تالی جس کے ذریعے کو پانی میاں کیا جانے لگا اس کا نام تاریخ کے اوراق میں چشمہ شلوخ مشہور ہوا۔ آخر جب حزقیہ نے نیزہ کے آشوری عرب حکمرانوں کے خلاف بغاوت اور اختیار کی تو اس کے نتیجے میں آشوری عرب یہودہ کی مملکت پر حملہ آور ہونے لگے اپنے لشکر لے کر نیزہ سے نکلے۔ اس وقت ان کا بادشاہ سرجون تھا۔ پہلے سرجون حملہ آور ہو کر یہودہ کی مملکت کو ناقابلِ حثانی نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد آشوریوں نے والے بادشاہ اور سرجون کے جانشین سانخریب نے بھی یہودہ کی مملکت پر شروع کر دیئے۔

سانخریب نے بے درے نہیں شروع کیں اور 701 قبل مسیح میں ان

یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ سانخریب نے صیدہ اور عکہ کو فتح کر لیا۔ اشدودہ، عیون، قلاب اور کے حکمران اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔

پھر وہ آگے بڑھتا ہوا فلسطین کے شہر یافا کا پہنچا۔ عسقلان کو فتح کر لیا تو وہ مصر کے چلا گیا تھا۔ وہاں سے وہ مشرق کی طرف چلا۔ صور اور عیون کو بھی اس نے فتح کر لیا۔

اس کے بعد وہ یروشلم پر ضرب لگانا چاہتا تھا کہ اسے خبر ملی کہ مصر کا فرعون یروشلم اس کی مدد کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر لے کر آ رہا ہے اور حبشہ کا ایک بہت بڑا لشکر اس کی مدد کر رہا ہے۔

چنانچہ سانخریب نے اپنا ایک لشکر علیحدہ کر کے اسے تو یروشلم کا محاصرہ جاری رکھنے کے لئے کہا اور باقی لشکر لے کر وہ مصر اور حبشہ کی متحدہ قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا۔

دونوں قوتوں کے درمیان اللہ کے مقام پر ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں آشوری عربوں کے بادشاہ سانخریب نے فرعون اور حبشہ دونوں کی متحدہ قوت کو بدترین شکست دی اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

اس کے بعد اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ سانخریب چلنا چاہتا تھا کہ یروشلم پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دے لیکن شاید خداوند قدوس کو ایسا منظور نہ تھا۔ اس لئے کہ اس کے لشکر میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس سے اس کے لشکر کا پچاس ہزار لشکری ہلاک ہو گئے۔ لہذا یروشلم کو اس کے حال پر چھوڑ کر وہ واپس نیوا چلا گیا۔

یروشلم پر سانخریب کی دہشت طاری ہو چکی تھی لہذا یہودہ کے بادشاہ حزقیہ نے خود سانخریب کی اطاعت قبول کر لی۔ اس لئے کہ یروشلم کے سوا اور گرد کے سارے علاقوں کو سانخریب نے تباہ و برباد کر رکھا تھا اور سب کو اس نے زیر کر لیا تھا۔ حزقیہ نے سانخریب کی اطاعت قبول کرتے ہوئے اسے خراج دینا قبول کیا۔ اس نے اپنی بیٹیاں، محل کی دوسری عورتیں اور قیمتی خزانے نیزہ، آشوریوں کے سانخریب کی خدمت میں بھیجے۔

یروشلم کی چھڑی جب آشوری عربوں کے بادشاہ سانخریب کے پاس پہنچی تو اس

شاہدار فتح کے نتیجے میں اس نے یادگار کے طور پر ایک کتبہ تحریر کر کے نصب کرایا۔ اس کتبے کی تحریر کچھ اس طرح تھی:

”حزقیاہ یہودی جس نے میری اطاعت قبول نہیں کی تھی تو میں نے اس کے چھالیس مستحکم اور محصور شہروں، نیز آس پاس کے قصبوں کا محاصرہ کیا، ان پر قبضہ جمایا، انہیں لوٹا اور انہیں مالی نیستیمہا۔ میں نے اسے بروٹھم میں جو شاہی حکومت کا مرکز ہے اس طرح بند کر دیا جس طرح پرندہ بنجرے میں بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس حزقیاہ پر میری قیبت انگیز شوکت غالب آگئی تھی۔“

آشوری عربوں کے بادشاہ سناخریب کے حملے کا اثر یہ ہوا کہ یہودیوں کی یہودہ نام کی مملکت کمزور ہو گئی اور اس کی قوت مزید گھٹ گئی۔

ساتویں صدی قبل مسیح کے ابتدائی پچھتر سال میں یہ سلطنت طاقتور نبیوں کی حکومت کے آگے بھگی رہی اور باقاعدہ نبیوں کے آشوری حکمرانوں کو خراج ادا کیا جاتا رہا۔

جب یہودیوں نے دیکھا کہ اب آشوریوں کے اندر ضعف اور کمزوری پیدا ہو چکی ہے تو انہوں نے یہودیوں کی معمول کی سازشوں کو سامنے رکھتے ہوئے پُر ہڑت سے نکلنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے پھر بہت باقاعدگی سے اس لئے کہ ان کا بادشاہ حزقیاہ ختم ہو چکا تھا اور اس کی جگہ نیا حکمران یوسیا ہوا تھا جس کی عمر اس وقت صرف آٹھ سال کی تھی۔

اسی یوسیا کے عہد حکومت میں گنگ بہک 638 قبل مسیح یہودیوں کی سلطنت کی حدیں شمال کی طرف بڑھیں اور اس توسیع کا مطلب یہ تھا کہ یہودی پھر طاقت اور قوت پکڑ شروع ہو گئے تھے۔ اسی یوسیا کے دور میں مصر کے بادشاہ نخا نے شمال کی طرف بڑھ قدمی کرتے ہوئے اپنی سلطنت کو وسعت بخشنا چاہی تھی۔ نخاؤ کو تاریخ کے اوراق پر نچو کے علاوہ نیکو کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ اسی نخاؤ کو بخت نصر نے شکست دے کر واپس مصر کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ یوسیا نے یہودہ کی سلطنت وسعت کے ساتھ ساتھ طاقت اور قوت بھی بخشی۔ یوسیا کے دور میں یہودیوں کی سلطنت کا ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا تھا اور یہودی اپنی سلطنت میں مزید وسعت کرنے کے لئے ادھر ادھر تک بھاگ کرنے لگے تھے یہاں تک کہ 608 قبل

یوسیا کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا یہویاہ قیم یہودہ کی مملکت کے تاج و تہ کا مالک بنا۔

جس وقت بخت نصر یہودہ کی مملکت پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا وہ وقت بھی یہویاہ قیم یہودہ کی مملکت کا بادشاہ تھا۔

یہویاہ قیم کو جب خبر ملی اور اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے پُر تڑپ رہا ہے تب اس نے اپنے سالاروں اور محسن سلطنت کا ایک اجلاس طلب کر لیا تھا۔ اس کے بلاوے پر سب لوگ بروٹھم قلعہ میں جمع ہو گئے تھے۔ وہ ایک بلند شہر نشین تھی جس پر یہودہ کا بادشاہ یہویاہ قیم ہوا تھا۔ اس کے ایک طرف اس کا نوجوان بیٹا یہویاہ کین، دوسری طرف اس کا بھائی صدقیاہ جبکہ یہویاہ قیم کے ایک طرف سلطنت کا بہترین سالار حارم اور نقاہ کے پہلو میں دوسرا بڑا سالار حسرب بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ سامنے سے علامدسن سلطنت، دوسرے سالار اور یہودہ کی مملکت کے صاحبان حیثیت اور اب سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔

جب سب لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب یہودہ کی مملکت کا بادشاہ یہویاہ قیم چند بات تک بڑی گہری نگاہوں سے سب لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس موقع پر اس کے ہمع پر پکا سائنم نمودار ہوا پھر فریہ انداز میں کہنے لگا۔

”میں نصر کے اس کرے میں جو آپ سب لوگوں کو جمع اور متحد دیکھتا ہوں تو اس میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ اگر کسی بھی نادان حکمران نے ہماری مملکت پر حملہ آور ہو سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ خود لوند کے قہر اور عذاب کا شکار ہو جائے گا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد یہویاہ قیم رکا، توقف کیا، پھر سارے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! تمہیں اس لئے یہاں جمع کیا گیا ہے تاکہ تم پر یہ انکشاف کیا کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر ہماری مملکت پر حملہ آور ہونے کے لئے پُر تڑپ رہا ہے۔ خبریں ہمارے مجبور اور غلامی گروں نے دی ہیں ان کے مطابق بخت نصر نے اپنی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا ہے اور اس کی زندگی کا بڑا ہی مقصد ہم پر حملہ کرنا ہے۔ اس لئے سامنے زبرد اور پست کرنا ہے۔ اب بابل اس کا مقابلہ کرنے کے

عدالت کو پانی کی مانند اور صداقت کو بڑی نہری کی مانند جاری رکھا۔
 کیا ہم نے ان الفاظ کو اپنا یا؟ ان پر عمل کر کے دکھایا؟ ہرگز نہیں۔ پھر ہم میں
 علماء بھی مبعوث ہوئے۔ انہوں نے بھی خداوند کی قدسیت ہمارے سامنے پیش کی۔
 ان نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ خدا کے سوا جو معبودوں کی پرستش کی جا رہی
 وہ سراسر بے کار ہیں اور انسانوں نے خود ہی انہیں گھڑ لیا ہے۔ انہوں نے
 حاکمیت کا دائرہ آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ قدس قدوس رب الافواج ہے۔
 اسی زمین اس کے جلال سے معمور ہے۔ کیا ہم نے اس خدا کو مان کر اور اسے
 مدد جان کر اس کی بندگی کر کے دکھایا؟

اے بنی اسرائیل! اب ہم خداوند قدس کی پسندیدہ قوم نہیں رہے۔ ہم نے اس کی
 عید کو ترک کر دیا۔ ہم نے ان کعبوں سے بھتیجی بازی کے طریقے سیکھنے کے ساتھ ساتھ
 ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات بھی پیدا کر لئے اور کعبوں ہی سے ہم نے مذہبی
 کار اور اعمال بھی نیکو لئے جو یہ اور کی افزائش اور اچھی فضلوں کے حصول کے لئے
 ضروری سمجھے جاتے تھے۔ اور پھر ہم نے اسی پر اتکنا نہیں بلکہ ہم نے ان رسوم اور
 عبادت کا پورا انتظام کیا۔ ان کی طرح ہم نے بھی لکڑی کے ٹکڑے اور اونچے مقامات کو
 پرکھ جانا۔ سانپ کی پوجا اور شہری چمچے کی پرستش شروع کر دی۔ جب تک ہم
 اپنے واحد کی بندگی اور عبادت کرتے رہے، وہ ہماری مدد کرتا رہا، ہمیں عذاب سے
 بچاتا رکھا۔ لیکن پھر ہم نے ان آسمانوں کے اس مالک کے ساتھ ساتھ بینہ برسانے
 کے طوفانوں کے منہ بہت سے دیوی دیوتاؤں کو ماننا شروع کر دیا۔

اے بنی اسرائیل! پہلے اسرائیلی والدین اپنے بچوں کے نام عوامی خداوند قدس کے
 ہی نسبت سے رکھتا کرتے تھے۔ اب ذرا اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑاؤ، بنی
 اسرائیل اب کعبوں کے دیوتائیں کی نسبت سے اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں۔ ہم
 اب اپنے بچوں کے نام اسماعیل اور مریم سمجھ رکھتے شروع کر دیتے ہیں اور کیا یہ امر
 ہر کے پرستاروں کے لئے باعث شرم نہیں ہے؟

اے یہودیہ! میں تمہارا زیادہ وقت براہ نہیں کروں گا لیکن اس موقع پر یہ کہوں گا
 خداوند قدس نے ہمیں جو درس دیا تھا ہم اس سے بہت دور جا چکے ہیں لہذا اب ہم
 خداوند قدس کی پسندیدہ قوم نہیں رہے۔ اس بناء پر میں آپ لوگوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ

”ہمیں کیا طریقہ کار وضع کرنا چاہئے؟“
 یہودیہ! جب خاموش ہوا تب اس کی سلطنت کا ایک رکن اٹھا اور اسے مخاطب
 کے کہنے لگا۔

”یہودیہ! ہمیں کسی غلط فہمی، کسی دھوکے، کسی غریب میں نہیں رہنا چاہئے۔ اگر ہم
 یہ سمجھتے رہے کہ ہم یہودی خداوند قدس کی پسندیدہ قوم ہیں اور وہ ہمارے ساتھ
 سامان کرے گا تو یہ ہماری غلط فہمی اور دھوکا ہوگا۔ کیا ہم نے خداوند کے احکام کو اپنا یا
 ہم وہ بد نصیب ہیں جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے بعد خدا کو نہ
 عبرتوں کا معبود سمجھا لیا تھا اور اس کی حکومت کا دائرہ صرف عبرانیوں کی سرزمین
 محدود کر دیا اور ہم یہ کہتے رہے کہ وہ مصریوں کے خلاف ایذا رساں تدبیریں کرنا
 خوش ہوتا ہے جو عبرانیوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ہم نے اسے اپنا قومی
 بتا لیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ آسمانیوں اور کعبوں کے استحصال کا اس نے ہم
 اختیار دے دیا ہے۔ کیا خدا نے ہمیں یہی تعلیم دی تھی کہ ہم خداوند قدس کی ذات
 محدود کر کے رکھ دیں؟

کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے بعد میں آنے والے نبیوں کا احترام اور ان
 پیروی کی؟ عامیوں جو ہم میں مبعوث کئے گئے جو ایک غیر معروف گاؤں اور آس پاس
 کے غریبوں کے ایک چرواہے تھے اور گورل کے پھول چٹا کرتے تھے۔ انہوں نے خدا
 توحید اور صلیب آقاقت ہمارے سامنے پیش کی۔ انہوں نے ہمارے سامنے امان
 کہ وہ صرف اسرائیل ہی کا نہیں بلکہ پوری کائنات کا خدا ہے۔ انہوں نے ہم پر
 واضح کیا کہ خدا عادل ہے۔ لیکن کیا ہم نے ان کی باتوں پر اعتبار کر کے اس پر عمل
 عامیوں نے ہمارے سامنے خداوند قدس کے یہ الفاظ پیش کئے لیکن ہم نے انہیں
 تسلیم نہ کیا۔ انہوں نے کہا۔

”میں تمہاری عیدوں کو سرحد جانتا ہوں اور ان سے نفرت کرتا ہوں اور
 میں تمہاری مقدس محفلوں سے بھی خوش نہ ہوں گا۔ اگرچہ تم میرے حضور
 سوختی اور قدر کی قربانیاں گزارو گے تو بھی قبول نہ کروں گا اور تمہارے
 قربانوں کی قربانیاں خاطر میں نہ لاؤں گا۔ تو اپنے سرور کا شور
 میرے حضور سے دور کر کیونکہ میں تیرے رہاب کی آواز نہ سنوں گا لیکن

اٹانے پر مجبور کر دے؟“

یہودیہ قلم کے خاموش ہونے پر حارم پھر بول اٹھا۔

”میں نے اور حسب نے اس معاملے پر بھی غور کیا ہے۔ اس وقت ہمارے ہمارے میں دو بڑی طاقتیں اور قوتیں ہیں جو بخت نصر کے معاملے میں ہماری مدد کر سکتی ہیں۔ پہلا مصر کا فرعون اور دوسرا مصر کا کھانی بادشاہ ایت اہل۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حارم رکا، اٹھ بھر کے لئے اپنے ساتھی سارا دوسوب کی طرف دیکھا پھر اپنے بادشاہ یہودیہ قلم کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بھر کہہ رہا تھا۔

”میرے اور حسب کے نقطہ نظر سے اگر ہم بخت نصر کے حملوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اور اسے اپنی سر زمینوں سے نکل باہر کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے ان دو

بڑے ہمسایوں سے مدد مانگنی چاہئے۔ ان دونوں ہمسایوں سے ہمارے تعلقات برے نہیں ہیں۔ اگر بخت نصر نے ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی تیاریوں کو اپنے حروج پر پہنچا دیا ہے تو میرا اور حسب کا یہی مشورہ ہے کہ ہمیں وقت ضائع کئے بغیر تیز رفتار

قاصد مصر کے فرعون اور مصر کے کھانی بادشاہ ایت اہل کی طرف روانہ کرنا چاہئے اور ان سے باہل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف مدد طلب کرنی چاہئے۔ ساتھ ہی ان

دونوں قوتوں کو یہ بھی ترغیب دینی چاہئے کہ اس سلسلے میں جب وہ اپنے لشکروں کو حرکت میں لائیں گے تو سونے اور دوسری قیمتی اشیاء کی صورت میں ہم ان کے لشکریوں

کے اخراجات کی صفائی کر دیں گے۔“

یہودیوں کے بادشاہ یہودیہ قلم کو اپنے دونوں سالاروں کی یہ تجویز پسند آئی تھی۔ اس سلسلے میں ان نے جب اپنے ہمسایہ سلطنت سے بھی اس سلسلے میں مشورہ طلب کیا تو

مجبب نے اس سے اتفاق کیا کہ انہیں اکٹھا اور تیارہ کر بخت نصر کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں بخت نصر انہیں تیارہ و برباد کر دے گا۔ لہذا اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ضرور مصر اور مصر کے بادشاہوں کی حمایت حاصل کرنی چاہئے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد یہودیوں کے بادشاہ یہودیہ قلم نے تیز رفتار قاصد مصر اور مصر کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

بخت نصر کے حملے سے پہلے کے لئے کوئی تدبیر کر لو ورنہ اس سے پہلے ہم آشوری اور مصری ہم پر حملہ آور ہو کر ہماری سلطنتوں کی اہانت سے اہانت بھگتیں

جس میں اس طرح بخت نصر بھی ہمارے سروں پر چابی اور بربادی کا کھیل بین کر رہا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد یہودیہ قلم کی سلطنت کا وہ دو بڑے مایہ کی عالم میں آگیا تھا۔ کسی کو ہرأت نہ ہوئی تھی کہ اٹھ کر اس کے انکار کی نفی کرتا یا اس کے خلاف ہر

آواز اٹھاتا۔ اس دوران قصر میں کچھ خاموشی رہی۔ لوگ آپس میں کسم پکسم کرنے لگے تھے۔ پھر یہودیہ قلم نے اپنی سلطنت کے دو بڑے سالاروں حارم اور حسب کی مدد

دیکھ کر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیزو! میں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہماری عسکری طاقت ہر مضبوط اور مربوط ہے۔ اس کے باوجود ہمیں بخت نصر کی طاقت اور قوت کے سامنے

پامناست ہو گا۔ یہ وہی بخت نصر ہے جو اس سے پہلے مصر کے فرعون خنوز کو بے اثر کر دے چکا ہے حالانکہ اس وقت خنوز کی طاقت اور قوت ہم سے بہت زیادہ تھی لہذا

مشورہ ہو کہ اس موقع پر بخت نصر کے حملوں سے بچنے اور اسے اپنے علاقوں سے نکل باہر کرنے کے لئے ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہئے؟“

یہودیہ قلم نے ان الفاظ کے جواب میں تھوڑی دیر تک حارم اور حسب دونوں آہٹ میں سلاٹا مشورہ کرتے رہے پھر حارم، یہودیہ قلم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جہاں تک میرا اور حسب کا اندازہ ہے باہل کے بادشاہ بخت نصر کی طاقت ہر قوت ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ جب ہمارے مرکزی شہر یروشلم کا رخ کرے گا

پوری طاقت اور قوت سے حملہ آور ہو گا۔ لہذا ہمیں کوئی ایسا سامان کرنا چاہئے کہ ہر یروشلم میں ہم محصور نہ کر بخت نصر کا مقابلہ کریں تو باہر سے کوئی اور قوت بھی اس پر حملہ

آور ہونے والی نہ ہو اسے یروشلم کا محاصرہ ترک کر کے واپس جانے پر مجبور کر دے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حارم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے یہودیہ قلم بول اٹھا۔

”تمہارے خیال میں اس سلسلے میں وہ کون سی قوت ہو سکتی ہے کہ جب ہم بخت نصر کے مقابلہ میں یروشلم شہر میں محصور رہیں تو وہ باہر سے حملہ آور ہو کر بخت نصر کو مدد

ہمارے بادشاہ کے ہاں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ہمارے بادشاہ نے انہیں بڑے اعزازات دیے۔ پہلے انہیں اپنے محافظ دستوں میں شامل کیا، پھر شکاری ذمہ داری بھی ان کے ذمے لگا دی۔ ایک روز شکار نکلنے کی وجہ سے ہمارے بادشاہ نے انہیں ڈانٹا جس کا انتقام لینے کے لئے ان دونوں نے بادشاہ کے بیٹے کو ذبح کر کے اسے کھلا دیا اور خود دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر آپ کی مملکت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے بادشاہ نے آپ کے نام یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ تو تک اور جانکو اور ان کے ساتھیوں کو پایہ زنجیر ہمارے بادشاہ کی طرف آجیانہ روانہ کر دیں تاکہ ان دونوں ستمیہیں سزا دیں اور ان کے ساتھیوں کو ان کے کئے کی سزا دی جاسکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ قاصد خاموش ہوا جب آیات کچھ دیر تک گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتا ہوا پھر کہنے لگا۔

”تم اور تمہارا بادشاہ کبھی امتحان اور ناکامیہ ہو ... اگر کوئی غیر مانوس اور اپنی شخصیت تمہارے بادشاہ کی ساری مملکت میں داخل ہو جاتا ہے تو کیا کسرا کو کیا خبر ہوگی کہ کون کب داخل ہوا ہے اور اس نے اپنے ہمسائے میں کیا کمیناں اور کیا وہدات کی ہے۔ اسی طرح اگر ستمیہیں کے سوار تو تک اور جانکو دونوں نے تمہارے بادشاہ کے خلاف وہ وہدات کی ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے اور وہ ہماری مملکت میں داخل ہو چکے ہیں تو ہم انہیں کہاں تلاش کرتے پھر میں؟ ہماری مملکت تو ایک طرف بیڑہ فاسوس، دوسری طرف بیڑہ روم، تیسری طرف بیڑہ اودو، چوتھی طرف فرات کی نزدیکی سرزمینوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ ہم تمہارے بادشاہ کے ان دو ہجڑوں کو کہاں کہاں تلاش کرتے پھر میں؟“

اس احمق سے کیا ہمارے دو دونوں قاصد کسی قدر اذاس اور فہوم ہو سکے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک آیات و تنہب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! ہمارے تجربوں کے علاوہ باہل کے بادشاہ بخت نصر کے کچھ تجربوں نے اطلاع کر دی ہے کہ تو تک اور جانکو دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کی طرف آئے ہیں اور آپ کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ یہ اطلاع پانے کے بعد ہی ہمارے بادشاہ کیا کرارا۔ ہمیں ان کی حواگی کے لئے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔“

اس پر آیات نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ایشیائے کوچک کا بادشاہ آیات اپنے سارا روں اور دوسرے سرکردہ لوگوں سے ساتھ سارا اس کے قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے سانپ کے منہ والا مسافر بنے اس کا چہرہ آجیہ، آیات کے سامنے کھڑا ہوا، اپنے آپ کو اس نے عصا سمیت خوب زمین کی طرف جھکاتے ہوئے آیات کو تعظیم دی ... پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! قوم ماد کے مرکزی شہر آجیانہ سے دو قاصد آئے ہیں ... وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بادشاہ کیا کسرا کا کوئی پیغام آپ تک پہنچاتا ہے۔“

ان الفاظ پر آیات کے چہرے پر طنز سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کچھ دیر سوچنا رہا پھر اپنے چہرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آجیانہ سے آئے والے کیا کسرا کے دونوں قاصدوں کو اندر لے کر آؤ۔“

چوہدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ آجیانہ کے قاصدوں کو ساتھ لے کر آیا۔

ایک بار پھر پہلے کی طرح اس نے اپنے بادشاہ آیات کو تعظیم دی اور اس کے انداز میں آجیانہ سے آنے والے کیا کسرا کے دونوں قاصدوں نے بھی تعظیم دی تھی۔ ایسا کرنے کے بعد چہرہ ایک طرف ہٹ گیا۔ یہاں تک کہ آیات نے کیا کسرا کے ان قاصدوں کو مخاطب کیا۔

”مجھے خبر ہے چہ دار نے بتایا ہے کہ تم لوگ امجیانہ سے آئے ہو اور میرے لئے اپنے بادشاہ کیا کسرا کا کوئی پیغام لے کر آئے ہو۔ کہو تم کیا کہنے چاہتے ہو؟“

آیات کے ان الفاظ پر کیا کسرا کے دو سارا روں میں سے ایک بولی اٹھا۔

”اے بادشاہ! وہ نامور ستمیہیں سارا رو جن کے نام تو تک اور جانکو ہیں انہوں نے

”تم دونوں قاصد ہو۔ اپنی حدود سے بڑھ کر گفتگو کر رہے ہو۔ میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں کہہ چکا ہوں کہ میں کسی تو تک اور جانے کو نہیں جانتا۔ نہ وہ میرے لشکر میں شامل ہوئے ہیں اور نہ ہی مجھے علم ہے کہ وہ ہماری سر زمینوں میں داخل ہونے والے ہیں۔ میں مزید اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

آیات کے اس رویے سے کیا کسارا کے وہ دونوں قاصد اور زیادہ مایوس ہوئے تھے لہذا دونوں اس کے قصر سے نکل گئے تھے۔



نفیل بن ساعدہ اور قرقوس بن شمرہ اپنے قبیلے کے جنگجو جوانوں کے ساتھ اب ہر روز باہل جانے لگے تھے۔ وہاں وہ بخت نصر کے لشکر میں شامل ہوتے۔ اس طرح بخت نصر کے لشکر کے ساتھ مشرق کی تربیت کا کام شروع ہو گیا تھا تا کہ جنگ کے دوران ہر ایک ایک دوسرے کے طریقہ جنگ سے واقف ہوں۔ ایک روز جبکہ ان پر گھڑے بادل بنے ہوئے تھے، یہ بہر کے قریب نفیل بن ساعدہ باہل سے لوٹا۔

جب وہ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا تو وہاں طرانی نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے یہ طرانی نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”جب سے ہمارے قبیلے کے جنگجو تربیت کی خاطر باہل کا رخ کرنے لگے ہیں تب سے قبیلے کی عورتیں بہت ہی اقوام کا ذکر کرتی ہیں۔ ان اقوام میں ایکس، جوری، آموری، کنعانی، آرامی اور دوسری اقوام کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ سب ان اقوام کو جانتی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک میں ہوں جو بالکل ان کی طرح ان کے اندر بیٹھی رہتی ہوں اور نہیں جانتی کہ جن اقوام کا ذکر وہ کر رہی ہیں وہ اقوام کون تھیں۔ کہاں کہاں گزریں، ان کا ماضی کیا تھا..... کہاں سے انہوں نے ظہور کیا، کس جگہ اپنے عروج کو پہنچیں اور کیسے ان پر سترلی اور زوال طاری ہوا..... کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ مجھے ان اقوام کے متعلق تھوڑی سی تفصیل بتا دیں تاکہ جب قبیلے کی عورتیں بیٹھ کر ان اقوام کے متعلق گفتگو کیا کریں تو میں بھی ان کے اندر بیٹھ کر ان کی گفتگو میں شامل ہو

اور ان کی گفتگو کا ایک جزو بن سکوں۔ جب وہ مختلف اقوام پر گفتگو کرتی ہیں تو بہت کی طرح بیٹھی ان کی طرف ہنسی دیتی ہوں۔ اس وقت میری حالت ایسی ہے جیسے میرے منہ میں زبان نہ ہو یا میں گویا ہوں..... صرف اشاروں سے کرنا چاہتی ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طرانی کی۔ اس کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ مسکرا رہا تھا۔ یہاں تک کہ طرانی نے بھی بڑے پیار سے سطرانے ہوئے کہا۔

”آپ بھی یہ خیال کر رہے ہوں گے کہ میری بیوی کا تمہیں ہونا میرے لئے بہت ہی گہنا ہے۔“

اس پر نفیل بن ساعدہ نے ہلکی سی چپٹ اس کی گال پر لگائی، پھر کہنے لگا۔

”میری بات..... ایسی باتیں نہیں کرتے۔ تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ہرمت نہیں ہے..... میں تمہیں پرانی اقوام کے حالات سناؤں گا۔ لیکن ایک نشست نہیں۔ مختلف نشستوں میں ہم یہاں بیوی بیٹھے رہیں گے اور میں تمہیں مختلف اقوام کے حالات سناتا رہوں گا۔ آج میں تمہیں ایکسوں کے متعلق تفصیل بتاتا ہوں سنو!

ایکسوں بنیادی طور پر عرب تھے۔ ان کو ایکسوں کے علاوہ نماقہ اور چروات بادشاہ کہتے ہیں۔ کیوں کہتے ہیں یہ تفصیل میں خود ہی آجائے گا۔ یہ لوگ پہلے ارض شام کے علاقوں پر غالب تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شام میں اس کی اچھی خاصی طاقت اور قوت تھی۔ ان سے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے گھوڑے پر سوار کرنا سیکھ لیا تھا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے گھوڑوں کو صرف چمکڑوں کے آگے لپکاتا تھا۔ انہوں نے کئی قصبوں کو بھی رواج دیا۔ ان سے پہلے عام لوگ گھوڑے کی مدد سے کچھ کر رہے جاتے تھے اس لئے کہ انہوں نے یہ جانور پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایکسوں کی وجہ سے گھوڑے پہلے ارض شام میں، اس کے بعد مصر میں پہنچے۔ یہ جب ان کا گھوڑا مر جاتا تو اس کے دفن کا بھی خاص اہتمام کیا کرتے تھے اور گھوڑوں کی قبریں بنایا کرتے تھے۔

ایکسوں نے جن نئے ہتھیاروں کو رواج دیا ان میں خرم دار فلوادی تلوار اور ایک مکان تھی۔ یہ چیزیں پہلے پہل جلد اور فرات میں ہمارے اکادی قبیلے نے بھی اپنی کی تھیں۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ہماری اکادی عرب قوم بھی ان علاقوں

مکرت کی تھی۔ یہ آج سے گیارہ سو سال قبل اپنے عروج پر تھے۔

شام ہی سے یہ یکوس آہستہ آہستہ جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے مصر میں داخل ہونے لگے۔ آج سے گیارہ سو سال قبل کی بات ہے جس وقت یکوس زور مارنے لگے اپنے سامنے آنے والی ہر قوت کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے مصر میں داخل ہوئے تو مصر کے ایک شخص نے مصر میں ان کے ورود پر جو تحریر لکھی وہ عجیب و غریب تھی۔ وہ کہتا ہے۔

”خدا کی غضب کے جھکڑوں نے ہمیں آلیا۔ مشرق کی طرف سے ایک کم اصل گروہ آ گیا جس کی آمد کے متعلق بالکل خیال نہ تھا۔ وہ ہمارے وطن پر حملہ آور ہوا اور زور قوت کے بل پر ہمارے آسمانی مسلط ہو گیا۔ لڑائی تک نہ ہوئی۔ اس گروہ نے ہمارے حکمرانوں پر قابو پا لیا۔ ہمارے شہروں کو وحشتناک انداز میں جلایا۔ ہمارے دیوتاؤں کے مندروں کو ڈھا دیا اور پوری ملکی آبادی کے ساتھ انتہائی بے رحمی کا برتاؤ کیا۔“

مصر میں یکوس کے داخلے کی وجہ سے کئی ہجرت کام بھی ہوئے۔ پہلا یہ کہ مصر میں گھوڑا اور بہت سی چیزیں انہی یکوس کے ذریعے سپینچس جو مصریوں کی پرانی یادگاروں میں جابجا نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ یکوس مصر میں زراعت کے لئے ایک اچھی قسم کا بیج بھی لے کر گئے۔ اس سے پہلے مصر میں کاشت کاری کے لئے جو بیج استعمال کیا جاتا تھا اس میں بل چلانے والے کو خوب نیچے جھکنا پڑتا تھا اور اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی لگا رہتا تھا جو بیجوں کو ہلکتا تھا۔ یکوس عربوں نے جو مصر میں نیا بل متعارف کرایا اس میں بل چلانے والے کے لئے ایک اونچا رسہ رکھا گیا تھا جسے پکڑ کر وہ اکیلا بل میں بل چلا سکتا تھا اور بیجوں کو بھی ہلک سکتا تھا۔ ایسا ہی بل فلسطین کے عربوں میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

طرغائی، یوں جانو آج سے گیارہ سو سال قبل یہ یکوس مصر میں داخل ہوئے۔ ان کے وہاں داخلے پر مصر کے اندر حساب کتاب کے علم کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے دیوتا بل کو مصریوں کے دیوتا سمیت سے ملا دیا اور اس طرح انہوں کی ہاتھ مصری حکمرانوں کے مذہب کا جز بن گئی۔ انہی یکوس نے اپنے دیوتا بل کے

میں حکومت کرتی رہی تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نضیل بن ساعدہ رکا۔ پھر کہنے لگا۔
”یکوس نے جو اختیار استعمال کئے ان اختیار میں یوں ان کی برائی کو اور بھی بڑھا جس کی وہ تجارت کیا کرتے تھے۔ یکوس معدنیات کے استعمال سے خوب واقف تھا اور اس سے انہوں نے خوب افادہ کیا۔ شام اور مصر میں وہ نئی بلند یوں پر پہنچ گئے، جو ہرات آرائش، باجی دانت کے کام، کندہ کاری اور مینا کاری کے فن میں نمایاں ترقی کی۔

یہ یکوس ابھی شام ہی میں قیام کئے ہوئے تھے کہ انہوں نے ہڈیوں پر کندہ کارانہ سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ بلوس کے دور میں جب مینا کاری کا کام شروع ہوا تو انہوں نے مینا کاری کے نمونے بہت سادہ تھے۔ مثلاً سیدہ خط یا چھوٹے چھوٹے بنائے جاتے تھے۔ لیکن لکڑی کی صندوقچوں یا دوسری چیزوں میں کندہ ہڈی یا باجی دانت سے آرائشی نخل بونے بنانا ان کا کمال تھا۔ یکوس نے مٹی کے ظروف کے نمونے جو پیش کئے جو دوسری اقوام میں بے حد پسند کئے گئے تھے۔

بلوس کے بالی شہروں کے استحکام کے مختلف طریقے رائج تھے اور شہروں کے استحکامات کے لئے جنگی رتھ بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ جنگی رتھوں کے لئے ضروریات کے مطابق محفوظ جگہ کیونکہ مہیا نہیں ہو سکتی تھی لہذا یکوس نے استحکامات کا ایک نیا نامہ رائج کیا۔ وہ عام طور پر ایک مستطیل حلقہ بنالیتے جو تقریباً آدھ میل لمبا ہوتا۔ ساتھ بڑے بھاری اور بلند حصوں اور دے سے تیار کرواتے۔ اس غرض سے بڑی مٹی تیار کی جاتی تھی۔ مزید حفاظت کے لئے اندر اور ایک خندق کھودی جاتی تھی۔“
یہاں تک کہنے کے بعد نضیل بن ساعدہ رکا، پھر سوچا پھر وہ مسکراتے ہوئے طرف کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اپنے شہروں کے استحکامات اور حفاظت کے لئے یکوس نے جو طریقے استعمال کئے ان کا نمونہ شام کے ایک قدیم شہر قطنہ میں موجود ہے۔ یہ شہر کسی دور میں بنو عربوں کا مرکزی شہر ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ قارش، کشیش، بازور، الکیش اور سب انہی یکوس کے آباد کردہ شہر ہیں۔ یہاں تک کہ اگر سچا بھی انہیں یکوس عربوں کا شہر تھا۔ یہ یکوس زیادہ تر جنگی رتھوں میں جیت کر لڑائیاں کرتے تھے۔ پوری تنظیم کا

علاوہ اس کی بہن اور اس کی بیوی اہات کی پوجا بھی مصر میں کرائی اور اپنے ہاں نہ دینی اختیار کو مصری دینی ایزس سے ملا دیا۔ بلیوس ہی کے دور میں اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر لے جایا گیا اور پھر بلیوس ہی کے دور میں اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل خانہ کو لے کر مصر میں داخل ہوئے۔ مصری ان بلیوس کو بلیوس کے علاوہ چہ واپے بادشاہ کہہ کر پکارتے تھے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا پھر طرغائی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بارہ کوہر با تھا۔

”طرغائی! انجی بلیوس عربوں کے زمانے میں مصر کا دار الحکومت افاریس ہوا کرتا تھا۔ اسی افاریس شہر کے پاس بعد کے مصری فرعونوں نے بنی اسرائیل سے نکلنے کے گودام تعمیر کروائے تھے۔

مصر میں بلیوس کے حکمرانوں کے جو نام ملتے ہیں ان کے ساتھ لفظ بار یا بڑا استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بار ان کے پہاڑوں کے دیوتا کا نام تھا۔ ان کے نام کچھ ان طرح تھے۔

امات بار۔ یعقوب بار وغیرہ۔
مصر میں رہتے ہوئے ان بلیوس نے ایسی طاقت اور قوت پکڑی کہ شام اور مصر دونوں علاقوں پر ان کی حکومت ہو گئی اور دونوں علاقوں کو انہوں نے ملا دیا۔ کبھی یہ لوگ بابل پر بھی اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور بغیرہ روم کے اندر کویت نام کا جو جزیرہ ہے اس پر بھی ان کی حکومت رہی تھی۔ مصر میں داخل ہونے کے بعد بلیوس عربوں نے مصری زبان اپنائی تھی اور انہوں نے اپنے نام بھی مصری طرز پر بدلتے بدلتے کر دیئے تھے۔

بلیوس نے مصر پر لگ بھگ ڈیڑھ سو سال حکومت کی۔ اس دوران آج سے لگ بھگ نو سو سال پہلے مصر کے شہر تھیس سے مصری قوم کا ایک شہزادہ اٹھا جس کا نام اٹھوس تھا۔ اس نے آزادی کے لئے جنگ شروع کر دی۔ اس اٹھوس نے مقامی لوگوں کو بلیوس کے خلاف متحد کر لیا تھا۔ اس طرح اٹھوس اور بلیوس حکمرانوں کے درمیان متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں افاریس کی جنگ فیصلہ کن ثابت ہوئی جس میں بلیوس کو شکست اور اٹھوس کو فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح کے بعد اٹھوس نے اپنے لشکر کے ساتھ

کا تعاقب کیا اور انہیں مصر سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ بلیوس مصر سے نکل کر پھر شام میں واپس آ گئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ کو بھر کے لئے رکا، اس کے بعد طرغائی کی دیکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

طرغائی! بلیوس بڑی عظیم اور بڑی ترقی یافتہ قوم تھی۔ ان کی حکومت صرف مصر نام ہی میں نہیں رہی بلکہ خاز اور عمان کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی یہ حکمرانی ملے رہے۔ طرغائی! اجازت کی سرزمینوں کے اندر شرب ایک ایسا شہر ہے جسے مجھروں کہتے ہیں۔ اس سرزمین و شاداب لہراتے نہایت اور باغات کا دلکش اور دلربا شہر لہا جاتا ہے۔ یہاں بھی بلیوس ہی کی حکومت تھی۔ میں بتا چکا ہوں کہ بلیوس کو تین سے یاد کیا جاتا تھا۔ بلیوس، چہ واپے بادشاہ اور معلق۔ شرب میں یہ معلق ہی کے مشہور ہونے۔ اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کے بعد وادی تہ میں داخل ہوئے تو ان کے بعد ان کے دست راست یوشع بن نون نے ایک لشکر شرب کے معلق پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا۔ اس وقت یہ معلق یعنی بلیوس کا بادشاہ ارم بن ارم تھا۔ اسی ارم بن ارم پر حملہ آور ہونے کے یوشع بن نون نے اپنا لشکر بھجوا لیا اور یہ حکم دیا تھا کہ دشمن کے سب افراد و عورتوں کو حکومت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

یوشع بنی اسرائیل کا یہ لشکر شرب پر حملہ آور ہوا۔ بنی اسرائیل کو فتح مندی ہوئی، شکست ہوئی اور ان کا بادشاہ ارم بن ارم موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔
اس ارم بن ارم کی اولاد میں سے ایک نوجوان اپنے حسن و جمال میں اٹائی لہ اسرائیل نے اس کی شخصیت اور اس کے حسن و جمال کو دیکھتے ہوئے اس کے لیے وقت سے کام لیا اور یہ طے ہوا کہ اس کے متعلق فیصلہ واپس جا کر کیا جائے۔
یوشع حملہ آور اسرائیلیوں کا لشکر واپس ہوا۔ جب وہ واپس اپنے بوڑھے لشکر میں گئے تو پتہ چلا کہ انہوں نے پوری طرح حکم کی تعمیل نہیں کی اور معلق کے بادشاہ کے قتل نہیں کیا تو انہوں نے شرب پر حملہ آور ہونے والے اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے

تم نے حکم کی مخالفت کی ہے۔ لہذا تمہیں ہم اپنے درمیان ہرگز نہیں رہنے

میں کہنے لگی۔

”کیا میں جاؤں؟“

نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب قبیلہ کی سب عورتیں گئی ہیں تو تم بھی ٹھیک کے ساتھ جاؤ۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے طرغائی اٹاشید کے بھائی اور دونوں بارش میں بھاگتی ہوئی دریائے فرات کی طرف چلی گئیں۔

نفیل بن ساعدہ باہر نکلا۔ اس نے دیکھا ان کی رہائش گاہوں کے بائیں جانب کئی زمین کے نیلے تھے۔ ان کے اوپر اور ان کی وجہ سے بننے والے گڑھوں کے اندر کے مرد کیا بچے کیا جوان کیا بوڑھے بھاگتے ہوئے بارش میں خوشی کا جشن منا رہے۔ نفیل بن ساعدہ اپنی رہائش گاہ کے باہر کھڑے ہو کر تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے ان طرف دیکھتا رہا پھر وہ بھی بھاگتا ہوا ان کی طرف جا رہا تھا۔

.....

ہیں گے۔“

یہ کیفیت دیکھ کر ان لوگوں نے باہم مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں اسی مقام پر واپس لوٹ جانا چاہیے۔ ان کا یہ بھی فیصلہ تھا کہ اس سے بہتر ہمارے لئے کوئی اور مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ یہودیوں کے علماء اور احبار اپنی کتاب میں عرب کی زمینوں سے نمودار ہونے والے رسول کے اوصافِ حمیدہ پڑھتے رہتے تھے اور وہ بھی جانتے تھے کہ آنے والے محترم رسول عرب کے شہزادوں میں سے کسی ایک شہزادہ سے ذاتِ افضل کہتے ہیں ظہور فرمائیں گے۔ چنانچہ ذاتِ افضل یعنی کھجوروں والے ٹھکانے سے شرب کی کیفیت سب سے زیادہ قریب تھی۔ لہذا وہ یہ جانتے گئے کہ شرب ہی شہزادہ کو قیام کرتے ہیں اور جب آنے والے رسول انہیں گئے تو ان پر ایمان لائیں۔ طرغائی ابھی وہ آنے والے رسول ہیں جن کے ہم اکادمی بھی منتظر ہیں اور ان پر ایمان آ چکے ہیں۔ اس طرح جہاں بکوس کو مسرے نکالا گیا وہاں شرب میں بھی ان پر ایمان آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش و ثابت طرغائی نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا، پھر بنے۔

”آپ نے کھانا کھایا؟“

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم جانتی ہو وہ پیر کا کھانا میں اور میرے ساتھی حضرت نصر کے ہاں کھا کر آتے ہیں اس کے علاوہ۔“

یہاں تک کہتے کہتے نفیل بن ساعدہ رک گیا، پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نکلا لگا۔ ”خود سے آزاد سو..... باہر بارش شروع ہو گئی ہے۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے طرغائی ملامت ہو گئی تھی۔ میں اسی لمحہ ان کی رہائش گاہ کے دروازے پر بارش میں بھاگتی ہوئی اٹاشید نمودار ہوئی اور طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”طرغائی! آؤ، دیر کسارے چلیں۔ قبیلہ کی ساری عورتیں دریا کے کنارے جا بارش میں بھاگ دوڑ کر رہی ہیں۔“

اس موقع پر سواہدہ انداز میں طرغائی نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا پھر دھا

کرے اور اس تفصیل کی روشنی میں شہر پر حملے کی ابتدا کی جائے۔

بخت نصر کے اس علم کے مطابق اگلے روز اس کے سالار دو یہودیوں کو پکڑ کر اس کے پاس لائے۔ وہ دونوں یہودی کسی عہد کے کاہن تھے۔ جب ان دونوں کو بخت نصر کے سامنے پیش کیا گیا تو بخت نصر نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔ ”جنت بتایا گیا ہے کہ تمہارا تعلق یہودیوں کی عبادت گاہ سے ہے اور تم لوگوں کو کاہن کہتے ہیں۔ کیا میرے متعلق بھی تم کو کوئی تفصیل بتائی گئی ہے؟“

اس پر ان دو کاہنوں میں سے ایک بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”جی نہیں بتایا گیا ہے کہ آپ باہل کے بادشاہ بخت نصر ہیں اور یہوشم پر حملہ آور ہونے کے لئے انشکر لے کر آئے ہیں۔“

اس موقع پر بخت نصر کے سردار سالار اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ کاہن کے ان خطاب پر اس کے چہرے پر یہ جسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔ ”تم نے ٹھیک سنا ہے۔ میں باہل کا بادشاہ بخت نصر ہوں۔ میں یہوشم شہر، اس کے اطراف کے میدانوں، کوہستانی سلسلوں اور شہر کے اندر مقدس عمارات کی تفصیل بتانا چاہتا ہوں تاکہ جب میں حملہ آور ہوں تو حملے کے لئے کسی مناسب میدان کا انتخاب کروں اور شہر کے اندر جو مذہبی تقدس کی عمارتیں ہیں انہیں نقصان نہ پہنچنے لائے۔ اب تم مجھے ذرا اس شہر، اس کی وادیوں اور کوہستانی سلسلوں کے متعلق روشنی ڈالو اگر اس روشنی میں میں نے سب سے اپنے لشکر کا پڑاؤ مناسب جگہ اور شہر پر ہونے کی ابتدا کروں۔“

بخت نصر کے اس اختصار پر ان دونوں کاہنوں نے سوالیہ سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ لگتا ہوا تھا کہ وہ دونوں نے کوئی فیصلہ کیا پھر ان میں سے ایک کاہن بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! یہ شہر دنیا کی تاریخ میں اپنے جانے جانے والے قلعے سے عجیب ترین اور ڈھال والی پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ جزیریل کی زنجیر زمینوں کے گرد اور یہ یعنی عقیقہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی حیثیت ایک جزیرہ نما کی سی ہے۔ اب مشرقی کونے کے علاوہ پہاڑیوں کے درمیان گھرا ہوا ہے جسے ایک وادی دو اہل میں تقسیم کرتی ہے۔ اے بادشاہ! اس شہر کے گرد ایک مضبوط اور مستحکم فاصل

ان دونوں دنیا کے دو بڑے لشکر حرکت میں آئے تھے۔ پہلا لشکر قوم ماد کے بادشاہ کیا کسار کا تھا۔ کیا کسار کے قاصد کیونکہ ناکام اور نامراد آیات کے مرکزی نماز سے موت آئے تھے لہذا ایشیائے کوچک کے بادشاہ آیات کو اس کی ضد و بددھمی کی مزاحمت کے لئے کیا کسار ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا تھا۔

اس سے پہلے کیا کسار کو کیونکہ آیات کے مقابلے میں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا اور ساتھ ہی اس کی رسد اور کمک کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا لیکن اس بار اس نے بڑا اہتمام کیا تھا۔ ایشیائے کوچک کی طرف جاتے ہوئے اس نے راستے میں جگہ جگہ یہاں قائم کرنا شروع کر دی تھیں جن کے ذریعے اسے برابر رسد اور کمک ملے اور اہتمام کیا گیا تھا۔ اس طرح قوم ماد کے بادشاہ کیا کسار نے اپنے لشکر کے ساتھ ۱ تیزی سے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کیا تھا۔

دوسرا بڑا لشکر جو حرکت میں آیا وہ باہل کے بادشاہ بخت نصر کا تھا۔ اس میں فیل اور سوار، قزاق، بن شجرہ اور ان کے قبیلے کے سب ترقی یافتہ بھی شامل تھے۔ بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ باہل سے نکلا تو بڑے بڑے فیل، بڑی بڑی ڈنٹیں، اندر پہنچ گئی تھیں۔ اس طرح ایک عجیب سی شان و شوکت کے ساتھ بخت نصر نے اہل لشکر کے ساتھ یہوشم کا رخ کیا تھا۔

یہوشم پہنچ کر سب سے پہلے بخت نصر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔ اپنے سالاروں کو جو اس نے پہلا حکم دیا تھا وہ یہ تھا کہ کچھ یہودیوں کو پکڑ کر اس کے پاس لایا جائے تاکہ وہ شہر اور اس کے گرد و نواح سے متعلق اس سے تفصیل

اہم پہاڑی بھی ہے جسے جبل زیتون کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس پہاڑی پر چڑھنے کے لئے جہاں پر دشمن شہر صاف دکھائی دیتا ہے وہاں اس کے اطراف کو بھی صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس پہاڑی پر کیونکہ زیتون کے جھنڈ بہت زیادہ ہیں اسی بناء پر اسے جھنڈی کا نام دے دیا گیا ہے۔ البتہ اس پر انجیر بھی بہت ہیں۔

ان علاقوں میں دوسری اہم پہاڑی جرم کی پہاڑی کہلاتی ہے جسے جبل ہارون یا کوہ ہور بھی کہا جاتا ہے۔ اسے بلند اور مقدس پہاڑ خیال کیا جاتا ہے اور یہ شہر کے جنوب میں واقع ہے۔

اے بادشاہ! اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کے بھائی ہارون (علیہ السلام) اس پہاڑ پر چڑھے تھے مگر واپس نہ آئے۔ تب یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جہمت لگائی کہ بھائی کو مار دیا ۱۱۱۔ مگر موسیٰ (علیہ السلام) نے پہاڑ کی سطح چوٹی پر وہ جنازہ لوگوں کو دکھایا جس میں ہارون (علیہ السلام) کی اٹھ تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد کاہن رکا، کچھ سوچا پھر جنت نصر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اے بادشاہ! اس شہر کے اندر بارہا مقدس عمارتیں ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم ہیکل سلیمان کی عمارت ہے۔ اے بادشاہ! اس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بیٹے لوط (علیہ السلام) جو نبی بھی تھے کے ساتھ جب وہ اردن میں مقیم تھے، دمشق کے بادشاہوں نے گستاخی کی تو اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنے آدمیوں کے ساتھ دمشق والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے اور انہیں شکست دے کر دمشق تک ان کا تعاقب کیا۔

اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اس فتح کے بعد لوہے تو بیت المقدس کے اس دور کے بادشاہ نے جو مصر کا باج گزار تھا، شہر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ اسی بادشاہ کا نام یہودی تھے۔ انہی سرزمینوں میں اللہ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ایک سو پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا اور انہیں وادی جرون میں دفن کیا گیا۔ ان کی وفات کے چالیس سال بعد ان کے پوتے اور اللہ کے نبی حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے بروٹم کے ایک مقام بیت الہل پر ایک مذبح تعمیر کیا جس کے کھنڈروں پر اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے جبریل کی تعمیر اٹھائی اور اسے ہی

ہے اور یہ فیصل اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے تعمیر کروائی تھی۔ اس کے ساتھ مختلف حملوں کی بناء پر اس فیصل کے اندر کمزوری کے آثار پیدا ہونا شروع ہوئے۔ تب داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام نے اس کی مرمت کرائی تھی۔ یہ شہر کی بار بار اجزاء اور جب داؤد علیہ السلام نے اس کی فیصل کی تعمیر کا کام شروع کیا تو پہلی فیصل کے کھنڈرات پر ہی نئی فیصل اٹھائی گئی تھی۔

اے بادشاہ! اس شہر کے آٹھ دروازے ہیں پہلا باب صیہون، دوسرا باب جبرون، تیسرا باب داؤد، چوتھا باب اریحا، پانچواں باب جب، چھٹا باب آتوت، ساتواں باب علیہ اور آٹھواں باب سلوان ہے۔ اے بادشاہ! آپ نے جو اس شہر کی وادیوں سے متعلق پوچھا ہے تو یہ شہر ہے ہی وادیوں اور پہاڑیوں کا شہر۔ اس شہر کے تین اطراف میں پہیلی ہوئی وادیوں نے اسے عظیم اور مغرور شہر بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان وادیوں میں دو نام انتہائی اہم اور قابل ذکر ہیں ایک وادی جنور اور دوسری وادی کیدرون کی وادیاں۔

اے بادشاہ! جہاں تک وادی جنوم کا تعلق ہے تو یہ وادی شہر بنہ کے شمال مغرب کوٹنے سے شمال میں نصف میل کے فاصلے پر شروع ہوتی ہے۔ پہلے جنوب مغرب سمت اور پھر جنوب کا رخ کرتی ہے۔ اس جگہ وادی مقابلہ ہموار ہے۔ وادی میں دائیں سمت اونچی دھلوان چٹانیں ہیں۔ وہاں کچھ مزارات ہیں جنہیں بادشاہوں نے مقبرے کہتے ہیں۔ اس جگہ یہ وادی قدرے تنگ ہے۔ وہاں زیتون کے درخت ہیں اس کے بعد اچانک مشرق کی طرف یہ وادی سڑتی ہے اور وسیع ہو کر مستطیل شکل میں بدل جاتی ہے۔

جہاں تک وادی کیدرون کا تعلق ہے تو یہ شہر کے مشرقی جانب ہے۔ یہ وادی کا فیصل سے ایک میل تک چلی گئی ہے۔ آدھے راستے تک اس کا رخ جنوبی ہے اور وہاں خوب کاشت کاری ہوتی ہے۔ وادی کے سرے پر چتروں کو کات کر مکانات بنائے گئے ہیں۔

اے بادشاہ! جہاں تک اس شہر کی پہاڑیوں کا تعلق ہے تو یہ شہر براہ خود پہاڑیوں واقع ہے۔ ان پہاڑیوں کے نام مورہ اور صیہون کی پہاڑیاں ہیں۔ یہ پہاڑیاں کم بلندی کی ہیں۔ انہی پر شہر کو آباد کیا گیا ہے۔ ان دو پہاڑیوں کے علاوہ ایک تہا

کا بہن بھر بولا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! یہ ایک طرح کی عبادت گاہ ہے جہاں زمین آسمان کے مالک کی بندگی کی جاتی ہے۔ اس عبادت گاہ کی تعمیر کا ارادہ سب سے پہلے اللہ کے نبی حضرت داؤد (علیہ السلام) نے کیا تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنے خداوند کے لئے ایک مستقل گھر بنائیں تاکہ تابوت سکینہ اس میں رکھا جائے اور وہاں محفوظ رہے۔ لیکن حکمرانوں کے مالک نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور یہ احکام ملے کہ اس عبادت گاہ کی تعمیر ان کے بیٹے سلیمان (علیہ السلام) کے مقدر میں ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد (علیہ السلام) اس گھر کی تعمیر کے لئے ضروری سامان جمع کرتے رہے۔ انہوں نے سونا، چاندی، لوہا، جیتل جمع کیا۔ لبنان سے دیودار کی لکڑی منگوائی، آرائش کے لئے مختلف طاقتوں سے قیمتی پتھر حاصل کئے۔ الغرض وہ اپنے بیٹے سلیمان (علیہ السلام) کا کام آسان بنانے کے لئے مواظب مصروف رہے۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنے بیٹے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو اس معبد یا ٹیکل کا وہ خاکہ بھی تفصیلاً سمجھنا دیا جسے انہوں نے عام دیکھا تھا۔

آخر آج سے چار سو سال قبل ان کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ ان کی سلطنت ایک طرف یمن، دوسری طرف فرات تک پھیل گئی۔ پھر انہوں نے ٹیکل کی تعمیر شروع کروائی۔

ٹیکل اسی جگہ تعمیر ہوا جس کی نشاندہی ان کے باپ حضرت داؤد (علیہ السلام) نے کی تھی۔ چونکہ یہودی کسی بھی دور میں ایسے معمار نہیں رہے اس لئے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ٹیکل کی تعمیر کے لئے لبنان اور مصر سے معمار منگوائے۔ اس ٹیکل کی تعمیر سات سال تک جاری رہی اور دو لاکھ آدمی مسلسل کام کرتے رہے۔ بے انتہا دولت خرچ ہوئی۔ جب یہ تعمیر ہوا تو یقیناً تعمیر کا ایک عظیم شاہکار تھا۔

اس ٹیکل کی لمبائی ساٹھ باٹھ، چوڑائی تیس باٹھ اور اونچائی تیس باٹھ ہے اور اسی ٹیکل کے اندر ایک پاکیزہ جگہ بنائی گئی جہاں خداوند کے عہد کا صندوق رکھا گیا جسے تابوت سکینہ کہتے ہیں۔ فی الوقت یروشلم کے اندر اس ٹیکل سے بہتر کوئی عمارت نہیں ہے۔ اس ٹیکل کے اندر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے علماء اور

ٹیکل سلیمانی کہا جانے لگا۔

اے بادشاہ! اس کے علاوہ اس شہر میں اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) اور حضرت یحییٰ جو یروشلیم کے متصل ایک مظلوم کمرے میں واقع ہے۔ کمرے کے دونوں جانب چابی دار کھڑیاں لگی ہوئی ہیں جن سے قبر دیکھی جا سکتی ہے۔ قبر کی لمبائی سات گز ہوئی۔ قبر ٹھالا جنوباً ہے اور کمرے کی صورت میں ایک محراب سلیمان یا زعمہ سلیمان بھی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) بنات کو تیار کیا۔ وہاں میں رکھتے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک آبپاش ہے۔ یہ بھی حضرت سلیمان (علیہ السلام) ہی سے منسوب ہے۔ قریب ہی کئی سلیمان بنات تھیں۔ یہ تھیں۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نبی اپنی چنان نما کرتی ہیں۔ ٹیکل سلیمانی کی تعمیر کیا کرتے تھے۔

یہاں تک کہنے کے بعد کاہن رکھا، پھر بخت نصر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ”اے بادشاہ! یروشلم کے اندر وہ چیزیں سب سے زیادہ مقدس خیال کی جاتی ہیں۔ ایک ٹیکل سلیمانی اور دوسرا اس کے اندر رکھا جانے والا تابوت سکینہ۔“ کاہن نے ان الفاظ کے جواب میں بخت نصر نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اور ان دونوں چیزوں کی تفصیل بتاؤ۔ یہ ہیں کیا چیزیں؟ تاکہ جب میں یروشلم پہنچی ابتدا کروں تو ان دونوں چیزوں کو لگاؤ میں رکھوں۔“

کاہن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ”اے بادشاہ! جہاں تک تابوت سکینہ کا تعلق ہے تو اس میں اللہ کے ایک نبی جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے جن کا نام حضرت یوسف (علیہ السلام) تھا۔ ان کی بیویاں، کپڑے اور کچھ اور مقدس نوادرات بند ہیں۔ اللہ کے دوسرے نبی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جب مصر سے نکلے تو اس تابوت کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اس تابوت کو یہودی اپنے لئے بابرکت خیال کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جنگ کے دوران یہ تابوت سکینہ ان کے لشکر میں ہونے کی خوشخبری دیتی ہے۔“

بخت نصر ہلکا سا مسکرایا اور کہنے لگا۔ ”چلو یہ تفصیل تو ختم ہوئی۔ لیکن یہ ٹیکل سلیمانی کس مقصد کے لئے ہے؟“

اے بادشاہ! بنی اسرائیل کے حکمران جب تک خداوند قدوس کے احکامات کی پیروی کرتے رہے، امن اور سکون کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ اور جب انہوں نے مسایہ قوموں کی طرح بُت پرستی اور دیوی دیوتاؤں کو پوجنا شروع کر دیا تو بد بختی نے ان پر حاوی ہو گیا۔ اے بادشاہ! اس شہر کے لوگوں کو ان کی بُت پرستی کی وجہ سے کبھی اُشوریوں نے سزا دی، کبھی مصریوں کی مواقع پر حملہ آور ہوئے اور انہیں تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔ اے بادشاہ! اب یہودہ کا بادشاہ یویا قیم ہے۔ یہ بھی راستی پر قائم ہے۔ یہودیوں کی بد قسمتی کا ہر دور میں یہ اپنی ہمسایہ اقوام سے متاثر ہوتے رہے ہیں۔ وہ خدا کے واحد کی بندگی کرنے کی بجائے دوسروں کے دیوی دیوتاؤں کو اپنے ہاں جگہ دیتے رہتے ہیں اور ان کے سامنے سر خم کرتے رہتے ہیں۔ لہذا اس حکمرانی کی انہیں خوب سزا ملتی رہی ہے۔ اب یویا قیم کی زیر نگرانی یہ وہلم کے اندر گمراہی سے تو آپ حملہ آور ہونے کے لئے آگئے ہیں۔ اب دیکھو اس بار یہ وہلم کو کیا حرام ملتی ہے۔“

وہ کاہن جب خاموش ہوا تب بخت نصر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”میں تم دونوں کا شکر گزار ہوں کہ جو تفصیل میں تم سے جانتا چاہتا تھا وہ تم نے مجھے بتائی۔ اب تم دونوں ٹھکڑا ہوا اور جاسکتے ہو۔“

بخت نصر نے ان الفاظ کے جواب میں اس بار دوسرا کاہن بول اٹھا۔
”اے بادشاہ! آپ سے ملاقات کرنے کی وجہ سے اب ہم دونوں کی زندگیاں طغرات سے گھر گئی ہیں۔ ہم نے کیونکہ آپ کو یہ وہلم اور بنی اسرائیل سے متعلق تفصیل بتادی ہے لہذا بنی اسرائیل کے سربراہ آدورہ لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ ہم دونوں ہاتھ کے بادشاہ بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو تفصیل بادشاہ نے مانگی وہ ہم نے مہیا کی تو یاد رکھیے گا وہ اسے ایک جرم خیال کریں گے اور اس جرم کی پاداش میں ہماری گردنیں کاٹنے بغیر نہیں رہیں گے۔“

بخت نصر کے چہرے پر ہلکا سا مسکندہ نمودار ہوا، کہنے لگا۔
”میرے آدیمیں نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تمہیں شہر کے مضامات سے لے کر آئے ہیں۔ میرے آدیمیں تمہیں وہاں پہنچوڑنے جائیں گے۔ تمہیں اس سلسلے میں نگر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لوگ تمہاری حفاظت کا خوب انتظام کریں گے۔“

خادموں کے لئے بھی رہائش گاہیں بنائیں۔
اس بیکل کی تعمیر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لئے بھی ایک محل تعمیر کروایا جو اب بھی موجود ہے۔ یہ بیکل کے بعد دوسری عمارت ہے۔ اس کی تعمیر، تیرہ سال لگے اور اس کی عمارت ایک سو پچاس فٹ لمبی، پچھتر فٹ چوڑی اور بیستائیس فٹ بلند ہے۔ یہ عمارت سے منزلہ ہے۔ اے بادشاہ! اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام اس شہر پر حکومت کرتے تھے اور ان کی سلطنت یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ تب ان کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خادموں اور نبی ملازموں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز تھی۔

کھانے کے میز اور برتن سونے کے تھے اور اس شان و شوکت نے ساری دنیا کو متحیر کر دیا تھا۔ اے بادشاہ! اس عظمت کی وجہ سے یمن کی ملکہ سہار بھی متاثر ہوئی اور ایک عظیم لشکر ساتھ لے کر شاہانہ وقار سے وہ یہ وہلم میں داخل ہوئی اور اس کے کاروان میں ستلزاروں اونٹ تھے جو خوشبوؤں سے لدے ہوئے تھے۔ برائے لوگوں کا کہنا ہے کہ بیت المقدس میں اس کے بعد ایک تک کبھی ایسی خوشبوئیں نہ چھگی گئیں۔
کاہن رکا، بحر و بارہ بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! بظاہر دنیا کے لوگ یہ وہلم شہر کو امن کا شہر کہتے ہیں لیکن اسے کبھی دائمی امن نصیب نہ ہوا۔ اللہ کے نبی حضرت سلیمان (علیہ السلام) تک تو امن رہا۔ اس کے بعد یہودیوں کی مملکت دھوئیں میں تقسیم ہوگئی تو وہوں مکتیں پس میں دست و گریبان ہو گئیں۔ اس طرح امن کی تباہی کا باعث بنے۔

اس کے بعد آج سے لگ بھگ تین سو سال پہلے جب یہودہ کی اس سلطنت پر ییورام بادشاہ حکومت کرتا تھا، فلسطینی عربوں کی متحدہ طاقت نے یہ وہلم پر حملہ کیا۔ انہوں نے بیکل کو لوٹا اور بادشاہ کے گھر میں داخل ہوکر جو کچھ ملکا اٹھالیا۔ حتیٰ کہ یہودہ کے بادشاہ کی بیویاں اور بچے بھی قیدی بنا لئے گئے۔ یہ حملہ چونکہ ان دونوں اقوام نے صرف لوٹ مار کی خاطر کیا تھا اس لئے انہوں نے شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

اس کے بعد یہ وہلم شہر کی مزید بد قسمتی کہ یہودیوں کی دوسری سلطنت جس کا نام اسرائیل تھا اس کا بادشاہ یہودہ پر یہ وہلم پر حملہ آور ہوا۔ اس نے بیکل کے سونے چاندی کے برتنوں کو سنبھالا اور انہیں اپنے مرکزی شہر سامرہ لے گیا۔



بخت نصیر کے دونوں قاصدوں کو یسود یوں کے بادشاہ یسویا قیم کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت یسویا قیم کا بیٹا، اس کا بھائی، سارے سالار اور علمائے دین سلطنت اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

دونوں قاصد جب یسویا قیم کے سامنے آئے تو یسویا قیم نے حکمانہ انداز میں انہیں مخاطب کر کے پوچھا تھا۔

”میرے چوہ دار نے مجھے بتایا ہے کہ تم بخت نصیر کے قاصد ہو..... کہو اپنے بادشاہ کا کیا پیغام لے کر میرے پاس آئے ہو؟“

یسویا قیم کے اس استفسار پر بخت نصیر کا ایک قاصد بول اٹھا تھا۔

”ہمارا بادشاہ بخت نصیر چاہتا ہے کہ آپ اس کی اطاعت اختیار کریں۔ اس سے پہلے جو شام کے حکمرانوں کے خلاف آپ جنوب کے حکمرانوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں اس سے باز رہیں۔ ہمارے بادشاہ کی اطاعت اور فرماں برداری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آپ وہ خراج بھی ادا کرنے کے لئے رضامند ہو جائیں جو ہمارا بادشاہ آپ پر معزور کرے گا..... اگر ایسی صورت نکل آئے تو اے بادشاہ! جنگ سے بچا جاسکتا ہے اور اگر جنگ کی بجلی گرم ہو گئی تو بروٹلم شہر جسے تم لوگ مقدس جانتے ہو اس کی حالت وہ نہ ہوئے پھول سے بھی بدتر ہو جائے گی..... چاروں طرف روح کی ذلت اور لکڑی کی رقت کی آواز سنیں گے۔ لوگ پاؤں زنجیر قیدیوں، اطاعت پیشہ غلاموں کی طرح ذلت اور ہستی کے کفن میں لپیٹ دیئے جائیں گے۔“

اے بادشاہ! جنگ بڑا برا اور کریہہ منظر پیش کرتی ہے..... جنگ ہوئی تو یاد رکھنا، بروٹلم کے محلو میں سہاگن شہزادیاں، بیاتنا عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب بیکان

بخت نصیر کی اس گفتگو سے دونوں کاہن مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر بخت نصیر کے پر اس کے مسلح جوان ان دونوں کاہنوں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

دونوں کاہنوں کے جانے کے بعد بخت نصیر نے وہاں بیٹھے سارے سالاروں، مشورہ کیا۔ اس موقع پر فیصل بن سارہ اور حرقوس بن شجرہ بھی موجود تھے۔ سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد آخر یہ طے پایا کہ شہر پر حملہ آور ہونے سے پہلے یسود یوں کے بادشاہ یسویا قیم کے پاس قاصد بھیجے جائیں جو اسے یہ پیغام دیں کہ یسویا قیم اطاعت اختیار کر لے، خراج دینے پر آمادہ ہو جائے۔ آنے والے دور میں بائبل مطبق اور فرمانبردار رہنے کا عہد کرے اور خراج کی رقم جو مقرر ہو وہ ادا کرے تو اسے وہ نہیں کہا جائے گا۔ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اُسے یسودہ پر حکومت کرنے دیا جائے گا اور بخت نصیر اپنے لشکر کو لے کر بائبل چلا جائے گا۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد بخت نصیر نے اپنے دو چھوٹے سالاروں کا انتخاب کیا، انہیں پوری تفصیل سمجھائی، اس کے بعد ان دونوں کو قاصد بنا کر یسودہ کے بادشاہ یسویا قیم کی طرف روانہ کیا تھا۔



مے کے جنوب کی سرزمینوں سے فرعون کا ایک لشکر بھی آنے والا ہے۔ اے بادشاہ! یہ تو صرف تین لشکر ہیں، ایسے کی لشکر بھی آپ ہمارے بادشاہ کے مقابلے پر لے آئیں تب اسی اس کے عزم، اس کے ارادوں میں کوئی کرش پیدا نہ ہوگی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا وہ قاصد رکا۔ اس کے بعد بیودہ کی سلطنت کے بادشاہ بیویا قیم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”اے بادشاہ! جنگ اور کھڑا کوئی اچھی چیز نہیں۔ لیکن جب یہ اپنی جگہ بناتے ہیں تو پھر چاروں طرف موت ہواؤں کی آہ و زاری، نور و خامی، برق سے مشابہ اندھی بجلیاں خیز آندھنیوں کی طرح وارد ہوتی ہے اور اپنے پیچھے رنج کے کلیان اور زوال اور فضا کے آواز چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ اگر ہمارا اور آپ لوگوں کا ٹکراؤ ہوا تو یاد رکھئے کہ چاروں اطراف عناصر کا نا، اور ماتم دکھائی دے گا۔ آپ لوگوں کے بڑے بڑے جیکل اور معبد اومین پر عزم کے پیوند دکھائی دیں گے اور عظیم زندگی قضا کی تیرگی میں ٹھوکریں کھائی پھرے گی۔“

اے بادشاہ! جہاں تک آپ کی یہ جھمکی ہے کہ ہمارے بادشاہ بخت نصر کے مقابلے میں آپ لوگ تین تہہ لشکروں سے اس کا مقابلہ کریں گے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ بخت نصر کوئی معمولی قوت نہیں ہے۔ وہ سمندر کی ہولناکیوں سے مشابہ سحر آفریں قوت رکھتا ہے۔ جب اس کا آپ لوگوں سے ٹکراؤ ہوگا تو میں پہلے ہی آپ کو بتا دوں وہ ارادوں کو سلب کر لینے والی طاقت کی طرح چاروں طرف چھا جائے گا اور پھر آپ لوگ دیکھیں گے زندگی کے تقس میں غیر محسوس سربراہوں کی طرح موت داخل ہوگی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد رکا، اس کے بعد بیویا قیم کے چاہ و جلال کو فراموش کرتے ہوئے بڑی جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ بابل کی طاقت اتنی نہیں ہے کہ وہ آپ لوگوں کا مقابلہ کر لے تو یاد رکھئے کہ بابل وہ شہر ہے جس کی قوت نے نامشی میں بھی بڑے بڑے جاہلوں کو اپنے سامنے زیر کیا، بڑے بڑے مرد کی روش اختیار کرنے والے سرکش اور بالا قد بابل کی قوت کے ہاتھوں اپنے فنا کے انجام کو پہنچے۔“

اس سے پہلے جب بابل پر تھوڑی سی حکومت تھی تب بھی اس پاس کے حکمران اس کی طاقت اور قوت سے لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ بعد میں جب بابل آشوری عربوں

انگریزی اور تاجی کی تاجکاری کا شکار ہو جائیں گے۔ کیا اس سے بہتر نہیں ہے کہ آپ بھی ہمارے بادشاہ بخت نصر کا کہا مانتے ہوئے اس کی فرماں برداری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اسے فراج دینا قبول کر لیں اور آنے والے دور میں اس کا مطیع بن کر رہے کا عزم ظاہر کریں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا وہ قاصد جب خاموش ہوا تب انتہائی غصے اور غضب ناک کا اظہار کرتے ہوئے بیویا قیم کہنے لگا۔

”تہمداری گفتگو نہایت گستاخانہ اور تمرد پر مبنی ہے۔ اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں ابھی اسی وقت تہمداری گردن اڑا دینے کا حکم دیتا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم تہمدارے بادشاہ بخت نصر کے مقابلے میں کمزور ہیں؟ ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟ جو لشکر بخت نے لے کر آیا ہے اس سے بڑا لشکر اس وقت پر عزم میں موجود ہے۔ اور پھر تم لوگوں کو یہ بھی خبر ہوئی چاہئے کہ مصور کے بادشاہ ایت بعل کا ایک بہت بڑا لشکر اس کے سالاروں کی سرکردگی میں ہماری مدد کے لئے ان کے مرکزی شہر صومر سے روانہ ہو چکا ہے اور وہ بھی عتقیب تم پر ضرب لگانے کے لئے پر عزم کے نواحی کو پستی سلطوں میں ڈال چکا ہے۔ اور جب ایت بعل کا لشکر پہنچا تو بخت نصر کے سفراء، سنو، ہمارے اور ایت بعل دونوں کے لشکروں کے سامنے تہمدارے بادشاہ اور تہمدارے لشکریوں کی حالت اس وادی میں چھپتے ہوئے جانوروں سے زیادہ اہم نہ رہ جائے گی۔ ایسی صورت میں تہمدارے بادشاہ کے پاس اپنی جان بچا کر بابل کی طرف بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ رہے گا۔ یہ بھی یاد رکھنا کہ عتقیب تم ایک تیسرے لشکر کے آنے خبر سنو گے اور وہ لشکر مصر کی طرف سے ہوگا۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو کہ کیا تہمدارے بادشاہ بخت نصر ان تین اطراف کی قوتوں کا مقابلہ کر پائے گا؟“

بیویا قیم جب خاموش ہوا تب قاصد کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! یہ جو آپ نے ہماری گردن کاٹنے کا ذکر کیا ہے تو ہماری گردن نئے سے حاملہ رافع دفع تو نہیں ہو جائے گا۔ اگر آپ ہماری گردن کاٹتے ہیں تو یاد رکھئے کہ بخت نصر جو تاجی اور برادی اس شہر میں پھیلا، چاہتا ہے وہ پہلے کی نسبت کی تھا بھی تک ہو کر ان سرزمینوں میں نمودار ہوگی۔ دہی آپ کی یہ جھمکی آپ کی مدد کے لئے مصور کے بادشاہ ایت بعل کا لشکر آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی مدد اور صانعہ

ہا قلم نے ہمارے خلاف صور کے بادشاہ ایت بعل اور مصر کے فرعون سے مدد طلب ہے۔ ہمارے خبروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایت بعل کا ایک لشکر جس کی کمانداری اس ایک سالار کر رہا ہے وہ نزدیک پہنچ چکا ہے۔ جبکہ فرعون کے لشکر کی آمد کو کوئی آجرا ل۔ ہمارے خبر حصرائے سینا سے آگے تک پھیلے ہوئے ہیں اور حالات پر گہری نگاہ لگے ہوئے ہیں اور ساری خبریں پر پختہ رہے ہیں۔ لہذا فی الفور ہمیں دو قوتوں سے نمٹنا ہے۔ ایک یہو یا قلم، دوسرا صور کا بادشاہ ایت بعل۔

اس موقع پر میں یہ بھی چاہوں گا کہ مصر کے فرعون کے لشکر کے آنے سے پہلے پہلے یہو یا قلم اور ایت بعل دونوں سے نمٹ لیں۔ اگر ہم ایسا کر لیتے ہیں پھر میں تم سب یقین دلاتا ہوں کہ ان دونوں لشکروں کے خلاف ہماری فتح مندی کی خبریں سن کر جو کہ موجب سے فرعون کا آنے کا وہ خود ہی واپس لوٹ جائے گا اور اگر اس نے ضد اور لہجہری سے کام لیتے ہوئے ہماری طرف اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا تو ہم اُسے یں شکست دیں گے۔ بالکل ایسے جیسے اس سے پہلے میں ایک بار فرعون نحاو کے رگوں شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر چکا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھا تا کہ وہ رہا تھا۔
"میں اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ ایک حصہ یہاں سے شمال طرف روانہ ہوگا، ایت بعل کے لشکر سے ٹکرائے گا اور اسے اس کا قتل نہیں رکھے گا وہ یروٹلم والوں کی مدد کے لئے یہاں پہنچ جائے۔ باقی دو حصوں کے ساتھ میں ہ کے بادشاہ یہو یا قلم کی قوت سے ٹکراؤں گا اور مجھے امید ہے کہ یہو یا قلم زیادہ دن ہمارا سامنا نہ کر سکے گا۔ یا تو بھاگ کھڑا ہوگا، اپنی جان بچانے کے لئے کسی بے شہر کا رخ کرے گا یا ہمارے سامنے ہتھیار ڈال کر ہماری اطاعت اور ہدایت کا اظہار کرے گا۔ مجھے امید ہے اسی درجہ تک فرعون کا لشکر ان سرزمینوں میں پہنچ پائے گا۔ اور اگر ہمارے اور یہو یا قلم کے ٹکرائے گا تو دوران ہمارے خبروں پھر میں دے دیں کہ مصر کی طرف سے بھی ایک لشکر یہو یا قلم کی مدد کے لئے آ رہا ہے جو دوسرے میرے ماتحت یہو یا قلم کے خلاف کام کر رہے ہوں گے ان میں سے ہر میں اپنے پیچہ پیچہ سالاروں کے ساتھ جنوب کی طرف روانہ کر دوں گا جو ہر کی راہ روکے گا۔ جب کہ میں خود تیسرے حصے کے ساتھ یہو یا قلم پر ضرب

کی طاقت اور قوت کا مرکز بنا تب بھی آپ لوگ جانتے ہیں شام کے انتہائی دور علاقوں سے لے کر مصر کی سرزمینوں تک کوئی قوت ان کے سامنے سر اٹھا کر چلنے قابل نہ رہی تھی اور اب ان ہی قوتوں کا چالش بن کر بخت نصر سامنے آیا ہے۔ ہمارے میں ایک قاصد کی حیثیت سے آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ جو شرائط ہمارے بادشاہ آپ کے سامنے پیش کی ہیں انہیں آپ کو قبول کر لینا چاہئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد جب خاموش ہوا تب پہلے کی نسبت زیادہ غصہ اور غضب ناک کی کا اظہار کرتے ہوئے یہو یا قلم بول اٹھا۔

"اب تک میں نے تمہاری ساری گفتگو کو بڑے صبر اور تحمل سے برداشت کیا ہے۔ اب جس موضوع پر تم نے گفتگو کی ہے اس پر مزید ایک لفظ نہ بولنا ورنہ اپنے سامنے آج ساتھ موت کے گھاٹ اتار دینے جاؤ گے۔ واپس اپنے بادشاہ بخت نصر کے پاس ہد اور اسے جا کر میرا یہ پیغام دو کہ ہم یروٹلم شہر میں رہ کر اس کا مقابلہ نہیں کریں گے بلکہ شہر سے باہر نکل کر اس سے ٹکرائیں گے اور اسے فنا کر دینے والے انجام سے وہ ہم کریں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

یہو یا قلم کے ان الفاظ کے ساتھ ہی بخت نصر کے وہ قاصد یروٹلم کے قصر سے نکلتے گئے۔



بخت نصر کے قاصد جب لشکر میں آئے اور جو گفتگو یہو یا قلم کے ساتھ ہوئی تھی اس کی تفصیل جب بخت نصر سے کہی گئی تب بخت نصر نے اپنے سارے سالاروں اور اطلس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے سالار جن میں نفیل بن ساعدہ اور حرقص بن شہرہ بھی شامل تھے بخت نصر کے فیصلے میں پہنچ گئے تب جو گفتگو بخت نصر کے قاصدوں کی یہود کے بادشاہ یہو یا قلم سے ہوئی تھی اس کی تفصیل بخت نصر نے سب سے کہہ دی تھی۔ اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بخت نصر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا رہا تھا۔

"میرے عزیز ساتھیو! یہو یا قلم کی یہ دھمکی کہ ہمیں تین لشکروں سے مقابلہ کرنا پڑے گا صرف دھمکی کے طور پر نہیں دی۔ ہمارے خبر بھی اس کی اطلاع کر سکے ہیں کہ

لگا رہوں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر دم لینے کے لئے رکا، کچھ سوچا، لمحہ بھر کے لئے باری باری اس نے نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر ان کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بھی نمودار ہوا تھا۔ پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے بخت نصر کہہ رہا تھا۔

”ابن ساعدہ! لشکر کے جو تین حصے کے جا رہے ہیں اس میں سے ایک نئے سالار میں تمہیں مقرر کروں گا اور تمہارا ساتھی اور تمہارا عزیز حرقوس بن شجرہ اس حصے میں نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام کرے گا۔ تم تین دونوں کے ذمے یہ کام لگاتا ہوں کہ آج رات جب گہری ہو جائے تو تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ٹال روخ کرو۔ کسی مناسب جگہ صور کے بادشاہ ایت بعل کے لشکر سے ٹکراؤ اور کوشش کرو کہ ایت شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔

ہمارے وہ خبر جو اس لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے تھے اور جنہوں نے آج صبح سویرے ہی اس لشکر کی آمد کی اطلاع ہمیں دی ہے ان میں سے کچھ تم لوگوں کے ساتھ جاؤ گے اور ان طاقتوں تک تمہاری راہبری اور راہنمائی کریں گے جن علاقوں سے ہوتا ایت بعل کا لشکر بڑھلے کا رخ کئے ہوئے ہے۔

باقی دو حصوں کے ساتھ میں یہو یا قم پر حملوں کی ابتداء کروں گا اور اگر اس دور میں فرعون کا لشکر بھی آگیا تو ایک حصہ اپنے پاس رکھوں گا، تیسرے حصے کو جنوب کی طرف فرعون کے لشکر کی راہ روکنے کے لئے روانہ کر دوں گا۔ نفیل بن ساعدہ! جو تمہارا جانے چاہنے کی ہے کیا تم اس سے اتفاق کرتے ہو؟“

بخت نصر نے جب یہ سوال نفیل بن ساعدہ سے کیا تب نفیل بن ساعدہ اٹھا اور نہ نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ کی اس تجویز سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لشکر کا جو آپ میرے اور حرقوس بن شجرہ کے حوالے کریں گے، میں چاہتا ہوں اس حصے میں سے قبیلے کے جنگجو بھی شامل کر دیے جائیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مناسب جگہ میں اور حرقوس بن شجرہ ایت بعل کے لشکر سے ٹکرائیں گے اور بدترین شکست دے کر صور کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔“

نفیل بن ساعدہ کی اس گفتگو اور اس کے ان الفاظ سے بخت نصر خوش ہو گیا تھا، لہذا۔

”جو حصہ تمہاری کمانداری میں دیا جائے گا اس میں یقیناً تمہارے قبیلے کے جنگجو شامل کئے جائیں گے۔ میں جانتا ہوں تمہاری کمانداری میں وہ بہتر انداز میں کام پڑھیں گے۔ میں اور تمہاری کمانداری میں وہ زندگی اور موت کا کھیل کھیلتے مئے دشمن کی پسپائی پر بھریں گاتے چلے جائیں گے۔ میرے خیال میں اب تم لوگ ہمیں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ اس بعد آنے والی شب کو تم دونوں آدمی رات کے وقت اپنے اپنے اڈے سے شمال کی طرف نکال کر جانا۔“

اس کے ساتھ ہی بخت نصر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر وہ لشکر تقسیم کے کام کو آخری شکل دینے لگا تھا۔



فرح میرا وقت بھی اچھا گزر جائے گا جبکہ نفیل بن ساعدہ اور حوقس بن شجرہ کی روانگی کے بعد میری صحبت میں تم دونوں بھی اچھا وقت گزار سکو گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ایسا رکی، پھر سرکراتے ہوئے انشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”انشید! یہ خیمہ میرے خیال میں نفیل بن ساعدہ کا ہے۔ طرغائی کو یہیں رہنے دو۔ اس لئے کہ نفیل بن ساعدہ اور حوقس بن شجرہ تھوڑی دیر تک لوٹیں گے اور تم دونوں سے مل کر اپنی تیاری کر کے حمیس الوداع کہیں گے اور اپنے حصے کے لشکر میں جا جائیں گے۔ لشکر کے ابھی انہوں نے بہت سے اختلالات کو آخری شکل دینی ہے۔ اگلے بعد رات کے وقت وہ یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ اب ذرا مغرب کی طرف دیکھو۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ لہذا انشید! تم اپنے خیمے میں جاؤ۔ میرے پاس وہ دونوں اپنے خیموں کی طرف آنے والے ہیں۔ میں بھی اب اپنے خیمے کی طرف جاتی ہوں۔“

طرغائی اور انشید نے ایسا کی اس گفتگو سے اتفاق کیا تھا۔ ایسا اپنے خیمے کی طرف اٹھ گیا جبکہ انشید بھی وہاں سے نکل کر اپنے خیمے کا رخ کر رہی تھی۔

ایسا کا کہنا درست تھا۔ خیمے کے دروازے سے ہٹ کر طرغائی نشت پر جا کر بیٹھی۔ وہاں بیٹھے اُسے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ خیمے میں نفیل بن ساعدہ داخل ہوا۔ دیکھتے ہی طرغائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ نفیل بن ساعدہ آگے بڑھ کر ایک نشت پر بیٹھ گیا۔ طرغائی بھی اس کے قریب اس سے پہلو ملا کر اسی نشت پر بیٹھ کر پھر انتہائی محبت اور مخلصانہ بھری آواز میں وہ نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے خبر ہوئی ہے کہ آنے والی شب کو آج رات کے وقت آپ لشکر کے ایک حصے ساتھ شمال کا رخ کریں گے۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ اپنے ساتھ کیا کیا مالے جانا چاہتے ہیں تاکہ وہ ساری چیزیں میں آپ کی خریدیں میں ڈال دوں۔“

طرغائی نے اس استفسار پر نفیل بن ساعدہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ طرغائی بھی اٹھ ہوئی۔ پھر طرغائی نفیل بن ساعدہ کے کوچ کی تیاری کرنے لگی تھی۔

اسی طرغائی نے نفیل بن ساعدہ کی ضرورت کا سامان چوزے کی ایک بڑی خریدیں

طرغائی اور انشید دونوں ایک خیمے میں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں اور خیمہ نفیل بن ساعدہ کا تھا۔

ایسا ایک دونوں بد کے کے انداز میں اپنی نشستوں پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس لئے کہ خیمے کے دروازے پر بائبل کی ملکہ ایسا نمودار ہوئی تھی۔ دونوں تیزی سے اس کی طرف نکلیں۔ دروازے کے قریب جا کر انشید نے ایسا کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

”آپ کو ہم دونوں سے یا ہم دونوں میں سے کسی ایک سے کام تھا تو آپ ہم اپنے خیمے میں طلب کر لیتیں۔ اب آپ خیمے کے دروازے پر اجنبیوں کی طرح کھڑی کھڑی ہیں؟ اندر آئیں۔ ایسا کہ تو آپ ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں۔“

انشید کے ان الفاظ کے جواب میں ایسا سرکاری اور کہنے لگی۔

”میں ارادہ یہاں نہیں آئی۔ یہاں سے گزر رہی تھی۔ سو یا تم سے ملتی چلوں۔“

لے کر بہت نصر اپنے لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے اور ایک حصے کو لے کر آج آج رات کے وقت نفیل بن ساعدہ حوقس بن شجرہ شمال کا رخ کریں گے۔ شمال کی طرف سے یہو ظلم کے بادشاہ یاہو کی مدد کے لئے صور کے بادشاہ ایت بعل کا لشکر آ رہا ہے۔ وہ دونوں اس لشکر کو روکیں گے اور اُسے مار بھگائے گی کو کوشش کریں گے۔

میں چاہتی ہوں کہ آج رات کے وقت جب اپنے حصے کے لشکر کو لے کر نفیل بن ساعدہ اور حوقس بن شجرہ شمال کی طرف کوچ کر جائیں تو دن کے وقت جب بخفا اپنے لشکریوں کے ساتھ مصروف کار ہو تو تم دونوں میرے خیمے میں آ جایا کرو۔

تھا۔ اس لئے کہ صور کے بادشاہ ایت بھل کے لشکر کو خبر ہو چکی تھی کہ اس کی راہ روکنے کے لئے بخت نصر نے ایک لشکر پر عظیم سے روانہ کر دیا ہے۔ لہذا انہوں نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کر لیا تھا جو جگہ جنگ میں ان کے لئے سودمند ثابت ہو سکتی تھی۔

ایک دن اور ایک رات دونوں لشکریک دوسرے کے سامنے پڑے رہے۔ اس کے بعد صبح ہی بخت نصر ایت بھل کے لشکر نے جنگ کی ابتداء کی اور وہ فیصل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کے لشکر پر شب و روز کی گزندوں میں اندھیری راتوں کی ہولناک پرچھائیاں، بڑائی میں آشوب اور مصائب بھرتے اور طغیانی پر آئے ہوئے سمجھے دریاؤں اور سرما کی آندھلیوں کی گہری آہوں اور الم ناک سسکیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف فیصل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے بھی جوانی کا رروائی کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیا۔ وہ بھی وقت ضائع کئے بغیر دھرتی میں پھیلے غلٹوں کے غبار میں اندھا کر دینے والی روشنی، انحطاط، زوال اور ذلت طاری کر کے دلوں کو خوف سے بھر دینے والے اندھیوں اور فطرت کی جوانی گاہوں کے ان محاربوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے جو سرگرداں صحرائی گبولوں کی طرح اپنے سامنے آنے والے خس و خاشاک کو اڑا کر لے جاتے ہیں۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے میدان جنگ کے اندر شور جاں فروشاں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہتھیار ساز سلاسل کی طرح بچنے لگے تھے۔ بڑے بڑے جنگجو، بڑے بڑے سورا پنے لہو سے بچنے لگے تھے۔ ہر کوئی بندھو لے ریا کی طرح آگے بڑھتے ہوئے اپنے ہتھیاروں کو موت کے گہرے کنوئیں میں پھینک دینے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ بھاگتے بخت کی ہستاروں نے دیکھا، بیچ و تاب کھاتی تقدیر کے فیصلوں پر موت اپنی خونریز ہیریں جھٹ کرنے لگی تھی۔

دونوں طرف کے لشکری جان توڑ کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ وقت گتہ آزار میں ہر کوئی حشرات الارض، برساتی کیڑوں، مرگ کی تیز ہواؤں کی طرح یک دوسرے پر ٹوٹ رہا تھا۔

ایت بھل کے لشکر کو امید تھی کہ یہ عظیم کی طرف آنے والے بخت نصر کے لشکر کو وہ ہست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی امیدیں پر نہ آئیں۔ اس لئے گتھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی فیصل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے اپنے تیز

میں ڈال دیا تھا۔ خرین نفل بن ساعدہ نے اپنے کندھے سے لٹکا لی تھی اور ایک اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں تمام لیا تھا جو عموماً جنگ کے دوران وہ استعمال کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف طرغائی نے پانی سے بھرا ہوا منقہ اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا۔ ان حالت میں دونوں میاں بیوی خیمے سے نکلا۔ باہر نفل بن ساعدہ کا گھوڑا کھڑا تھا۔ نفل نے پہلے ہسٹر اور کندھے سے لٹکتی ہوئی خرین گھوڑے کی زین سے باندھ دی۔ اتنی ہی تک زین کی دوسری جانب طرغائی نے پانی کی چھٹاگل باندھی تھی۔ پھر نفل بن ساعدہ طرغائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طرغائی! میرے خیال میں تم خیمے ہی میں آرام کرو۔ میں اب جاتا ہوں۔“
اس پر طرغائی نفل بن ساعدہ کے قریب آئی، خوش کن انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر کہنے لگی۔

”میں جانتی ہوں آپ یہاں سے حرقوس بن شجرہ کے خیمے کی طرف جائیں گے۔ میں بھی وہاں تک آپ کے ساتھ جاتی ہوں۔ پھر آپ اور حرقوس کو کوچ کر جائیے گا۔ میں اتاشید کے پاس بیٹھ جاؤں گی۔“
نفیل بن ساعدہ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔

دونوں جب حرقوس بن شجرہ کے خیمے کے قریب آئے تو شاید حرقوس نے انہیں دیکھ لیا تھا لہذا حرقوس اور اتاشید بھی خیمے سے نکلا۔ وہ دونوں بھی ضرورت کا سامان و ہر کھڑے گھوڑے کی زین سے باندھ لگے تھے۔ اس کے بعد نفل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ لشکر کے اس حصے کی طرف چلے گئے تھے جس کے ساتھ انہوں نے سم کے بادشاہ ایت بھل کے لشکر کی راہ روکنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔ جبکہ طرغائی کا ہدف پکڑ کر اتاشید اپنے خیمے میں لے گئی تھی۔



نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بڑی رفتار سے شمال کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بڑھتے تھے۔ منزل پر منزل ماما ہوئے وہ اس جگہ جا پہنچے جہاں صور کے بادشاہ ایت بھل کے ایک لشکر نے پڑاؤ کیا

ہے یا نہیں۔ بس ایت بھل کے لشکر کی آمد کا سن کر اس نے بروہلم شہر سے باہر نکل کر بخت نصیر سے مقابلہ کرنے کی طمان لی تھی۔

یہ کارروائی اس نے اس وقت کی تھی جس وقت بخت نصیر نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے ایت بھل کے لشکر کو روکنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

جس وقت بخت نصیر سے جنگ کرنے کے لئے بیویا قیم اپنے لشکر کے ساتھ باہر نکلا اور پڑاؤ کیا تب بخت نصیر بھی بے حد خوش ہوا اور اس کی خوشی کی وجہ بھی تھی۔ اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اس نے پہلے ہی شمال کی طرف روانہ کر دیا تھا جس نے ایت بھل کے لشکر کو روکنا تھا۔

لہذا ایت بھل کی طرف سے وہ بے فکر ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ جنوب میں دور دور تک اس نے اپنے بھڑ بھڑا رکھے تھے جنہوں نے بخت نصیر کو اطلاع کر دی تھی کہ فرعون کی طرف سے ابھی کوئی بھی لشکر بیویا قیم کی مدد کے لئے نہیں آ رہا۔ ان بناء پر بخت نصیر اپنے لشکر کے دونوں حصوں کے ساتھ حرکت میں آیا۔ آگے بڑھ کر اس نے بیویا قیم پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بخت نصیر بیویا قیم کے لشکر پر پہنچا اور پریشان، مضطرب و رنجیدہ کر دینے والی ہمت و عزیمت بھری پریشان اس کو ہواؤں اور دھکے کے جھوم کھڑے کرتے الم کے سمندر اور کرب کی صدیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اپنے پہلے ہی سٹلے میں بخت نصیر نے بیویا قیم کے لشکر کے قلب و نظریہ وار قلعی اور اس کے فکر و کردار کی ترتیب بگاڑ رکھ دی تھی۔ بیویا قیم، اس کے سارے سالاروں اور اس کے سارے لشکریوں کی عزیمت، اشتقامت، ان کی جرأت اور ان کی ہمت کو بخت نصیر نے ٹھوس کے اندر لپی و مایوسی اور غم و حزن میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

بخت نصیر کے سٹلے سے تیز اور جان لیوا تھے کہ بیویا قیم کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکا۔ بخت نصیر نے اسے بدترین شکست دے دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیویا قیم اپنے پڑاؤ کی ہر چیز وہیں چھوڑ کر بروہلم شہر میں محصور ہو گیا۔

اتنی دیر تک نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ بھی ایت بھل کے لشکر کو شکست دینے کے بعد واپس آ گئے تھے۔ اس طرح جنگ کی ابتداء ہی میں بخت نصیر کو دو بہترین لشکر حاصل ہوئے۔

محمول سے ایت بھل کے لشکر کی حالت و بخت خیر جنوں، دور و دیوار سے بھانپ کر سامی اور دینک زردہ و دام سے بھی بدتر کرنی شروع کر دی تھی۔

ایت بھل کے سالاروں نے اپنے لشکریوں کو بڑا استعجال دینے کی کوشش کی۔ نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کے تیز اور جان لیوا محمولوں کے سامنے وہ پانچویں بجز اُمید اور استعجال کا کوئی بند باندھ نہ کر سکے جس کی بناء پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے لمحہ بہ لمحہ ان کے لشکریوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے اٹلی معنوں کو ایک طرف سے اوچھڑ کر رکھ دیا تھا۔

ایت بھل کے سالاروں نے جب اندازہ لگایا کہ ان کے لشکر کا کافی نقصان ہو رہا ہے اور اگر ان میدانوں کے اندر وہ بخت نصیر کے لشکر کا مقابلہ کرتے رہے تو بیکار کہ بخت نصیر کا اور لشکر مکمل طور پر ان کا خاتمہ کر دے لہذا ایت بھل کے ان سالاروں نے پسپائی اور شکست قبول کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کر لی تھی۔ اس طرح نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کے ہاتھوں صور کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ شکست خوردہ ہو کر اپنے مرکزی شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے چند یوم کے لئے جس جگہ جنگ ہوئی تھی وہیں خیمہ زن ہو کر قیام کر لیا تھا۔ ایسا انہوں نے احتیاط کی خاطر کیا تھا۔ تاکہ ایت بھل کا کوئی اور لشکر جنوب کا رخ نہ کرے۔ اور جب انہوں نے اندازہ لگایا کہ اب اس سے کوئی اور لشکر بروہلم کے بادشاہ بیویا قیم کی مدد کے لئے نہیں جائے گا تب انہوں نے دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے بعد بروہلم کا رخ کر لیا تھا۔



دوسری طرف یہودہ کے بادشاہ بیویا قیم سے بھی اس موقع پر ایک انتہائی زبردستی غلطی سرزد ہوئی۔ اس کو اس کے پیڑوں نے یہ تو اطلاع کر دی تھی کہ صور کے ایت بھل کا ایک بہت بڑا لشکر اس کی مدد کے لئے آمدی اور طوفان کی طرح شمال جنوب کا رخ کر رہا ہے۔ یہ خبر سن کر اس کے حوصلے کچھ زیادہ ہی جوان ہو گئے۔ ابھی تک جنوب سے آئے کوئی خبر نہ ملی تھی کہ فرعون کا کوئی لشکر اس کی مدد کے لئے

اور کر دیا۔ آپ کی غیر موجودگی میں میرا اور اناشید کا اکثر و بیشتر ملکہ ایتا کے پاس آتا رہا۔ اس لئے کہ جس دن آپ نے روانہ ہونا تھا وہ میرے اور اناشید کے پاس ہی تھی اور اس نے کہا تھا کہ آپ دونوں کے جانے کے بعد ہم اس کے پاس چلی جایا کریں۔ اس طرح اس کا بھی اور ہمارا وقت بھی اچھا گزر جائے گا۔

آپ دونوں کی غیر موجودگی میں، میں اور اناشید اس کے پاس جاتی رہیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ایتا نے ہی مجھے اور اناشید کو بتایا کہ صورتِ بادشاہ ایتا جمل جس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ دونوں گئے تھے اس کا تعلق کنعانی قوم سے ہے۔ اب میری اس موقع پر آپ سے گزارش ہے کہ مجھے اس قوم سے متعلق جوڑی بہت تفصیل بتائیں۔ پہلے جن پرانی اقوام سے متعلق آپ مجھے تفصیل بتا چکے ہیں ان سے متعلق اب میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے اندر پھنک کر بڑے فخر اور طمانیت کے ساتھ ان سے گفتگو کر سکتی ہوں۔ کیا اب آپ مجھے ان کنعانیوں سے متعلق کچھ تفصیل نہیں بتائیں گے؟

طرعانی جب خاموش ہوئی تو نفیل بن ساعدہ کسی قدر مسکراتے ہوئے اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ان کی تفصیل کافی لمبی اور طویل ہے اور یہ کہ.....“

نفیل بن ساعدہ کی بات کا سنے ہوئے طرعانی بول اٹھی۔

”جنت نصر کے لشکر کو دو دن آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس کے بعد یہ دشلم کا محاصرہ ہوتی ہے کہ اسے فتح کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ اگر آپ مجھے کنعانی قوم سے متعلق تفصیل ایک نشست میں نہیں بتا سکتے تو ایک نشست دونوں اہمیاں یو بی ایل کر لیں گے۔ بانی تفصیل آپ مجھے کل بتا دیجئے گا۔“

جواب میں نفیل بن ساعدہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”تمہیں طرعانی، انیشیاں ہو گا۔ کل ہو سکتا ہے مجھے اور حرقوس بن شجرہ کو دوسرے املا اردوں کے ساتھ مل کر جنت نصر کی ہدایت کے مطابق یہ دشلم شہر کے محاصرے کا انتظام و انصرام کرنا پڑے۔ اس بناء پر میں تمہیں کنعانی قوم سے متعلق تفصیل آج ہی اور ایک ہی نشست میں سناتا ہوں۔ سنو!

کنعانیوں کو دوسرے الفاظ میں فونیکی بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے اور یہ عربوں کا دوسرا

سہا فائدہ ایتا بعل کے پڑاؤ کی ہر چیز ہاتھ لگنے سے ہوا تھا اور دوسرا فائدہ یہ کہ کے نواح میں اس وقت حاصل ہوا جب جنت نصر نے یہو یا قیم کے لشکر کو شکست دی۔ اس کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کر لیا۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ دونوں کے واپس آنے پر جنت نصر کی پوری قوت پھر اس کے پاس آگئی تھی۔ لہذا اس نے اپنے لشکر کے اندر اعلان کر دیا کہ لشکریوں کو دو دن آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ اس کے بعد شجرہ کا محاصرہ کرنے کے اس پر پختی سے عمل شروع کر دیے جائیں گے۔



نفیل بن ساعدہ اور طرعانی دونوں مایاں ہوئی نے اپنے خیمے میں کھانا کھایا۔ ایتا لشکر جب کھانے کے خالی برتن اٹھا کر لے گیا تب طرعانی نے کچھ سوچا، اس نے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر نفیل بن ساعدہ کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک بڑے شوق اور انتہاک سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کے بعد اس انداز کو دیکھتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”گلتا ہے تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔ تمہارا انداز بتاتا ہے کہ.....“

نفیل کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ طرعانی مسکراتے ہوئے بول اٹھی۔

”آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ کو وقت ملے گا تو آپ مجھے پرانی قوموں کے حالات سناتے رہیں گے۔“

جواب میں نفیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

”میں اپنے وعدے سے پھر تو نہیں گیا۔ تم جب کہو گی، جس قوم کے متعلق کہو گی، میں جس قدر تفصیل جانتا ہوں، بتا دوں گا۔“

نفیل بن ساعدہ کے ان الفاظ پر طرعانی خوش ہو گئی تھی۔ کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔

”آپ اور بھائی حرقوس بن شجرہ لشکر کا ایک حصہ لے کر صورتِ بادشاہ ایتا بعل کا مقابلہ کرنے کے لئے گئے تھے۔ آپ دونوں کی خوش قسمتی بلکہ اس میں میری اور اناشید کی بھی خوش قسمتی کہ آپ نے ایتا بعل کے لشکر کو بدرتین شکست دے کر بھاگنے پر

بڑا گروہ و خیال کیا جاتا ہے جو صحرائے عرب سے نکل کر شام کی طرف گیا۔ کنعانی اور ان کے ہم عصر دوسرے عرب جن کو آموری کہتے ہیں وہ تقریباً ایک ہی وقت میں صحرائے عرب سے نکل کر شام کی طرف گئے تھے۔ لہذا ان دونوں سے متعلق کچھ لوگ زیادہ امتیاز اور قوی اختلاف نہیں رکھتے۔ لیکن بعد میں ان دونوں کے درمیان کافی فرق اور امتیاز پیدا ہوا۔ اس لئے کہ آموریوں نے آہستہ آہستہ قدیم سیری اور حوری قوم کو اپنے اندر جذب کر لیا جبکہ کنعانیوں نے ان اقوام کے علاوہ دوسری کئی اقوام کو اپنے اندر سمیٹا۔ کنعانیوں کے بھائی بند آشوریوں کا ابتدائی مرکز کیونکہ شمالی شام میں تھا لہذا یہ آموری، سیری اور بابلی تمدن کے زیر اثر آ گئے تھے۔

کنعانیوں کا مرکز زیادہ تر بحیرہ روم کا ساحلی علاقہ رہا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا زیادہ تر رخ مصر کی جانب تھا۔ کنعانی جس خطے میں آکر آباد ہوئے اس خطے کا نام ہی انہوں نے کنعان رکھ دیا۔ یہ کنعانی چونکہ شروع ہی سے اور فونی رنگ کی تجارت کیا کرتے تھے اور اسی اور فونی رنگ کی وجہ سے ان کنعانیوں کو یونانی تاجروں نے فونی کہا بھی شروع کر دیا تھا۔ صحرائے عرب سے نکلنے کے بعد جب یہ لوگ ساحلی علاقوں میں آباد ہوئے تو شروع میں انہیں اپنے قومی اتحاد کا احساس نہ تھا۔ اور وہ اپنے ابتدائی دور میں مختلف گروہوں میں زندگی بسر کرتے رہے۔ بعد میں کنعانیوں میں ایک اتحاد، تعاون اور ایک طرح کی اجتماعیت پیدا ہوتا شروع ہو گئی اور انہوں نے اپنی مضبوط اور مستحکم حکومت بھی قائم کر لی۔

کنعان کا نام ابتداء میں صرف ساحلی علاقے اور مغربی فلسطین کے لئے استعمال ہوتا تھا لیکن آگے چل کر یہ فلسطین نیز شام کے خاصے پورے حصے کے لئے معیاری نام بن گیا۔ بعد جمہدہ قدیم کی ابتدائی دستاویز میں لفظ کنعانی فلسطین کے تمام باشندوں کے لئے یا امتیاز و نسل استعمال کیا جاتا رہا تھا اور فلسطین میں بسنے والے سامی یعنی عرب جو زبان بولتے تھے اسے عام طور پر کنعان ہی کی زبان کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

کنعانی نام کا عربوں کی یہ گروہ جن سرزمینوں میں آکر آباد ہوا تھا اس کی وضع قطع کچھ ایسی ہوئی تھی کہ کنعانی تین بڑی طاقتوں کے بیچ میں ایک طرح سے گھر گئے تھے۔ ان کے ایک طرف وادی نیل کی طاقت یعنی فرعونوں کی حکمرانی تھی۔ دوسری طرف وادی وادی کی طاقت، تیسری طرف ایشیائے کوچک کی خاصی بڑی اور زبردست

تھی۔

تین اطراف سے بڑی بڑی طاقتوں میں گھرے ہونے کی وجہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ کنعانی اپنی کوئی مضبوط اور متحدہ حکومت قائم کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہونے پائے۔ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منظم ہو گئے تھے۔ ہر گروہ کا ایک الگ حکمران ہوا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ ہر گروہ کسی مستحکم اور قلعہ بند شہر کے ارد گرد جمع ہو جاتا تھا جس میں محل اور دفاعی برج بنے ہوئے تھے۔ جب خطرہ پیدا ہوتا تو اس پاس کی دیہاتی اور دور آبادی پناہ کے لئے شہر میں جمع ہو جاتی۔ امن کے زمانے میں شہر ان کے لئے دفروخت کی منڈی اور اجتماع کی مرکز ہوا کرتا تھا۔

اس قسم کے قلعہ بند شہر کنعانیوں کو ان کے طاقت ور مسابوں کے حملوں اور خانہ بدوش کی ترک و تار سے محفوظ رکھنے کا اچھا ذریعہ تھے۔ کیونکہ یہ قوم چھوٹی چھوٹی شہری استوں میں تقسیم ہو چکی تھی جو اکثر ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار رہتے تھے اور ریاست میں اونچے درجے کے لوگ اقتدار حاصل کرنے کے لئے جدوجہد میں لگے پڑے تھے۔ اس وجہ سے کوئی بھی ریاست داخلی اعتبار سے پائیدار نہ تھی۔ ان اسباب کی وجہ چھوٹی قومیں بڑی اور جابر قوتوں کے رحم و کرم پر وہ جاتی تھیں۔

اس عظیم کنعانی قوم کی ابتدائی آبادیاں شمال میں کوہ کا شیوس سے جنوب میں لبنان کرمل تک ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلی ہوئی تھیں لیکن سمندر کا یہ ساحل کیونکہ دور کٹا پھٹا تھا اس لئے طبعی بندرگاہیں بہت محدود تھیں۔

شمال میں کوہ کا شیوس اور جنوب میں فلسطین کی سطح مرتفع عقبی حملوں سے حفاظت کا اہل ایسا موثر ذریعہ نہیں بن سکتی تھی جب کہ لبنان کے بلند پہاڑ تھے۔ لہذا اپنے تحفظ و امنیت کی خاطر ان کنعانیوں نے لبنان کے دامن میں بڑی بڑی پائیدار بستیوں بنائی تھیں اور انہوں نے ان بستیوں کے فروغ کے لئے بڑی محنت اور جدوجہد کی تھی۔ ان کنعانی عربوں نے جو شہر آباد کئے ان میں اور بیجا، بیبت شام، جمہدہ، عک، صور، صیدہ، عرقد، بیکہ زیادہ مشہور و معروف اور بڑے اہم شہر کہے جاتے تھے۔ ان کے اہم شہروں میں جنہیں انہوں نے فیصلوں کے ذریعے خوب مستحکم کر دیا تھا، اطرابلس، بیلوس، کے علاوہ صیدہ، صور نہایت اہم تھے۔ مزید یہ کہ ان شہروں کے شمالی جانب عرقد،

۱۔ ان کھانوں کی دیہاتی آبادی بہت ہی کم نکھری ہوا کرتی تھی۔
مصر سے بنی اسرائیل کی آمد سے بیشتر فلسطین کی پوری آبادی کوئی ڈھائی لاکھ کے
اٹھ چھ تھی۔ شہروں کی کیفیت سے بھی کم شہر بننے اور بستے گئے اور شہروں کو آباد کرنے
میں کوئی فتنہ وغیرہ متین نہ کیا جاتا تھا۔

کھائی اپنے کچھ بڑے اور اہم شہروں کے دفاعی استحکامات دہرے رکھا کرتے
تھے۔ ان شہروں میں زیادہ مشہور اراضی، صیدہ اور صور ہیں۔ ان مقامات کے شہریوں
نے ایک آبادی برب سائل قائم کر رکھی تھی جہاں وہ تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ نیز
پھلوں کے باغوں اور بستوں کی دیکھ بھال کا کام بھی انجام دیتے تھے۔

دشمنوں اور خانہ بدوش حملہ آوروں سے بچنے کے لئے ان کھانوں نے اپنے نزدیکی
جزیروں کے اندر اپنے لئے مضبوط اور مستحکم پناہ گاہیں بھی تعمیر کر رکھی تھیں۔ جس وقت
عربوں کا دشوری گروہ طاقت اور قوت کے لحاظ سے اپنے عروج پر تھا تو وہ اپنے مرکزی
شہر بنیواسے نکل کر آس پاس کی اقوام پر حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ یہ لوگ کھانوں پر بھی
حملہ آور ہوئے۔ ان کے حملہ آور ہونے کے وقت یہ کھائی اپنے شہر سے نکل کر نئے تعمیر
ہونے والے جزیروں میں اپنی آبادیوں کی طرف چلے جاتے تھے۔

ان جزیروں میں کھانوں نے کئی کئی منزل مکان بنا رکھے تھے۔ یہ مکان ایک
دوسرے میں ٹھسے ہوئے تھے لہذا مضبوط اور مستحکم تھے۔ ان جزیروں میں آباد کھانوں
نے پانی کی باہم رسانی میں بڑی عمدگی اور بڑی ہنرمندی اور کارگیری کا مظاہرہ کیا تھا۔
مب سے پہلے تو وہ بارش کا پانی جو چھتوں سے گرتا اسے حوضوں میں جمع کر لیتے تھے۔
اس کے علاوہ انہوں نے سمندر کے اندر ٹھیسے پانی کا ایک چشمہ بھی دریافت کر لیا تھا۔
اس چشمے پر ان کھانوں نے ایک بہت بڑا دوش نما ٹانگا اونٹنوں کے اس کے ساتھ
چمڑے کی ایک ٹی لگا دی تھی۔ اس طرح سمندر سے نکلنے والے ٹھیسے پانی کے چشمے کو یہ
اپنے استعمال میں لاتے تھے۔ لہذا مؤرخین کا کہنا ہے کہ سمندر کی تہہ سے ٹھیسے پانی
حاصل کرنے کی غائب دنیا میں یہ سب سے پہلی مثال تھی۔

ان کھانوں کے دوشہر انتہائی اہم مضبوط اور ناقابل تغیر خیال کئے جاتے تھے۔ ان
شہروں میں مضبوط آباد کاری کھانوں کے ایک بادشاہ حیرام نے عمل کی تھی جو اللہ کے
نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ اس کے زمانے میں شہری ترقی اپنے درجہ

سکیرہ اور ارادوس بھی اہم شہر شمار کئے جاتے تھے۔ اس طرح کھانوں کی چھوٹی بہن
اور خود کشیل اور خود مختار شہری ریاستیں شطرنج کی بساط کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ ذونہ
شام میں غزوہ اور عسقلان بھی انہی کے آباد کردہ شہر ہیں۔ اس کے علاوہ اندرون شام
میں بھی انہوں نے بڑے شہر آباد کئے مثلاً جندرش، مجدہ، آذور، شلمیم اور کچھ کا نیل
ہے کہ یہ شلمیم بھی انہی لوگوں کا آباد کردہ شہر ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد فیصل بن ساعدہ رکا، کچھ سوچا، دم لیا، پھر طرغانی کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”طرغانی! کھانوں کے آباد کردہ یہ شہر کوئی زیادہ بڑے نہ ہوا کرتے تھے، چھوٹے
چھوٹے تھے لیکن حفاظت کے لئے انہیں فیصل بند بنا دیا گیا تھا۔ کسی دور میں ان نے
شہر جندرا اور ان بڑے شہر شمار کئے جاتے تھے اور وہ پندرہ یا سولہ کلے کے اندر تھے۔
اور اس شہر نے چھ انکڑ زمین گھری ہوئی تھی۔

ان کھانوں کی یہ صفت تھی کہ جہاں کوئی بھی ایسی پہاڑی مل جاتی جس کی حفاظت
با آسانی ہو سکتی تھی یا پانی کا کوئی اچھا چشمہ ہوتا تو وہیں کبھی کی بنیاد رکھ دی جاتی تھی۔
ان کا مشہور شہر جندرا تھا جس کی فیصل کی چوڑائی سولہ فٹ تھی۔ اس کے علاوہ ان
کھانوں نے اور بھی شہر کی حفاظت کے لئے شروع میں جو برج بنائے تھے وہ انہیں
فٹ بلند تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فیصل بن ساعدہ رکا، اس کے بعد اپنا سلسلہ کام آگے
بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”طرغانی! جب اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے
ارض فلسطین میں داخل ہوئے اس وقت فلسطین میں یہی کھائی آباد تھے جنہیں اسرائیل
نے چارہ کرنا تھا۔ چونکہ یہ کھائی اپنے شہروں کی قلعہ بندی یا خوب کرتے تھے لہذا انہی
قلعہ بندیوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جن مخبروں کو فلسطین کے
حالات جاننے کے لئے روانہ کیا تھا وہ ہراساں ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ کھانوں کے ہاں جنگی رتھ بھی رائج تھے اور یہ جنگی رتھ ان کے دفاعی
کا سب سے بڑا ذریعہ تھے۔ کھانوں نے کمزورے کا استعمال اپنے ہم وطن عربوں سے
یکہ لیا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر کرمان، برجی لنگی تیر، ترچا مڑھا ہوا خنجر استعمال کیا کرتے

ہائی جو کافی فاصلے پر دریا بنے عاصی کے کنارے آباد تھا۔

ان کنعانیوں کی بد قسمتی کہ جہاں ان کی مختلف ریاستوں میں اتحاد ناپید تھا وہاں ان ریاستوں کے کنعانی حکمران بھی ایک دوسرے کے دشمن بنے رہتے تھے اور ان کے ہر کوئی مصر کے فرعون کی نظروں میں اعتبار بنانے کے لئے کوشاں رہتا تھا۔ بالے کہ مصر کے فرعون اکٹرو، بیشران پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کا کوشش کرتے تھے۔

ان کنعانیوں کی دلچسپی کا اصل مقصد تجارت، فون لطیفہ اور مذہب تھے۔ یہ جنگ و صل کے شوقین نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی مصری، بابلی یا حتی قوم میں سے کوئی پر حملہ آور ہوتا تو یہ شہر شہر تسلیم کر دیا کرتے تھے اور ہمیشہ خراج کی رقم دے کر اپنے آپ کو غیر مناسب مداخلت سے محفوظ کر لیتے اور یہ خیال کرتے تھے کہ اندرون ملک کی لڑائیوں کے ساتھ تجارتی سلسلہ بڑھا کر وہ اپنے نقصان کی تلافی کم سے کم ایک حد تک لوہور پوری کریں گے۔

ان کنعانیوں کے ذرائع آمدنی زراعت، مائی گیری اور تجارت زیادہ اہم تھے۔ انہوں نے زراعت پر سب سے بڑھ کر توجہ دی تھی۔ ان کے مذہب پر بھی زراعت ہی سے گہرا اثر پڑا۔ شروع میں یہ لوگ ہاتھ سے نلہ بوئے تھے۔ اس کے بعد ان کے پاس بائل سے مل آگیا تو تھوکتی ہاڑی کو ایک زبردست محرک مل گیا۔ ملک کے جنوبی حصے میں مل سے پھنپھا۔ یہ لوگ زراعت کے سلسلے میں برقی پیچھے بھی استعمال کر لیا کرتے تھے جو لاکھوں زیادہ تر اس اصرار میں بنا کرتا تھا۔ اس دور میں یہ لوگ اپنی فصلیں پتھر کی باقی سے کاٹتے تھے۔ اس درایتی پر وہ بڑی یا کھڑی کا دستہ لگا لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری اقوام کی دیکھا دیکھی لوہے کی درائیوں کے علاوہ آہنی اوزار میں لوہے کی بھالیاں اور درایتی عام بھی استعمال کرنا شروع کر دی تھیں۔

نیلے کو کونے کے لئے یہ لوگ ایک ہتھوڑا استعمال کرتے تھے جس کے نچلے حصے میں پتھر چھوٹے پتھر ہوتے تھے۔ ہتھوڑے کے الگ کرنے کے لئے لکڑی کا ایک بڑا شاخ استعمال کیا جاتا تھا۔ اس پتھر کی چکیوں میں ہاتھ سے جیسا جاتا تھا اور روٹی مٹی کے ایک گول تھوڑا سا پکا جاتی تھی۔

جو فصلیں یہ کنعانی اپنے دور میں بویا کرتے تھے ان میں مکدم، جو، چنا، انگور،

کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اب بھی صورتی حالات اور قوت اپنے عروج پر ہے اور ایت نام کے بادشاہ کے جس لشکر کو کم نے شکست دی ہے وہ صورتی کا بادشاہ ہے۔

صور کے علاوہ کنعانیوں کا دوسرا اہم اور مشہور شہر صیدہ ہے۔ یہ قشتی کے ایک ایسے قطعہ پر واقع ہے جو سمندر میں آگے بڑھ کر ایک راس کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ یہ صیدہ شہر کی آبادی کے لئے یقیناً اس لئے بنی گئی تھی کہ اس پاس چھوٹے چھوٹے جزیرے تھے جنہیں بند بنا کر آپس میں ملا دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک بڑی عمدہ بندرگاہ وجود میں آئی تھی۔

یہ بندرگاہ آبادی کے بائیں جانب تھی۔ جنوبی جانب ایک اور بندرگاہ تھی جسے عام طور پر مصری بندرگاہ کہتے تھے۔ یہ شمالی بندرگاہ سے زیادہ بڑی تھی لیکن اس کی حفاظت کا انتظام ناقص تھا۔ قشتی کی جانب شہر کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فصیل بنادی گئی تھی۔ صیدہ کے اندر ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ بھی تھا جس کا نام کنعانیوں نے البھر رکھا ہوا تھا۔

تجارت میں خوب مال و دولت جمع کرنے کے باوجود یہ کنعانی اپنی کوئی مضبوط اور مستحکم حکومت قائم نہ کر سکے۔ ساری شہری ریاستیں سیاسی اعتبار سے الگ الگ رہیں اور اس امر کا ثبوت پیش کرتی ہیں کہ ملک طبعی لحاظ سے پارہ پارہ ہے۔ لیکن ان کنعانیوں میں یہ بھی خاصیت تھی کہ جب کوئی ان پر حملہ آور ہوتا تو وقتاً فوقتاً ان کے درمیان جو عارضی اور مقامی دوریاں ہوتی تھیں وہ رفع ہو جاتی تھیں اور صلے کے وقت کئی ایک ریاستیں کسی ایک ریاست کے تحت آسکھی ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات مشترکہ مفاد کی بنیاد پر وہ خود بخود آپس میں وفاق بھی بنا لیتے تھے۔

جب کوئی زبردست خطرہ پیدا ہو جاتا تو یہ شہری ریاستیں خود اتحاد کر لیتیں اور جمیتیں بنا لیتیں۔ یہ اتحاد عموماً اس وقت قائم ہوتا جب مصر کے فرعون ان پر حملہ آور ہوتے تھے۔

آج سے لگ بھگ پانچ سو سال پہلے مصر کے حکمران فرعون تبتوس ثالث نے ان کنعانیوں پر حملے شروع کئے۔ اس زمانے میں فرعون نے کنعانیوں پر حملہ آور ہو کر ان کے شہر ہمد کے استحکامات کو توڑا تھا۔ اس دور میں کنعانیوں کا سب سے بڑا اہم شہر قارش تھا۔ چنانچہ اس زمانے میں اتحاد کے لئے نمایاں ترین سرگرمی قارش شہر ہی نے

زیتون، انجیر، انار وغیرہ بڑے اہم تھے۔ خصوصیت کے ساتھ غلہ، انگور اور زیتون وغیرہ روم کے کنارے بسنے والے کنعانیوں کی تین بہترین زرعی پیداواریں قرار دی جاتی تھیں۔ چونکہ ان کنعانیوں کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا کہ شاید بارش کافی نہ ہو لہذا زمینی بازی کرنے والوں نے ایسا بندوبست کر لیا تھا جسے خشک سبج ہونے کا طریقہ کہا کرتے تھے۔ یعنی مختلف کھیتوں میں ایک سال فصل ہوتے اور ایک سال ان کھیتوں کو خالی پانا رہنے دیتے تھے۔

کنعانیوں کے ہاں وہ لوگ جو زمین ہوتے تھے انہیں چاہیے کہہ کر پکارا جاتا تھا جب لہان کے دیہاتی طبقے میں ان کنعانیوں کی آبادی مقامی وسائل اور پیداوار سے بڑھ گئی تو ان لوگوں نے پہاڑوں کے اطراف میں آباد ہونا شروع کر دیا تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دیواریں کھڑی کر لیا کرتے تھے تاکہ کامل کاشت زمین میں اضافہ ہو جائے اور یہ زمین بارش کے پانی کے باعث جگہ جگہ سے کٹ نہ جائے۔

یہ کنعانی ہماری طرح گائے، بیل، بھیڑ، بکری، گھوڑے اور کتے پالتے تھے۔ یہ لوگ گوشت عموماً شادمانی اور خوشی کی تقریبوں کے موقعوں پر ہی استعمال کرتے تھے۔ ان کے ہاں گوشت پکانے کا طریقہ بھی عجیب و غریب تھا۔ وہ گوشت چڑوے منہ والے برتنوں میں اہال لیتے تھے۔ کھانا ہاتھ سے کھایا کرتے تھے یا اکثر و بیشتر ہڈی کے بنے ہوئے بیجے استعمال کرتے تھے۔ پینے کے پانی کے لئے حوض بنالیتے تھے اور پورا سال انہی حوضوں سے پانی لیتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات جب پانی تھوڑا رہ جاتا تو تیرولی چشموں سے مشکوں کے ذریعے بھی پانی لایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ گھروں میں بڑے بڑے مرجان نما برتنوں اور مشکوں میں پانی محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ ان کے ہاں چھوٹے بڑے چراغ بھی روشنی کے لئے استعمال ہوتے تھے جو چھوٹی چھوٹی فطریوں کی صورت میں جلائے جاتے تھے۔ ان دیوں کے کنارے نوک دار بنائے جاتے تھے تاکہ ان میں جلنے والی بتی ٹھہر سکے اور زیادہ سے زیادہ روشنی حاصل ہو سکے۔

کنعانیوں کے ہاں بیٹے عموماً اپنے آباء کا پیشہ اختیار کرتے تھے اور یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہتا۔ ان چیشوں اور خون کے رشتوں نے ان کنعانیوں کو ایک دوسرے سے جکڑ رکھا تھا۔

کنعانی مٹی کے برتن بنانے میں بھی کمال حاصل کر چکے تھے۔ شام کی صنعت کارانی

مٹی کے برتن بنانے کا فن بالکل ابتدائی دور میں شامل ہو گیا تھا اور یہ بہت کامیاب رہا تھا۔ آج سے لگ بھگ نو سو سال پیشتر یہ فن اوج کمال کو پہنچ چکا تھا۔ آج سے لگ بھگ پندرہ سو سال پہلے برتن بنانے کے لئے برتن بنانے والوں نے پیکر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسی پیکر کی وجہ سے کنعانی ظروف نے ایک طرح سے ایک نئی شان حاصل کر لی تھی اور پیکر کی وجہ سے ان کے مٹی کے برتنوں کی شکل و صورت زیادہ آسودہ ہو گئی تھی۔

ان کنعانیوں کے ظروف میں جو مٹی استعمال کی جاتی تھی اسے بہتر بنانے کے لئے اسی طریقے اختیار کر لئے گئے تھے۔ اس سلسلے میں ان کنعانیوں نے مصر، کریمت اور کچھ دوسرے ممالک کے برتنوں کی نقل کی۔ یہ کنعانی تانبے اور برنج کا استعمال بڑے بڑے مختلف طریقے سے کرتے تھے۔ اس اشرفہ میں ان کا کھانا پکانے کا ایک خاصا مرکز تھا۔ اس اشرفہ میں کنعانی نہ صرف لوہا پگھلانے کا علم رکھتے تھے بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کون کون سی دوسری دھاتیں لوہے میں شامل کر کے اسے فولاد بنایا جا سکتا ہے۔

انہی کنعانیوں نے ہنرمندی سے کام لیتے ہوئے تانبے میں ٹین شامل کر کے اسے نکل بنایا اور لوہے میں ٹین شامل کر کے فولاد بنالیا۔ اس کے بعد یہ لوگ اپنی تجارتی امداد کو بڑھاتے ہوئے سونے اور چاندی کی تلاش میں اپنے وطن سے باہر لیے سفر شروع کرتے رہے۔

کنعانیوں کے ہاں عام لوگوں کے لئے آرائش کا سامان چونے کے پتھروں اور گچس سے بنتا تھا۔ البتہ باہمی دانت کے کچھ اوزار بھی استعمال ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ چوڑے کھنسی دانت استعمال نہیں کر سکتے تھے وہ ہڈیوں سے بھی کام لیتے تھے۔

انفیل بن ساعدہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر دوبارہ طرغانی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

طرغانی! ان کنعانیوں نے جن فنون میں بہت اونچا اور اعلیٰ مقام حاصل کیا ان میں ایک پیشہ گری کا بنیادی فن تھا۔ پیشہ گری کی دریافت کا سہرا بھی ان فنیوں ہی کے سر جاتا ہے۔ ہوا یوں کہ کچھ کنعانی تاجر سفر کرتے ہوئے عکہ کے نزدیک ساحل بغداد پر پڑاؤ کر کے کھانا پکانے لگے۔ پڑاؤ کرنے کے بعد انہوں نے عکہ شہر سے باہر

پنجاب کا تاریخی

نقل بن مسعود دہلوی نے لکھا ہے کہ اس کے بعد طرغانی کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”طرغانی! جس قدر قبیلے عرب کے صحراؤں میں سے نکلے ان میں سے کسی نے بھی فن موسیقی کو اتنی بلندی پر نہ پہنچایا جتنی بلندی پر یہ کھانی موسیقی کو پہنچا گئے۔ انہوں نے مشرق کے قریب کی سابقہ نغمہ آرائیوں سے پورا فائدہ اٹھایا اور تمام ترانہ ریزوں پر سبقت لے گئے۔ میرانیوں کے بھلوں کی عبادت میں بھی موسیقی کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس موسیقی میں کھانیوں کے سر اور ان کے آلات موسیقی ہی استعمال کئے جاتے تھے۔ بلکہ خرہ دم کے پورے نطق میں ان کے سر اور آلات موسیقی پہنچ گئے۔ مردوں اور عورتوں دونوں میں گانے بجانے کے ماہرین موجود تھے۔ یہاں تک کہ مصری حکومت ان گانے والے کھانیوں کو بڑے شوق سے مصر بلایا کرتی تھی۔ مصر میں بہت سے سازوں کے نام بھی ان کھانیوں کی زبان میں رکھے گئے تھے۔ شہنشاہ مصر فرعون تھامس ثالث کی فتوحات کے بعد پہنچا۔ یہ بھی کھانیوں کا ساز تھا۔“

(مصری کتابت میں ستار کی پہلی تصویر ایک ایسی عمارت پر ہے جو بارہویں شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور اس ستار کو ایک کھانی بنایا دکھایا گیا ہے۔ اس طرح کھانیوں نے بھی موسیقی کے کھانی سرچشمے سے فائدہ اٹھایا۔ ان کھانیوں نے سر اور ہمارے نہ لے بلکہ ان کے نام بھی اختیار کئے۔ اس موسیقی کی نقالی سب سے بڑھ کر مہرانیوں نے کی۔ مقدس عبرانی موسیقی کی ابتداء حضرت داؤد علیہ السلام نے کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اس کو خوب نشوونما ہوئی۔ خود مہرانیوں کے پاس اپنے ہمسایوں کے سوا کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ شروع میں بیگل کے سازندے اور موسیقار کھانی تھے یا انہوں نے سب کچھ کھانیوں کی سرپرستی میں سیکھا تھا۔ اس طرح موسیقی اور ساز سب سے پہلے مذہبی اغراض کے لئے استعمال ہوئے۔ آگے چل کر مذہبی اور غیر مذہبی کی تقریبات میں بھی کھانیوں کا ایک رقص بھی سراخیوں یعنی مہرانیوں میں داخل ہو گیا۔ اس رقص کو رقص ذریزی کا نام بھی دیا گیا تھا اور اس رقص کی باقیات اب تک مسلمان درویشوں کے وجد اور حال کی مناسب حرکات میں موجود ہیں۔ آگے چل کر مہرانیوں کے جو موسیقی اور گانے بجانے کے طائفے تیار ہوئے وہ اپنی

چولے بنائے تاکہ اپنے تجارتی کاروان کے لئے کھانا تیار کیا جائے۔ انہوں نے نہ جانے کے لئے کئی کے جوڑے استعمال کئے تھے ان میں شورہ تھا۔

چنانچہ کھانا تیار ہو چکا تھا۔ تجارتی کاروان نے کھانا کھایا اور جب کوچ کا وقت ہوا تو ان کھانیوں نے جب کھانے کے برتن اٹھائے تو انہوں نے دیکھا کہ کئی نے ڈھیلے جو انہوں نے چولے بنائے کے لئے استعمال کئے تھے ان کے اندر شورہ شفاف رنگیں نظر آ رہی تھیں اور وہ شیش کی مانند ہو رہا تھا۔

کھانی اسے دیکھ کر بڑے حیرت زدہ ہوئے۔ بعد کے دور میں انہوں نے شورہ کو پتلا کر اس میں ریت شامل کر دی۔ اس طرح شیشہ بن گیا اور یہ یونانی ایک تک اپنے بنائے ہوئے شیشوں کے علاوہ مصر سے لائے ہوئے شیشوں کی تجارت کرتے رہے اور اس تجارت سے انہوں نے بہت مال و دولت بھی کمایا۔

یہ کھانی تعمیرات میں بھی بڑا اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل بھی انہی فونیقیوں نے ہی تعمیر کیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیگل کی جو عظیم الشان عمارت تعمیر کروائی تھی وہ بھی انہی کھانیوں نے تعمیر کی تھی اور ”بیگل“ بھی کھانی زبان ہی سے ماخوذ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے محل اور بیگل کی تعمیر شروع کی تو ان کھانیوں کی سے کام لیا اور انہی کے ذریعہ لبنان کے دیوار کے ستون استعمال کئے گئے۔ دیوار کے ستون اس میں اتنے استعمال ہوئے تھے کہ لبنانی اسے من کا گھر کہنے لگے یعنی بہت بڑا گھر۔ یہی لکڑی جو کھانی لائے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیگل رقصوں میں بھی استعمال کی۔“

(آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی قبطین میں درخت تم یاب تھے۔ تھوڑی مدت گزری کہ مجدد میں کھانی کرتے ہوئے کھڑوں کے استعمال برآمد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوائے تھے اور یہ بھی یونانی معماروں کا کارنامہ تھا۔ اس کے علاوہ انہی کھانی کارنگیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بڑی تیز و تیار کیا اور یہ مہرانیوں کی تاریخ میں پہلا بیڑہ تھا۔ یہ بیڑہ بحیرہ قلمز کی داغی شام کے سرے پر ایڈ میں ٹھہرایا جاتا تھا۔ صور شہر کے کھانی اس بیڑے کے ساتھ عرب مصر مشرقی افریقہ کے ساحلی مقامات پر بکری نہیں سر کیا کرتے تھے۔ اس بیڑے کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوہا، صندل، پاتھی دانت، سونا اور جواہرات مختلف مقامات سے

اصل اور نسل کعبانیوں ہی سے ملایا کرتے تھے)

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد طرغانی، مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طرغانی! اپنی ہی تفصیل کافی ہے یا کچھ اور؟“

طرغانی نے اس موقع پر بڑے غور اور پیار سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھا مگر کہنے لگی۔

”کیا آپ کعبانیوں سے متعلق تفصیل بتاتے بتاتے تھک گئے ہیں یا نیند آنے لگی ہے؟“

اس پر مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔

”نہ تھکا ہوں نہ نیند آ رہی ہے، کہو، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

جواب میں طرغانی کہنے لگی۔

”آپ نے مجھے کعبانیوں کے مذہب یا ان کے دیوی دیوتاؤں کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔“

جواب میں نفیل بن ساعدہ نے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

”طرغانی! جہاں تک ان کعبانیوں کے مذہب کا تعلق ہے تو ان کا دار و مدار زیادہ تر تجارت پر منحصر تھا۔ لہذا ان کے دیوی دیوتا بھی زیادہ تر تجارت سے متعلق ہی تھے۔ ان کے سب سے بڑے دو دیوتاؤں کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی جو زراعت کی فراہمی ہی سے متعلق تھے اور کچھ کا تعلق بارش اور نباتات سے بھی تھا۔

ان کا جو سب سے بڑا دیوتا تھا اسے وہ آسمان کا دیوتا یا باپ خیال کرتے تھے اور اس کے بعد دیویوں میں جو سب سے بڑی دیوی تھی اسے زمین کی دیوی یا ماں کی حیثیت حاصل تھی اور یہ دونوں کعبانی دیوی دیوتاؤں میں سب سے اعلیٰ اور اہم خیال کئے جاتے تھے۔ ان کا جو آسمان کا دیوتا تھا ان کے خیال کے مطابق اس کا ایک خاص مقام تھا۔ اس مقام کا نام انہوں نے عفا رکھا ہوا تھا۔ اس دیوتا کا نام انہوں نے اہل رکھ دیا تھا۔ دیوی جسے وہ زمین کی دیوی یا ماں کہتے تھے اسے اشیرت کہتے تھے اور وہ اہل کی بیوی خیال کی جاتی تھی۔ اس اہل دیوتا کی موروثی ایسی بیانی جاتی تھی گویا وہ بہت بوڑھا بوچکا ہے اور دارالامتنام میں اس اہل دیوتا کو سب سے اونچی جگہ

رکھا جاتا تھا۔

ان کے ہاں اہل دیوتا کے بعد جو سب سے بڑا دیوتا خیال کیا جاتا تھا وہ علیان تھا۔ یہ عمر میں جوان اور بڑا طاقت ور اور قوی بیکل خیال کیا جاتا تھا۔ اسی علیان نے آگے بڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ علیان سے بھل کی صورت اختیار کر لی اور اس دیوتا کو علیان کی بجائے بھل کہہ کر مخاطب کیا جانے لگا۔ اسے شہروں کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ بارشیں اور فصلیں اس کے دائرۂ اختیار میں خیال کی جاتی تھیں۔ ندیوں اور دریاؤں کا نگران بھی وہی سمجھا جاتا تھا۔

کعبانیوں کا خیال تھا کہ اگر بھل کے لئے جشنوں کا اہتمام کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور قربانیاں اس کے دل میں لطف اور رحم پیدا کرتی ہیں۔

جس طرح اہل دیوتا کی بیوی تھی جس کا نام اشیرت تھا اسی طرح بھل دیوتا کی بھی ایک بیوی خیال کی جاتی تھی اور اس کا نام عشتار تھا۔ اس عشتار کو ملکہ آسمان بھی خیال کیا جاتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بھل کی بہن تھی اور آہستہ آہستہ اُسے خاتون آسمان خیال قرار دے دیا گیا۔ یہ عشتار ایک ہی وقت میں زندگی بخش بھی تھی اور زندگی کش بھی۔ یعنی اسے زندگی دینے والی اور بڑی جنگجو دیوی بھی خیال کیا جاتا تھا۔ اس کے اوصاف میں محبت اور جنگ دونوں کو یکساں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

مصری بھی اسی دیوی سے بڑے متاثر ہوئے اور اس دیوی ہی کی طرح انہوں نے اپنی ایک دیوی بنائی تھی اور اس کا نام انہوں نے اِستار رکھ لیا تھا جس کے اوصاف اور **ھل** و صورت کعبانیوں کی دیوی عشتار ہی سے ملتی جلتی تھی۔

بھل کے بعد ان کعبانیوں کا ایک اور اہم دیوتا بھی تھا جس کو ماکارت یعنی شہر کا ہادشاہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ کعبانی اپنے دیوتاؤں کے لئے معبد بھی تعمیر کرتے تھے۔ معبدوں کی تعمیر کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ دیوتاؤں کے لئے کوئی موثر مسکن مہیا کیا جائے۔ معبدوں میں دیوتا اس طرح رکھ دیے جاتے تھے کہ جس طرح لوگ گھروں میں رہتے ہیں۔ انہیں معبدوں میں انسانوں اور دیوتاؤں کے درمیان ذاتی تعلق کا موقع باہم پہنچایا جاتا تھا۔

(اب تک جو قدیم ترین کعبانی معبد دریافت ہوئے ہیں وہ زیادہ تر اریحا اور حمود شہروں کے اندر ہیں اور یہ تین ہزار قبل مسیح کے ہیں۔ ان قدیم ترین معبدوں کا نمونہ

خاموش ہو گیا۔

اس پر بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوش کن انداز میں طرغائی کہنے لگی۔

”میرے خیال میں اگر آپ تھ نہیں گئے تو آپ کو نیند آرہی ہے۔ میں دیکھتی ہوں آپ کی آنکھیں بوجھل ہو گئی ہیں۔ لہذا جس قدر تفصیل آپ نے کنعانیوں کے متعلق مجھے بتائی ہے اتنی ہی کافی ہے۔ پھر کبھی موقع ملا تو اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ میرے خیال میں آپ آرام کریں۔“

نفیل بن ساعدہ نے طرغائی کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر دونوں بستروں میں گھس گئے تھے۔ جبکہ باہر گہری ہوتی ہوئی رات بڑی تیزی سے سحر کے عذاب میں بھاگ رہی تھی۔

.....

کچھ اس طرح ہوا کرتا تھا کہ صرف ایک کمرہ ہوتا تھا اور اس کی طویل سٹ میں دروازہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد ان معبدوں کی تعمیر زیادہ پر تکلف ہوتی چلی گئی تھی۔ کھدائی کے دوران جو آثار ملے ہیں ان کے مطابق معبدوں میں چٹائی قربان گاہیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ مقدس ستون اور مقدس کھمبا اور زیر زمین کوٹھڑیاں ہوتی تھیں۔ قربان گاہ میں قربانیاں کی جاتی تھیں۔

مقدس ستون یا پتھر دیوتا کی نمائندگی کرتا تھا۔ جملہ کے ایک ایسے ہی معبد سے یہ آثار ملے ہیں ان میں قزیا میں ستون بھی ملے ہیں جن کی بڑے قطع مخروطی میناروں کی سی ہے۔ ان کی زیادہ سے زیادہ بلندی تقریباً دس فٹ ہوتی تھی۔

مقدس ستون کے علاوہ مقدس کھمبا یا درخت بھی ان کے معبود ہوا کرتے تھے۔ وہ بلو یا دیودار کے درختوں کا احترام کنعانیوں سے لے کر اب تک شام، فلسطین، لبنان کے مسلمان صبح اور دروہزی کرتے ہیں۔ خصوصاً ان درختوں کا جو کسی چشمے یا کنقدس بزرگ مدفن کے پاس ہوں۔ کنعانی جو زیر زمین کوٹھڑیاں بناتے تھے غالباً وہ دارالاستقاء کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔

کنعانیوں نے حیات بعد موت سے بھی کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی اور وہ یقیناً اس بارے میں واضح تصورات قائم نہ کر سکے۔ ان کا تصور جزا و سزا جسمانی یا مالی منافع اصول و عدم اصول تک محدود تھا۔ یعنی یہ کہ انہیں اس زمین پر صحت، دولت خوشحالی، عوام اور دوسری چیزیں ملتی ہیں یا نہیں ملتیں۔ پھر جزا و سزا ان سے زیادہ کسی خاص مجلسِ دانش پر موقوف نہ تھی بلکہ چند مراحم پر کاربند ہو جھپٹا یا نہ ہونا پر متعین تھیں۔

یہ لوگ مردے کو دفن کرتے تھے تو اس کے ساتھ ایک چراغ، کوزہ، ایک کاب اور خود نوشی کے دوسرے برتن رکھ دیا کرتے تھے۔ یہ ساری چیزیں مردے کے ساتھ دفن کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان کے دماغوں میں ایک مبہم سا خیال ہوا تھا۔ مردے موت کے بعد زندگی سے ملتی جلتی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب یہ عورتوں و دفن کرتے تو عورتوں کے ساتھ ان کے بار اور ان کے دوسرے زیور بھی دفن کرتے تھے۔ مردوں کے ساتھ ان کے ہتھیار بھی قبر میں رکھ دیتے تھے۔ یہاں تک تفصیل بتانے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے ایک لمبا سانس لیا اور چلا

دوسری امید جس پر یہو یاقیم بھروسہ کئے ہوئے تھا وہ یرولم شہر کی فیصل تھی۔ یرولم شہر کی وہ فیصل جس پر اب بخت نصر حملہ آور ہوا تھا اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کی تھی اور وہ انتہائی مضبوط اور مستحکم فیصل تھی۔ اس بناء پر یہو یاقیم کو یقین تھا کہ بخت نصر کے لشکر کی شہر میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

لیکن بخت نصر کے لشکریوں نے جب تین اطراف سے شہر پر حملے شروع کئے تب یہودیوں اور بخت نصر کے لشکریوں کے درمیان لڑی چوہے کا کھیل شروع ہو گیا تھا۔ بخت نصر کے لشکر کی جب کسی ایک دروازے پر اپنے حملے کرتے ہوئے پورا زور لگاتے اور جب دفاع کرنے کے لئے اسرائیلی جنگجو ادھر لپکتے تو بخت نصر کے لشکر کی کسی اور دروازے پر حملہ آور ہوتے اور فیصل پر چڑھنے کی کوشش کرتے۔

اس طرح چند روز تک یہی کھیل جاری رہا۔ اسی کھیل کے دوران آخر کار بخت نصر کے لشکر کا ایک حصہ یرولم شہر کی فیصل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ فیصل پر چڑھنے والوں نے فیصل کے اوپر جو یہودی محافظ تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور شہر کا دروازہ کھول دیا۔

سب سے پہلے جو دروازہ کھلا وہ باب صیہون ہی تھا۔ یہ وہی دروازہ ہے جسے بعد میں باب بنی داؤد کے نام سے پکارا جانے لگا تھا۔ اس لئے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا مزار اسی دروازے کے قریب تھا۔

یرولم شہر کے اندر گھوسان کار بن پڑا جس کے نتیجے میں بخت نصر نے یہودیوں کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا تھا اور ان کے بادشاہ یہو یاقیم کو بخت نصر کے سالاروں نے گرفتار کر کے اسے لوہے کی بیڑیاں پہنا دی تھیں۔

اسی حالت میں جب یہودیوں کے بادشاہ یہو یاقیم کو بخت نصر کے سامنے پیش کیا گیا تو شہر کی فتح اور بخت نصر کے سامنے پیش کئے جانے سے یہو یاقیم پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اسے یقین ہو گیا کہ بخت نصر اسے زندہ نہیں رہنے دے گا۔ موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اسی فکر اور غم میں وہ خود ہی مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بخت نصر کے حکم پر اس کی اڑل کو یرولم شہر کے دروازوں سے باہر پھینکا دیا گیا تھا۔ اس طرح بنی اسرائیل کے بادشاہ یہو یاقیم سے متعلق اللہ کے نبی یرمیاہ نے جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی۔

اپنے لشکر کو دو روز تک آرام کرنے اور سستائے کا موقع فراہم کر کے بخت نصر نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

محاصرہ کرنے سے قبل بخت نصر نے اپنے لشکر کا پڑاؤ جبل صیہون پر کیا۔ صیہون دراصل بیت المقدس کی ایک پہاڑی کا نام ہے جس پر حضرت داؤد علیہ السلام نے یرولم کو فتح کرنے کے بعد جنت فتح منایا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل اسی نسبت سے صیہون کو مقدس سمجھتے ہیں اور یرولم شہر کو بخت نصر صیہون کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

جبل صیہون پر اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کرنے کے بعد بخت نصر نے یرولم شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو باب صیہون پر، دوسرے کو باب برون پر اور تیسرے کو باب اریحا پر مقرر کیا اور پھر تینوں حصوں کو ایک ساتھ یرولم پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملنے ہی بخت نصر کے لشکر کی یرولم شہر پر ٹوٹ پڑتے تھے۔

دوسری طرف شہر کے اندر سے یہودیوں کا بادشاہ یہو یاقیم مدافعت کر رہا تھا۔ فیصل کے اوپر اس نے اپنے قلعے یا اسارے ہی لشکر کو پھیلادیا تھا تاکہ وہ تیر اندازی کریں اور بخت نصر کے لشکر کو قریب نہ آنے دیں۔

یہودیوں کے بادشاہ یہو یاقیم کو جہاں اس بات کا اطمینان تھا کہ اس کے لشکر کی تعداد اب بھی بخت نصر کے لشکر سے زیادہ ہے لہذا اگر اس کے لشکر کی شہر سے باہر بخت نصر کو نہیں روک سکے تو شہر کی فیصل کے برجوں میں پناہ لینے کے بعد وہ اسی تیز تیر اندازی کریں گے کہ بخت نصر کے لشکر کی قریب نہیں آنے دیں گے۔ یہو یاقیم کی بخت نصر کے خلاف بیچ رہنے کی پہلی امید تھی۔

نصیرؑ جو ہماری شکست کا باعث بن گئی وہ یہ تھی کہ ہم نے نصیل کے اوپر اپنے لشکر کو بہتر انداز میں متعین کیا نہ ان کی تنظیم درست تھی نہ ان کی عمدہ ترتیب مقرر کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں ان دونوں وجوہات کی بناء پر بخت نصر کے مقابلے میں ہم یہ جنگ ہار گئے۔ حالانکہ شہر کے اندر ہمارے لشکر کی تعداد اس کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی۔ ایسی صورت میں چاہئے یہ تھا کہ ہم بخت نصر کو مار بھاگاتے۔

یہودیائیں جب خاموش ہوا تب چوتھا کاہن بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا بات تو ہم آپ سے کہنے کے لئے آئے ہیں کہ ماضی میں جو ہم بتے غلپیاں ہوئیں جن کی بناء پر ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا انہیں سامنے رکھتے ہوئے لشکر کی بہتر ترتیب و تنظیم کی جائے۔ سب سے پہلی انی لشو یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہم بخت نصر کی غلامی کی ذخیرہ کی اتار کر ایک طرف چھپتے ہیں۔۔۔۔۔۔ بخت نصر کو سالانہ خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا جائے اور اس کے خلاف عمل بغاوت اور سرکشی کی صورت پیدا کر دی جائے۔

ہمارے اس اعلان کے بعد بخت نصر کے پر نہیں گئے ہوئے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ فوراً پرازا کرتا ہوا بیت المقدس کے سامنے آسماندار ہوگا۔ ہمارے اس اعلان کے بعد اسے یہاں چھپنے میں کمی ہونے بلکہ مینے گلے سکے ہیں۔ اس دوران ہم اپنے لشکر کی بہترین ترتیب اور تنظیم کر کے انہیں نصیل کے اوپر ان کے دفاعی محاذوں سے آگاہ کر سکتے ہیں۔

بخت نصر کے آنے سے پہلے پہلے شہر کی فسیل کے اوپر جو شکست برج ہیں ان کی مرمت کر کے ان کو مستحکم کر دیا جائے۔ کچھ حریہ برج بنا دیے جائیں اور ایسے برج بنائے جائیں جو باہر سے ہونے والی تیر اندازی کی محاذوں کا دفاع کر سکیں۔ اس کے علاوہ شہر کے اندر فسیل کے باہر قریب ہی کھڑیوں اور لکڑی کے کولے کے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ بخت نصر جب یہاں پہنچے تو ان سارے چولہوں کے اندر آگ گرم کر کے لکڑیاں بیچیک دی جائیں اور جس وقت بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو اور اس کے لشکر کی فسیل پر چڑھنے کی کوشش کریں تو ان چولہوں سے انکار سے لے کر مٹی کی پھینکی گئی گھٹیلوں سے جن کو لکڑی کے دستے لگے ہوں بخت نصر پر کولوں کی بارش کی

لیکن اس میں بھی ہماری کچھ غلطیاں تھیں۔ ہم نے یہ اندازہ ہی نہیں لگایا کہ صور بادشاہ بیت بصل کا لشکر کہاں ہے۔ حالانکہ اسے بخت نصر کے لشکر کے ایک حصے۔ شکست دے کر واپس بھاگ چاہئے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہمیں حالات کا پوری طرح جانہ لے کر یہ ہشتم شہر سے باہر نکل کر بخت نصر کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا۔ اور اگر بیت بصل اور فرعون کے لشکر ہماری مدد کے لئے نہیں آئے تھے تو ہمیں شہر سے باہر نکل کر بخت نصر کا مقابلہ کرنے کی غلطی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ ایک فاش غلطی تھی جس کی بناء پر ہمیں شکست ہوئی اور ہمیں خراج مقرر کر دیا گیا۔

دوسری غلطی جو تھمارے باپ سے ہوئی وہ کچھ اس طرح کہ جس وقت بخت نصر نے اپنا بڑا پڑاؤ جبل سیہون پر کرنے کے بعد تین اطراف سے ہمارے شہر پر حملے شروع کئے تو ہمارے لشکریوں میں عیسائی بھی بھلاؤ لگی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔ جب بخت نصر باپ اور بچا پر حملہ آور ہوتا تو ہمارے لشکر کی باب اریحا کی طرف بھاگنے لگتے۔۔۔۔۔۔ جب باپ جرون پر ضرب لگتا تو ہمارے لشکر کی ادھر کا رخ کرتے ہوئے بھاگ دوڑ شروع کر دیتے۔۔۔۔۔۔ اور جب وہ تیسرے دروازے کا رخ کرتا تو ہمارے لشکر کی پیچھے سے آدھ دوڑ پڑتے۔

بخت نصر کا مقابلہ کرنے کے لئے نصیل کے اوپر ہماری کوئی تنظیم، کوئی ترتیب نہ تھی۔ حالانکہ شہر کے اندر ہمارے پاس جو لشکر تھا وہ بخت نصر کے لشکر سے کہیں زیادہ تھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جس طرح بخت نصر نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا اسی طرح ہم بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے جس جس دروازے کے سامنے بخت نصر نے اپنے لشکریوں کو متعین کیا تھا وہاں فسیل کے اوپر لشکر متعین کر دیتے اور بخت نصر کا جو بھی حصہ حرکت میں آ کر فسیل کی طرف بڑھتا اوپر سے تیر اندازی کر کے انہیں پھینکی کر کے رکھ دیا جاتا۔ اس طرح بخت نصر کو واپس بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نظر نہ آتا۔“

تیسرے کاہن کی اس گفتگو سے یہودیائیں بڑا متاثر دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ دیر تک باری باری چاروں کاہنوں کی طرف دیکھتا رہا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”جو بچہ تم نے کہا ہے اس سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں۔ ہماری پہلی غلطی یہ تھی کہ ہم نے شہر سے باہر نکل کر بخت نصر کا مقابلہ کیا۔ اور ہماری دوسری اور سب سے بڑی

نہی کا قتل عام کرنے کے ساتھ ساتھ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اسے مکمل طور پر دم کر کے رکھ دے۔

ایہاں تک کہنے کے بعد صدیقہ رکا، دم لیا، اپنے ہونٹوں پر زبان بھیری اس کے دوبارہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اس صوبے پر میرے معزز اور محترم کاہنوا! جو مشورہ میں دوں گا وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بخت نصر کے ساتھ شہہ شرائط کی پابندی کرنی ہے اور اگر ہم نے بخت نصر کے ساتھ ملے ہوئے والے معاہدے کو پس پشت لے کر سرکشی اور بغاوت کا علم کھڑا کیا تو یاد رکھئے گا کہ بخت نصر اور اس کے لشکری علم شہر کے اندر داخل ہو کر آتش و آہن کا وہ کھیل کھیل گئے جو یہ دہلیم کے لوگوں نے اس سے پہلے بہت کم دیکھا ہوگا۔ لہذا تم چاروں کاہنوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ قوم کی تباہی اور بربادی کا مشورہ نہ دو۔ اس اور شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمارے بخت نصر کے ساتھ ملے ہوئے والی شرائط کی مکمل طور پر پابندی کرنے کا کورہ دو۔“

صدیقہ رکا، پھر اپنے جذبات اور خیالات پر زور دیتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ”اور اگر ہم نے بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کی تو یاد رکھئے گا اس سے پہلے بخت نصر یہ دہلیم پر حملہ آور ہوا تو اس نے شہر کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اب اگر ہم نے سرکشی اور بغاوت کا تختہ اسے پیش کیا تو وہ ہمیں قتل و غارتگری اور ان دیرینہ کا تختہ شکن کر سکتا ہے۔ لہذا اس صوبے میں دل سے مشورہ دوں گا کہ بغاوت اور سرکشی کرنے کی بجائے ہمیں بخت نصر کا صلح اور فرمانبردار رہتے ہوئے حالات کو دیکھنا چاہئے۔“

ان چاروں کاہنوں نے اس کے خیالات کی بھرپور پڑتی سے تردید کی بلکہ اس کی بات بھی کی اور مختلف انداز میں گفتگو کرتے ہوئے ایک طرح سے انہوں نے ہدایت پر دباؤ ڈالا کہ ہر صورت میں باہل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف سرکشی کا بیان کر دے۔ چنانچہ ان چاروں کاہنوں کے سامنے یہودیہ کی مجبور ہو گیا۔ لہذا اس نے بخت نصر کو خارج دینے سے انکار کر دیا اور پھر بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں صرف صدیقہ ہی نے اسے نصیحت نہیں کیا تھا کہ سرکشی اور بغاوت کھڑی

جائے اور انکار سے برساتے کا کام لیا جائے۔

اس کے علاوہ یہ چاہئے جن میں آگ لگ جائے ان کے اوپر بڑی بڑی پانی سے بھر کر رکھ دی جائیں اور بخت نصر کے لشکری حملہ آور ہوں تو پانی کی آگ لگنے سے پانی کے اوپر پھینکا دی جائیں اور لکڑی کے درختوں کے ذریعے کھول ہوا پانی بخت نصر کے لشکریوں پر پھینکا جائے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یہودیہ کی تمام زمینیں ہمیں مل جائیں گی۔ اس بار اگر بخت نصر ہم پر حملہ آور ہوا تو ہم نہ صرف اسے بدترین شکست دے کر مار بھگا دیں گے بلکہ ماضی میں اس کے مملوک کی وجہ سے ہمیں نقصان ہوا اس کی تلافی ہم اس کے پڑاؤ پر قبضہ کر کے کر سکتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ چوتھا کاہن خاموش ہوا تب یہود کے بادشاہ یہودیہ کی چاروں صدیقہ یہودیہ کی پہلوئی میں بیٹھا ہوا تھا اور اب تک باہل خاموش رہ کر کاہنوں کی گفتگو کے ساتھ ساتھ یہودیہ کی گفتگو بھی بڑے تحمل سے سنا رہا تھا آخر بول اٹھا اور پوچھنے کاہن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ تم کہنا چاہتے تھے کہہ دیجئے یا مزید کچھ کہنا چاہتے ہو؟“

پوچھنے کاہن کی بجائے صدیقہ کو مخاطب کر کے پھا کاہن بول اٹھا۔

”ہم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اب تم سچا سمجھنا ہو، کسو رول کا اظہار کرنے پر مجبور ہو۔“

اس بار یہودیہ کی بجائے اس کا چچا صدیقہ بول اٹھا۔

”میں یہودیہ کی جذبات اور خیالات کی عکاسی نہیں کروں گا۔ میں تو اپنے دل کی آواز تم تک پہنچاؤں گا۔ تم نے جو مشورہ دیا ہے یہ دانش مندی پر مبنی نہیں ہے۔ ہمیں کسی بھی صورت میں باہل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا یہ دہلیم شہر کے اندر ایسے بہت سے سردگاہی دیے لگائے گئے جن کے کتنے کا وقت آچکا ہو۔ اس سے پہلے جو باہل کا بادشاہ بخت نصر یہ دہلیم پر حملہ آور ہوا تو اس نے صرف ہمارے لشکر کو کھٹ دیا اور ہمارے بادشاہ یہودیہ کی قلم کا خاتمہ کر دیا۔ شہر کو اس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس بار اگر ہم نے اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت کرنے میں پہل کر دی تو وہ انتقام کا ایک جذبہ لے کر ہماری طرف بڑھے گا اور ایسے بڑے جوش انداز میں شہر پر حملہ آور ہوگا کہ ممکن ہے وہ شہر کی

نہیں کرنی چاہئے بلکہ اللہ کے نبی حزقی ایل جو اس وقت یروشلم شہر میں موجود تھے انہوں نے بھی اپنے بادشاہ یویاکین کو سمجھایا تھا کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف اپنی طرح بغاوت اور سرکشی کرنا دانش مندانہ قدم نہیں ہے اور ایسا نہ کیا جائے۔ یویاکین نے کسی کی بات نہ مانی۔ خراج دینے سے انکار کر دیا اور بخت نصر کے خلاف اس نے بغاوت اور سرکشی بھی کھڑی کر دی تھی۔

.....

●●●

ایک روز بابل کے نواح میں تعمیر ہونے والی نئی بستی میں طرغائی اپنی رہائش گاہ کے رے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ سردی اپنے عروج پر آگئی تھی۔ صبح سے آسمان پر بادل اُڑھتے تھے جبکہ نفیل بن ساعدہ قبیلہ کے جانوروں کے لئے نئی چراگاہ کا جائزہ لینے اُٹھ گیا ہوا تھا۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے بادل گر بنے گئے۔ شمال کی سمت سے سفید بادلوں کی جگہ گھٹاؤں نے جگہ لینی شروع کر دی تھی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش رہ ہو گئی تھی۔ تیز بارش کے ساتھ ساتھ تھوڑی دیر کے لئے اولے بھی پڑ گئے تھے ان نے سردی میں خوب افسانہ کر دیا تھا۔

طرغائی اپنی جگہ سے اٹھی۔ مٹی کی چھوٹی آگیتھی اُس نے اپنے ہنر کے سامنے رکھی اس میں کڑیاں جا کر آگ بھڑکا دی تھی۔ پھر بھڑکتی ہوئی آگ کے اوپر ہاتھ اتارے ہوئے اپنے آپ کو گرم رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑی بے چینی سے نفیل بن روہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگی تھی۔

ایسے میں نفیل بن ساعدہ اپنی رہائش گاہ کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ بارش اور لہاتے دھنچنے کے لئے اس نے اپنے اوپر مونٹے چڑے کی ایک چادر ڈال رکھی تھی۔ دیکھتے ہی طرغائی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر شکایت بھرے انداز میں وہ ابن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”موسلا دھار بارش اور ان اولوں میں یوں باہر رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اتنی سخت لہ ہورہی ہے کہ آگ کے بناء بیٹھنا ہی نہیں چاہا۔“

ماتھ ہی طرغائی نے آگے بڑھ کر نفیل بن ساعدہ کے اوپر سے وہ چڑی چادر اتار کر

”طریقائی! میں تمہاری غفلت کا مطلب سمجھ گیا ہوں..... میں نے بھی جانتا ہوں کہ تمہارے سچے قیدی تھے کیونکہ خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے رہے ہیں لہذا تم بھی خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتی ہو۔ سنو، یہ جو رہائش گاہیں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہمارے لئے بنوائی ہیں یہ دائمی طور پر ہمارا مقدر ہیں نہ ہماری رہائش گاہیں۔ ہم ان رہائش گاہوں میں صرف اس وقت قیام کر سکتے ہیں جب اپنے معمول کی شاہراہوں کا پرکار کرتے ہوئے رہائش بابل کی طرف آتے ہیں۔

طریقائی! خانہ بدوشانہ زندگی ہم ترک نہیں کر سکتے۔ ہمارے آباؤ اجداد صدیوں سے ایسی زندگی بسر کرتے آئے ہیں اور ہمارے بعد نہ جانے کب تک ہماری نفسیں ایسی زندگی بسر کرنے پر کاربند رہیں گی۔ لیکن ان رہائش گاہوں کی زندگی ترک کرنے سے پہلے ہمارے سامنے یا یوں کہہ دو ہمارے قیدی کے سامنے دو اہم کام ہیں جن کی میں ہر صورت میں تعمیل کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا کام جو میں اپنے ذمے لگاتا ہوں وہ تو لک اور جانو سے عیشیہ کے قتل کا انتقام لینا ہے۔ تو لک اور جانو ایشیائے کوچک کے بادشاہ یا اس سے بھی کسی بڑے فرمانروا کی شاہ گاہ میں چلے جائیں میں انہیں تلاش کر کے انہیں قتل ضرور کروں گا اور ان کا قتل کر کے عیشیہ کا انتقام لوں گا۔ یہ صرف میری ہی نہیں، قبیلے کے سارے نوجوانوں کی خواہش اور ان کا فرض ہے۔

عیشیہ کے انتقام کے بعد دوسرا کام جو میرے ذمے ہو گا وہ اسرائیلیوں کے ان جرائم کی سرکوبی اور ان کی طاعت اور قوت کو توڑنا ہے جو ایک بار ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ہمارا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ہم کی افغان رہائش گاہوں کو ترک کر کے پہلے کی طرح بابل، حمزہ، واس، الشمرہ اور اپنے معمول کی شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے یمن کی طرف جاتے ہیں تو زیادہ رکنا۔ وہ قبائل ہم سے ضرور انتقام لیں گے اور ان کی تعداد بھی ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ اور پھر ہم نے ان کے دو بڑے سرداروں کے علاوہ اسرائیلی لشکر کے ایک سالار عاشر کا بھی خاتمہ کر دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیلیوں کے ساتھ ہمارا جو ٹکراؤ ہوا اس میں ہمارا بھی نقصان ہوا لیکن حملہ آور اسرائیلیوں کا نقصان ہم سے کہیں زیادہ تھا۔ ان بناء پر وہ ہماری تاک میں رہیں گے۔ اپنے نقصان کا ہم سے انتقام لیں گے اور ہم پر حملہ آور ہو کر ایک طرح سے ہماری لوٹ

ایک طرف لٹکا دی تاکہ وہ خشک ہو جائے۔ پھر بڑے پیارے انداز میں نفیل بن ۱۰ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ملتی آم کی آٹکھٹھی کے سامنے وہ جس بستر پر ہم بھی اسی بستر پر اپنے ساتھ اس نے نفیل بن ساعدہ کو بھی بٹھالیا تھا۔

اس کے بعد اس نے نفیل کے کپڑوں کا جائزہ لیا پھر مطمئن انداز میں کہنے لگی۔
”آپ کے کپڑے خشک ہیں..... پیچھے بٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ لیکن آپ اتنی دیر ہمارے رہے؟“

نفیل بن ساعدہ نے جواب میں مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
”میں اور حرقوس بن شجرہ جنوب کی طرف کچھ نیچے چراگاہوں کا جائزہ لینے گئے تھے اس سلسلے میں ہم نے بخت نصر سے بھی دو دن پہلے بات کی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ جنوب میں اچھے ٹھکانے کی عمدہ چراگاہیں ہیں، ان کا جائزہ لو اور وہ بھی اپنے ساتھ ملے آؤ۔ انہی چراگاہوں کا جائزہ لینے میں اور حرقوس بن شجرہ گئے ہوئے تھے۔“
نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر طریقائی بول اٹھی۔

”جنوب میں ہمارے جانوروں کے لئے کوئی اچھی چراگاہ مل سکتی ہے؟“
طریقائی کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نکلے۔

”طریقائی! وہاں ایک نہیں، کئی چراگاہیں ہیں اور سب عمدہ قسم کے ٹھکانے سے ملبہ ہوئی ہیں۔ ہمارے جانوروں کے لئے وہ کئی مہینوں تک سودمند ہو سکتی ہیں۔ ہم تک ہمارے جانور ان چراگاہوں کے ٹھکانے سے پیٹ بھر رہیں گے اس وقت تک کہ ان کے کپڑے بھی بڑی بھری ہو جائیں گی۔ اور پھر جو آج بارش ہو رہی ہے اس وجہ سے اگر درود کی ساری وادیاں چند دن کے اندر ہی اندر ٹھکانے سے بھر جائیں گی۔“
کچھ دیر تک خاموش رہی اس کے بعد طریقائی نے بڑے غور سے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے نیا موضوع شروع کیا۔

”کیا اب ہم اسی طرح ان رہائش گاہوں میں زندگی بسر کرتے رہیں گے یا پہلے طرح.....“
طریقائی اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس نے کہ اس سے پہلے ہی نفیل بن ساعدہ ہل اٹھا۔ کہنے لگا۔

کھوٹ کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔

طرغائی! چند دن تک میں اس سلسلے میں بخت نصر سے بات کروں گا اور شیر و قاتلوں تو تک اور جانٹو کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اپنے کچھ خبر ان سے، ہم لگاؤں گا۔ جب خبر سمجھیں ان کے محل وقوع سے آگاہ کریں گے تو میں ان پر اور ان ساتھیوں پر حملہ آور ہوں گا اور برصورت میں انہیں ان کے انجام بد تک پہنچاؤں گا۔ اس کے بعد میں اپنے کچھ خبروں کو ان اسرائیلی قبائل کی طرف روانہ کروں گا جو ہم سے ٹکرائے، ہم پر حملہ آور ہوئے۔ ان کا نقصان کیونکہ ہم سے زیادہ ہوا تھا لہذا ہماری تاک میں رہیں گے۔ میں ان کا محل وقوع بھی جاننے کی کوشش کروں گا، جب خبر سمجھیں ان سے متعلق اطلاعات فراہم کریں گے تو خداوند نے کیا تو میں اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے علاوہ سچے دستہ بخت نصر سے بھی حاصل کروں گا۔ اسرائیلیوں کے ان قبائل پر حملہ آور ہو کر ان کو ایسا نقصان پہنچاؤں گا اور ان کی تعداد کو ایسا کروں گا کہ آنے والے دور میں کسی بھی موقع پر وہ ہمارے لئے خطرے کا باعث نہ بن پائیں۔

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب طرغائی بڑے پیار اور محبت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں پہلے سے آپ کو بتائے دیتی ہوں کہ ان دونوں مہموں میں، میں آپ کے ساتھ شریک کار رہوں گی۔ پہلی مہم میں میرا شامل ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ آپ تو تک اور جانٹو کو ان کی شکل سے نہیں پہچانتے۔ میں کیونکہ ان دونوں کو پہچانتی ہوں لہذا میری موجودگی میں ان سے انتقام لینا آپ کے لئے آسان رہے گا۔ جہاں تک دوسری مہم کا تعلق ہے۔“

طرغائی کو خاموش ہو جانا اس لئے کہ دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔ دستک سنتے ہی نفیل بن ساعدہ اٹھا۔ بیرونی دروازہ کھلا تھا، دستک دینے والا کھلے دروازے پر دستک دینے کے بعد ایک طرف کھڑا ہو چکا تھا۔ نفیل بن ساعدہ جب دروازے پر توجہ دستک دینے والے نے فوراً اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”اے ساعدہ! بابل کے بادشاہ بخت نصر کی طرف سے ایک سوار آیا ہے اور وہ آپ سے بخت نصر کا کوئی پیغام کہنا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ سستی سے باہر کھلے میدان میں

کھڑا ہے اور حرمس بن شجرہ کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی وہاں جمع ہیں۔“

یہ پیغام سن کر نفیل بن ساعدہ کچھ فکر مند ہو گیا تھا، اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جولو، تم میں ہمارے پیچھے پیچھے اوسری آتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی قبیلے کا وہ جوان وہاں سے بہت گیا تھا۔ نفیل بن ساعدہ مزاحمتی در تک طرغائی بھی کمرے سے باہر آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے قریب آ کر نفیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

”طرغائی! بخت نصر کا ایک قاصد آیا ہے اور میرے لئے وہ کوئی پیغام ہے کہ آیا ہے۔ تم کہیں روکو، میں اس سے مل کر بہت جلد لوٹا ہوں۔“

طرغائی منہ سے تو کچھ نہ بولی۔ جب اس نے اثبات میں گردن ہلائی تب نفیل بن ساعدہ باہر نکل گیا تھا۔

نفیل بن ساعدہ جب کھلے میدان میں آیا تو وہاں بخت نصر کا قاصد اپنے گھوڑے کی باگ باندھ کھڑا تھا۔ اس کے قریب ہی حرمس بن شجرہ کے علاوہ کچھ دیگر لوگ بھی کھڑے تھے جن میں قبیلے کے جنگجوؤں کے علاوہ چھوٹے ساوار زیادہ تھے۔

نفیل بن ساعدہ جب بخت نصر کے قاصد کے قریب آیا تو اس نے مسکراتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کو تعظیم دی، پھر کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! مجھے ہمارے بادشاہ بخت نصر نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ آپ کے نام انتہائی اہم پیغام اب آپ پیغام یہ ہے کہ کئی اسرائیلی کے نئے بادشاہ یہوایا کین نے فرغانہ دینے سے انکار کر دیا ہے اور بابل کی حکومت کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا ہے۔ ہمارے بادشاہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آنے والی صبح کو وہ اپنے لشکر کے ساتھ بیرونی طرف روانہ ہوں گے اور یہودیوں کے نئے بادشاہ یہوایا کین کو اس کے کئے کی سزا دیں گے۔ آپ کے نام بخت نصر نے جو پیغام بھیجا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے قبیلے کے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ کل صبح بابل کے مندر میں پہنچ جائیں۔ جہاں سے پورا لشکر بیرونی طرف روانہ ہو گا۔“

بخت نصر کا قاصد جب خاموش ہوا تب نفیل بن ساعدہ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! انہوں نے جو پیغام سنایا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ دیکھو سورج دھل

رہا ہے۔ شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر جاوا۔

اس پر وہ قاصد بذیِ ممنونیت نے فہیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”گو کیا بارش تھم گئی ہے لیکن آسمان پر کھمرے بادل پھانے ہوئے ہیں۔ میں
چاہتا ہوں کہ اس وقت کے دوران واپس جا کر اپنے بادشاہ سے یہ کہہ سکوں کہ اس
پیغام میں نے آپ لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔“
اس کے ساتھ ہی اس قاصد نے فہیل بن ساعدہ، حرقوس بن شمرہ اور دیگر لوگوں
سے مصافحہ کیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایزہ لگاتا ہوا باہل شہر کی طرف بو
لیا تھا۔

قاصد کے جانے کے تھوڑی دیر بعد تک خاموشی رہی۔ پھر فہیل بن ساعدہ، حرقوس
بن شمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن شمرہ! میرے بھائی! وہ کام کرنا۔ پہاڑ یہ کہ ہمارے بہن ماتقیوں نے اس
سے پہلے بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو کر اپنی خدمات پیش کی تھیں انہیں مطلع کر دینا
کون کس طرح سویرے ہم یہاں سے فہیل کے اور بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو جائیں
گے۔ ابن شمرہ! دوسرا کام یہ کہ بارش تو تھم چکی ہے اور جسے امید ہے کہ اب بوئی بھی
نہیں۔ لیکن سچ میں جو اوائے پڑ گئے ہیں ان کی وجہ سے سردی کافی ہو گئی ہے۔ جن
بچہروں کے پیچھے ہم اپنے قبیلے کے جانوروں کو ہاتھ میں لے آئے ہیں ان کے پیچھے
اور ساتھ ہی بارش میں بھٹکنے کے باعث جانور ان چھپروں کے سردی محسوس کریں
گے۔ لہذا اپنے چرواہے ماتقیوں کو ہدایت کرنا کہ رات کے وقت ان میں سے زیادہ
بچہروں میں جاگتے رہیں اور چھپروں کے ارد گرد آگ کے آواز نہ کر کے انہیں جا کر
جانور آگ کے ان آواز کے پاس سردی سے بچے رہیں۔“

حرقوس بن شمرہ نے جب اثبات میں گردان پلائی تب فہیل بن ساعدہ مطمئن ہو کر
اپنی رہائش گاہ کی طرف ہوا لیا تھا۔

ایک روز فہیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شمرہ دونوں اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ
بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے اور بخت نصر نے باہل سے یہ غلام کی طرف کوئی
کیا تھا۔

اپنے کانوں کے کہنے پر یہودیوں کے نئے بادشاہ یویا کین نے اپنے دفاع کے
بہترین انتظامات کئے تھے۔ لشکر کی تعداد اس کے باپ کے دور ہی میں کافی زیادہ تھی۔
اس میں اس نے مزید اضافہ کیا تھا۔ بخت نصر کے حملہ آور لشکریوں کو مار بھگانے کے
لئے فیصل کے نیچے بڑے بڑے پتھر، لہجے بنا دیئے گئے تھے۔ ان کے اوپر دھکیں چڑھا
دی گئی تھیں تاکہ بخت نصر کے لشکر کی مولہ آور ہوں تو ان پر دیکھنے انکاروں کے ساتھ
ساتھ کھولنا ہوائی پھینکا جائے اور انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جائے۔

بخت نصر کو اس کے خبر کیونکہ یہودیوں کی جنگی تیاریوں سے پہلے ہی آگاہ کر چکے
تھے لہذا یہ غم چھینے ہی بخت نصر نے جو سب سے پہلا کام لیا وہ پنچویں تھا کہ اس
نے مضبوط اور موٹی کڑیوں کے برج بنائے۔ فلسطین اور اس کے گرد و نواح میں کیونکہ
ایسی کڑیوں کی سیر نہ تھی لہذا راستے میں جہاں کہیں بھی اسے مناسب لگا اس نے بڑے
بڑے درخت کاٹ کر اور مناسب انداز میں چیر کر اپنے پھلکروں میں لاد لیا تھا۔

کڑیوں کے مضبوط پھینے دار برج بنانے کے بعد بخت نصر نے ان پر چھتیس ہاتھیں اور
ان کی جھٹوں پر مٹی کی موٹی تہیں بھانے کے بعد اوپر سے چکی مٹی میں گھس ملا کر ان کی
پلائی کر دی تھی۔

جب یہ سارے کام مکمل ہو گئے تب اس نے برجوں کے اندر اپنے لشکریوں کے
پیچھے کا اہتمام کیا۔ برجوں کو سامنے اور دائیں بائیں سے باہل انتہائی مضبوطی کے
ساتھ اس انداز میں بند کر کے ان کے اندر سوراخ رکھے گئے تھے کہ ان کے اندر بیٹھے
لشکری اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ بڑی آسانی سے دشمن پر تیر اندازی کر سکیں۔

یہ انتظامات کرنے کے بعد اس بار بخت نصر نے اپنے لشکر کو شہر کی ایک ہی سمت
رکھا۔ سب سے پہلے بڑے بڑے برج حرکت میں آئے۔ کڑیوں کے ان برجوں کو دیکھ
کر اسرائیلی جنگجو بڑے پریشان ہوئے تھے۔ انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ انہوں نے
جو بخت نصر کے لشکریوں پر آگ کے انکارے اور کھولنا پانی پھینکنے کا اہتمام کیا ہے وہ تو
پکار رہی ہو کہ روکے گا۔

بہر حال مسلح لشکریوں سے بھرے ہوئے یہ برج جب شہر کی فیصل کے قریب گئے تو
فیصل کے اوپر سے اسرائیلیوں نے دیکھنے انکارے، کھولنا پانی گران شروع کیا۔ لیکن
ان دونوں حربوں کا بخت نصر کے لشکریوں پر نہ کوئی اثر ہوا نہ وہ ان کو متاثر کر سکے۔

برج جب خاص فاصلے پر آگئے تب بخت نصر کے لشکریوں نے اپنی کارروائی کی اطلاع دی۔ جوینی کوئی اسرائیلی جنگجو برج سے نکل کر کھولنا پانی یا دیکھنے انکار سے بچنے چاہتے تھے۔ کوشش کرتا اسی وقت برجوں کے اندر سے بخت نصر کے تیر انداز ایسی تیز ترسٹیز ادا کی کرتے کہ برج سے نکلنے والے اسرائیلیوں کو چھانی کر کے رکھ دیتے تھے۔

کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ یہاں تک کہ فسیل کے ایک بڑے حصے پر اسرائیلیوں کی افشوں کے انداز لگ گئے تھے۔ یہ صورت حال اسرائیلی جنگجوؤں کے لئے بے پریشان کن تھی۔ اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے انہوں نے دیکھے انکار اور کھولنا پانی چیکنا بند کر دیا۔ پہلے انہوں نے فسیل کے اوپر پڑی اسرائیلی جنگجوؤں اور افشوں کو نیچے لے جانا چاہا۔ جب انہوں نے یہ کارروائی شروع کی تو اس کارروائی میں اس وقت سے بخت نصر اور اس کے سالاروں نے پورا فائدہ اٹھایا۔ ان کی آن میں ٹم کی فسیل کے اس حصے پر رسوں کی بیڑھیاں پھینک دی گئیں اور بخت نصر کے لشکر پر لے اور بچنا شروع کر دیا تھا۔

اس موقع پر فسیل کے اوپر سے جو بھی اسرائیلی مزاحمت کرتا، برجوں میں بیٹھے ہوئے جہاں انہیں چھانی کر کے رکھ دیتے تھے۔ اس طرح بخت نصر کے لشکر کا ایک حصہ فسیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس کے بعد برجوں میں بیٹھے ہوئے بخت نصر کے لشکر بھی باہر نکل آئے تھے اور جوینی بڑی تیزی سے فسیل کے اوپر چڑھنے لگا تھا۔

اسرائیلیوں کو جب خبر ہوئی کہ ان کا دیکھنا انکار اور کھولنا پانی چھیلنے کا منصوبہ ناکام ہو گیا تب انہوں نے ارادہ کیا کہ ایک ساتھ حملہ کر کے بخت نصر کے لشکر پر فسیل سے نیچے پھینک دیا جائے۔ لیکن اس وقت تک بخت نصر کے لشکر کا ایک حصہ فسیل کے اوپر چڑھا تھا اور فسیل کے اوپر جس قدر اسرائیلی جنگجو اوپر پہرے دار تھے ان کا خاتمہ کرتے ہوئے انہوں نے فسیل کے برجوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

چونکہ بخت نصر کے لشکر کی برابر رسوں کی بیڑھیوں سے فسیل کے اوپر چڑھ رہے تھے اور نہ ہی تعداد زیادہ ہوتی چلی جا رہی تھی لہذا بخت نصر کے لشکر پر فسیل کے نیچے اتر کر اسرائیلی جنگجوؤں پر حملہ شروع کر دیئے تھے۔ کچھ دیر تک مصیبت کے پاؤں کے نیچے ٹھہرنا کارن پڑا رہا جس کے نتیجے میں بخت نصر کے لشکر پر

اسرائیلیوں کو بدترین شکست دیتے ہوئے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور اسی دوران کچھ زندہ دل اور جرأت مند اور دلیر لشکریوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ شہر کا دروازہ کھلتے ہی بخت نصر اپنے پورے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور اسرائیلی مزاحمت کاروں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

کچھ دیر تک یہ وہلم شہر میں ہولناک رہا۔ اسرائیلی جنگجوؤں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ قلعہ آوروں کو شہر سے باہر دھکیل دیں لیکن اب ایسا کرنا ان کے لئے ناممکن تھا۔ جبکہ بخت نصر کے لشکر کی چاروں طرف ان کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے اسرائیلی سوار ماؤں اور سالاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور انہی معرکوں کے دوران یہودیوں کے بادشاہ یوہاکین اور اس کے بڑے بڑے سرکردہ کارکنوں اور عہدہ دارین کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

یہ صورت حال اسرائیلی جنگجوؤں کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اپنے بادشاہ کی گرفتاری کا سن کر جوینی نے پرانہ تھے وہ بھی ہمت ہار بیٹھے۔ اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور ایمان خاب کرنے لگے۔

اس طرح یہودیوں کی پوری تیاریوں کے باوجود بخت نصر نے بڑی آسانی کے ساتھ یہ وہلم فتح کر لیا تھا۔

جب جنگ ختم ہو گئی تب بخت نصر اپنے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ ہو بیٹھا۔ سب سے پہلے اس نے یہودیوں کے بادشاہ یوہاکین کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔ قہوڑی دیر بعد اس کے سالار یوہاکین کو چکر کر بخت نصر کے سامنے لائے۔ بخت نصر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور بڑے غور سے بلکہ ٹھوکرے کے انداز میں یوہاکین کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس سے پہلے تمہارے باپ نے میرے خلاف سرکشی کی تھی اور میرے مفاد کے خلاف کام کرتا رہا تھا۔ میں نے کئی بار اسے تنبیہ بھی کی لیکن میری تنبیہ کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا جس کے نتیجے میں مجبوراً مجھے اس کے خلاف حرکت میں آنا پڑا اور جو واقعات رونما ہوئے ان سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔

تمہارے باپ کے خاتمے کے بعد میں نے تم پر اعتماد اور ضرورہ کرتے ہوئے تمہیں یہودیوں کا بادشاہ بنایا لیکن تم تو اپنے باپ سے بھی کہیں بدتر اور بڑے سامنے ثابت

عبادت اور سرکشی سے منع کیا اور پُر اس طور پر میرا فرمانبردار اور مطیع رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن یہودیائین کی بد قسمتی کہ اس نے تمہارے کسی مشورے پر عمل نہ کیا اور دیکھو آج اس کی حالت ایک قیدی جیسی ہے جسے اپنی جان کے اٹالے پڑ گئے ہوں۔

چونکہ تم نے یہودیائین کو میرا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا مشورہ دیا تھا، جنگ کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے امن کی تلقین کی تھی لہذا میں یہودیائین کو اس کے منصب سے معزول کرتا ہوں اور یہودیوں کا بادشاہ تمہیں بناتا ہوں۔ ساتھ ہی تمہیں بھی تنبیہ کرتا ہوں کہ جس طرح اس سے پہلے تمہارے بھائی یہویا قلم اور پھر اس کے بیٹے یہویا کین نے میرے خلاف سرکشی اختیار کی، تم یہ راستہ اختیار نہ کرنا۔ اگر ایسا راستہ اپناؤ گے تو یاد رکھنا اپنی تباہی اور بربادی کے عاودہ پر و ظلم کی تباہی اور بربادی کو آواز دو گے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم ایسا نہیں چاہو گے۔ اور اگر چاہو گے تو میں تمہیں ابھی سے بتائے دیتا ہوں کہ پھر اسرائیلیوں کی سرزمینوں پر میرا تیسرا حملہ ہو گا اور تیسرے سلسلے کے دوران میں تباہی اور بربادی کا ایسا کھیل کھیلوں گا کہ آنے والے دور میں یہودیوں کو کبھی بھی کسی کے خلاف سرانجامنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اگر تیسری بار تم لوگوں نے مجھے ابھرانے کی زحمت دی تو میں تمہاری سلطنت کا خاتمہ کر دوں گا۔ ساتھ ہی میں شامل کی طرف بروصوں کا اور یہودیوں کی دوسری سلطنت جو اس وقت سک رہی ہے، اسے بھی برباد کر کے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنادوں گا اور اسی پر انکشاف میں کروں گا، پھر وہوم کے کنارے تصور کے بادشاہ ایت محل کا رخ کروں گا جو تمہاری مدد کرتا رہا ہے اور اسے بھی اپنا مطیع بنا کر رہوں گا۔

یہاں تک کہ کہنے کے بعد بخت نصر جب خاموش ہوا تب بڑی منونیت اور شکرگزاری میں صدقیہ کہنے لگا۔

”اگر آپ مجھ پر اتنا بڑا بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کے اس اعتماد کو نہیں پھینچاؤں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا۔“

صدقیہ کے ان الفاظ سے بخت نصر خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے سامنے کھڑے ان چار کاہنوں کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے تو کاہنوں کے متعلق سن رکھا تھا کہ کاہن ستارہ شناس ہوتے ہیں۔“

ہوئے۔ صرف تین مہینے کے بعد تم نے وہ معاہدہ توڑ پھینکا جو میرے اور تمہارے درمیان ہوا تھا اور عبادت اور سرکشی پر اتر آئے ہو۔ تم امن پسند انسان نہیں ہو، یہودیوں پر حکومت کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نصر کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا پھر یہودیائین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ جو تمہارے ساتھ تمہارے ساتھی قیدی تمہارے پیچھے کھڑے ہیں ان میں سے کسی کو تنبیہ کر دو ظلم کے ان چار کاہنوں کو پھر سے پاس آئیں جنہوں نے تمہیں میرے خلاف عبادت اور سرکشی پر ابھارا تھا۔ دیکھو میرے بغیر تمہارے متعلق ساری خبریں اور اطلاعات مجھے فراہم کرتے رہے ہیں اور جس آدمی کو تم تنبیہ گئے اس کے ساتھ میرے مسلح جوان جائیں گے اور انہیں یہ بھی تاکید کر دو کہ آتے ہوئے ان چار کاہنوں کے ساتھ تمہارے چچا صدقیہ کو بھی لے کر آئیں۔“

بخت نصر کے ان الفاظ کے جواب میں یہودیائین نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک کاہن کو بلایا، بڑی راز داری میں اسے تفصیل سمجھائی۔ جب وہ پیچھے ہٹے لگا تو بخت نصر کے ساتھ جوان بھی اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئے اس کے اور بخت نصر کے مسلح جوانوں کے ساتھ یہودیائین کے چچا صدقیہ کے عاودہ چاروں کاہن بھی تھے جنہوں نے یہودیائین کو بخت نصر کے خلاف عبادت اور سرکشی پر ابھارا تھا۔

جب صدقیہ بخت نصر کے سامنے آیا تو بخت نصر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ پُر جوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا اور اسے اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لئے کہا۔

صدقیہ اپنے اس استقبال پر بڑا پریشان تھا تاہم وہ بخت نصر سے بہتر سلوک کی توقع بھی رکھتا تھا۔

سب سے پہلے بخت نصر نے صدقیہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”میں نے تمہیں اپنے قریب بیٹھنے کے لئے اس لئے کہا ہے کہ تم اس قابل ہو کہ تمہیں اپنے پاس بٹھایا جائے۔ جس وقت پر و ظلم کے کاہنوں نے اس یہودیائین کو میرے خلاف سرکشی اور عبادت پر ابھارا تھا اس وقت تم واحد شخص تھے جس نے اس

اس کے علاوہ رئیس اور جن ان کے تسلط میں ہوتے ہیں اور ان کی مدد سے وہ غیب کی خبریں معلوم کر لیتے ہیں۔ کسی گم شدہ چیز کے بارے میں بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔ کسی کے باپ چوری ہو جائے تو کاہن اپنے خصوصی اختیارات کی بنا پر بتا سکتے ہیں کہ چون کون ہے۔ میں نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ لوگ تم جیسے کاہنوں سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے بھی رابطہ قائم کرتے ہیں۔

تمہارے متعلق جان کر مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا اور اب میں نے جانا کہ دراصل کاہن لوگوں کو فریب دے کر اپنا مقصد نکال لیتے ہیں اور کمزور عقیدہ کے لوگوں کو لوٹنے کا کام کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ تم عیسوں کے پاس احوال معلوم کرنے کے لئے نذر نیاز لاتے ہوں گے اور اس نذر نیاز کے مال سے تم لوگ خوب عیش و عشرت کرتے ہو گے۔

یہودی کاہنوں سے متعلق میں نے تو یہ بھی سن رکھا تھا کہ یہ بڑے عالم فاضل اور پیچھے ہونے ہوتے ہیں۔ لیکن تم چاروں تو مجھے شیطان کے ساتھی اور ابلیس کے عکاساتے لگتے ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی علم ہوتا تو تم نے یقیناً اپنے بادشاہ یہو یا کین کو پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ آنے والی جنگ میں اسے شکست ہوگی۔ لہذا اپنی شکست کا سال جان کر یہ میرے خلاف سرکشی اور بغاوت کرنے کی مہمات نہ کرتا۔ لیکن تم ایسے بد بخت کاہن ہو کہ تم چاروں نے اسے تاغری اور بغاوت پر اکسایا۔ لگتا ہے تم کاہن نہیں ہو، فریب کاری کا سراپ ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی علم ہوتا تو اس کا فائدہ اپنے بادشاہ کو ضرور پہنچاتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم جیسے کاہن یہودیوں کے لئے بد بختی اور کمرامی کا باعث ہیں۔ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے تورات میں اپنے مقصد اور اپنی خواہشوں کے مطابق رد و بدل کر لیا۔ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے بہت سے پیغمبروں پر بد اخلاقی اور بد چلتی کا الزام لگایا تاکہ ان کے ان الزامات کی آڑ میں تم بھی ویسے کام کر کے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکو۔

یہاں تک کہنے کے بعد حضرت نضر کا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”تم نے اپنے بادشاہ یہو یا کین کو اچھا مشورہ نہیں دیا۔ بلکہ اس کو گمراہ کر کے تم چاروں اس کی ذات، اس کی امیری، اس کی بد بختی اور اس کے تزلزل اور اس کے زوال

باعث بنے ہو۔ اگر تم اسے غلط مشورہ نہ دیتے تو شاید یہ میرے خلاف بغاوت کا مکر نہ کرتا۔ چونکہ اسے اُکسانے والے تم ہو، بغاوت پر آمادہ کرنے والے بھی تم ہو، جنگ کی یہ آگ بجڑکانا بھی تم ہی لوگوں کا کام ہے لہذا میں تم چاروں کو معاف نہیں ہوں گا۔ میں یہو یا کین کو معاف کر سکتا ہوں لیکن تمہیں تمہارا گناہوں کی سزا ضرور ملے گی۔ اپنی سزایانے سے پہلے یہ بھی سن لینا کہ میں یہو یا کین کو معاف کر چکا ہوں لیکن اسے یہودیوں کا بادشاہ نہیں رہے دوں گا۔ اسے ایک قیدی کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ جبکہ آئندہ یہودیوں کا بادشاہ اس کا بچا صد قیام ہوگا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بخت نضر کا، پھر اس نے اپنے کچھ سالاروں کو آواز دے کر بلایا اور انہیں سمجھایا جس کے جواب میں وہ سالار اپنے کچھ لشکریوں کے ساتھ ان لوگوں کو ایک طرف لے گئے اور فیصل کے قریب ان چاروں کی گردنیں کاٹ کر رکھ گئی تھیں۔

اپنے آپ دوسرے جملے کے دوران بھی بخت نضر نے بروحلم کو اپنی انتہائی کارروائی کا نشانہ نہ بنایا۔ شہر کو فتح کرنے، شہر کا نظم و نسق درست کرنے اور صد قیام کو یہودیوں کا شاہ بنانے کے بعد بخت نضر اپنے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف چلا گیا تھا۔ جاتے سے وہ یہودیوں کے سابق بادشاہ یہو یا کین، اس کی بیویوں، اس کی ماں، ام، بہن، بہن سہیلیوں اور اس کے سات ہزار محافظ و دستے کے لشکریوں اور ایک ہزار یہودی غلاموں کو اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا۔ یہودیوں کی بد قسمتی کہ جو قیدی بخت نضر ظلم سے بابل لے کر گیا ان قیدیوں میں اللہ کے نبی حزقی ایل بھی شامل تھے۔



جس تک دونوں طرف کے لشکری اپنی صفیں درست کرتے رہے، ایک شور، واہلا دونوں طرف انتہائی بلند بازگشت کے ساتھ گردش کرتا رہا۔ کچھ دیر تک دونوں لشکر اپنی سمت اور جواںمردی، اپنے ولولوں اور اپنی شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے بلند آوازوں سے نعرے بازی کرتے رہے۔ اس کے بعد جنگ کی ابتدا قدامد کے بادشاہ کیا کسار اور لے کرنا چائی۔ کیا کسار کو ایٹھائے کو تک کے بادشاہ آلیات کے خلاف سخت غصہ اور شہ نازی تھی اور اس کی دو جومات تھیں۔

اول یہ کہ آیات کا سبب گاہے دیا جائے بیسیس کو منہور کر کے کیا لیسار کے عاقبتوں پر
ملہ آور ہوتا رہتا تھا اور ایسا وہ عموماً تئیسین اور دوسری سالاروں کی شہرہ پر کرتا تھا۔
دوسری وجہ جس کی بناء پر کیا لیسار کو آیات کے خلاف غصہ تھا وہ یہ کہ اس سے
بلے آیات نے کیا لیسار کے ایک لشکر کو شکست دی تھی اور اس لشکر کی ایک ترقہ ادا کو
ہائے چونکہ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لہذا کیا لیسار اب ہر صورت میں آیات
لشکریوں سے اپنی شکست کے علاوہ اپنے قتل ہونے والے ساتھیوں کا انتقام لینا
چاہتا۔

انہی عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے کیا کسرا نے جنگ کی ابتداء کی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ آیات پر حملہ آور ہوا۔

میدان جنگ کے اندر بھی میں بند ارادے عیاں ہونے لگے تھے۔ ہر شے کی روح مگر گہرائیوں اور دل کے نہاں خانوں میں سرگرداں موت کا اضطراب نظر آجھو گیا تھا۔
 دو طرف کے لشکری ایک دوسرے پر کھڑوں اور دھاہیل برساتے ہوئے ایک سرے کا خاتمہ کرنے لگے تھے۔ اس طرح دریائے میلس کے کنارے بڑی تیزی کے ساتھ لہساقوں میں اندھا پن، سماعتوں میں زبرجہری آوازیں اترتا شروع ہو گئی تھیں۔ بڑے بڑے سرما، بڑے بڑے ٹاپ بچ زن، بڑے بڑے عمہ لشکری، بڑے بڑے جرأت مند بڑی تیزی سے میدان جنگ میں مجبور یوں کے دائروں، پچاسے اور اندھی سوچوں کی طرح مٹنے اور ختم ہونے لگے تھے۔ قوم ماو کے بادشاہ کسمار اور ایشیائے کوچک کے بادشاہ آلیات کے لشکریوں کے درمیان صبح سے لے شام تک ٹھسٹھس کا دن پڑتا رہا لیکن اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ جب سورج بھو گیا اور فضاؤں کے اندر تاریکیاں اٹنا حال پھیلنے لگیں تب دونوں لشکر ملحدہ

دریائے ہٹلس کے کنارے قوم ماد کا بادشاہ کیا کسارا اور ایشیائے کوچک کا بادشاہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ جس طرح دریائے ہٹلس کی طرف روانگی سے قبل کیا کسارا نے اپنے بیٹے آستیاگس کو اپنے چھپے سطلت کا کار بار سنبھالنے کے لئے چھوڑا تھا اسی طرح ایشیائے کوچک کے بادشاہ آیات نے اپنے بیٹے اریدہ کو سلطنت کا کار بار چلانے کے لئے اپنے مرکزی شہر میں چھوڑا تھا اور خود لشکر لے کر کیا کسارا کا مقابلہ کرنے کے لئے دریائے ہٹلس کے کنارے آیا تھا۔ دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے سامنے آئے اور مقابلہ کرنے کے لئے صفیں درست کرنا شروع کیں تو قباہ یعنی ایران کے بادشاہ کیا کسارا نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ لشکر کا درمیانی حصہ کیا کسارا نے اپنے ساتھ رکھا اور اپنے ایک سالار جس کا نام بہمن تھا اسے نائب کی حیثیت سے رکھا۔ لشکر کے بائیں حصے کی کمانداری کیا کسارا نے اپنے سالار ایراج کو سونپی تھی اور لشکر کے دائیں حصے پر دوسرے بڑے سالار سیاوش کو کماندار مقرر کیا گیا تھا۔

دوسری طرف ایشیائے کوچک کے بادشاہ آیات نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب پہ اس طرح رکھی تھی۔ اس نے بھی لشکر کو تین ہی حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ لشکر کا درمیانی حصہ اس نے اپنی کمانداری میں رکھا تھا۔ تو تک کو اس نے اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ آیات نے اپنے لشکر کے دائیں حصے کی کمانداری اپنے سلطنت کے سالار اعلیٰ کرلیس کو سونپی تھی۔ جبکہ بائیں سالار کنکرلیس کو اس کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔ بائیں حصے کی کمانداری جانکو کے سپرد کی گئی تھی اور پہلے سے آیات کے پاس مقیم تھیں۔ سالار بیکاس کو جانکو کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔

ہوئے اور اپنے ہذاؤ کی طرف چلے گئے تھے۔

اس کے بعد اگلے روز پھر دونوں لشکروں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ سن
لے کر شام تک معرکہ آرائی ہوتی رہی لیکن دونوں میں سے کوئی بھی ہار مانتے نہ
تیار نہ تھا۔

اس طرح جنگ طویل پکڑنے لگی تھی۔ آیات کو یہ سہولت تھی کہ اس کی پشت پر
اپنی سہولت تھی اور اسے وہاں سے برابر رسد اور ملک بڑی آسانی کے ساتھ مل
تھی۔ جہاں تک کیا رسد کا تعلق تھا تو اس نے بھی اپنی رسد اور ملک کا بڑا عمدہ سامان
کیا تھا۔ دریں نے فیلڈ کی طرف آتے ہوئے اس نے راستے میں جگہ جگہ چوکیاں قائم
کی ہوئی تھیں جن سے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے باقاعدہ رابطہ تھا اور انہی چوکیوں
کے ذریعے کیا رسد کو نہ صرف رسد، خوراک بلکہ کمک بھی آسانی سے ملتی جا رہی تھی۔

پہلے چند روز تک دونوں لشکریوں کے درمیان یہ جڑ جڑ کر معرکہ آہم ہوتے رہے،
دونوں طرف سے لشکر یہ دوشیں کرتے رہے کہ کسی نے کسی طرح اپنے ہر مقابل کو زخمی
نہ کیے اور دشمن کی شکست کو یقینی بنالیں لیکن اپنے اس مقصد میں کیا رسد اور
آیات دونوں میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

آیات، اس کے لشکریوں اور اس کے سامان اور کا اندازہ تھا کہ کیا رسد زیادہ ان
ان کے سامنے ظہر نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اسے رسد اور کمک کی کمی کا سامنا کرنا پڑا۔
کہ جب انہیں پشت کی طرف سے ضرورت کی ہر چیز ملتی رہے گی۔ لیکن جب آیتوں یہ
نہ ہوئی کہ کیا رسد انے رسد اور کمک کا بہترین انتظام کیا ہوا ہے تب ان کے حوصلے
اور جذبہ بھی پہلے کی نسبت اسی قدر سے ماندہ اور سرد ہونے لگے تھے۔ آیات، اس کے
سامان اور لشکریوں نے جان لیا تھا کہ یہ جنگ جلد ختم ہونے والی نہیں ہے۔ لہذا
انہیں یقین ہو گیا تھا کہ کیا رسد کے مقابلے میں انہیں جلد کوئی کامیابی نصیب نہ ہوگی۔

یوں دریائے ہیملس کے کنارے آیات اور کیا رسد کے درمیان جنگ طویل
پکڑنے لگی۔ اور دونوں کا خیال ہے کہ یہ جنگ دونوں سے نکل کر ہفتوں، ہفتوں سے
مہینوں اور پھر مہینوں سے نکل کر سالوں میں داخل ہونا شروع ہوگئی تھی۔

آخر جب دونوں طرف کے لشکری تھک گئے تھے آیات اور کیا رسد نے اندازہ لگا
لیا کہ فتح یا شکست کے مقدمہ میں نہیں آنے گی۔ بہتر یہی ہے کہ کسی کوچ میں ڈال

کر صلح صفائی کر لیں چاہئے اور آنے والے دور میں امن سے رہا جائے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کیا رسد اور آیات کے درمیان تیز رفتار
قاصدوں کے ذریعے پیغام رسائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس پیغام رسائی کے نتیجے میں
یہ طے پایا کہ دونوں سلطنتوں کا فیصلہ کرنے کے لئے باہل کے بادشاہ بخت نصر کو متصف
مقرر کیا جائے۔ اسے پیغام بھیجا جائے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے ہیملس کی
طرف آئے اور دونوں کے درمیان انصاف کرے اور جو کوئی بھی اس کے جاری کردہ
انصاف کو ماننے کے لئے تیار نہ ہو، باہل کا بادشاہ بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اس کے
خلاف حرکت میں آئے۔

اس خبر کو آیات کے علاوہ کیا رسد انے بھی مان لیا تھا۔ لہذا دونوں لشکروں کے
درمیان صلح کرانے کے لئے تیز رفتار قاصد باہل کی طرف روانہ کئے گئے تھے۔



سورج زور مغرب میں سرخ لبادہ اڑھتے ہوئے غروب ہونے کے درپے تھا کہ
ایسے میں فیلڈ بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ دریائے فرات
کے کنارے کنارے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ ان کا رخ باہل شہر سے
اپنی رہائش گاہوں کی طرف تھا۔

جب وہ اپنی رہائش گاہوں کے سامنے کھلے میدانوں میں پہنچے جہاں جانوروں کو
ماندھنے کے لئے کافی زور و زور تک پھیرے ہوئے تھے تو سب اپنے گھوڑوں سے اتر
گئے۔ اس لئے کہ قبیلے کے لوگ اپنے اپنے جانوروں کا دودھ دودھ رہے تھے۔ اس موقع
پر مرغائی بھی اپنے جانوروں کو سنبھال رہی تھی۔ دودھ دینے والے جانوروں کا دودھ
کھال رہی تھی اور اس سلسلے میں اناشید بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔

فیلڈ بن ساعدہ، حرقوس بن شجرہ اور ان کے ساتھیوں کو آتے دیکھ کر سب لوگ ان
اسی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ فردوس، زبیر بن سلمی، ان کے بیٹے اور بہت سے لوگ
لہجہ میں سرور و شادمانی سب شامل تھے دودھ دہنا بند کر کے اور ہاتھوں میں دودھ کے برتن
اٹھاتے ان کے گرد ان جمع ہوئے تھے۔

قریب آ کر مرغائی جس نے اپنے ہاتھ میں دودھ کا برتن پکڑ رکھا تھا فیلڈ بن ساعدہ
کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی فیلڈ بن ساعدہ بول اٹھا اور اپنے

سامنے کھڑے فردوس کو مخاطب کر کے کہتے لگا۔

”فردوس میرے محترم! آج میں بے حد خوش ہوں..... میں نے کسی کو بتایا نہیں مگر لیکن میں نے اپنے دل میں قسم کھائی تھی کہ اگر کعبہ کے رب نے مجھے موقع دیا تو میں مشیرہ کے سچیں قاتلوں کو موت کے گھاٹ ضرور اتاروں گا اور مشیرہ کے قتل کا انتقام ان سے لوں گا۔ لگتا ہے اس سلسلے میں قدرت ہم پر مہربان ہے اور ان سچھین کا انتقام لینے کا خداوند قدوس نے آپ سے آپ ایک راستہ بنا دیا ہے۔
ہواریوں نے کراہیائے کو چپک کا بادشاہ آلیت اور قوم مارا کا بادشاہ کیا کہ مارا ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے ٹھک گئے ہیں۔ لہذا دونوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے بخت نصر کو اپنا منصف مقرر کیا ہے کہ دونوں کے درمیان جو فیصلہ بخت نصر کرے گا انہیں منظور ہوگا۔

ہم سب ابھی ابھی باہل ہی سے آرہے ہیں..... ہماری موجودگی میں کچھ قاصد بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منصف بننے کی پیشکش کی جس کے لئے بخت نصر تیار ہو چکا ہے اور کل ۱۰۰ اپنے لشکر کا ایک حصہ لے کر ایشیائے کوچک کا رخ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں بخت نصر کے ساتھ چلا جاؤں۔ قبیلے کے دوسرے جنگجو، مسلح جوانوں کو جانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ان سچھین سے شمشیر کے لئے بخت نصر مجھے اپنے لشکر کا ایک حصہ.....

یہاں تک کہتے کہتے فیصل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کا سن کر وہ بے وقوف بن کر ہر دوں بول اٹھا تھا۔

”ابن ساعدہ! میرے عزیز بھائی! میں آپ کی اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ ہم میں سے کوئی بھی تمہیں اکیلا نہیں بنائے گا۔ قبیلے کے مسلح جوانوں میں سے انہما تمہارے ساتھ جائیں گے اور ایسا کرنا ہم سب کا فرض ہے۔“
حقوق بن شجرہ جب خاموش ہوا تب فردوس جس کے چہرے پر پہلے سے ملکا، تیسرے تھا، فیصل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہتے لگا۔

”ابن ساعدہ! میرے بیٹے! جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے میں بھی اتفاق نہیں کرتا۔ مشیرہ کے سچھین سے انتقام لینا صرف تمہاری فرض نہیں بنتا، قبیلے کے بہت سے سچھین ان سے یہ انتقام لینے کے لئے بے تاب اور بے چین ہیں۔ ان سچھین سے

ایک دم اسرا سکیوں کے ساتھ مل کر ہمارے قبیلے کو نقصان پہنچایا تھا لہذا ان کا خاتمہ ضروری ہے اور اس کے لئے قبیلے کے بہت سے سچھین زان تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اپنے اتم اکیسے نہیں جانا گئے۔“

فردوس جب خاموش رہا تو اب طرغائی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔
”محترم فردوس اور میرے عزیز بھائی حقوق بن شجرہ کا کہنا درست ہے۔ آپ نہیں جانتے ہیں۔ قبیلے کے بہت سے جنگجو اور ان کی بیویاں بھی ان کے ساتھ چلیں گی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرا آپ کے ساتھ جانا انتہائی ضروری ہے اس لئے کہ میں دو بڑے قاتلوں تو تک اور چاروں کے علاوہ دوسرے بہت سے سچھین کو ان کی شکوہ سے جانتی ہوں۔ لہذا میری موجودگی میں ان سے انتقام لینا آپ کے لئے آسان ہو جائے گا۔“

اس موقع پر اناشید نے طرغائی کو کبھی مارتے ہوئے خاموش رہنے کے لئے کہا۔
طرغائی جب خاموش ہو کر ملامت ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگی تب اناشید، فیصل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

”بھائی! آپ جانتے ہیں کہ جب طرغائی جانے گی تو طرغائی کی بہن اناشید بھی اس کے ساتھ جائے گی۔ کیا آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے؟“

”جواب میں فیصل بن ساعدہ ہنسی لگا۔
”مجھے بالکل کوئی اعتراض نہیں..... جس طرح محترم فردوس اور میرا بھائی حقوق بن شجرہ چاہتے ہیں ایسا ہی ہوگا۔ بخت نصر دو دن بعد باہل سے ایشیائے کوچک کی طرف کوچ کرتا جاتا ہے۔ ان دو دنوں میں میں، حقوق بن شجرہ اور ہمارے دو ساتھی ہمارے ساتھ جانا چاہیں گے اپنی تیاری مکمل کر لیں گے اور بخت نصر کے لشکر میں مل کر ہو جائیں گے۔ بخت نصر نے ہم پر بھی مہربانی کی ہے کہ میرے کہنے پر اس نے اپنے پیچھے شجرہ آج ہی ایشیائے کوچک کی طرف روانہ کر دیئے ہیں۔ وہ تو تک اور ف کے علاوہ ان دوسرے سچھین پر بھی نگاہ رکھیں گے جنہوں نے اسرا سکیوں کے قتل کر ہم پر حملہ کیا تھا اور ہمیں نقصان پہنچایا تھا۔ بخت نصر کے وہی خبر ہمیں تو تک چاہتے تھے کل توقع کی خبر دی گئی اور ان کی راہنمائی میں خداوند نے چاہا تو ان لہر آور ہو کر ہم ان سے انتقام لینے میں کامیاب رہیں گے۔“

نصر کے لشکر میں شامل ہوگا۔ اگر وہ اس کے ساتھ نہ بھی ہوا تو بخت نصر بھی ہمارا مطالبہ کرے گا۔ جب کیا کسار اور اس بھگڑے کا فیصلہ کرنے والا بخت نصر دونوں ہی ہمارا مطالبہ کریں گے تو یاد رکھنا، آیات کسی بھی صورت ہمارا دفاع نہیں کر سکتے گا بلکہ چپ چاپ ہمیں اور ہمارے سب پیغمبرین ساتھیوں کو کیا کسار اور بخت نصر کے حوالے کر دے گا اور وہ انہوں کے اندر ہم سب کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔

اس موقع پر تو تک نے جانتو کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”جانتو! کیا آیات۔“

جانتو نے ہاتھ کے اشارے سے تو تک کو روک دیا اور کہنے لگا۔

”تو تک! میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ یقیناً تم یہ کہنا چاہو گے کہ آیات کو ہمارا دفاع کرتا چاہئے۔ ہم اس کے لئے کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن آیات ایسا نہیں کرے گا۔ اگر اکیلے کیا کسار کا مقابلہ ہوتا تو آیات یقیناً اس کے سامنے ڈٹ جاتا اور ہمارا دفاع کرتا اور کسی بھی صورت ہمیں اس کے حوالے نہ کرتا۔ لیکن اب تو بخت نصر آ رہا ہے جس کی طاقت ان دونوں کیا کسار اور آیات سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جب وہ بھی ہمارا مطالبہ کر دے گا تو یاد رکھنا آیات کے پاس سوائے سر جھکانے کے اور کچھ نہ رہے گا۔ وہ کیا کسار کا تو مطالبہ کر سکتا ہے، بخت نصر کی ضرب برداشت نہیں کر پائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو جب خاموش ہوا تب تیسرا پیغمبرین سردار بیکار بول اٹھا۔

جانتو اور تو تک دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”جانتو! میرے بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ آیات دو بادشاہوں کے سامنے ہمارا دفاع نہیں کرے گا۔ لیکن ہمارے بچ نکلنے کی میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔“

بیکار نے ان الفاظ پر جانتو اور تو تک دونوں کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر تو تک نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیکار کو مخاطب کیا۔

”اگر تمہارے ذہن میں کوئی ایسی تجویز ہے جس سے ہمارے بچ نکلنے کی امید کے ساتھ ساتھ آیات کے علاقوں میں ہمارے رہنے کا بھی کوئی سبب ہو سکتا ہے تو پھر کہو۔“

دیکر بیکار نے؟

جواب میں بیکار نے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر باری باری بڑے غور

نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا اور ساتھ ہی۔

خوشی اور طرہائیت کا بھی اظہار کیا تھا۔ پھر سب لوگ پہلے کی طرح اپنے اپنے گھروں دودھ لکائے لگے تھے اور نفیل بن ساعدہ، حرقوس بن شجرہ اور ان کے ساتھی بھی اس میں ان کی مدد کرنے لگے تھے۔

وہ دن بعد نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بخت نصر کے لشکر میں شامل ہو گئے اور یوں بخت نصر نے کیا کسار اور آیات کی زنجیر دہائی بنگلوں کا فیصلہ کرنے کے لئے باہل سے ایٹھائے کو چمک کی طرف کیا تھا۔



جانتو، تو تک اور بیکار تینوں پیغمبرین سردار ایک روز اپنے کچھ پیغمبرین ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے۔ سب فکر مند اور پریشان تھے۔ اس موقع پر جانتو نے اپنے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”ایٹھائے کو چمک کے بادشاہ آیات کے ہاں آنے کے بعد میں سمجھتا تھا ہم جسم بالکل محفوظ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب کیا کسار آیات سے ٹکرایا اور اُسے آپ کے مقابلے میں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی تب بھی میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کہ کم از کم آیات کی سر زمینوں میں بالکل محفوظ ہیں۔ لیکن میرے مزید حالات اور ہمارے خلاف کرہوت لے رہے ہیں۔“

”کیا کسار اور آیات کی بنگلوں کا فیصلہ نہ ہوتا ہمارے لئے بری قال ثابت ہو اب جبکہ دونوں نے مل کر اپنے فیصلے کے لئے بخت نصر کو بلا لیا ہے تو آیات نے آؤں کہہ رہے تھے کہ بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ باہل سے ایٹھائے کو چمک کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ اب وہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔“

میرے بھائی! جب آیات اور کیا کسار کے درمیان فیصلہ ہوگا تو یاد رکھنا، ایہ کم از کم میرا اور تو تک کا ضرور مطالبہ کرے گا۔ اس لئے کہ ہم دونوں اس کے قائل ہیں۔ ہمارے لئے مصیبت کی ایک دوسری وجہ بھی ہے، ہم نے اس کے ساتھ مل کر کام کیا ہے کہ خانہ بدوش قبیلہ پر حملہ کیا تھا اور خانہ بدوش کا سردار بن ساعدہ بخت نصر کے پوتی کے سالاروں میں سے ایک ہے۔ اُس نے یقیناً بخت نصر سے پورے حالات کہہ دیئے ہوں گے۔ اول تو میرا دل کہتا ہے نفیل بن ساعدہ

✻ ✻

”پیارے! میرے بھائی! جو جیتھو تم نے کہا ہے میرے خیال میں ہماری بہتری، ہمارا تعلق، ہماری سلامتی اسی میں ہے۔ تم ایک طرح سے سٹکھیں کے ساتھ کام کر رہے ہو اور وہ تمہارا بہترین دوست ہے۔ اب میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم انھیں سٹکھیں کے پاس جاؤ، اُسے ساری صورت حال سے آگاہ کرو۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔“

نفل دیتے ہوئے بخت نصر نے یہ فیصلہ کیا۔

”دریائے ٹیس کو کیا کسارا اور آیات کے درمیان ایک مستقل سرحد قرار دیا جاتا ہے۔ دونوں مملکتوں کے درمیان تعلقات خوشگوار اور پُر امن رکھنے کے لئے کیا کسارا اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ آیات کے بیٹے کو دے گا۔“

کیا کسارا نے جوشی ان شرائط کو قبول کر لیا تھا۔ آیات بھی ان پر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس موقع پر کیا کسارا نے آیات سے تو لک اور جاتو کا دس مطالبہ کیا جب بخت نصر، کیا کسارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تو لک اور جاتو کا معاملہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو جائے گا اور اس مسئلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ آپ اس وقت اپنا معاملہ صرف آیات کے ساتھ طے کریں۔“

چنانچہ بخت نصر کے کہنے پر کیا کسارا خاموش ہو گیا۔ یوں بخت نصر کے کہنے پر دریائے ٹیس کو سرحد مان لیا گیا اور وہیں قیام کے دوران بڑی شان و شوکت اور طعشق کے ساتھ کیا کسارا کی بیٹی کو آیات کے بیٹے سے بیاہ دیا گیا تھا۔

یہ صلح نامہ طے ہونے کے بعد اور کیا کسارا کی بیٹی اور آیات کے بیٹے کی شادی کے جشن کے بعد چند روز تک خوشیاں منائی جاتی رہیں پھر ایک روز جب بخت نصر، کیا کسارا اور دونوں کے سرکردہ سالار دریائے ٹیس کے کنارے شکار کھیل رہے تھے کہ وہ قحط کے دوران کیا کسارا نے جاتو اور تو لک کے متعلق گفتگو کا آغاز کیا اور بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بخت نصر! جس وقت صلح کی شرائط طے ہوئی تھیں، میں نے آیات سے تو لک اور جاتو کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن تم نے مجھے خاموش اور مطمئن کر دیا تھا تمہارے الفاظ تھے کہ ان کا معاملہ میرے اور تمہارے درمیان طے ہو جائے گا۔ تم نے میرے بیٹے کے اُن قاتلوں کے۔۔۔“

”تو لک اور جاتو سے متعلق آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا ایک تمہارا ساتھی جو آیات کے ہاں ایک ایسے سالار کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس کا نام پکاراں ہے۔ تو لک اور جاتو نے بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر ایک موٹی پر میرے سالار نضیل بن ساعدہ کے قہیل پر حملہ کیا تھا اور اس کے قہیل کو

بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ ایشیائے کوچک پہنچا۔ نضیل بن ساعدہ، حرقوس بن شجر، بھی اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل تھے۔ اس کی آمد پر جہاں کیا کسارا نے اس کا جتنی انداز میں استقبال کیا وہاں آیات نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کی بڑی عزت اور بڑی تکریم کی۔ کیا کسارا کے اہل خانہ اور اس کی چھوٹی بیٹی بھی اس کے ساتھ تھیں۔ بخت نصر کی ملکہ جو کیا کسارا کی بیٹی تھی جس کا نام ایسا تھا وہ بھی کیونکہ بخت نصر کے ساتھ تھی لہذا وہ بھی اپنے ماں باپ کے علاوہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد سے ملی۔ اس کے بعد بخت نصر، کیا کسارا اور آیات کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پہلے تو کسی روز تک کیا کسارا اور آیات، بخت نصر کی موجودگی کرتے رہے۔ اس نے ان کے ساتھ آپ ان علاقوں میں ایک ایسی قوت بن چکا تھا جسے فتح کا نشان خیال کیا جاتا تھا اور ہر کوئی اس کا مظہر نظر ہو کر رہتا جاتا تھا۔

اس کے بعد تین حکمرانوں کے درمیان صلح اور ملاقاتی کی گفتگو شروع ہوئی۔ اس مسئلے میں بی ملاقاتیں ہوئیں۔ اس دوران بخت نصر کے وہ خبر جنہیں اس نے اپنی روانگی سے پہلے جاتو، تو لک اور ان کے ساتھیوں پر لگا رکھنے کے لئے روانہ کیا تھا وہ بھی بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان پر انشرف کر دیا کہ سارا۔۔۔ جنہیں سردار اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیات کے علاقوں سے نکل کر آمدنی کی طرف جا رہے ہیں۔

آخر چند روز کی گفت و شنید کے بعد آیات اور کیا کسارا نے درمیان صلح کو آخری

نہتسان پہنچایا تھا۔ لہذا نفیل بن ساعدہ بھی ان کی تاک میں تھا اور اس سلسلے میں ۔۔۔
نفیل بن ساعدہ کی حمایت میں تھا۔

جابل سے یہاں ایڈیپ کے کچل کی طرف روانگی سے پہلے نفیل بن ساعدہ ۔۔۔
ہم میں نے اپنے کچھ خیر اپنے آگے آگے جانکو اور تو ملک پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ
تھے اور صلح سے صرف ایک دن پہلے وہوں نے واپس آکر مجھے بتا دیا تھا کہ تو ملک
جانکو کے علاوہ تیسھیں کا تیسرا سالار اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ آیات کے
سے نکل کر کوستان اور بھیا کے سلسلوں کے اندر پناہ لے چکے ہیں۔ اور جب میں
اس صلح کو آخری شکل دینے کے بعد اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے جائیں گے تو وہ
وہستانی سلسلوں سے نکل کر واپس آیات کے پاس آجائیں گے اور پہلے کی طرف
اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔

یہاں تک کہتے کہتے بخت نصر کو روک کر جانا پڑا۔ اس لئے کہ کیا کسار بول اٹھا تھا۔
”بخت نصر! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد اگر وہ آئے
آکر پھر آیات کے لشکر میں شامل ہوتے ہیں تو اس میں تو ان کی فتح اور ہماری ناکامی
ہے۔“

”ناکامی نہیں، یوں جانیں کامیابی ہے۔“ بخت نصر نے مسکراتے ہوئے کہا، شروع
کیا۔ ”اس لئے کہ ہم اب زیادہ دن تک یہاں قیام نہیں کریں گے، واپسی کا سفر شروع
کریں گے۔ جس وقت ہم واپس جائیں گے تو آیات یہی خیال کرے گا کہ ہم دونوں
اپنے اپنے لشکروں کو لے کر واپس ہو لئے ہیں۔ اس کی اطلاع دیتے تو ملک اور پناہ
بھی ہو جائے گی اور وہ کوہستانی سلسلے سے نکل کر آیات کے مرکزی شہر ساروس کا رخ
کریں گے۔ لیکن ایسا وہ کر نہیں پائیں گے۔ اس لئے کہ یہاں سے چند میل دور جاتے
سے بعد میں اپنے لشکر کا ایک حصہ چھوڑ کر دوں گا۔ اس حصے میں نفیل بن ساعدہ کے نام
بدوش قبیلے کے بھی جنگجو شامل ہوں گے اور کچھ میرے اپنے لشکر بھی ان کے ساتھ
ہوں گے۔ نفیل بن ساعدہ اس لشکر کا سالار اعلیٰ ہوگا اور اس کے قبیلے میں جو اس کا
نائب ہے وہ بدستور اس لشکر میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ اس طرف
وہ ان خبروں کی رابستہائی میں جو تو ملک اور جانکو کے محل وقوع سے واقف ہیں، آرماء
کے کوہستانی سلسلوں کا رخ کریں گے اور جانکو اور تو ملک کو ان کے کئے کی سزا دیں

گے۔ اب پولیس آپ کیا چاہتے ہیں؟“
بخت نصر کی اس گفتگو سے کیا کسارا خوش ہو گیا۔ پھر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے
کہنے لگا۔

”اگر اس ہم کو سر کرنے کے لئے خانہ بدوش سالار نفیل بن ساعدہ کا انتخاب کیا گیا
ہے تو میں سمجھتا ہوں وہ اس ہم کو بڑے اہم طریقے سے اپنے انجام کو پہنچائے گا۔“
کیا کسارا جب خاموش رہا تو اب بخت نصر نے پھر کہنا شروع کیا۔

”اس سلسلے میں نفیل بن ساعدہ کے ساتھ میری گفتگو ہو چکی ہے اور میں نے اس پر
یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جب اس کا ٹکراؤ تیسھیں کے ساتھ ہو تو صرف مجرموں کو سزا
دی جائے۔ جن لوگوں نے کوئی جرم نہیں کیا انہیں بے کار میں قتل نہ کیا جائے۔ ہمارے
مجرم صرف تو ملک اور جانکو ہیں۔ ان پر ضرب لگانی جائے گی۔ تیسرا سالار بیکار ہے۔
اس سے آپ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد آیات کے علاقوں کا رخ کیا تھا اور
یہاں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پُر امن زندگی بسر کر رہا تھا۔ لہذا اس سے کوئی تعرض
نہیں کیا جائے گا۔ کیا آپ میرے ان خیالات سے اتفاق کرتے ہیں؟“

کیا کسارا مسکرایا اور کہنے لگا۔
”اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں بھی نہیں چاہتا کسی بے گناہ کا سر
قلم کیا جائے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ جب نفیل بن ساعدہ کو اس ہم پر روانہ کیا جائے تو
اس کی روانگی سے پہلے میرے ساتھ بھی اس کی ملاقات کا اہتمام کیا جائے۔“
بخت نصر نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد دونوں پھر شکار میں مصروف
ہو گئے تھے۔

دو دن تک مزید دونوں بادشاہوں نے وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ آیات سے
آخری ملاقات کرنے کے بعد اپنے اپنے لشکر کو لے کر واپسی کے سفر پر روانہ ہو گئے
تھے۔

تک جبکہ اس فرسگ آگے جانے کے بعد ایک جگہ بخت نصر نے اپنے لشکر کو روک
دیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کیا کسار نے بھی اپنے لشکر کو روک جانے کا اشارہ نہ
تھا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے، یہاں تک کہ بخت نصر نے کیا کسار کو
مخاطب کیا۔

”آپ نقدی کی تھیلیاں اپنے پاس رکھیں۔ تو تک اور جانتو کا خاتمہ کرنا خود ہمارے مفاد میں بھی ہے۔ اس لئے کہ وہ دونوں ایک موقع پر ہمارے نقصان کا باعث بنے تھے۔ اس سلسلے میں۔۔۔“

نفیل بن ساعدہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کیا کسارا بولی اٹھا، کہنے لگا۔
”جب میری تمہاری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو اس وقت بھی میں نے تمہیں بیٹا کہا تھا، لہذا بیٹے کی حیثیت سے یہ دونوں تھیلیاں قبول کرو۔“

کیا کسارا کے ان الفاظ کے جواب میں نفیل بن ساعدہ نے حرقوس بن شجرہ کو مخصوص اشارہ کیا جسے پا کر حرقوس بن شجرہ نے دونوں تھیلیاں لے کر اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دی تھیں۔ کیا کسارا نے پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کیا۔

”بخت نصر نے مجھے بتایا ہے کہ تم یہاں سے علیحدہ ہو کر یثعین کی مہم سر کرنے کے لئے آرمینیا کے کوبستانی سلسلوں کا رخ کرو گے۔ اس مہم کے سلسلے میں ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔“

جواب میں نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے باری باری کیا کسارا سے مصافحہ کیا، پھر دونوں بخت نصر کے قریب آن کھڑے ہوئے۔ بخت نصر نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں تم دونوں کو الوداع کہتا ہوں۔ یثعین سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ یثعین سے خشنے کے بعد تم فوراً بابل کا رخ کرنا۔ وقت ضائع نہ کرنا۔ اس لئے کہ میں بڑی بے چینی سے تم دونوں کا انتظار کروں گا۔ یوں سمجھنا کہ تمہاری روانگی کے بعد میں ہر روز بابل سے نکل کر دریائے فرات کے کنارے کھڑے ہو کر تمہاری راہ دیکھنا کروں گا۔ ساتھ ہی میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ اس مہم کو تم احسن طریقے سے سر کرو گے۔ اب اپنی منزل کی طرف کوچ کر جاؤ۔ میں تمہیں الوداع کہتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کیا کسارا نے بخت نصر کو مخاطب کیا۔

”بخت نصر! کیا تم اپنے لشکر سے وہ حصہ علیحدہ کر کے ان کے حوالے نہیں کرو گے جس نے ان کے ساتھ مہم پر روانہ ہونا ہے۔“

”یثعین سے میں نفیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھی حرقوس بن شجرہ کو یثعین سالاروں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر رہا ہوں۔ نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ میرے لشکر کے دوسرے حصے میں ہیں۔ میں نے انہیں پایا ہے۔ روانگی سے قبل وہ آپ سے ملاقات کر کے جائیں گے۔“

بخت نصر کی اس گفتگو سے کیا کسارا خوش ہوا۔ مسکراتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک سالار کو پایا اور اس کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ چیخے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ہاتھ میں نقدی سے بھری ہوئی چمڑے کی دو چھوٹی خرچہیں تھیں جنہیں اس نے کیا کسارا کے حوالے کر دیا تھا۔ کیا کسارا نے دونوں خرچہیں اپنے سامنے گھوڑے کی زین کے بنے سے لٹکا دی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد بائیں جانب سے نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ آتے دکھائی دیے۔ نفیل بن ساعدہ جب قریب آیا تو اسے مخاطب کر کے بخت نصر کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! میرے بھائی! مجترم کیا کسارا کی خواہش تھی کہ جب تم یثعین کی مہم پر روانہ ہو تو ان سے مل کر جاؤ۔“

نفیل بن ساعدہ مسکرایا، گھوڑے کو اوپر لگا کر کیا کسارا کے قریب آیا۔ کیا کسارا نے پہلے بڑبوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا، پھر کہنے لگا۔

”اپنے ساتھی! اس شجرہ کو بھی پاؤ۔“

اس پر نفیل نے اس شجرہ کا اشارہ کیا۔ وہ بھی قریب آیا۔ کیا کسارا نے اس سے بھی مصافحہ کیا پھر نقدی کی وہ دو چھوٹی تھیلیاں جو اس نے اپنے گھوڑے کی زین کے بنے سے لٹکا رکھی تھیں، وہ کھولیں۔ ایک نقدی بائیں ہاتھ میں، دوسری دائیں ہاتھ میں لی اور دونوں تھیلیاں نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! جس مہم پر تم روانہ ہو رہے ہو اس میں میرا بھی خاصا بڑا اضافہ ہے۔ ابھی تم اہم پر روانہ ہو رہے ہو، میری طرف سے نقدی کی یہ تھیلیاں رکھو اور جب تم اس مہم کو کامیابی سے سر کر کے لوگوں سے تمہیں ایسا نوازاؤں گا جس کی تم تو بھی توقع نہیں کر سکتے۔“

کیا کسارا کے ان الفاظ پر نفیل بن ساعدہ مسکرایا، کہنے لگا۔

”میرے عزیز اور محترم ساتھیو! اب بتاؤ، جو تجویز میں نے پیش کی تھی اس پر عمل کر کے ہم کیسے رہتے؟ بخت نصر اور کیا کسار نے یقیناً ہمارا مطالبہ کیا ہوگا۔ اب پتہ نہیں آلیات نے انہیں کیا جواب دیا ہوگا۔ بہر حال اب جبکہ کیا کسار اور بخت نصر واپس جا چکے ہیں تو ہم واپس سازش جا کر پہلے کی طرح اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش کن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔“

یہاں تک کہ جب خاموش ہوا تب جانکو توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیکارو! آرمینیا کے کوبستانی مسلمانوں کے اندر پناہ لینے کی تمہاری تجویز یقیناً ہمارے لئے سودمند ثابت ہوئی ہے۔ کیا کسار اور بخت نصر کی طرف سے خطرہ مل جانے کے بعد میرا اندازہ ہے کہ اب ہم آلیات کے ہاں پناہ مانگے اور پھر آسائش زندگی بسر کر سکیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جانکو رکا، پھر جو لوگ سمیری سالار کی طرف سے انہیں اطلاع دینے آئے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے جانکو بول اٹھا۔

”میرے عزیز! ساتھیو! کیا تم بتا سکتے ہو کہ جس وقت صلح کی شرائط طے ہوئی تھیں تو اس وقت کیا کسار یا بخت نصر میں سے کسی نے ہمارا مطالبہ کیا تھا؟“

جواب میں ان میں سے ایک بول اٹھا اور جانکو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ کا اندازہ درست ہے۔ جس وقت صلح کی شرائط طے ہوئی تھیں اس وقت قوم بادشاہ کو کیا کسار نے مطالبہ کیا تھا کہ تو تک اور جانکو نے کیونکہ آلیات کے پاس ہندو لے رکھی تھی لہذا ان دونوں کو ان کے ساتھیوں سمیت اس کے حوالے کیا جائے۔ کیونکہ وہ اس کے بیٹے کے قاتل ہیں اور وہ ان سے انتقام لینا چاہتا ہے۔“

کیا کسار کے اس مطالبے کا آلیات نے کوئی جواب ہی نہیں دیا تھا کہ بخت نصر فضل اندازی کرتے ہوئے پہلے ہی بول پڑا اور کہنے لگا کہ اس معاملے میں آلیات سے غلط فہمی نہیں کی جائے گی۔ یہ میرا دور تھا اور معاملہ ہے جو بعد میں طے کر لیں گے۔ پس بخت نصر کا یہ جواب سن کر کیا کسار بھی خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اپنی روانگی تک انہوں نے اس موضوع پر بھی گفتگو کی ہی نہیں۔“

جب وہ شخص خاموش ہوا تب جانکو نے پھر اسے مخاطب کیا۔

جواب میں بخت نصر سکریا کہنے لگا۔

”اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جس لشکر نے نضیل بن ساعدہ اور حرقوس کو اس کے ساتھ جانا ہے اس کا تعین اور تقرر میں اور نضیل بن ساعدہ کو پہلے ہی طے۔“

پس اور وہ لشکر اس وقت ان دونوں کی نگہداری ہی میں کام کر رہا ہے۔“

اس پر کیا کسار مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دونوں نے اپنے اپنے لشکر کو ہر کام کاظم دیا۔ اس طرح کیا کسار اور بخت نصر آگے بڑھ گئے تھے جبکہ نضیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شہر و دونوں اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ بائیں جانب مڑے اور بڑی تیزی سے آرمینیا کے کوبستانی مسلمانوں کا رخ کر رہے تھے۔ وہ خبر جو تو تک اور جانکو نے وقوع کی خبر لائی تھی وہ ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔



جانکو تو تک اور بیکارو قیوں مستحکم سرداروں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں کے کوبستانی مسلمانوں کے اندر ہی پڑاؤ کر رکھا تھا۔

کوبستانی مسلمانوں سے گھرے ہوئے کھلم میدانوں کے اندر انہوں نے اپنے لیے نصب کرائے تھے۔ یہ جیسے وہی تھے جو آلیات کے لشکر میں حصہ لیتے ہوئے اپنے استعمال میں لایا کرتے تھے۔ ان کے پاس ابھی تک خوراک کے وافر ذخیرے بھی تھے۔ خوراک کے لئے کام آئے۔ اے جانور بھی جنہیں ان کے ساتھی کوبستانی مسلمانوں کے اندر دور دور تک پھیلی گھاس میں چرا کر خوب فریہ کر چکے تھے۔

وہ اسی کوبستانی مسلح قیوں میں قیام کرتے ہوئے تھے کہ ایک روز سمیری سالار نگر میں نے کچھ آدمی بیکارو، جانکو اور تو تک کے پاس پہنچے اور ان قیوں کو اطلاع دی کہ وہ اب کوبستانی سلسلے سے نکل کر آلیات کے مرکزی شہر سازش کا رخ کر سکتے ہیں۔ اس نے

کہ بخت نصر آلیات اور کیا کسار کے درمیان صلح کرانے کے بعد واپس جا چکا ہے۔ کیا کسار ابھی اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر اگجانت پھر کر چکا ہے۔

یہ خبر ان قیوں کے لئے انتہائی خوش کن تھی۔ اس موقع پر تو تک اور جانکو دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بیکارو کہنے لگا۔

ہے۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم طاقِ شکست کی مانند ہیں اور تم لوگ ہواؤں کے زور پر ہمیں اپنے ساتھ بے بس کر کے سن مانی کر لو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ یاد رکھو، وقت کے گہرے بندھار میں ہم غموں کی دستک اور لٹھوں کی سکرانی چادر میں تم لوگوں پر اذیتوں کے آبنویں کی سی ضرب لگا سکیں گے۔ فیصل اس کے کہ ہم تم سے ٹکرائیں جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سنو۔

ہم لوگ تہذیبوں کی چھاؤں سے دور کوہستانوں کی گچھاؤں اور تھنوں کے بوسیدہ خمیوں میں زندگی بسر کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم سے ٹکراؤ گے تو لٹھوں کے اندر ہم تمہاری حالت بوسیدہ راستوں اور شکست اور مہدم ماضی کے بھولے بسرے کھنڈرات اور زرد خزاں کے کھنڈر لٹھوں سے بھی بدتر اور ہولناک بنا کر رکھ دیں گے۔

جانکو جب خاموش ہوا تب اس سے بھی زیادہ بلند اور کھنٹی ہوئی آواز میں نفیل بن ساعدہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سچتھیں! تم تمہارے لئے اپنی ہو اور نہ ہم تمہارے لئے نا آشتیاں ہیں..... پر یاد رکھنا، کوہستانوں سے گھری ہوئی اداوی میں ہم تمہاری تہذیب کے اوطاقوں میں مصائب کا بیج بکھیرنا شروع کر رہے ہیں گے۔ جب ہمارا تمہارا ٹکراؤ ہو گا تب یاد رکھنا تمہارے مٹاؤں پر شکستیں، تم لوگوں کی زندگی کے موسم میں پھوڑیوں کے دائرے اور تمہاری آنکھوں کی چمک کو مائدہ بنا کر رکھ دیں گے۔ ہم سے ٹکراؤ گے تو تمہاری حالت معزول اور سرد الفاظ سے بھی زیادہ اذیتناک اور ہولناک بنا کر رکھ دیں گے۔“

نفیل بن ساعدہ جب خاموش ہوا تب پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں جانکو اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”راہ روکنے والو! ان عاقلوں کے اندر نہ ہماری کسی سے دشمنی ہے نہ ہی کوئی ہمارا جانتے والا ہے۔ ہماری راہ نہ روکو، ایک طرف ہٹ جاؤ۔ ہمیں امن اور سکون کے ساتھ گزر جانے دو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ذرا اپنے لشکر کی تعداد کا جائزہ لو اور جس قدر جنگجو ہمارے ساتھ ہیں ان کو بھی غور سے دیکھو۔ ہمارا تو پہلا حملہ ہی تم سب لوگوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔ لہذا تمہارے لئے بہتر ہے کہ دامنِ جانبِ ہمسرہ اور مژدہ کمٹے ہو جاؤ تاکہ ہم گزر جائیں۔ اگر تم نہیں مگزنے دو گے تو یوں جانو تم پر قیامت گزر جائے گی۔“

”ان دونوں سے متعلق جن شرائط پر صلح ہوئی ہے وہ تو ہمیں بتاؤ۔“
جواب میں اس نے تفصیل کے ساتھ صلح کی شرائط کے علاوہ کیا کارا کی بیٹی کی آیات کے بیٹے سے شادی کی تفصیل کہہ دی تھی۔
یہ جان کر تو کم، جانکو، پیکار تینوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر جانکو آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بہرے سے بچو! میں جانتا ہوں یہاں تک سفر کرتے ہوئے یقیناً تم اور تمہارے گھوڑے تھک چکے ہوں گے۔ دونوں ہمارے پاس یہاں قیام کر کے سستاؤ، اس کے بعد ہم تمہارے ساتھ یہاں سے واپس ساراؤں کی رخ کریں گے۔“

اس پر ساراؤں سے آنے والے افراد مطمئن ہو گئے تھے اور انہوں نے جانکو، تو کم اور پیکار کے پاس قیام کر لیا تھا۔ دونوں بعد جانکو، تو کم اور پیکار تینوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں اپنا چارو ختم کیا۔ پھر وہ واپس ساراؤں کی طرف ہو گئے تھے۔

آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سفر کرتے ہوئے جانکو، تو کم اور پیکار تینوں سچھین ساارا جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ایک وادی میں داخل ہوئے تب وادی سے گزر کر سامنے کوہستانی سلسلوں سے ہوئی ہوئی آگے بڑھنے والی شاہراہ پر ٹھوڑے سواروں کے کچھ دست نمودار ہوئے۔ بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھے اور سچھین کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔

یہ صورت حال جانکو، تو کم اور پیکار تینوں کے لئے غیر متوقع تھی۔ اور وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کے اندر کوئی انتقام کی خاطر ان کی راہ بھی روک سکتا ہے اور راہ روکنے والے نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے۔

اس موقع پر جانکو نے اپنے ساتھیوں کو رک جانے کا اشارہ کیا جس پر سارے سچھین سوار روک گئے اور ان کے پیچھے جو ان کے بار برداری کے جانور تھے انہیں بھی روک دیا گیا تھا۔ پھر بلند آواز میں جانکو راہ روکنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم لوگ کون ہو اور کیوں ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہو؟ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان کوہستانی سلسلوں کے اندر ہماری حالت بے امان ہستیوں جیسی ہے اور تم ہر یوں کے طوفان کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر اپنا مقصود حاصل کر لو گے تو یہ تمہارا وہم

یہاں تک کہنے کے بعد جانتو کا پھر وہ بارہ فیصل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 "چند دست لے کر تم ہماری راہ روکنے آ گئے ہو۔ کوئی بڑا لشکر لے کر آتے ہو؟
 بات بھی بنتی ہے جس قدر کہ میں جوں تمہارے ساتھ ہیں انہیں تو ہم جوں کے اندر رکھ دیتے
 رکھ دیں گے۔ پھر تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ تم انہی ساتھیوں کی طاقت و قوت پر بھروسہ اور
 اعتماد کرتے ہوئے ہم جیسے خاندان بدشوں کی راہ روک کھڑے ہوئے ہو۔ ہمارے راستے
 سے ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ گے تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے اور اگر نہیں ہو گے تو
 نقصان اٹھاؤ گے۔"

جانتو کے خاموش ہونے پر فیصل بن ساعدہ بھی پہلے کی نسبت زیادہ زوردار اور
 تحکمانہ آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 "یہ تمہارا دم ہے کہ تم عودی فوجیت رکھتے ہوئے ہم پر حاوی ہو جاؤ گے۔ سنو۔
 میں اکازیوں کے خاندان بدش قبیلے کا سردار فیصل بن ساعدہ ہوں اور میرا نام یثیتا قر
 لوگوں نے سن رکھا ہوگا۔ میرے ساتھ میرے قبیلے کا نائب سردار اور نائب سالار
 حرقوس بن شجرہ ہے اور یہ نام یثیتا قر لوگوں کے لئے جانا پہچانا ہے۔ اب تمہاری
 بھڑکی اور بھائی اسی میں ہے کہ وہ محسوس میں تسمیم ہو جاؤ۔ وہ لوگ جو بیکار کی
 سرکردگی میں آیات کے علاقوں میں داخل ہو کر اس کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے وہ
 بائیں جانب دس قدم پر جا کر کھڑے ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ ستھیں چنگو جو
 کیا کسار کے ہاں سے بھاگ کر اور کیا کسار کے بنے کو رخ کر کے اس کا گوشہ اس
 کے باپ کو کھلانے کے بعد آیات کی طرف بھاگ آئے ہیں وہ ایک الگ گروہ بنا کر
 کھڑے ہو جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فیصل بن ساعدہ کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ
 کہہ رہا تھا۔
 "وہ لوگ بیکار کی سرکردگی میں آیات کے لشکر میں داخل ہوئے تھے وہ اگر چاہا
 چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ ہم ان سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ جہاں تک تو تک اور چاہے
 کا تعلق ہے تو یہ دیر سے ہجر میں ہیں۔ انہوں نے قوم ماد کے بادشاہ کیا کسار کو اس کے
 بنے کا گوشہ کھلایا اور اس سے سرکاری شہر سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے
 مزید جبر کیا کہ ہمارے اکادی قبیلے اور بنی اسرائیل کا آپس میں جھگڑا چل رہا تھا۔ اس

جانتو اور دونوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسرائیل کے جنگجوؤں کو ہمارے
 اب بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی بھرپور مدد
 کی۔ لہذا جہاں یہ قوم ماد کے بادشاہ کیا کسار کے ہجر میں وہاں یہ ہمارے قبیلے
 بھی گناہ گار ہیں۔ لہذا ہم برصورت میں انہیں سزا دے کر رہیں گے۔"
 یہاں تک کہنے کے بعد فیصل بن ساعدہ رکا، اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ بلند اور
 آواز میں وہ ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 "اس محمد، اس خلافتی، اس دھوکے میں نہ رہنا کہ تمہاری تعداد زیادہ ہے اور تم
 بھرپور عودی فوجیت رکھتے ہو۔ اس سے پہلے کی بات تم شکست کا سامنا کر چکے ہو۔ میں تم
 آج اور میان کروں گا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔ کہیں مانو گے
 پھر یاد رکھنا میں اور میرے ساتھی غیر فانی بدیوں، ابدی آرزوؤں کی طرح تم پر وارد
 نہ گئے اور پھر تم تین قبروں کی سرسراہٹوں اور درد و کرب کے باب کھاتی تلواروں
 ہمارے لئے ہمارے سامنے ہے بس ہو جاؤ گے اور تم میں سے ہر کوئی اپنے ساتھی کا
 زور، جسم، افر، دل، افسردہ اور آنکھیں نم ہوئی دیکھے گا۔ لہذا میں تمہیں تنبیہ کرتا
 ہوں کہ یہ وقت دینے سے پہلے پہلے دافش بندی سے کام لو اور جو مشورہ میں نے تمہیں
 ہے اس پر عمل کرو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔"

فیصل بن ساعدہ جب رکا تب جانتو پہلے کی نسبت زیادہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے
 کہنے لگا۔
 "خاندان بدش قبیلے کے سردار اتم جو کچھ کہہ رہے ہو ایسا کرتا ہمارے لئے قطعی طور پر
 ان سے۔ ایک بات تم بھی اپنے ذہن میں بٹھا کر رکھنا کہ ہم ان دیکھے خواہوں، ان
 حروف اور بدستوں میں لوگ ہیں۔ جب کسی پر وارد ہوتے ہیں تو اس کی ہر
 کس کو اذیت، اس کی زندگی کے ہر لمحے کو شہر خیز بناتے ہوئے اسے ظلمتوں کی
 گہرائیوں اور صلیب کے دامن میں باندھ کر رکھ دیتے ہیں۔ لہذا اگر تم اس کرب خیزی سے
 اچھے دو تو اپنے آدمیوں کو لے کر ایک طرف ہٹ جاؤ۔ ورنہ ہمارے ہاتھوں ذات
 موت مار دے گا۔"

اس کے ساتھ ہی جانتو نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ یہ اشارہ مانا تھا کہ ساتھیوں
 محسوسوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے فیصل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں پر آہٹوں

لئے کہ اب تین اور اطراف سے ان پر حملہ ہونے والا تھا۔ لہذا اس قلیل وقت میں وہ اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے چار مختلف سالار مقرر کر کے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ دایں بائیں اور پشت سے نمودار ہونے والے جنگجوؤں پر نوٹ پڑتے تھے۔ بائیں کی طرف سے فہیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ نے بھی اپنے لشکروں میں تیزی پیدا کر دی تھی۔ اس طرح کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی اس وادی کے اندر کچھ دور تک قوسیتین نے مقابلہ کیا، پھر انہوں نے محسوس کیا کہ فہیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں نے قتل عام شروع کر دیا ہے۔

یہ صورت حال قوسیتین کے لئے یقیناً پریشان اور فکر انگیز تھی۔ جہاں فہیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ نے ان کے لشکر کی آگلی صفوں کو باطل ختم کر دیا وہاں اب پشت اور دائیں بائیں سے حملہ آور ہونے والوں نے بھی ان کو کافی نقصان پہنچایا تھا اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے قوسیتین کی حالت خیر کھنڈرات اور سنان ٹیلوں سے بھی زیادہ اہت ہونا شروع ہو گئی تھی۔

قوسیتین شاید اب مقابلہ نہیں کرنا چاہتے تھے لہذا ان کے سالاروں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد زور زور سے پکارتے ہوئے امان طلب کرنا شروع کی۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنی قسمت کو تسلیم کرتے ہوئے ہتھیار ڈالنے شروع کر دیئے تھے۔

یہ صورت حال فہیل بن ساعدہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو ملہ آور ہونے سے روک دیا۔ تاہم اس وقت تک سارے قوسیتین کو فہیل بن ساعدہ کے لشکر گھر پکے تھے۔

یہ صورت حال فہیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ کے لئے بڑی خوش کن تھی۔ اب قوسیتین نے قسمت تسلیم کرتے ہوئے امان طلب کرنا شروع کی تب فہیل بن ساعدہ جو اپنے لشکر کے آگے تھا، قوسیتین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے تم لوگوں سے پہلے یہ کہا تھا کہ میری بات مان جاؤ، قائمہ میں رہو گے۔ نقصان نہیں اٹھاؤ گے۔ لیکن تمہارے سالار جاننے سے بہت دھرمی اور ضد سے کام لیا اور تمہیں موت سے منہ میں کھیل دیا۔ تم ذرا اپنے دائیں بائیں اور اپنی اندرونی صفوں کی طرف دیکھو۔ دور دور تک تمہارے ساتھیوں کی اڑتیں گھمری پڑی ہیں اور یہ سب تمہارے سالار جاننے کی جید سے ہوا ہے۔“

کی طوفان خیز یون۔ آتشیں لادوں کے خواب اور وقت کے ظہر سے جلال میں موت لہ رقصان انگلیوں اور گرم سراپوں کی طرح طاقتور، ہولناک بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

قوسیتین کا یہ حملہ بڑا زوردار تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اپنے پہلے ہی حملے میں فہیل بن ساعدہ اور ان کے ساتھیوں کو کاٹ کر مار بھگا دیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس دفعہ قوسیتین حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے تھے اسی لمحہ فہیل بن ساعدہ، قوس بن شجرہ اور ان کے ساتھیوں نے کعبہ کے رب کو نکارتے ہوئے زوردار انداز میں آوازیں بلند کی تھیں۔ اس کے بعد وہ مستعد ہو کر قوسیتین کے حملوں کا انتظار کرنے لگے تھے۔ شاید ایسا انہوں نے کسی خاص مقصد اور پہلے سے طے منصوبہ بندی ہی سے تحت کیا تھا۔

جس وقت قوسیتین فہیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوئے تھے تو فہیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ مین ایا دفعہ قوسیتین کی پشت اور ان کے دائیں بائیں سے بھی ایسی ہی آوازیں بلند کرتے ہوئے کچھ دسے نمودار ہوئے جیسے آوازیں تھوڑی دیر پہلے فہیل بن ساعدہ اور قوس بن شجرہ کے ساتھیوں نے بلند کی تھیں۔

یہ آوازیں سن کر جانے اور اس کے سالار اور ساتھی چونکے تھے۔ جب انہوں نے اپنے دائیں بائیں اور پیچھے دیکھا تو بہت سے گھوڑ سوار اپنی ذھالوں کو اپنے سامنے لئے، اپنی تیاریاں لہراتے ہوئے ان پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ پٹا لگاتے آندھی اور طوفان کی طرح ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

تین اطراف سے آنے والے یہ فہیل بن ساعدہ کے آدمی تھے جنہیں اس نے قوسیتین کی آمد سے پہلے ہی ان وادیوں کے ایک طرف گھات میں بٹھا دیا تھا اور ان فہیل بن ساعدہ ہی کی پکار پر وہ اپنی گھات سے نکل کر قوسیتین پر وارد ہونے کے لگا لگے تھے۔

اس صورت حال نے قوسیتین کو پریشان اور پرالمانہ کر کے رکھ دیا تھا۔ چونکہ وہ پہا فہیل بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اٹھے ہوئے تھے، اب اس موقع پر ان کے پاس وقت نہیں تھا کہ اپنے آپ کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مقابلہ کریں۔

حملہ آور ہوئے۔ ایسا تم نے کیونکہ از خود نہیں کیا تھا۔ اس میں تم لوگوں کی مرضی، تمہارے ارادے کو عمل دخل نہیں تھا اور یہ دونوں فعل تم لوگوں نے تو تک اور جانے کے کہنے پر کئے لہذا تم بھی اپنے ان یقین کے ساتھ جا کر کھڑے ہو جاؤ جو بیکار کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔

چیلچے بننے والے یقین فیل بن ساعدہ کے اس فیصلے پر بڑی خوشی اور طہانیت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ فوراً اپنے گھوڑوں کو ایز لگا کر بائیں جانب گئے اور بیکار کے چیلچے جا کھڑے ہوئے تھے۔

پچھوہر خاموشی رہی، اس کے بعد فیل بن ساعدہ نے بلند آواز میں بیکار کو اپنے پاس بلایا۔

اس پر بیکار اپنے گھوڑے کو ایز لگاتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ ذرا سا سہا سہا تھا۔ جب وہ قریب آیا تو فیل بن ساعدہ نے اسے اپنی تلوار نیام میں کرنے اور ڈھال گھوڑے کی زین سے باندھنے کے لئے کہا۔ بیکار نے فوراً ایسا کر لیا۔ پھر دوبارہ فیل بن ساعدہ نے اسے مخاطب کیا۔

”اپنے ساتھیوں سے بھی کہو کہ اپنی ڈھالیں گھوڑوں کی زینوں سے باندھ لیں، تلواریں نیام میں ڈالیں۔“

فیل بن ساعدہ کے کہنے پر بیکار نے جب اپنے ساتھیوں کو یہ حکم دیا تو انہوں نے تلواریں نیام میں کر لیں۔ چپ چاپ ڈھالیں اپنے گھوڑوں کی زینوں سے باندھ لی تھیں۔

جب ایسا ہو چکا تب پہلے کی نسبت ذرا دھیمے اور نرم لہجے میں بیکار کو مخاطب کرتے ہوئے فیل بن ساعدہ کہہ رہا تھا۔

”بیکار! اس سے پہلے میں اور میرے ساتھی نہ تمہیں جانتے ہیں نہ تم سے ہماری کوئی شنائی ہے اور نہ دشمنی اور عداوت۔ ہم سب کے مجرم جانے اور تو تک ہیں۔ ان کے ساتھ کام کرے۔ اے بھی جو مجرم ہیں لیکن انہوں نے یہ جرم تو تک اور جانے کے کہنے پر کئے لہذا میں انہیں بھی معاف کر چکا ہوں۔ اگر تم اب بھی جانے اور تو تک کا ساتھ دینا چاہتے ہو تو پیچھے ہٹ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اپنی تلواریں نیام سے نکال لو، ڈھالیں سنبھال لو۔ ایک بار پھر ہمارا تہوار نکراؤ ہو گا اور پھر

اب تم لوگوں کو اپنی زندگی بچانے کے لئے میں ایک اور موقع فراہم کرتا ہوں۔ تم لوگوں نے پھر ضد سے کام لیتے ہوئے اس موقع کو بھی گنوا دیا تو پھر یاد رہا، کوہستانوں سے گھری ہوئی اس وادی کے اندر میں تم سب کا قتل عام شروع کروا دوں گا۔ نتیجہ؟ تم اپنے آپ کو ناقابلِ تغیر سمجھتے تھے۔۔۔۔۔ ذرا اپنی حالت کا جائزہ لو۔“

تھوڑی دیر تک فیل بن ساعدہ نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

”ہم نے تم پر حملہ آور ہو کر تمہارے جسموں پر شکست اور بدبختی کی مہریں لگا دی ہیں۔ اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اسے فوراً سننا۔ اس پر عمل نہیں کرو گے تو سر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ وہ یقین جو تو تک اور جانے اور ان کے ساتھیوں کے آیات آنے سے پہلے بیکار کے ساتھ آیات کی سرزمینوں کے اندر کام کر رہے تھے وہ ایک طرف ہو جائیں۔ اب بھی میری بات نہیں مانو گے تو مارے جاؤ گے۔ موت کے منہ میں ڈھکیل دیئے جاؤ گے۔“

اس موقع پر بیکار فوراً اپنے گھوڑے کو حرکت میں لایا، اُسے ایز لگائی اور ایک طرف ہو گیا۔ آیات لشکر میں وہ یقین جو اس کے تحت کام کر رہے تھے وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ذرا بائیں جانب ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

بیکار کے اس فیصلے پر فیل بن ساعدہ نے خوشی کا اظہار کیا، اس کے بعد وہ پھر بول اٹھا۔

”وہ یقین جو تو مارے بادشاہ کے پاس تو تک اور جانے کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں اور جو تو تک اور جانے کی سرکردگی میں بنی اسراہیل کا ساتھ دیتے ہوئے ہم پر حملہ آور ہوئے تھے وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جائیں۔ لیکن ان میں تو تک اور جانے ہوں۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں۔“

فیل بن ساعدہ کے اس حکم کا بھی بنی النور اتباع کیا گیا۔ بہت سے یقین ایک د پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے اب سامنے صرف جانے اور تو تک ہی رہ گئے تھے۔

اس صورتِ حال پر فیل بن ساعدہ تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر اس کی آواز بلند ہوئی۔

”تو تک اور جانے کے تحت کام کرنے والو! تم لوگ جانے اور تو تک کے تحت وہ طرح کے جرائم کر چکے ہو۔ تم لوگوں نے کیا کسادا کے بیٹے کو ہلاک کیا، دوسرے ہم پر

کوشش کی تھی لیکن تمہیں اس میں ناکامی ہوئی۔ تم دونوں تھیں دو۔ جو تمہارے سزاوارکے ہوئے ہیں ان کی سزا تمہیں میں نہیں دہن گا۔ تمہارے مقدر کا فیصلہ تمہیں کے تحت میں کرواؤں گا اور تمہیں رسم و رواج کے مطابق تمہیں سزا دی جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ کا پھر حقوق کے قریب ہو کر اس کے کان میں کہنا۔

حقوق بن شجرہ! اسی کو کہتے ہو کہ وہ طرغائی کو ساتھ لے کر آئے۔“

یہ جملہ سن کر حقوق بن شجرہ مسکرایا، ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک سالار کو اپنے قریب بلایا اور اس کے کان میں کچھ کسر پھر کی جسے سن کر وہ سالار جیسے ہٹ کر رہ گیا تھا۔

اس دوران بااگل خاموشی طاری رہی۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد جس سالار کو حقوق بن شجرہ نے بھیجا تھا اس کے ساتھ طرغائی اور اناشد آتی دکھائی دی تھیں۔ دونوں پوری طرح مسلح تھیں اور انہوں نے جنگی لباس پہن رکھا تھا۔ دونوں جب نفیل بن ساعدہ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں تب نفیل بن ساعدہ نے طرغائی کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے نیچے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طرغائی! یہ جو آدمی سامنے کھڑے ہیں انہیں پہچانتی ہو کہ یہ کون ہیں؟“

طرغائی اس نے اپنے سر پر خود پہن رکھا تھا اور خود کا نقاب اس نے چہرے پر ڈال رکھا تھا مزید نفیل بن ساعدہ کے قریب ہوئی، اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گئی پھر اس کی مسکرائی ہوئی آواز نفیل بن ساعدہ کو سنائی دی تھی۔

”یہ تو ملک اور جانو ہیں۔“

نفیل بن ساعدہ طرغائی کے یہ الفاظ سن کر خوش ہو گیا تھا۔ پھر طرغائی کو اس نے مخاطب کیا۔

”طرغائی! تھوڑی دیر کے لئے اپنا خود سے اتار دو تاکہ تمہارا چہرہ ان دو مجرموں کو دکھائی دے۔“

طرغائی نے جب اپنے سر سے آہنی خود اتارا تو جہاں اس کے لیے لیے بال اس کی رانوں اور اس کی پنڈلیوں کے جواز تک کھڑے تھے وہاں اس کا چہرہ بھی دکھائی دیا۔ طرغائی کو اس طرح اپنے سامنے دیکھتے ہوئے تو ملک اور جانو دونوں دنگ رہ گئے

نہ دیکھیں گے تم کوئی دیر تک ہمارے سامنے کھڑے ہو۔

جہاں تک تو ملک اور جانو کا تعلق ہے تو وہ ہمیں ہمارے پاس رہیں گے، تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے۔ اور اگر تم دونوں کا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو واپس اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ اور انہیں لے کر یہاں سے آیات کے مرکزی شہر ساروس کی طرف پٹ جاؤ۔ ہم تم سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور نہ ہی تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ اب تم جاؤ، وہ فیصلہ کرنا چاہتے ہو اپنی مرضی سے کرو۔“

اس وقت یہ بات سننے پر پندرہنوں تک بغور نفیل بن ساعدہ اور حقوق بن شجرہ کی طرف دیکھا پھر اپنے گھوڑے کو اس نے سوار اور اپنے ساتھیوں کی طرف گیا۔ پھر ان کے ساتھ سلامت مشورہ کرتا رہا، پھر دیکھا کہ اسے ان سارے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے ہٹ کر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جو آرمینیا کے کہستانی سلسلوں سے نکل کر ایشیائے کوچک کے بادشاہ آیات کے مرکزی شہر ساروس کی طرف جاتی تھی۔

ان کے جانے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے اپنے گھوڑے سے اترتے ہوئے اپنے ایک سالار و شخص اسٹارہ کی جس نے آگے بڑھ کر جانو اور تو ملک دونوں سے ان کے تھیں اور انہیں لے لی تھیں۔ نفیل بن ساعدہ کی طرف سے حقوق بن شجرہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔ آہستہ آہستہ دونوں آگے بڑھے، تو ملک اور جانو دونوں کے سامنے جا حڑے ہوئے۔ پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ نے کوب شروع کیا۔

”مجھے خود سے دیکھو۔ میں نفیل بن ساعدہ ہوں۔ اکادیوں کے خانہ بدوش قبیلے کا سردار ہوں۔ تم دونوں نے جہاں قوم ماہ کے بادشاہ کے لڑکے کو لیا وہاں تم نے اپنے قبیلے کے کھران کی بیٹی طرغائی کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اگر طرغائی اپنی مرضی اپنی خواہش کے مطابق تم دونوں کے پاس واپس جانا چاہتی تو ہم کبھی بھی اس کی روک نہ دیتے۔ اسے جانے دیتے۔ لیکن اس نے اپنی رضامندی سے ہمارے قبیلے میں قیام کیا، اپنی رضامندی ہی سے اس نے میرے ساتھ شادی کی اور اب وہ میری بیوی ہے۔ اگر تمہیں شک ہو تو جس قدر میرے سامنے کھڑے ہیں ان سے پوچھ لو۔ کیا اس سلسلے میں طرغائی پر کوئی جبر کیا گیا ہے؟ لیکن تم دونوں وہ بد بخت انسان ہو کہ تم لوگوں سے بنی اسرائیل کے ساتھ لڑ کر ہم پر حملہ آور ہو کر طرغائی کو زبردستی لے کر بھاگنے کی

تھیں۔ ایک جھپٹکے سے اس نے اپنے بھاری پھل کی تلوار بے نیام کی بھر بادی بادی اس نے تو کلک اور جانتو کی گز میں کٹ کر رکھ دی تھیں۔

نفیل بن ساعدہ کیونکہ ان علاقوں میں سیٹھین کی آمد کا انتظار کرتا رہا تھا لہذا اس کے لٹکری تازہ دم تھے۔ اس بناء پر انہوں نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہ سمجھا، کچھ دیر سستانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ باہل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



تھے۔ یہاں تک کہ نفیل بن ساعدہ کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

”اے اس لڑکی کی طرف غور سے دیکھو۔ کیا یہی تمہارے بادشاہ کی بیٹی طرغانی نہیں؟“

کیا یہی وہ طرغانی نہیں جسے تم دونوں حاصل کرتا چاہتے تھے اور جس کے حصول کے لئے تم دونوں آپس میں قرعہ اندازی کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے؟ یہی وہ طرغانی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے تم لوگوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ دیتے ہوئے ہم پر حملہ آور ہو کر اپنا مقصد حاصل کرتا چاہا۔ پر تمہاری بد قسمتی کہ تم ناکام رہے۔ تو کلک اور جانتو جس قدر میں جانتا ہوں، اس قدر طرغانی بھی جانتی ہے کہ تم دونوں کس قدر گناہ گار اور مجرم ہو۔ لہذا تمہارے گناہ اور تمہارے جرائم کا فیصلہ میں نہیں کروں گا۔ تم دونوں کا معاملہ میں تمہارے بادشاہ کی بیٹی طرغانی کے سپرد کرتا ہوں۔ جو سزا یہ تمہارے لئے تجویز کرے گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔

طرغانی! ان دونوں کی طرف غور سے دیکھو..... یہ تمہارے سستھیں سالار تو کلک اور جانتو ہیں۔ انہوں نے جو جرم اور گناہ کئے ہیں ان سے تم واقف ہو۔ ان دونوں کا فیصلہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جو فیصلہ تم کرو گی اسی کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔“

طرغانی کچھ دیر تک کھانچا جانے والے انداز میں تو کلک اور جانتو کی طرف دیکھتی رہی پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”جس وقت میرا باپ زندہ تھا اس وقت بھی تم دونوں نے وقفے وقفے سے میرا رشتہ مانگا تھا لیکن میں نے بڑی سختی کے ساتھ تمہاری اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ میرے انکار اور میرے ٹھکرانے کے باوجود تم میرے حصول کے لئے کشت و خون پر اتر آئے۔ جس وقت تم دونوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر ہماری عورتوں کے چمکڑوں پر حملہ کیا تھا یاد رکھنا اس وقت میں گھاس کے ایک گٹھے کے پیچھے تمہاری ساری حرکات اور سکنات کو دیکھ رہی تھی۔ تم دونوں گھٹاؤ نے مجرم ہو اور تمہارے جرائم کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا میں تم دونوں کے قتل کا حکم دیتی ہوں۔“

طرغانی کے اس حکم پر تو کلک اور جانتو دونوں کانپ کر رہ گئے تھے۔ پھر عجب سے انداز میں نفیل بن ساعدہ نے حرقوس بن شجرہ کی طرف دیکھا۔ حرقوس بن شجرہ کا چہرہ اس طرح نفیل کے دیکھنے پر غصب آلود ہو گیا تھا اور اس کے چہرے کی رنگیں تن مٹی

تے بخت نصر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ”لیکن میں جس معاملے پر غفلت کرنے آیا ہوں وہ حاملہ بڑا اہم ہے۔“

بنی اسرائیل کے جن قبائل نے ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچایا تھا، آپ کے یہو شلم پر حملہ آور ہونے سے پہلے وہ اپنے آپ کو بچا کر صحرائے سینا کے جنوبی حصے میں چلے گئے تھے۔ انہیں خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ آپ انہیں ان پر بھی حملہ آور ہو کر ان کا مکمل خاتمہ نہ کر دیں۔

میں نے جواب دینے کے لیے ان کے پیچھے لگائے ہوئے تھے ان کا کہنا ہے کہ وہ قبیلہ جو ہم سے ٹکرائے وہ بحر شمر کی طرف جا چلے ہیں۔ ”تھکے مرے شاید وہیں گزریں۔ جب انہیں یقین ہو جائے گا کہ آپ یہو شلم پر حملہ آور نہیں ہوں گے تو وہ وہاں رہنے اپنے علاقوں کی طرف آ جائیں گے۔“

اب چونکہ ہماری ان سے ایک طرح سے عداوت اور دشمنی ہو گئی ہے۔ اگر ہم پہلے کی طرح اپنے معمول کی شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے یمن سے بائبل تک خانہ بدوشان زندگی پھر شروع کر دیں تو وہ کسی مناسب موقع پر پھر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ایک روز تک اپنے قبیلے کو لے کر اپنے معمول کے راستوں پر سفر شروع کروں۔ مہین کی سرزمینوں سے آگے جا کر بائیں جانب یمن کی طرف مڑنے کی بجائے میں سیدھا آگے صحرائے سینا کو عبور کر کے بحر شمر کی طرف نکل جاؤں۔ میرے تجربی اسرائیل کے قبیلے کے کل قبو سے واقف ہیں۔ وہاں میں ان پر حملہ آور ہوں گا اور انہیں اس قابل ہی نہ رہنے دوں گا کہ آتے والے دور میں وہ ہمارے لئے کسی موقع پر خطرے کا باعث بنیں۔ اس کے بعد ہم آزادانہ طور پر اپنے قبیلے کے ساتھ ان شاہراہوں پر سفر کر سکیں گے جن پر ہمارے آباء اجداد اور ان سے پہلے ان کے آباء اجداد بھی صدیوں سے ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔

اس موقع پر میں نے بھی کہوں گا کہ اس کے بعد جب کسی بھی آپ کو میری یا جرقوس بن شجرہ یا ہمارے جنگجو ساتھیوں کی ضرورت پڑی تو ہم پھر بائیل میں انہی رہائش گاہوں میں آکر رہیں گے اور آپ کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔

اب جو اصل گزارش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے لشکر کا وہ حصہ جو میرے



اپنی اس کامیاب مہم کے بعد نفیل بن ساعدہ اور جرقوس بن شجرہ جب بائیل پہنچے تو ان کی اس کامیابی کا سن کر بخت نصر نے نہ صرف بائیل شہر میں جشن منانے کا حکم دیا بلکہ تیز رفتار قاصد اس نے کیا کسار کی طرف روانہ کئے۔ تو لگ اور جانتو کے نفیل بن ساعدہ نے باتوں قبل ہونے کی اطلاع کر دی تھی۔

اس شاندار کامیابی کے بعد ایک روز نفیل بن ساعدہ اور جرقوس بن شجرہ دونوں بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت بخت نصر اپنے اسٹبل کے گھوڑوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس سے ملنے کے لئے جب وہ دونوں شاہی اسٹبل میں داخل ہوئے تو انہیں دیکھتے ہی بخت نصر پھر پھر نفیل بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! یہ جو تم دونوں مجھ سے ملنے کے لئے آج میرے اسٹبل میں آئے ہو تو اس کا مطلب ہے اس کی کوئی خاص اور بڑی چیز ہو سکتی ہے۔ بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ کیا تمہیں مجھ سے میرے کسی کارکن یا میرے کسی سلوک یا برتاؤ سے شکایت اور شکوہ ہے؟“

بخت نصر کے اس سوال کے جواب میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں نفیل بن ساعدہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے..... ہمیں آپ سے نہ کوئی شکایت ہے نہ کوئی شکوہ۔ بلکہ ہم تو آپ کے پاس ایک گزارش لے کر آئے ہیں۔“

بخت نصر نے نفیل بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی شفقت اور نرمی سے کہا۔ ”میرے پاس اگر تم کسی کام کے سلسلے میں آئے ہو تو تمہیں مجھ سے پوچھنا نہیں چاہئے تھا، وہ کام کر لینا تھا۔ اس کے بعد مجھے اطلاع کر دینی تھی۔“

”میں جانتا ہوں آپ مجھ پر اعتماد اور محروم کرتے ہیں۔“ نفیل بن ساعدہ نے نور

کے بائیں جانب اور کچھ دریائے اردن کے دائیں جانب آباد تھے۔ بنی اسرائیل کے وہ قبیلے جو دریائے اردن کے بائیں جانب آباد تھے وہ بنی دان، بنی نفتالی، بنی عاشر، بنی زبولون، بنی اشکاز، بنی افرایم، بنی میناشیم اور بنی شمعون وغیرہ تھے۔

دو قبیلے جو دریائے اردن یا دریائے یردن کے دائیں طرف آباد تھے ان میں بنی منشی، بنی جد، بنی روبن زیادہ اہم تھے اور ان ہی بنی اسرائیل کے قبائل کے ساتھ عموانی، موآبی اور ادومی بھی رہتے تھے اور ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے تھے۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ اپنے لشکر کو لے کر جنوب کی طرف بڑھتے رہے۔ پہلے وہ ایلہ پہنچے۔ ایلہ تلح عقبہ کے کنارے کی ایک بہت مشہور اور معروف بندرگاہ تھی۔ اس کا پرانا نام عسیران جابر تھا اور اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں یہ بڑی مصروف بندرگاہ خیال کی جاتی تھی۔ یہیں پر اسحابیبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

انہوں نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں ان کے ایک طرف کوہ سینا، قریب ہی وادی الشح تھی۔ اس وادی کا وہ حصہ جہاں بنی اسرائیل نے پڑاؤ کیا تھا ازبا کہلاتا تھا۔

ان کے قریب ہی وادی کے ایک سرے پر وہ کوہستانی سلسلہ بھی واقع تھا جہاں مقامی روایت کے مطابق اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے حمود کے علاقے سے ہجرت کر کے قیام کیا تھا۔ اس کے قریب ہی جبل ہارون ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی سے ناراض ہو کر جا بیٹھے تھے۔ جبکہ تیسری طرف سینا کا پہلہ پہاڑ ہے جس کا بلانی حصہ اکثر بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے اور جس کی بلندی لگ بھگ سات ہزار تین سو اسٹینٹ ہے۔ اسی پہاڑ کی چوٹی پر وہ کھوہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلہ کیا تھا۔

اس جگہ اپنے لشکر کو ایک دن سستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کر کے نفیل بن ساعدہ نے پھر کوچ کیا تھا۔ اب وہ اس جگہ جا پہنچا تھا جہاں تلح عقبہ بحیرہ قلمز سے ملتی تھی اور وہاں بائیں جانب سے تلح کی صورت میں سمندر کا ایک اور حصہ مصر کی سرزمینوں سے ہوتا ہوا بحیرہ ایش کی طرف جاتا تھا۔

تلح عقبہ کے کنارے کو چھوڑ کر اب وہ اس تلح کے کنارے سفر کرنے لگے تھے جسے تلح سونیز کا نام دیا گیا ہے۔ اس تلح کے کنارے سفر کرتے ہوئے سب سے پہلے وہ طور کے مقام پر پہنچے۔ یہ بندرگاہ کا نام تھا اور اس کا ذیل طور سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

ساتھ یسعیان پر حملہ آور ہونے کے لئے آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کی طرف کی تھ آپ لشکر کے اس حصے کو میرے ساتھ کر دیں تاکہ اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے علاوہ ان لشکریوں کے ساتھ میں ان اسرائیلی قبائل پر حملہ آور ہو کر انہیں زیر کروں اور ان شایراہوں کو محفوظ کر دوں جن پر ہمارا قبیلہ سفر کرتا ہے۔

جب تک نفیل بن ساعدہ وہاں رہا، بخت نصر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ نفیل بن ساعدہ کے خاموش ہونے پر وہ بول اٹھا۔

”ابن ساعدہ! تمہاری حیثیت میرے چھوٹے اور عزیز بھائی کی سی ہے۔۔۔۔۔ جس انداز میں اور جس پس منظر کے ساتھ تم نے انگشکو کی ہے تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تمہارا مجھ پر حق بنتا ہے۔ بہر حال تم فکر مند نہ ہو۔ میں آج ہی ایک حکم نامہ جاری کرتا ہوں جس کے تحت میرے وہ لشکری جو تمہارے ساتھ آرمینیا کے کوہستانی سلسلے کی طرف گئے تھے وہ تمہارے ساتھ کام کریں گے اور جب بھی تم اپنے قبیلے کے ساتھ یہاں سے کوچ کرنا چاہو گے وہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔

ابن ساعدہ! میرے عزیز بھائی! میں صرف ایسا ہی نہیں کروں گا بلکہ اپنے لشکریوں کے علاوہ تمہارے سارے قبیلے کے لوگوں کے لئے کم از کم ایک سال کی رسد اور ضروریات کا دیگر سامان بھی فراہم کروں گا۔ اس سلسلے میں تمہیں باطل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم دو دن بعد کوچ کرنا چاہتے ہو تو میرا وہ لشکر تمہارے ساتھ دو دن بعد کوچ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہو گا۔“

بخت نصر کے اس فیصلے پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ دونوں نے اس کا شکر ادا کیا تھا۔ لہذا دونوں آتے سلام کہتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ جبکہ بخت نصر پہلے ہی طرح اپنے اصطل کے گھوڑوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔

دو دن بعد نفیل بن ساعدہ نے باہل کی نواحی رہائش گاہوں سے اپنے قبیلے کے ساتھ کوچ کیا تھا۔ بخت نصر کے لشکر کا ایک حصہ بھی اس کے ساتھ تھا۔

اسرائیلیوں پر ضرب لگانے کے لئے نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے تلح عقبہ کا رخ کیا تھا۔ ایلہ کی بندرگاہ کے آگے جہاں مدین کا علاقہ شروع ہوتا تھا وہاں انہوں نے پڑاؤ کیا اور اپنے لشکر کو سستانے کا موقع فراہم کیا۔ ان دنوں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل جگہ جگہ آباد تھے اور کچھ قبیلے دریائے اردن

طور کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ ایدیم کے مقام پر پہنچے۔ اسی ایدیم سے قریب مغرب نام کی وہ مشہور چٹان واقع ہے جس پر اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عسار مارا تھا اور بارہ جینے پھوٹ پڑے تھے۔ یہاں بھی انہوں نے پڑاؤ کیا۔ ایک دن سناٹے اس کے بعد پھر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔

اس کے بعد ایدیم سے روانہ ہونے کے بعد انہوں نے المری پہنچ کر دم لیا۔ المری کو بیابان سین بھی کہا جاتا تھا۔ اسی مقام پر بنی اسرائیل پر من و سلویٰ کا نزول شروع ہوا تھا۔

یہاں سے کوچ کرتے ہوئے انہوں نے پھر سفر شروع کیا اور اس علاقے کا جائزہ لینے کی خاطر وہ تمام فرعون جا پہنچے۔ تمام فرعون وہ جگہ تھی جس کے متعلق جزیرہ نما بیتا کے لوگوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ اس جگہ فرعون کی اٹھ پانی میں تیرتی ہوئی تھی۔ اب نفیل بن ساعدہ اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر جا پہنچا تھا جس شاہراہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگردی میں بنی اسرائیل سے مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت کی تھی۔

دراصل بنی اسرائیل ان دنوں جشن کے مقام پر آباد تھے۔ جشن کا علاقہ وہ علاقہ تھا جہاں مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آباد کیا تھا۔ مصر سے بنی اسرائیل کو نکالنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام بالکل سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہتے تھے لیکن وہ راستہ خطرناک تھا اس لئے کہ وہ علاقہ ان دنوں مصر کے تحت تھا اور ان علاقوں میں کچھ مقامات پر فرعون کی فوجیں اور فیروزے کی فوجیں تھیں جہاں فرعون نے جگہ جگہ اپنے لشکروں کے مستقر قائم کر رکھے تھے۔ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر اس طرف سے فلسطین کا رخ کرتے تو ان مستقر کے اندر جو فرعون کے لشکر تھے وہ یقیناً حراست کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سب سے بڑی بھانجی منقہ سے بچنا چاہتے تھے۔ یہاں فرعون کا ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ وہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بہت خانہ بھی تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نما کے جنوب مغرب میں ملتے ہیں۔ اس کے قریب ہی وہ مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانے میں سانی قوم کی چاند دیوی کا بہت خانہ بھی تھا۔

انہی چھاؤنیوں سے بچنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے

ساتھ ہجرات مرہ کا رخ کیا تھا۔ یہ تلخ پانی کی وہ کھاڑیاں ہیں جو آج تک تلخ سونیر سے ذرا فاصلے پر ہیں مگر قدیم زمانے میں سندھ کا پانی ان سے جاملتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صحرا کے صاف راستے سے سینا کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن فرعون کی چھاؤنیوں کی وجہ سے اس طرف نہ آئے اور سب سے پہلے جبل مغون کے قریب پہنچے۔ یہیں سے انہوں نے غالباً ہجرت مرہ کو کبھی مقام سے بدور کیا اور یہیں سے ہجرات مرہ میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے فرعون غرقاب ہوا تھا۔

ہجرات مرہ کو بدور کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پہلے مالوہ پہنچے، پھر اطمیم پھر المری۔ اس کے بعد فاران رفیعہ جا پہنچے تھے۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جسے آج کل جبل موسیٰ کہتے ہیں اور جس کا قدیم نام سینا ہے۔ اس کا نام اب بھی ہے اور اس کی وادی کو وادی مقدس یا وادی طوی کا نام بھی دیا گیا ہے۔

پس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف لے گئے تھے اب نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ اسرائیلی قبائل پر حملہ آور ہونے کے لئے اس شاہراہ پر چڑھ گئے تھے۔

چوندہ ملا تو ملا جو بنی اسرائیل کے لئے ٹھکانا تھا لیکن نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کے لئے سنے تھے اور ان کے راہبر جو ان کی راہنمائی کر رہے تھے وہ بھی پہلے ان علاقوں سے واقف نہیں تھے۔

اسرائیل کے وہ قبائل جو بخت نصر کے حملوں سے ڈر کر مختصر سا راستہ اختیار کر کے وہاں پہنچے تھے وہ مختصر سا راستہ دشت طیبہ اور جزیرہ نما سینا سے ہوتا تھا۔ ہجرات مرہ کی طرف آتا تھا۔ جب نفیل بن ساعدہ نے یہ دشت کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا۔ انہوں نے تلخ جبہ، تلخ سونیر کا راستہ اختیار کیا تھا جبہ اسرائیلیوں کے ان قبائل سے جن پر نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ حملہ آور ہونا چاہتے تھے، ہجرات مرہ کے دائیں جانب میون موسیٰ اور بارہ نام کے مقامات کے درمیان میں بننا چاہتے تھے۔

بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کے لئے نفیل بن ساعدہ نے اپنا آخری پڑاؤ اطمیم کے مقام پر کیا تھا۔ اس مقام کے آگے بارہ اور میون موسیٰ تھے۔ اس کے بائیں جانب سندھ اور دائیں جانب جزیرہ نما سینا تھا۔ یہاں پڑاؤ کرنے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کے لئے اپنے منصوبے کو آخری شکل دی تھی۔ اس مقصد

کے لئے اس نے حقوق بن شجرہ اور دوسرے سالاروں کو اپنے پاس بلایا تھا۔ جب وہ اس کے پاس جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے نفیل بن ساعدہ کہنے لگا۔ ”میرے عزیز ساتھیو! اپنے خیروں کی راہنمائی میں ہم اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے ہمیں بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کے لئے آگے بڑھنا ہے۔ وہ علاقہ اب یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم نے تسلیم سے آگے بڑھ کر کیا ہے۔ اب ہمارے آگے مارہ اور یمون موہی ہیں جن کے درمیان اسرائیلی قبائل نے پناہ لے رکھی ہے۔ تم لوگوں کو ہمارے سے پہلے میں بن شجرہ کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس وقت تک کی روشنی میں بنی اسرائیل پر ضرب لگانے کا آخر عمل طے کر چکا ہوں۔ اگر ہم متحد ہو کر آگے بڑھتے ہیں اور بنی اسرائیل پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو یاد رکھئے گا بنی اسرائیل دائیں جانب بھاگ کھڑے ہوں گے۔ دائیں جانب ان کے ساتھ دھت طبع اور جزیرہ نما سینا ہے اور یہ وہ علاقہ ہے جس میں ہم کے چپے چپے سے وہ پوری طرح واقف ہیں جبکہ وہ علاقہ ہمارے لئے نا آشنا ہیں۔

ہمارا اصل مقصد ان قبائل کا خاتمہ کرنا نہیں ہے بلکہ ان پر ضرب لگا کر انہیں اس قابل نہیں چھوڑنا ہے کہ آنے والے دور میں یہ ہمارے لئے خطرے کا باعث بنیں یا ہمارا مقابلہ کر سکیں۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے میں نے جو اتحاد مل تیار کیا ہے وہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر تم میں سے وہ کسی کو ناپسند ہو تو پھر اس میں تبدیلی کی جائے گی۔

میں چاہتا ہوں جہاں ہم نے پڑاؤ کیا ہے وہاں اپنے لشکر کو دھوون میں تقسیم کر دیا جائے۔ بن شجرہ بھی آئے ہوئے آدھے تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرا حقوق بن شجرہ کی کمانداری میں ہوگا۔

حقوق بن شجرہ یہاں سے سیدھا آگے مارہ شہر کی طرف بڑھے گا اور وہ مارہ شہر کے باہر ہی باہر ہوتا ہوا آگے بڑھ کر مارہ اور یمون موہی کے درمیان جہاں بنی اسرائیل نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہاں ان پر حملہ آور ہوگا۔

بنی اسرائیل کو جب خبر ہوئی کہ کوئی ان پر حملہ آور ہوا ہے تو وہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ حملہ آور کون ہے۔ ہو سکتا ہے باہل کے جو لشکر ہمارے ساتھ ہیں انہیں پہچان کر وہ دہشت زدہ ہو جائیں کہ ان پر بخت نصر نے حملہ کر دیا ہے۔ تو ایسی صورت

میں وہ دائیں جانب مڑے ہوئے دھت طبع سے ہوتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ہم نے انہیں بھاگنے نہیں دینا۔

جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے جو میری کمانداری میں ہوگا، میں یہاں سے کوچ کر کے جزیرہ نما سینا اور دھت طبع کے بائیں جانب رہتے ہوئے ایک کاوا کاؤں گا اور بالکل اپنے خیروں کی رہنمائی میں مارہ اور یمون موہی کے درمیان کی سیدھ میں پہنچ کر بائیں جانب مزدوں گا اور میں بھی اسرائیلیوں پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔

اگر حقوق بن شجرہ کے حملہ آور ہونے سے اسرائیلی بدکر دائیں جانب نہ گئے اور ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا تو اتنی دیر تک میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا اور ہم دونوں مل کر یقیناً بنی اسرائیل کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور انہیں اس قابل نہیں چھوڑیں گے کہ آنے والے دور میں وہ ہمارے لئے کسی خطرے یا مصیبت کا باعث بنیں۔“

• یہاں تک کہنے کے بعد نفیل بن ساعدہ دکا۔ تب حقوق بن شجرہ صحت سے بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے ساعدہ! میرے بھائی! اب ہم سے یہ نہ پوچھنا کہ ہمارا اس تجویز سے متعلق کیا خیال ہے۔ جو مقصود تم نے بنایا ہے تم ازم میرے لئے آخری ہے۔ میرے ان سالار بھائیوں میں سے کوئی اعتراض کرتا پا جائے تو کر سکتا ہے۔“

اس پر دوسرے سالاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ سب نفیل بن ساعدہ کی اس تجویز سے اتفاق کرنے لگے تھے۔

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد نفیل بن ساعدہ نے دو روز تک اپنے لشکر کے ساتھ اشم شہر سے شمال مغرب میں قیام کیا، وہاں چھ چراگاؤں بھی تھیں جہاں سے جانوروں کے لئے خوراک کا کافی ذخیرہ کر لیا گیا تھا۔ جبکہ لشکر کے لئے ضروریات کا سامان وہ پہلے ہی مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے جمع کر چکے تھے۔ اس کے بعد لشکر کو دھوون میں تقسیم ہوا اور ایک حصے کے ساتھ حقوق بن شجرہ سیدھا مارہ کی طرف بڑھا اور پھر وہ مارہ کے دائیں جانب سے ہوتا ہوا مارہ اور یمون موہی کے درمیان جو وادیاں تھیں جہاں بنی اسرائیل کے قبائل نے پڑاؤ کر رکھا تھا، اُدھر کا رخ کیا تھا۔

دوسری طرف نفیل بن ساعدہ کچھ دور تک حقوق بن شجرہ کے ساتھ گیا۔ پھر وہ

پھر اسرائیلیوں کی بد قسمتی کہ چین اسی لمحہ دائیں جانب سے جس طرف صحرائے سینا تھا، نفیل بن ساعدہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دشوہ آگاہی اور دشوہ ذات میں دیکھ کے کھرام بھرتی قبری کی سستی خیز گونجوں اور بخت و اتفاق کے رشتہ اتحاد پر ضرب لگاتے ورد کے اتحاد قلاملوں اور نفرتوں کے مہیب ساگر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسرائیلیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو روک کر جوائی کاروائی کریں۔ دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتریں اور حملہ آوروں کو نقصان پہنچائیں۔ شروع میں وہ اپنے ان ارادوں میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوتے دکھائی دیے تھے اس لئے کہ ان کے مقابلے پر اکیلا حرقوس بن شجرہ تھا۔ لیکن اب جب صحرائے سینا کی طرف سے نفیل بن ساعدہ بھی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ان پر نوٹ پڑا تب بنی اسرائیل کو بھی اپنے جنگجوؤں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا۔

اسرائیلیوں کے پڑاؤ کی یہ حالت تھی کہ انہوں نے اپنی عورتوں، ضروریات کے سامان، بار برداری کے جانوروں اور دیگر سامان کو درمیان میں رکھا ہوا تھا اور مختلف قبائل کے جنگجو ایک گول دائرے کی صورت میں اس سامان کے ارد گرد پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ مشرق اور شمال کی طرف سے حملہ آور ہوئے تھے لہذا اسرائیلیوں نے اب نیم دائرے کی شکل اختیار کر لی تھی اور پوری طاقت اور قوت سے وہ نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔

ابھی تک اسرائیلی قبائل کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ ان پر حملہ آور ہونے والے یوں ہیں۔ جب سورج زور مشرق سے طلوع ہوا اور اس کی کرنوں نے بائیں جانب سمندر پر اور دائیں جانب دھشت سینا پر اپنی کرنوں کے جال پھیلاتا شروع کر دیئے تب جنگ کی بھی اپنے عروج پر آئی تھی۔

نفیل بن ساعدہ نے جب دیکھا کہ اسرائیلی مافعت ہوا تو اس نے اپنے ہونے اور جنگ ہول بکارتی جارحی سے تب اسرائیلیوں کو وقت ضائع کئے بغیر اپنے سامنے زیر کرنے کے لئے اس نے ایک حربہ استعمال کیا۔ اس نے اپنے کچھ لشکریوں کے ساتھ ایک کام لگایا تھا اور وہ اس پر حمل کرتے ہوئے زور زور سے نعرے بلند کرتے ہوئے اسرائیلیوں کو سناٹے کے لئے کہنے لگے تھے کہ وہ بخت نصر کے لشکری ہیں اور فلسطین سے بھاگ

دائیں جانب مڑا، جزیہ نما سینا اور دشت طبع کے بائیں جانب رہتے ہوئے اس نے کالاکان۔ اب وہ آتے بڑھتے ہوئے بالکل اس علاقے کی سیدھ میں چلا گیا تھا جہاں اسرائیلی قبائل قیام کئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہ بائیں جانب مڑ کر اپنے برف کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف وہ جنگجو اسرائیلی جو اس سے پہلے یسعیوں کے ساتھ مل کر نفیل بن ساعدہ سے قبیلے پر حملہ آور ہوئے تھے اور بخت نصر کے حملوں سے ڈرتے ہوئے صحرائے سینا کے اس طرف آ گئے تھے وہ مارہ اور میون موتی کے درمیان بالکل بے فکری اور لحاظیت کی حالت میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اکامی خانہ بدوشوں کا وہ قبیلہ جن پر حملہ آور ہو کر ان کو نقصان پہنچایا تھا وہ اچانک دور دراز کی ان مسافتوں میں بھی نہیں آئے گا۔

نفیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد اس رفتار سے آگے بڑھنا شروع کیا تھا کہ اگلے روز جس وقت سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر قبل کچھ اسرائیلی جاگ اٹھے تھے اور کچھ سو رہے تھے، اچانک بجز کے ساتھ راتھوڑے والے شاہ او کی طرف سے حرقوس بن شجرہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور پھر وہ اچانک اسرائیلیوں پر قتل گاہوں کو اپنا مقصد ش کرتی ریزہ ریزہ کر دینے والی آتشیں کی طرہ قلمتوں کو لٹکی ابل کی جوا بھی ابر ہر شے کو سرخوں اور

اکارتی لٹکی پھیلانے کی یلغار کی طرح نوٹ پڑا تھا۔ اسرائیلیوں کی تعداد ایک بہت زیادہ تھی اور جس لشکر کے ساتھ حرقوس بن شجرہ ان پر حملہ آور ہوا تھا وہ بہت کم تھا۔ لہذا اسرائیلی جنگجو جلدی جلدی تیار ہوئے، ان کی اس تیاری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حرقوس بن شجرہ نے ان کے کئی جنگجوؤں کو موت کے ٹھٹھاتا دیا تھا۔ اس کے باوجود عدوی فوجیت رکھنے کی وجہ سے اسرائیلی جنگجو مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور مستعد ہو گئے۔

حرقوس بن شجرہ کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے شروع میں اسرائیلیوں کے درمیان بے اتفاقی اور جھگڑا مچ گیا تھا۔ یہ انہوں نے قابو پایا تھا اور اب وہ پوری طرح اپنے آپ کو استوار کر کے حرقوس بن شجرہ کا مقابلہ کرنے لگے تھے اور وہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ حملہ آوروں کو مار نہیں بھگا دیں گے بلکہ ان کا خاتمہ کر رہے ہیں گے۔

نہ اصرار آئے، والے اسرائیلیوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

دب اسرائیلی جنگجوؤں میں یہ خبر پھیلنے شروع ہوئی کہ جو لشکر ان پر حملہ آور ہوا، جس ۱۰۰ ہجرت نصر کا لشکر ہے تب ان کے جوان جو صلے، ان کے دلوں کے، ان کی ساری حسرتی طاقات، قوت اور مردانگی جواب دینے لگی۔ اس لئے کہ ہجرت نصر نے دو، یہودیہ کی مملکت پر حملہ آور ہو کر اس کی انت سے انت بجا کر رکھ دی تھی۔ لہذا ان اسرائیلی کی حکومت ہی نہیں اسرائیلی قبائل بھی ہجرت نصر کا نام سن کر لرزہ برائے ہو جاتے تھے۔

ہنگ کے دور ان فیل بن ساعدہ کی یہ جنگی پالی پوری طرح کامیاب ہوئی۔ اس سے پہلے جو اسرائیلی جان توڑ کر فیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کے لشکریوں کے مقابلہ کر رہے تھے ان کے اندر اب بددلی اور ایک طرح کا خوف اور افراتفری کا عام پراپا ہوا شروع ہو گیا تھا۔ اس نے فیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کے قائدہ اختیار اپنے مسوں میں انہوں نے پہلے کی بہت اور زیادہ تیزی اور شدت پیدا کر دی۔ ان کے نتیجے میں مارہ اور یہودین کوئی کی درمیانی والیوں کے اندر فیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کے ہاتھوں اسرائیلی قبائل کے جنگجوؤں کو بدریں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

ان میں سے اکثر فیل بن ساعدہ اور ان کے لشکریوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کم بچے تھے جو ہتھیار چھینک کر اور اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے وہی مایہ السلام اور باریان مایہ السلام کے ناموں کی قسمیں دیتے ہوئے بلند آواز میں یہ ضرور رہنے کے ساتھ ساتھ امان طلب کرتے لگے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے بھی اپنے لشکریوں کو دمک دیا۔ اس طرح یہ جنگ اپنے انجام کو پہنچی۔ اسرائیلی جنگجوؤں کی اشریت کو موت کے گھاٹ اتارا جا چکا تھا۔ بہت کم زندہ بچے۔ انہوں نے ہتھیار بھی ڈال دیئے تھے۔ اس کے بعد ان کے زندہ بچنے والے سالاروں کو گرفتار کر کے فیل بن ساعدہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تب فیل بن ساعدہ نے ان پر انکشاف کیا کہ وہ اتنی قبیلے کا سردار فیل بن ساعدہ ہے کیونکہ اسرائیلیوں نے یہ یقین کے ساتھ مل کر نہ پہنچ سب لگائی تھی لہذا وہ ہجرت نصر کے ایک لشکر کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلا۔ آخر ان کے انتقام لینے میں کامیاب ہوا۔

ہجرت نصر کی پینکد ان ماقوس میں بڑی ہیبت، بڑا رعب اور خوف تھا لہذا زندہ بچنے والے اسرائیلی سالاروں نے فیل بن ساعدہ سے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کسی بھی ان کے مفادات و نقصانات نہیں پہنچائیں گے اور جن شاہراہوں پر وہ خانہ بدوشان زندگی بسر کرتے ہیں ان شاہراہوں پر بھی کسی وہ خانہ بدوشوں کے لئے خطرے کا باعث نہیں بنیں گے۔

دوسری طرف فیل بن ساعدہ نے بھی اعزازہ اگلا لیا تھا کہ ان کی عمری قوت کو کونکر کیا جا چکا، بہت کم جنگجو بچے ہیں جو آئے والے دور میں ان کے لئے نقصان کا باعث نہیں بن سکتے لہذا زندہ بچ جانے والوں کو اس نے معاف کر دیا اور انہیں اپنا ذاتی مہمان بن لیا۔ وہ اپنی جا کر پہلے کی طرح اپنی سرزمینوں میں آباد ہو سکتے ہیں اور رہ سکتے ہیں۔

بچنے والے اسرائیلی فیل بن ساعدہ کے اس فیصلے سے خوش ہو گئے تھے۔ دوسری طرف فیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے بھی واپسی کا سفر اختیار کیا۔ جن شاہراہوں سے ہوتے ہوئے وہ واپس تک پہنچے تھے انہی شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے وہ الیہ کی بندرگاہ تک آئے۔ وہاں فیل بن ساعدہ نے دو روز تک پڑاؤ کر کے اپنے لشکریوں کو سوتانے کا موقع فراہم کیا اس کے بعد باہل کا رخ کیا۔

ہجرت نصر فیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ کی اس کامیابی پر بے حد خوش ہوا۔ اس نے نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ انہیں انعام و اکرام سے بھی نوازا۔

فیل بن ساعدہ اور حرقوس بن شجرہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند روز تک اپنے قبیلے کے ساتھ ہجرت نصر کی بنائی ہوئی رہائش گاہوں میں آرام کیا اس کے بعد پورا قبیلہ پہلے کی طرح انہی شاہراہوں پر رواں دواں ہوا جن پر وہ اس سے پہلے خانہ بدوشان زندگی بسر کرتے ہوئے سفر کیا کرتا تھا۔

صدقیہ نے آنکھیں بند کر کے ان کا کہا مانے کا تہیہ کر لیا۔

صدقیہ اس لحاظ سے بھی اپنی جگہ درست تھا کہ وہ بڑی طاقتوں نے اسے بخت نصر کے خلاف مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ایک مصر کا فرعون، دوسرا مصر کا کنعانی بادشاہ ایت بعل۔ لہذا ان تین قوتوں کے ہنگامت کرنے پر صدیقیہ نے بخت نصر کو خراج دینے سے انکار کر دیا اور اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا۔

اس وقت بخت نصر کو یہود کے بادشاہ صدیقیہ کے اس املاں کی خبر ہوئی اور بخت نصر نے خبروں نے اسے اطلاع دی کہ صدیقیہ نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اور سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا ہے۔ اس وقت فیل بن ساعدہ اپنے خات بدش قیقل کے ساتھ تلح عتبہ کے اطراف میں مدین کی سرزمینوں میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ بخت نصر نے حیر رفاہ قاصد اس کی طرف بھجوائے اسے باہل طلب کر لیا اور یہودیوں کے اندر جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس کی اسے اطلاع بھی کر دی تھی۔

بخت نصر کا یہ پیغام سنے ہی مدین کی سرزمینوں نے فیل بن ساعدہ نے کوچ کیا، منزل پر منزل ملتا ہوا، کوچ پر کوچ کرتا ہوا وہ باہل کے نواح میں ان رہائش گاہوں میں پہنچا جو بخت نصر نے ان کے لئے بنائی تھیں۔ اس کے قیقل نے وہاں قیام کیا۔ اگلے روز وہ اور حرقوس بن شجرہ دونوں بخت نصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بخت نصر نے جہاں ان کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا وہاں یہودیوں کی طرف سے اٹھنے والی بغاوت کی تفصیل بھی ان دونوں سے کہہ دی تھی۔ اس کے بعد باہم مشورہ کرنے کے بعد بخت نصر ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ باہل سے نکلا۔ پہلے کی طرح فیل بن ساعدہ اور ایت بعل نے قیقل کے جنگجوؤں کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل تھے۔ اس طرح تیسری بار یہود ظلم پر حملہ آور ہونے کے لئے بخت نصر آئندگی اور طوفان کی طرح ارس فلطین کی طرف بڑھتا تھا۔

بخت نصر اس سے پہلے دو مرتبہ یہود ظلم پر حملہ آور ہو چکا تھا لہذا وہ فلسطین کے دیگر علاقوں کے معاہدہ یہود ظلم کے نکل وقوع اور اس کی خدایوں اور نبیوں سے بھی اچھی طرح واقف اور آگاہ ہو چکا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ اس نے اس ننگ آکر پڑاؤ کیا جہاں اس سے پہلے حملوں میں وہ پڑاؤ کرتا تھا اور اس امر آئندگی کو وہ مرتبہ اس نے اپنے سامنے زیر کیا تھا۔

یہودیوں کی مملکت یہودہ پر بخت نصر نے اپنی طرف سے صدیقیہ کو ان کا بادشاہ اور حاکم مقرر کیا تھا۔

صدقیہ کچھ عرصہ تک تو بخت نصر کا مطیع اور فرمانبردار بن کر چلتا رہا۔ بخت نصر نے ہواس پر خراج مانگ لیا تھا وہ خراج کی رقم بڑی باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔ اس کے بعد اسے تین قوتوں نے بخت نصر کے خلاف اکٹھے کرنا شروع کیا۔

پہلی قوت مصر کا فرعون تھا۔ اس نے حیر رفاہ قاصد یہودہ کے بادشاہ صدیقیہ کی طرف روانہ کئے اور اسے یقین دلایا کہ باہل میں جو پہلو ہوا اسے بھول جائے اور مٹی ڈال دے۔ کھل کر باہل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اظہار کر دے اور اسے خراج دینا بند کر دے۔ اگر بخت نصر نے اس بار بھی اس پر حملہ آور ہوتا پایا تو پھر مصر کا فرعون پوری طاقت اور قوت کے ساتھ صدیقیہ کی حمایت میں بخت نصر پر ضرب لگائے گا۔

دوسری قوت جس نے صدیقیہ کو بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر اکسایا تھا دوسرا کنعانی بادشاہ ایت بعل تھا۔ ایت بعل نے بھی صدیقیہ کو یقین دلایا کہ وہ پوری طرح اس کا ساتھ دے گا۔ بخت نصر نے اگر اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو وہ بھی حسب سابق اپنا ایک لشکر صدیقیہ کی مدد کے لئے روانہ کرے گا۔

تیسری قوت جس نے صدیقیہ کو راہ راست سے بھٹکایا اور باہل کے بادشاہ بخت نصر کے خلاف اقدام کرنے کی ترغیب دی وہ یہود ظلم شبر کے بڑے بڑے کاہن اور یہودی علماء تھے۔ وہ خود اتر اور انکار صدیقیہ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ وہ باہل کے بادشاہ بخت نصر کو خراج دینا بند کر دے۔ انہوں نے صدیقیہ کو یہاں تک گمراہ کر دیا کہ

پڑاؤ کرنے کے بعد چند روز تک اس نے اپنے لشکریوں کو سستانے کا موقع فراہم کیا۔ اس لئے کہ اس کے لشکری ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد وہاں پہنچے تھے۔ جب اس کے لشکری تازہ دم ہو گئے تو اس نے یہ وہم لشکر کا محاصرہ کر لیا اور شہر پر تیز اور تند تیرا شروع کر دیئے تھے۔

اس بار پہلے کی نسبت صورت حال کچھ مختلف تھی۔ چونکہ صدقیاہ کو ایک عرصہ سے تین تو تین بخت نصر کے خلاف لڑائی کرتی رہی تھیں۔ لہذا بخت نصر کے حملوں اور اس کے خفیات کا مقابلہ کرنے کے لئے صدقیاہ نے تیار ہی بھی خوب کی تھی۔ اس سے پہلے جب اس کا بڑا بھائی نبوذا تیس اور اس کا بھتیجا نبوذا کین نبوذا یوں کے بادشاہ تھے تو جس قدر لشکر ان باپ بیٹے کے دور حکومت میں تھا صدقیاہ نے اپنے لشکری تعداد اس سے دوگنی کر لی تھی۔ اس کے علاوہ شہر کی فسیل کا بھی اس نے خوب جائزہ لیا۔ جہاں جہاں اس نے دیکھا کہ فسیل میں کمزوری کے آثار ہیں وہاں اس نے سرمت کر کے اسے مستحکم کر دیا تھا۔ فسیل کے اندر جس قدر کھد کر رہے تھے ان کی دوسرے سرمت کی گئی۔ اس نے مادہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے مزید برج فسیل کے اوپر تعمیر کر دئے تھے اور ان برجوں کے اندر بیٹھ کر تیر اندازی کرنے کے لئے اس نے اپنے لشکریوں کے دفاع کا بھی خوب اہتمام کیا تھا۔

اس طرح یہ وہم کا محاصرہ طویل چلنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک روز بخت نصر نے شہر کا محاصرہ ترک کر دیا۔ اپنے لشکر کو لے کر وہ پیچھے ہٹا اور جبل زینون کے اوپر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

بخت نصر نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ اس کے خبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ مصریوں کا ایک بہت بڑا لشکر جس کی کمانداری فرعون نام کا ایک سالار کر رہا تھا بڑی برق رفتاری سے ارض فلسطین کا رخ کئے ہوئے تھا۔

ان حالات ہی کو دیکھتے ہوئے بخت نصر نے عارضی طور پر شہر کا محاصرہ اٹھالیا، پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے فرعون کے لشکر سے ٹپنے کا اس کے بعد چاروں طرف سے مطمئن ہو کر یہ شہر پر بھرپور ضرب لگائے گا اور انہیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا۔ ساتھ ہی بخت نصر اس لحاظ سے بھی مطمئن تھا کہ اس کے خبروں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ مصر کے بادشاہ ایت بھل کی طرف سے بھی

تک کوئی لشکر صدقیاہ کی مدد کے لئے روانہ نہیں ہوا تھا۔ اس بناء پر بخت نصر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پہلے اپنے لشکر کی زیادہ قوت کے ساتھ فرعون کا مقابلہ کرے گا اس کے بعد وہ بارہ روز شہر کا محاصرہ کرے گا۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بخت نصر نے اپنے لشکر کا ایک مختصر سا حصہ تو جبل زینون پر ہی رکھا، لشکر کے اس حصے کے وہاں قیام کا مقصد صرف اپنے پڑاؤ کی حفاظت کرنا تھا۔ ساتھ ہی اپنے پڑاؤ کے آگے اس نے چند چٹروں کی اوٹ میں اپنے ان کشت تیر انداز بھی مقرر کر دیئے تھے۔ ایسا اس نے اس لئے کیا تھا کہ اگر یہ شہر کے بادشاہ صدقیاہ کو علم ہو جائے کہ بخت نصر مصر کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے چلا ہے اور وہ شہر سے باہر نکل کر اس کے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو وہ تیر انداز تیز تیر اندازی کر کے اسے اٹ بھاگنے پر مجبور کر دیں۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد بخت نصر نے جو لشکر پڑاؤ کی حفاظت کے لئے رکھا اس پر اس نے ایک سالار مقرر کیا۔ باقی لشکر کو لے کر وہ رات کی تاریکی میں جبل زینون سے کوچ کر گیا اور صحرائے سینا کا اس نے رخ کیا تھا۔

دوسری طرف مصر کے فرعون کا لشکر جو بارہواں کرتا ہو بڑی برق رفتاری سے شال کا رخ کئے ہوئے تھا وہ بھی صحرائے سینا کو عبور کر کے ایک جگہ پڑاؤ کر گیا۔ اس لئے کہ فرعون نے اس لشکر کا سالار فرعون تھا اور اس نے اپنے آگے اپنے مخبر بھیجا دیئے تھے اور ان خبروں نے اسے اطلاع کر دی تھی کہ بخت نصر اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ اس پر ضرب لگانے کے لئے جنوب کا رخ کئے ہوئے ہے۔

یہ خبر ملتے ہی مصر کے سالار فرعون نے ایک مناسب جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔ وہ جگہ ایسی تھی جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہاں وہ اگر بخت نصر کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کی فتح اور کامیابی یقینی ہے۔

ساتھ ہی مصری سالار فرعون نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ جو بھی بخت نصر اس کے سامنے آئے گا وہ اس پر حملہ آور ہو گا اور اس کی تھکاوٹ اور ممانہ کی سے فائدہ اٹھائے ہوئے اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گا۔

دوسری طرف بخت نصر کے مخبر بھی پوری سرگرمی کے ساتھ متحرک تھے۔ انہوں نے بخت نصر کو مصری سالار کے ارادوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ لہذا بخت نصر نے ایک منزل

پچھ ہی اپنے لشکریوں کو خوب سستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی فقط نظر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی اور اس ترتیب کے مطابق اس نے فرعون کے لشکر کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی۔

بخت نصر نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ درمیانی حصے میں وہ خود رہا تھا، دائیں پہلو پر فیلین بنی ساعدہ اور قحطوس بن شجرہ تھے۔ بائیں پہلو پر بخت نصر کے اپنے سالار تھے۔ اس ترتیب کے ساتھ بخت نصر فرعون کے لشکر کے سامنے آیا۔

دوسری طرف مصری لشکر کے سالار اعلیٰ نے بخت نصر کی آمد سے پہلے ہی پہلے اپنے لشکریوں کی تقسیم اور صفوف کی درستی کو آخری شکل دے دی تھی۔ لہذا جو بھی بخت نصر اپنا پڑاؤ قائم کر کے اپنے پڑاؤ کے سامنے آیا تب فرعون نے حملہ آور ہو کر نوادہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس غلامی میں تھا کہ بخت نصر اور اس کے لشکری جھپٹے ہارے آئے ہیں۔ ان کے لشکر کی ترتیب بھی ابھی تک درست نہیں ہوگی۔ لہذا جو کچھ وہ حملہ آور ہو کا تو ان کے اندر افراتفری پھیل جانے لگی۔ اس طرح وہ شکست کو بخت نصر کا مقدور ناکہ لگا۔ لیکن شاید آنت اس کے تہذیب نے یہ اطلاع دی کہ کبھی کہ بخت نصر اور اس کے لشکری پوری طرح تازہ دم تھے اور پڑاؤ کے سامنے آئے سے پہلے انہوں نے اپنی جہتی اور مصروفی ترتیب کو آخری شکل دے رکھی تھی۔

چنانچہ جو بھی بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ کے سامنے آیا، مصری سالار اپنے لشکر کے ساتھ تکی کے مصریوں سے اپنے لشکر کے بدترین عذاب و زخموں کے خوف، رب کے اظہار کفر سے کرتے تاریک وسوسوں کے طوفانوں اور غم کی برق بجائی لگناؤں کی طرح بخت نصر پر حملہ آور ہوا تھا۔

بخت نصر نے کیونہ پہلے سے تیاری کر کے فرعون کے لشکر کی مادی کچی، سالار افراتفری، کمال دینے کا تجربہ کر رکھا تھا اور اس کے لئے اس نے اپنی پوری تیاری بھی کر رکھی تھی لہذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی مصریوں پر پابند سلاسل کرتے سائل سے تا آتشا بھڑ، خون سے احوال لکھی زمین کا میدان لکھی آندھنوں اور آخری امید تک کو توڑتے تباہی کی کواؤں سے مذاہن کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکروں کے ٹکرائے سے میدان جنگ کے اندر آتش دھانے موت کی آگ اٹھنے لگے تھے۔ انہوں نے دھواں اور سبب نالوں میں زخموں کی آگ دہائی کا ایک

طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے نایاب تیغ زن جنگ ۱۵ ایہ من بنے لگے تھے۔ چیروں کی خوش رنگ تحریروں بد قسمتی کی زنجیروں میں بکڑی جانے لگی تھیں۔

کچھ دیر تک حمائے سینا کے کنادوں پر مصریوں اور بخت نصر کے لشکریوں کے درمیان بولناک جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ مصری لشکر کے اندر پسائی اور بد دلی کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔ پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا کہ بخت نصر کے سامنے مصری لشکر کی حالت گورستان کے ستلاشی بے اولادوں، ویرانیوں میں نہانی داستانوں اور ریت کے گرنے گھر و دھندوں سے بھی زیادہ اہتر اور بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مصری سپہ سالار نے جب دیکھا کہ بخت نصر کے مقابلے میں نہ صرف اس کے لشکر کا زیادہ نقصان ہوا ہے بلکہ اس کے لشکر کی بخت نصر کے تیز حملوں کے باعث کسی قدر بد دل اور ناامید نظر آ رہے ہیں تو وہ بڑا پریشان اور کفر مند ہوا۔ پھر وہ کچھ بھی آیا جب مصری لشکر بخت نصر کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھنے کی بجائے اپنی جائیں بچانے کے لئے جھپٹلی صفوں کا رخ کرنے لگا اور یہ صورت حال مصری سالار کے لئے بڑی خطرناک اور انتہائی بولناک تھی۔ کچھ دیر اس نے مزید بخت نصر کا مقابلہ کیا اور جب اس نے اندازہ لگایا کہ اس کی کوئی بھی کوشش، اس کا کوئی بھی حربہ بخت نصر کے خلاف کامیاب نہیں ہو گا تب اس نے اپنی شکست تسلیم کی اور اپنے لشکریوں کو پسپا ہو کر راہ فرار اختیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

حکم ملنے ہی مصری اپنے پڑاؤ کی برجیز و ہیں چھوڑ کر شکست کے داغ اٹھانے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ بخت نصر نے کیونکہ مصری لشکر پر کاری سرب لگائی تھی اور وہ بارہ اس کو انھیں کے قابل نہ سمجھتا تھا لہذا اس نے جھانٹے مصریوں کا تعاقب نہیں کیا۔ کیونکہ مصری اپنے مرکزی شہر ممفس سے الٹی ہوئی برجیز کو اپنے پڑاؤ میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ لہذا اس جنگ میں بخت نصر کو بڑے نوادہ حاصل ہوئے۔ مصریوں کے پڑاؤ پر اس نے قبضہ کر لیا۔ برجیز کو سمیٹا۔ اس کے بعد بخت نصر فتح کے شادیانے بجاتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ واپس بہ عظیم کارخ گر رہا تھا۔

فرعون کے لشکر کو مار بھگانے کے بعد بخت نصر نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ بہ عظیم کی فسیل پر تازہ توڑ حملہ شروع کر دیے تھے۔ فسیل کے اور یا فسیل کے برجوں

عموماً گندم گوں اور سانولے ہوتے ہیں اور دوسری طرف اریحا کا پانی سارے شہروں سے لگا، اور بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں کیلا، آفراط سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کھجور اور خوشبو کے پھول بھی وافر مقدار میں ہوتے ہیں۔

مورخ علی بروی کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ اریحا شہر ہی میں تھا۔ مشہور مؤرخ یعقوبی اس شہر سے متعلق مزید لکھتا ہے کہ یہ اہیت اردن میں واقع ہے۔ اسے اریحا یا اریحا بھی کہتے ہیں اور یہی مدینہ التجارین ہے جس کا قرآن مقدس میں ذکر آیا ہے۔ یہاں بیظور اور کینے بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔ اریحا سے متعلق مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ ایک شخص اریحا بن ملک بن ارشد بن سام بن نوح نے آباد کیا تھا۔ بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف آئے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی سرکردگی میں سب سے پہلے یہی شہر فتح کیا گیا تھا۔ اس شہر سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اردن سے چار میل مغرب میں واقع ہے۔ اس شہر سے متعلق نصراؤں کا یہ خیال ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصطباح لیا تھا اور یہاں کندھک بہت زیادہ ہوتی ہے۔

شہر کے اندر وہ پورا بھی بویا جاتا ہے جسے ہمد کا نام دیا جاتا ہے اور جس سے نیل نکلتا ہے۔ اریحا، بیت المقدس سے بارہ میل مشرق میں واقع ہے۔

صدیقہ یہ خیال کرنے لگا تھا کہ اریحا یعنی کردہ خطوط ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی بد قسمتی کہ تعاقب کرنے والے بخت نصر کے لشکر بھی اس کے پیچھے پیچھے اریحا پہنچے۔ صدیقہ کے ساتھ جو اس کے محافظ دستے تھے ان پر بخت نصر کے لشکر حملہ آور ہوئے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور صدیقہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

اریحا سے صدیقہ کو بروٹھل بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کے اہل خانہ اور بٹے پہلے ہی گرفتار ہو چکے تھے۔

جب صدیقہ کو بخت نصر کے سامنے پیش کیا گیا تو بخت نصر کچھ دیر تک انتہائی خوفزدہ رہی اور غضب ناک میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے بخت نصر نے اس کو مخاطب کیا۔

اس سے پہلے میرے بھائی یویا قیم نے میرے خلاف سرکشی اختیار کی تھی۔ اس کا جو انجام ہوا وہ تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور وہ میرے لشکر کی دہشت سے ہی

میں سے جو بھی تیر انداز ان پر تیر اندازی کرتا وہ بچ کر نہ جاتا۔ اس لئے کہ نیچے سے بڑی بڑی ڈھانوں کی اوت میں بخت نصر کے لشکر کی تیر اندازی کرتے تو ان کی تیز تیر اندازی کے باعث بروٹھل کے محافظ زخمی ہوتے پرندوں کی طرح فاصل سے نیچے گرنے لگتے۔

چونکہ صدیقہ نے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر رکھا تھا لہذا بروٹھل کا یہ محاصرہ خوب طویل پکڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ تیز اور جان لیوا حملے کرتے ہوئے بخت نصر نے اپنے لشکر کے ساتھ بروٹھل کی فسیل کے اندر جگہ جگہ داخل ہونے کے راستے بنا لئے تھے۔ کئی جگہ سے فسیل کو گرا دیا گیا تھا اور فسیل کے اندر بننے والے راستوں کے ذریعے بخت نصر کے لشکر شہر میں داخل ہوئے۔

شہر کے اندر جو صدیقہ کا حفاظتی لشکر تھا، بخت نصر کے لشکر نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خوب قتل عام کیا۔ اس قتل عام کے بعد بہت سے جنگجو اسرائیلیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یہودیہ کے بادشاہ صدیقہ نے جب یہ حالت دیکھی تو ایک چور راستے سے اپنے مستحق دستوں کے ساتھ بھاگ نکلا، بلکہ اس کے بیٹوں کے علاوہ اس کے سارے دوسرے اہل خانہ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

ثالثات اٹھانے کے بعد صدیقہ اریحا کی طرف اس لئے بھاگا تھا کہ اس کا خیال تھا کہ وہاں وہ بخت نصر کے ہاتھوں محفوظ ہو جائے گا۔ لیکن بخت نصر نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔

تاہم کسی نہ کسی طرح صدیقہ اریحا پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اریحا کو اریحا کے علاوہ بڑی کد کبھی پکارا جاتا ہے۔ مشہور مؤرخ مقدس کا خیال ہے کہ اریحا وہ شہر ہے جس کی نسبت قرآن مقدس میں فرمایا گیا کہ وہاں قوم جہارین آباد تھیں۔ اس شہر میں وہ دروازہ بھی موجود تھا جس کا خداوند قدوس نے بنی اسرائیل سے ذکر فرمایا تھا۔ نیل اور ناریل اس شہر میں کثرت سے ہوتا ہے اور ہاتھوں کو چشموں کے ذریعے پانی دیا جاتا ہے۔ اریحا میں گرمی کی شدت ہے۔

مؤرخین نے بھی لکھتے ہیں کہ وہاں سانپ، کچھو بے شمار ہوتے ہیں اور پھو بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ یہاں ایک خاص قسم کا سانپ بھی پایا جاتا ہے جس کا نام تریاقہ ہے اور اس کے گوشت سے زہر کو زائل کرنے والا تریاقہ بنایا جاتا ہے۔ اریحا کے لوگ

کے جیساں پہنا دی تھیں وہاں اس نے بنی اسرائیل کے ممتاز پچاس ہزار آدمیوں کو گرفتار کر لیا تھا اور انہیں قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا۔ اس طرح جب بنی اسرائیل نے تیسری بار بخت نصر کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کیا تو اس نے ان کی سلطنت کو تباہ و برباد کر کے دکھا دیا اور ان کی آخرت کو گرفتار کر کے بابل لے گیا جہاں ان سے بابل شہر کی نمایاں صاف کرائی جاتی تھیں اور انہیں دریائے فرات کے کنارے آباد کر دیا گیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایران کا شہر اصفہان جو کبھی اپنی سین سین مسجدوں کے لئے بڑا مشہور ہوا اہل حقائے بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہی آباد کیا تھا اور اس شہر میں اس نے یہودیوں کو آباد کیا تھا جنہیں وہ برہمن کی فتح کے بعد گرفتار کر کے لایا تھا۔ اب بخت نصر نے بنی اسرائیل کی دوسری مملکت کا رخ کیا جسے اسرائیل کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل یہودہ اور اسرائیل دو مملکتوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اس اسرائیلی مملکت کا سب سے زیادہ اور نمایاں بادشاہ عمری تھا جس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی اصل عربی اور عبراہی تھی۔ اس کی سب سے بڑی یادگار سامریہ شہر تھا۔ اسی نے شہر کی بنیاد رکھی اور وہاں بہترین بندہ بست گیا۔ حکومت کا مرکز اس نے وہاں منتقل کر دیا۔ اسے مرکز حکومت میں اس نے ایک محل تعمیر کرایا تھا جس کو اس کے بیٹے اخبی اب نے وسیع کیا۔ اس کی آرائش میں لونی سر نہ تھا رکھی۔ یہی وہ محل ہے جسے تاریخ نے اور اہل حق میں باقی دانت کا گھر کہہ کر یاد دلایا گیا ہے۔

(حال ہی میں یہاں کھدائی ہوئی تو ظاہر ہوا کہ قبر میں واقعی باقی دانت استعمال کیا گیا تھا اور بیشتر حصے میں سونے کے اوراق سے بھی کام لایا گیا تھا۔ اس زمانے میں باقی دانت کا باریک کام کرنے والے لوگ شامی شام میں بھی تھے۔ دولت مندوں کے مکانوں میں دیوار کی لکڑی کے اندر باقی دانت کے ٹکڑے بولے بنا دیئے جاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ٹکڑوں میں بھی جو برہمن میں تھے اس قسم کا کام موجود تھا۔ مہندہ تارقدیم میں جن قبروں کا ذکر آیا ہے ان میں صرف سامریہ کا شامی قبر اب تک دریافت ہوا ہے)

جب اسرائیل اس مملکت کا اخبی اب بادشاہ ہوا تو اس کی وجہ سے مملکت کے اندر

برہمن میں مارا گیا۔

اس کے بعد میں نے اس کے بیٹے اور تیرے بھتیجے یسویا کین پر بھروسہ اور اعتماد کیا لیکن اس نے تین ماہ بعد ہی میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی، بغاوت اور سرکشی اختیار کی۔ اس کا انجام بھی تیرے سامنے ہوا ہے اور ان دونوں کے بعد میں نے تجھ پر اعتماد اور بھروسہ کیا۔ تجھے یہاں کا حاکم اور بادشاہ مقرر کیا۔ تیری مرضی سے جس قدر تو نے چاہا تجھ پر خراج مقرر کیا اور تو نے وہ رقم اپنی خوشی سے مجھے ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ پھر تو کچھ مہر صدہ مطلع اور فرمانبردار بھی رہا۔ خراج کی رقم بھی باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔ اس کے بعد تجھے وہی اسرائیلیوں کی پرانی وعدہ خلافی کی تیسری لاقہ ہو گئی اور اپنے بھائی اور بھتیجے کی طرح تو نے بھی سرکشی ہی کا راستہ اختیار کیا۔ اب میں تجھ پر واضح کر دوں کہ تیرا انجام تیرے بھائی اور بھتیجے سے مختلف نہیں ہو گا بلکہ ان کی نسبت زیادہ ہولناک اور بہتر فیض ہو گا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کی وعدہ خلافی اور اس کی سرکشی اور بغاوت کی سزا دینے کے لئے بخت نصر نے عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا۔ جس وقت بخت نصر صدقہ تیرے ہم کام ہوا تھا اس وقت صدقہ کا کہہ بیٹے بھی وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ صدقہ کی کرب نیزی کے لئے بخت نصر کے حکم پر سب سے پہلے اس کے سامنے اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد یہ کہہ کر اس کی آنکھیں کھلی دلی کشیں کہ جو منظر وہ دیکھ چکا ہے اس سے اس کا منظر نہ دیکھ پائے گا۔

یہودیوں کی تاریخیں یہ بتا دیتی ہیں۔ اس کے بعد، بخت نصر نے برہمن شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ شہر کے اندر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو بنایا ہوا بیٹل تھا اسے تباہ و برباد کر کے زمین بوس کر دیا۔ شہر کو بخت نصر نے نہ اس طرح تباہ و برباد کیا کہ بنی اسرائیل کا جو تابوت سکینہ تھا جس کے متعلق اسرائیلیوں کا اعتقاد تھا کہ جس اسرائیلی لشکر کے آگے تابوت سکینہ رکھا جائے اس کی فتح اور کامیابی یقینی ہے۔ اسے تابوت سکینہ بھی کھنسا اور اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کدھر گیا ہے۔

برہمن شہر کی فصیل کو نقصان پہنچانے، بیٹل کو زمین بوس کرنے، شہر کے اندر باقی داور بربادی کا عمل اس لئے۔ بعد بخت نصر نے جہاں صدقہ کو گرفتار کر کے اور اندھا کر

چھوٹے زمین کا کہنا ہے کہ اس وقت دریائے اردن کے مغرب میں اسرائیلی مملکت کی آبادی پورا اٹھ کے لگ بھگ تھی۔ ان میں سے ایک اٹھ کو آشوریوں نے جلا وطن کر کے رکھ دیا اور جن میں یہ مشہور ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے دس قبیلے مہ گئے تھے۔ لیکن یہ واقعہ صحیح نہیں ہے۔ جو لوگ جلا وطن ہوئے تھے وہ بھی آگے چل کر واپس آ گئے تھے اور اسرائیلیوں میں شامل ہو گئے تھے۔

(برطانیہ اور امریکہ کے بعض طبقوں نے تلاش اور ان کے نسب ناموں کے لئے تجسس کے لئے جو تک وہ کی وہ مشکل خیر تھی۔ بارہویں صدی کے سیاح غیبیاں کو تاریخی حقائق کا زیادہ اندازہ تھا۔ جب اس نے لکھا کہ نیشاپور یعنی ایران کے پہاڑوں میں جو یہودی رہتے ہیں وہ انہی جلا وطنوں کی اولاد ہیں جنہیں آشوری بادشاہ گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا تھا)

اب آشوریوں کے بادشاہ سرجون نے ایک اور کام کیا۔ وہ لگ بھگ ایک اٹھ اسرائیلیوں کو نکال کر اپنے ساتھ لے گیا تھا اور ان کی جگہ اس نے اپنے لوگوں کو اسرائیلی مملکت میں شامل کرنا شروع کر دیا تھا۔ جن لوگوں کو سرجون نے اسرائیلیوں کو بے جا کائناتیں وہ بائبل، عیلام، یاس اور عرب کے بہت سے قبائل سے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اسرائیلیوں کی مملکت میں ان لوگوں کو سامرہ شہر کے گرد و نواح میں آباد کیا تھا۔ لہذا یہ لوگ تاریخ کے اوراق میں سامری کہلائے۔ تاہم اسرائیلیوں کے اندر غلط مطب ہو گئے تھے۔ لیکن اسرائیلی ان سامریوں کو اپنے مقابلے میں فقیر اور کم تر خیال کرتے تھے۔ اسی بناء پر یہودی ایک طرح سے ان سے نفرت بھی کرنے لگے تھے۔

(آخر بار سترہویں قبل مسیح میں عزرہ، ہمزیا جب جلا وطنی سے واپس آ گئے تو انہوں نے نفی کا بیڑا بنی کر زور دیا۔ اسرائیلی اور سامری دونوں طبقوں کے درمیان آخری مرتبہ اتفاق پیدا ہوا۔ ان اتفاق کے نتیجے میں عزرہ اور ہمزیا نے ایک کاہن کے پوتے کو اس کے پڑ پڑ سے مار بھگایا کہ اس نے ایک سامری کی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔

وقت گزرتا گیا۔ سامریوں اور اسرائیلیوں کے درمیان عداوت بڑھتی گئی۔ ان میں شادی بید کے تعلقات بھی جائز نہیں سمجھے گئے۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں اس بری رسم کا خاتمہ کیا گیا۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سامری عورت سے پانی مانگا، وہ اس بات پر حیران ہوئی کہ یہودی ہو کر سامری سے پانی مانگا

شک کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے صور اور صیدہ کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی تھی اس کا نام ایزہل تھا۔ ایزہل اپنے شوہر پر پوری طرح حاوی ہو گئی اور اس نے اسرائیل میں کھائی، پیتا، بھل کی عبادت کرانے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ سے بھل کے مذہب اور یہود کے مذہب میں نہایت تلخ اور طویل کشاکش شروع ہو گئی تھی۔ دونوں کی کوشش یہ تھی کہ اسرائیل کی مذہب زندگی میں برتری حاصل کریں۔ اسی ایزہل کی وجہ سے اسرائیل کے اندر بغاوت کھڑی ہو گئی۔ چھ سال اور اس نے حکومت کا خاتمہ کر دیا اور ملک ایزہل کو ایک کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور وہاں لکیوں کے کتے اس کی لاش کو کھاتے رہے۔

انقلاب برپا کرنے والوں میں سے ایک شخص یاہو اسرائیل کا بادشاہ ہوا۔ اس نے یہود کا دین افسر کو قائم کر دیا۔ اس کو اسرائیل کا واحد دین قرار دیا۔ وہ یہودی جنگوں میں پہلے بادشاہوں کی نسبت خاصا کامیاب رہا۔ یاہو کے تیسرے جانشین یربعام کے دور میں اسرائیلی سلطنت کو وسعت حاصل ہوئی اور اس کی سرحدیں شمال میں آرمی قوم کے اندر بڑھادی گئیں۔ اس نے سامریہ شہر کی حفاظت کے لئے دوہری فیصل بنا دی تھی۔ یہ فیصل بعض مقامات پر چٹتیں فٹ چڑی تھی۔

اس وقت بنی اسرائیل کی سلطنت کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر تھی تو ایک اور قوت نمودار ہوئی۔ یہ آشوری تھے۔ آشوری اسرائیلیوں پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے دمشق، جعلا، بھیل اور بہت سے علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے۔ اس کے بعد یہود کی مملکت کے بادشاہوں کی طرح ہی اسرائیل کے بادشاہ ہوسیع نے مصریوں کے کہنے پر آشوریوں کے خلاف بغاوت کردی اور انہیں خراج دینے سے انکار کر دیا جس کے جواب میں آشوریوں کا بادشاہ شلدناصر خاص حملہ آور ہوا۔ اس نے سامریہ کا محاصرہ کر لیا لیکن فیصل کے استحکام کی وجہ سے محاصرہ طویل پکڑ گیا۔ اسی دوران شلدناصر ختم ہو گیا اور اس کی جگہ آشوریوں کا بادشاہ سرجون ہوا۔ اس نے سامریہ پر تیز نسلے کرنا شروع کر لیا۔ اسی سرجون نے اسرائیل کے ان تمام نوجوانوں کو جو اپنے آپ کو بڑے پڑ پڑ خیال کرتے تھے اور جن کی تعداد لگ بھگ ستائیس ہزار دو سو اسی تھی، انہیں قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

گیا ہے)

بہر حال یہودیوں کی مملکت کو تباہ و برباد کرنے اور یہویشلم کو زمین بوس کرنے اور اس کے بادشاہ صدقیاہ کو زندہ جاوے کر کے گرفتار کر کے باہل روانہ کرنے کے بعد بخت نصر نے یہودیوں کی دوسری مملکت کو بھی رگید والا تھا اور اسے بھی اپنا ماتحت بنا کر رکھ لیا تھا۔

یہودہ اور اس کے ہمسایوں پر ضرب لگانے کے بعد اب بخت نصر نے کنعانیوں یعنی فونیقیوں کے بادشاہ ابیت بعل کا رخ کیا تھا اس لئے کہ وہ وقتاً فوقتاً بخت نصر کے مقابلے میں یہودیوں کی مدد کرتا رہا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ منزل پر منزل مارتا ہوا بخت نصر سب سے پہلے صیدا شہر پہنچا اور دریا کے کنارے اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پراؤں کر لیا تھا۔ جس جگہ بخت نصر نے پراؤں کیا وہ ہاں فونیقیوں کے سب سے بڑے دیوتا بعل کے علاوہ ان کے دوسرے دیوتاؤں کے معبد بھی تھے جو تیسرات کے لحاظ سے جت سے آگیز تھے۔ کنعانیوں یعنی فونیقیوں کے شہر میں صیدا کو عموماً قدیم مانا جاتا ہے۔ صیدا کے پرانے مکوں میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ شہر شمالی افریقہ کے شہر چو اور قبرص کے شیم شہ کی ماں خیال کیا جاتا تھا۔ غرض کنعانیوں کے ہاں صیدا نے ایک نمایاں حیثیت اختیار کر لی تھی اور وہ جنوبی لبنان میں سریش کی حیثیت رکھتا تھا۔

تاہاں اس کے اثر و رسوخ کا کنعانی دنیا میں کوئی جواب ہی نہیں تھا اسی لئے اس اثرہ میں ایک نظم ملی ہے۔ اس میں صیدا کے بادشاہ کا ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس بادشاہ کا نام کرت تھا۔ اسے ایک جنگ پیش آگئی تھی جس میں ملہ آوروں کا ریش تارج تھا۔ تارج کے علاوہ اس نظم میں زہاوان، عدم اور عہد نامہ قدیم کے دوسرے لوگوں کے نام بھی آئے ہیں۔

مشہور یونانی شاعر ہومر نے بھی اپنی نظموں میں اس شہر کا ذکر کیا ہے اور اس کی نظموں میں فونیقی پارچہ جات، تابانہ، غلام اور دوسری چیزیں صیدا سے لائے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ یہ بھی اس شہر کے عروج اور اقتدار کی طرح ایک طرح سے صدائے بہادرت خیالی کی جاتی ہے۔ ان نظموں میں صیدا کی دست کاریوں کی بھی بڑی تعریف کی گئی ہے۔

اس نظم میں ایک جگہ ان پارچہ جات کا ذکر ہے جس میں صیدا کی عورتوں نے اعلیٰ اور سب سے زیادہ موزی اور کشیدہ کا مٹی گر کر رکھی تھی۔

اس شہر کی بحری حیثیت اور تجارتی اقبال مندی اس کے موقع محل کا کرشمہ تھی۔ یہ ایک آگے بڑھے ہوئے تک فطرت کے دامن میں واقع ہے۔ جس کی شمالی سمت ساحلی چٹانوں کے گھیر رکھی ہے۔ اس کے ساتھ ملے ہوئے نصف میل تک جزیرے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے سمندری لہروں کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور جہازوں کی حفاظت کا نہایت عمدہ انتظام ہو جاتا ہے۔

صیدا کی بندرگاہ کے دو حصے تھے۔ ایک بیرونی اور دوسرا اندرونی۔ دوسرے بڑے بڑے شہروں کی طرح صیدا کے کنعانیوں نے بھی اپنی حفاظت کے لئے شہر کے باہر بعل دیوتا کے علاوہ اپنے آسمان دیوتا کے بڑے بڑے مت نصب کر رکھے تھے۔ بعل تو ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا جبکہ آسمان کو وہ شفا بخش دیوتا مانتے تھے۔

قدیم دور سے صیدا کے ساحل کے ساتھ ساتھ مای گیری نے بھی خوب فروغ حاصل کیا تھا۔ صیدا کا نام ہی اس پیشہ کی بناء پر رکھا گیا تھا۔ اس لئے کہ صیدا کا ماخذ صودہ قرار دیتے ہیں جس کے معنی پھٹی پڑتا یا شکرا کرنا ہے۔

صیدا کی زمین بعض مقامات پر باتس تھی۔ یہاں مختلف اوقات میں بارش کافی نہ ہوتی تھی جس کی وجہ سے کھیتی باڑی کرنے یا جانور پالنے کا معاملہ بڑا کٹھن تھا۔ لیکن سمندر میں پھٹی کی کثرت تھی۔ خصوصاً بڑی ماکریل قسم کی پھٹی جس کا گوشت قدرے نمکین اور رنگ اور خوش بو ہوتا ہے۔

ارونائی رنگ کی صفت بھی خاص طور پر ان کنعانیوں سے وابستہ ہے۔ نہ صرف مشرقی بحیرہ روم کے علاقے میں بلکہ اسی سمندر کے تمام ممالکوں پر ایک خاص قسم کی پھٹی ملتی تھی جسے صدف مای کہتے تھے جس سے ارونائی رنگ کا سیال مادہ نکالا جاتا تھا۔

یہ ایجاد ایک طرح سے کنعانیوں ہی کی تھی جنہیں فونیقی بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد یونانیوں نے بھی اس رنگ کو پھٹی ہی سے حاصل کیا۔

یونانی اساطیر میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ٹرائے کی حیدہ ہیلن نے بھی کنعانیوں کے ارونائی رنگ کو پسند لیا تھا اور بہتیں جب ٹرائے کچلی تو ایک روز ساحل کی ریت پر ٹبل کر جب وہ دو ٹرائے گر رہی تھی تو دیکھا اس کا کتا صدف کی پھٹی پڑ کر نکل گیا تھا۔ اس وجہ سے اس کا منہ گہرا ارونائی ہو گیا تھا۔ یہ رنگ آٹے اتنا دلکش معلوم ہوا کہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ جو شخص اس کی نظر لطف کا خواہاں ہو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے

اسی رنگ کا لباس اسے نذر کرے۔

صيدا اور صور دونوں شہروں کے نواح میں صدف کی پھیلی پانی جاتی تھی جو اعلیٰ قسم کی پھلی خیال کی جاتی تھی۔ کنعانی چاہتے تھے کہ اپنے ہاں کا یہ پھلیوں کا ذخیرہ محفوظ کر لیں۔ چنانچہ وہ اس پھلی کی تلاش میں جا رہا پہنچے اور ارغوانی رنگ دور دور سے درآہ کرتے۔ مثلاً سیارٹا کی بندرگاہ یا قرتاجہ اور یومیکا کے آس پاس سے اس پھلی کے توزے بوئے گھونگھے عام طور پر پائے گئے ہیں اور ان کا تعلق پندرہویں اور تیرہویں صدی قبل مسیح کے زمانے سے تھا۔ کنعانیوں کے بعد بھی صیدا کے جنوب میں ساحل کے ساتھ ساتھ نوئے بوئے گھونگھوں کا ایک پٹہ بن گیا تھا۔ یہ اس پھلی کے جسم کا حصہ تھے جس سے ارغوانی رنگ حاصل کیا جاتا تھا۔

اس رنگ پر ایک طرح سے شروع سے کنعانیوں کی اجارہ داری تھی۔ جس پھلی سے کنعانی یہ رنگ حاصل کرتے تھے وہ بہت پھولی تھی اس لئے اس سے رنگ کے چند قطرے ہی نکلتے تھے۔ پھر اس سے رنگ تیار کرنے میں بڑی محنت و مشقت دیکھائی پڑتی تھی۔ لہذا اس رنگ کی قیمت بہت زیادہ تھی اور اس صنعت کا اجارہ بعد میں کنعانیوں کے ہاتھ سے نکل کر یونانیوں کے پاس چلا گیا۔

ہومر کے زمانے میں نیز یونانیت کے دور میں ارغوانی لباس بادشاہوں کے لئے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ رومن شہنشاہ ارغوانی چاند نشان اقتدار کے طور پر پہنتے تھے۔ مصر کی قلعہ پطرم، مراے کی خوبصورت و شہرہ بینل ارغوانی رنگ کی بے حد مشتاق تھیں۔ اس کے علاوہ بازنطینی حکومت کی ماکائیں جب بچوں کو نمونہ دیتی تھیں تو انہیں ایک خاص کمرے میں پہنچایا جاتا تھا جو ارغوانی رنگ کے کپڑوں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ یہودیوں میں بھی یہ رنگ بڑا مقبول ہوا۔ یہودیوں کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا خالص نشان کے طور پر ارغوانی لباس پہنا کرتا تھا۔ شالی شام کا آرا می پیشوا اور ایسائے کو پتک میں میٹینیشیا کے معبد یعنی جیو پتیر کا پیشوا بھی اسی رنگ کے لباس استعمال کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کیتھولکوں کے اسقف اعظم نے بھی یہی روایتی لباس اختیار کیا تھا۔

بہر حال بخت نصر جب اپنے لشکر کے ساتھ صیدا پہنچا تو صیدا کے لوگوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور انہوں نے بخت نصر کی فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کر لی تھی۔

کنعانیوں میں کیونکہ کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ سب بڑے بڑے شہروں پر علیحدہ علیحدہ حکمران تھے اس بناء پر وہ تاریخ کے اوراق میں ساحل روم پر کوئی بڑی اور اہم مملکت قائم نہ کر سکے۔

صيدا کو ملوک اور فرمانبردار بنانے کے بعد بخت نصر نے ایت بعل کے مرکزی شہر صور کا رخ کیا تھا۔ صور بھی فنیکی کے ایک آگے بڑھے ہوئے حصے کے سامنے آباد تھا اور اس کی حفاظت ایک جزیرہ نما چٹان کے ذریعے ہوئی تھی جو تقریباً ایک میل لمبی اور تین چوتھائی میل چوڑی تھی۔

یہ جزیرہ نما چٹان اس کے اوقات میں جہازوں کے لئے جنگ کے اوقات میں باشندوں کے لئے حفاظت کا بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ صور کی بھی دو بندرگاہیں تھیں، ایک کا رخ شمالی جانب تھا اور اسے صیدائی بندرگاہ کہتے تھے۔ دوسری کا رخ جنوب کی طرف تھا اور یہ مسریہ بندرگاہ کہلاتی تھی۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ صور شہر کی بنیاد بیکل سلیمانی کی تعمیر سے لگ بھگ دو سو چالیس سال پیشتر رکھی گئی تھی۔ صور شہر میں ملکہ دیوتا کا ایک معبد تھا جس کی عمارت حیرت انگیز طور پر بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ ملکہ دیوتا کے اس معبد میں دو نہایت بیش قیمت ستون تھے۔ ایک ستون سونے کا اور دوسرا زرد کا تھا۔ زرد کا ستون خاصا بڑا تھا اور رات کی تاریکی میں بھی روشن نظر آتا تھا۔

دسویں صدی قبل مسیح کے اوائل میں صور شہر نے ایک زبردست اور قوی ریاست کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس کی وجہ سے اس کے مقابلے میں صیدا شہر کی مملکت کسی قدر ماند پڑ گئی تھی اور وہ دوسرے درجے کا شہر ہو گیا تھا۔

صور شہر کے فرمانرواؤں میں سب سے زیادہ اہم حرام تھا جس نے 969 قبل مسیح سے 936 قبل مسیح تک صور شہر پر حکومت کی۔ یہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوست اور حلیف تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں شہر کمال عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اسی حرام نے صور شہر کی مضبوط اور مستحکم فصیلیں بنائی تھیں جنہوں نے ایک طرح سے صور کو ناقابل شکست بنادیا تھا۔ اس وقت شہر کا بڑا حصہ جزیرے کے اندر تھا اور اسی حصے میں صور کے سب سے بڑے دیوتا ملکہ کا معبد اور اس کے ساتھ شالی مکمل اور بازار تھا۔

بنائے تھے جو سمندر سے واقف تھے۔ یہ ملاح حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوست اور کنعانیوں کے بادشاہ حیرام نے بھیجے تھے۔

کنعانوں کے بنائے ہوئے جہاز ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تجارت کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بندرگاہ عسویان جہاز تھی جس کا نام بعد میں ایلہ رکھا گیا۔ اس کو رومنوں نے آئلہ کہا اور عرب اسے ایلہ کہہ کر پکارتے رہے۔ یہ بندرگاہ بحیرہ قلزم کی خلیج عقبہ کے کنارے ہے۔ اس بندرگاہ تک راستہ زیادہ لمبا نہ تھا۔ یہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جہاز لکڑی اور تانبہ لے جاتے اور ان کے بدلے میں عرب ممالک سے دوسری پیداوار لے کر آتے تھے۔

ملکہ سبا کے دارالحکومت معارب سے ایک برنجی بُت نکالا تھا۔ یہ ایک دیوتا کا بُت تھا جس کو شیر کی کھال پہنائی تھی تھی۔ یہ دیوتا صور کے دیوتا مَلکُوت سے بالکل ملتا جلتا تھا جس سے مؤرخین نے اندازہ لگاتے ہیں کہ قوم سبا یعنی ملکہ سبا کے علاقوں سے بھی کنعانیوں کی تجارت اپنے عروج پر تھی۔

اہل صور کے ان کنعانیوں کی تجارت زیادہ تر بحری تھی لیکن وہ بری تجارت میں بھی بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ بحیرہ روم میں ان کی جتنی بندرگاہیں تھیں وہاں سے خلیج فارس کے مختلف مقامات پر بری آمد و رفت جاری تھی۔ بلکہ خلیج فارس میں بھی انہی ناموں کے شہر تھے جن ناموں کے شہر کنعانیوں کی سرزمینوں میں تھے۔ اندرون ملک ان کے مختلف تجارتی مرکز تھے مثلاً عرف، الرہا اور صعلین۔

یہ کنعانی یا فونیقی پہنچانے سے چاندی، لوہا، تین، سیسہ، غلام اور پتیل کے ظروف، مسرے، آرائشی پارچہ جات اور عرب کی سرزمینوں سے بھیجے جکریاں درآمد کرتے تھے۔ ان کے تجارتی قافلے ہر جگہ موجود ہوتے تھے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ براعظم افریقہ کے گرد بحری سفر کا آغاز پرئیکریوں نے کیا۔ لیکن یہ درست نہیں۔ ان سے بہت پہلے کنعانی عربوں نے یہ پتہ لگایا تھا۔ یہ کنعین سفر ان کنعانیوں نے مصر کے فرعون کے ایما پر شروع کیا تھا۔ اس فرعون نے ایک پرانی نہر اسیرو نکندہ و گریل کی دائیں شاخ کو بحر قلزم کے سرے پر ملا دیا تھا۔ اس آبی راستے سے کنعانی ملاح جنوبی سمندر میں پہنچ گئے۔ راستے میں خزاں کا موسم شروع ہو جاتا تو ساحل پر اتر کر گندم کا شتہ کھالیتے۔ فصل پک جاتی تو تولد جہازوں

کنعانی یعنی فونیقی کیونکہ تجارت پیشہ لوگ تھے لہذا بحر پہنچائی کے منظم طریقوں اور چھان بین کے بغیر بحری تجارت کو وسیع بنانے پر ترقی دینا ممکن نہیں تھا۔ لہذا بحری تجارت میں بھی ان کنعانیوں نے خوب ترقی کی۔ انہی کنعانیوں یا فونیقیوں نے قبطی ستارے کی افادیت دریافت کر لی تھی۔ یونانیوں نے قبطی ستارے کی افادیت ان کنعانیوں سے ہی سیکھی تھی۔ یہ کنعانی ویدوار کے نہایت پختہ اور پائیدار لٹھ کاٹ کر نمروں میں ڈال دیتے تھے۔ طوفانی آبی تو لٹھ بیکر کر قریب ترین بندرگاہ تک پہنچ جاتے۔ وہاں یا تو ان سے جہاز بنائے جاتے یا انہیں باہر کے ملکوں میں بچ دیا جاتا۔ صور اور صیدہ کی بندرگاہوں میں صنوبر اور ویدوار کے لٹھ زیادہ تر کوہ حرمون یا جبل شیخ سے آتے تھے۔

1400 قبل مسیح میں فونیقی جہازوں کے خاکے مصر کی یادگاری عمارتوں پر نمودار ہوئے۔ ان کی شکل آدھے چاند کی سی ہوتی تھی۔ پچھا آدھ اوپر اٹھا ہوتا تھا، دو ہونے چہ ہوتے تھے جن سے یہ جہاز چلتے تھے اور مستول کے ساتھ دو گزر لگا دیے جاتے تھے جن میں سے ایک سرنگ بادبان ہوتا۔ جہازوں میں خاصا سامان رکھنے کی گنجائش رکھنے کے لئے انہیں زیادہ چوڑا بنایا جاتا تھا۔

غیر معمولی طور پر لمبا نہایت مناسب نہ سمجھا جاتا تھا۔ آگے چل کر یہ نمونہ بھی تبدیل ہو گیا۔ آشوریوں کی یادگاری عمارتوں پر جو کنعانیوں کے تجارتی اور جنگی جہازوں کے نقشے پائے گئے ہیں ان میں آگاہ آدھ بہت اونچا ہوتا تھا اور اسے نوکدار رکھا جاتا تھا تاکہ لڑائی میں مفید کام دے اور اس میں دو درے ہوتے تھے۔

کنعانی جہاز سازوں نے اوپر پہنچے دور سے کہ زیادہ پتدار لگانے کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ نچلے حصے پر چار چار پانچ پانچ پتداروں کی دو قطاریں ہوتیں۔ سولہ یا بیس آدمی انہیں کے لئے رکھے جاتے تھے۔

بعد کے زمانے میں کھینے والوں کی تعداد بڑھ کر پچاس تک ہو گئی۔ بادبان کتان کے بنائے جاتے تھے اور انہیں یا تو اس وقت کھولا جاتا جب جہاز لشکر انداز ہوتا یا اس وقت جب موسم تاساگرو ہو جاتا تھا۔ کنعانیوں کے اسی نمونے کو یونانیوں نے بھی اختیار کیا۔

خاندان اسی نمونے کے جہاز حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے کنعانی ملاحوں نے

زین کا بھل اور تیل۔ یونانی زبانوں میں اب تک انہیں مای ناموں کے آثار موجود ہیں۔ یہ انہی فونیقیوں کے جہاز تھے جو یونان سے سوئس، شیش، چنپاں، پودینہ اور ٹرس کے پودے مشرقی بحیرہ روم میں پہنچاتے اور جن میں بعض کے یونانی نام اب تک سامی زبانوں میں محفوظ ہیں۔

مصلحوں کی تجارت جو بحیرہ روم میں بہت نفع بخش خیال کی جاتی تھی تقریباً پوری کی پوری ان کنعانوں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ مصالحے حاصل کرنے کے راستے سب سے مخفی رکھتے تھے اور ان گوناگوں خطروں سے متعلق مبالغہ آمیز افواہیں پھیلاتے رہتے تھے تاکہ دوسری قومیں یہ تجارت شروع نہ کر سکیں۔

کنعانوں کے دور میں ارض شام کو سرحد اور روغن بلسان کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جنوبی عرب میں سرحد کا مرکز تھا اور ملک سب کے دور میں مسابائیوں کے قافلے اسی سرحد کو بحیرہ روم کی بندرگاہوں تک پہنچایا کرتے تھے۔

افریقہ میں صور کے کنعانوں نے جو نوآبادیاں قائم کیں ان میں سے سب سے زیادہ اہم شہر قرطاج تھا اور اسی قرطاج شہر نے سب سے زیادہ قوت حاصل کی اور حد درجہ کامیاب رہا۔ اس شہر کے متعلق روایت یہ ہے کہ جب اس کی بنیاد اٹھ سو چودہ قبل مسیح میں صور کے بادشاہ بعلشلیں کی بہن ڈائیزو نے رکھی تھی۔ اُسے ایسا بھی کہتے تھے۔ ڈائیزو ہی اس شہر کی خاص دیوی قرار پائی۔

قرطاجہ افریقہ میں فونیقیوں کا ایسا ہی مرکز بنا جسے ایشیا میں صور اور صیدا تھے۔ اسی قرطاجہ سے فونیقی اثر و رسوخ کی کمریں نکل کر مغرب میں بحیرہ روم کے علاقوں میں پہنچتی رہیں۔ آٹھویں صدی قبل مسیح تک اس کی تجارت اتنی ترقی کر چکی تھی کہ خود اصل وطن یعنی صور اور صیدا بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اس قرطاجہ نے ایسی ترقی کی کہ اس کے مقابلے میں کنعانوں کا آبائی وطن یعنی صیدا اور صور ہی نہیں بلکہ تمام دوسرے شہروں کی عظمت اور شوکت اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔ تاہم قرطاجہ شہر جو افریقہ میں کنعانوں نے آباد کیا وہ ایشیا میں کنعان شہروں کو خاصی بڑی بڑی رقم بھجوا کرتا تھا۔

افریقہ میں جو قرطاجہ شہر نے ترقی کی وہ اہل صور ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس شہر سے متعلق مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس ایک کہانی بیان کرتا ہے جس میں بتایا گیا

میں بحر کو پھر سفر شروع کر دیتے تھے۔

صور اور صیدا شہر سے باہر کی سرزمینوں میں بھی ان کنعانوں نے اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ شروع میں ان کی نوآبادیاں قبرص، رودس، کرینٹ اور مشرقی بحیرہ روم کے دوسرے حصوں میں تھیں۔ پھر ان کا سلسلہ مالٹا، سبلی، سارڈینیا اور وسطی بحیرہ روم کے دوسرے مقام تک پہنچ دیا گیا۔ آخر شمالی و مغربی افریقہ اور جزیرہ نماے ہسپانیہ اور پرتگال میں ان کی نوآبادیاں قائم ہو گئیں۔ ہسپانیہ میں کیز اور تونس میں یونیکا نام کی ان کی نوآبادیاں قائم ہوئی تھیں۔ کیز ایک فونیقی لفظ ہے جس کے معنی فسیل کے ہیں۔ نیز یہ ان مقامات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو فسیل سے منصور ہوں۔

ان کنعانوں نے دسویں صدی قبل مسیح کے وقت سے آٹھویں قبل مسیح کے وسط تک نوآبادیوں کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے جاری رکھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ٹین کی تجارت پر ان کنعانوں کی اجارہ داری تھی۔ وہ ٹین کی تلاش میں افغانستان کے ساحل کالوال پہنچتے۔ وہاں سے یہ ٹین اور سیسہ حاصل کرتے اور اس کے بدلے وہاں کے مقامی لوگوں کو مٹی کے ظرف، نمک اور تانبے کے برتن دے دیتے تھے۔

ٹین پر کیونکہ فونیقیوں کی اجارہ داری تھی اور اسے وہ مخفی بھی رکھتے تھے۔ اسپین کے اندر ملکہ شہر بھی انہی کنعانوں کا آباد کردہ تھا۔ ملکہ کے معنی کارخانے کے ہیں۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں کنعان کی مچھلیوں کو نمک لگانے کے کارخانے رکھتے تھے۔ کنعانوں کے نامور پہلے سالار ٹینی ہال کے باپ کا نام ملکار بارت تھا جس نے رومنوں کے ساتھ جنگیں کیں۔ بارتہ کنعان لفظ بارت یعنی بجلی سے ہے اور اسپین کا شہر بارسلونا بھی اسی سے گڑھا بنا تھا۔

اس زمانے میں کنعان کی جہاز جو سامان بحیرہ روم کے پورے علاقے میں پہنچاتے تھے اس میں پودے بھی تھے اور پیداوار بھی۔ اس میں گلاب، کھجور، انجیر، انار، مرجوا، یونان کی مانند خوشبودار گوند ہوتا تھا، آلوچہ اور بادام، زیتون کے درخت مشرق کے قریب کی خاص پیداوار تھے۔ ٹینیں سے یہ یونان، اٹلی، شمالی افریقہ اور ہسپانیہ انہی کنعانوں کے ذریعے پہنچتے۔

ساتھ ہی ان پودوں سے پیدا ہونے والی چیزیں جگہ جگہ بھیجی جانے لگیں۔ یعنی

ہے کہ قرطاجہ کی تجارت کہاں تک پہنچ گئی تھی اور اہل قرطاجہ نے مبادلہ جس کے لیے غریب و غریب طریقے پیدا کر لئے تھے۔

وہ کہتا ہے کہ قرطاجہ کے ساحل افریقہ کے جنوبی ساحل پر پہنچتے۔ مال تجارت ساحل پر اتار دیتے تھے۔ پھر عام اطلاع کے لئے ایک الاؤ روشن کر کے خود اپنے جہازوں پر چلے جاتے تھے۔

ان دنوں افریقہ میں غیر مہذب اقوام آباد تھیں۔ چنانچہ وہ غیر مہذب مقامی باشندے۔ جب کشتیوں کی طرف سے دھواں اٹھتا دیکھتے تو سونا لے کر وہاں پہنچ جاتے۔ سونا سامان کے پاس رکھ دیتے اور جو سامان کشتی ساحل پر اتارتے اسے لے کر اپنے گھروں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح کشتی وہاں سے سونا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔

اگر کشتیوں کو یہ اندازہ نہ تھا کہ مقامی لوگوں نے جو سونا ان کے حوالے کیا ہے وہ ان کے مال کی نسبت کم قیمت رکھتا ہے تب وہ مقامی باشندوں کو مزید سونا لانے پر آمادہ کرنے کے لئے پھر جہازوں پر چاہیتے۔ غرض اس لین دین میں جو چپ چاپ ہوتا تھا کوئی بھی دوسرے فریق کو دھوکا نہیں دیتا تھا۔

افریقہ میں قرطاجہ شہر نے جو کشتیوں کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا تجارت اور سیاست میں ایسی برتری حاصل کر لی تھی کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں یہ ایک بڑی سلطنت کا مرکز بن گیا تھا جو موجودہ لیبیا سے جرولین کے جہازوں تک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں جزائر بلیارک، مالٹا اور سارڈینیا بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ قرطاجہ ہی سے اٹھ کر عرب کشتیوں نے فرانس، ہسپانیہ اور پرتگال کے ساحل پر جو نو آبادیاں جا بجا قائم کی تھیں وہ بھی اسی سے وابستہ تھیں۔ کشتیوں کے پہلے بڑے شہر مصر اور صور مصر اور آشوریوں کے دارالافتاء میں تھے لہذا انہیں سلطنت کی تعمیر کا موقع مل گیا۔ قرطاجہ کی غیر معمولی برتری نے وطنی بصرہ روم کی ایک اور اہم برتری ہوئی قوت سے تصادم کی صورت پیدا کر دی تھی اور یہ قوت رومنوں کی قوت تھی۔

رومنوں اور کشتیوں کے درمیان ہنگوے اور نزاع کا باعث یہ ہوا کہ سمندر پر کسے اقتدار حاصل ہونا چاہئے۔

کشتی بیڑے کو بصرہ روم میں اتنا اقتدار حاصل تھا کہ رومنوں سے انہوں نے

صاف صاف کہہ دیا تھا وہ اجازت کے بغیر سمندر میں ہاتھ بھی نہیں دھو سکتے۔ چنانچہ ان دو محارب قوتوں کے درمیان سمندر میں برتری حاصل کرنے کے لئے کشمکش شروع ہو گئی تھی۔ اس کشمکش کا آخری دور اس وقت شروع ہوا جب کشتیوں کے نامور سپہ سالار پتین ہال نے 218 قبل مسیح میں وہ نہم شروع کی جس کے لئے زندگی وقف کر دی گئی تھی۔

پتین ہال اصل میں دو کشتی لفظوں کا مجموعہ ہے یعنی صفی اور بطل۔ جس کے معنی ہیں بطل کی لطف اور نوازش۔

اس پتین ہال نے اپنی طاقت اور قوت حاصل کر لی تھی کہ ہسپانیہ اور کورستان الپس سے گزرتے ہوئے اس نے اٹلی پر حملہ کر دیا تھا۔ اٹلی کی سرزمینوں میں کشتی سپہ سالار پتین ہال پندرہ سال تک کامیاب مہموں میں مصروف رہا۔ اسی اثناء میں اس نے روم پر بھی حملہ کر دیا تھا۔ پھر اسے افریقہ واپس بلایا گیا تھا۔

آخر 200 قبل مسیح میں زامہ کے مقام پر جو قرطاجہ کے جنوب مغرب میں ہے رومنوں اور کشتیوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں کشتیوں نے شکست کھائی۔ چنانچہ اس شکست کے بعد 196 قبل مسیح میں پتین ہال بھاگ کر اپنے آبائی شہر صور چلا گیا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور وہ شام کے سلوک کی بادشاہ لسیا کس کے ساتھ مل کر کشتیوں کے دشمنوں کے خلاف لڑا رہا۔ لیکن اس کی قسمت باریک تھی۔ فتح اور نصرت نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔

جب پتین ہال کے لئے بھاؤ کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے ایشیائے کوچک میں خود شہر کر لی۔ اس نے 183 قبل مسیح میں خود کشی کی۔ خود کشی سے قبل اس نے جو آخری الفاظ کہے وہ کچھ اس طرح تھے۔

”اس طرح مر جانے سے رومنوں کو اس انتظار کی زحمت سے نجات مل جائے گی کہ ایک سن رسیدہ اور نصرت زدہ آدمی کب وفات پاتا ہے۔“

بہترین اور نامور سپہ سالار پتین ہال کے مارے جانے کے بعد ان کشتیوں نے ہمت نہیں ہاری۔ شکست کے بعد بھی ان کشتیوں نے بہت جلد اپنے نقصان کی تلافی کر لی اور اپنی عظمت اور شوکت کا دور شروع کر دیا۔ لیکن رومنوں کے سالار پیٹیر اور

شامی و ہتان کو اتفاقاً ایک چپڑل گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک فرانسیسی ان نے ایک بہت بڑے تودے پر کھدائی شروع کر دی۔ اس طرح اماریت شہر کے کھنڈرات دریافت ہوئے۔ یہ شہروں کا ایک سلسلہ تھا، ہر شہر دوسرے کھنڈرات پر آباد ہوتا رہا۔ اس دریافت سے گمشدہ کنعانی ادب کا ایک اہم حصہ دستیاب ہوا۔

اس مقام پر سب سے پہلی آبادی جدید بحری دور کے آخری حصے میں ہوئی۔ تیسرے ہزار سال قبل مسیح کے اوائل تک کنعانی اماریت اور اس کی بندرگاہ کو اپنے عروج پر لے گئے تھے۔ یہاں ان کے دو معبد تھے۔ ایک بعل اور دوسرا دیوتا دجون کا۔ یہ سب کچھ اس شہر سے ملنے والے آثار سے معلوم ہوا ہے۔

چودہ سو قبل مسیح کے آس پاس اماریت کی خوش حالی اپنے نصف النہار پر پہنچ گئی تھی۔ یہ خوشحالی اس تجارت کا نتیجہ تھی جو شہر اور اس کی بندرگاہ کے ذریعے ہوتی تھی۔ کریمت سے اس کے ثقافتی روابط نہایت مستحکم اور پائیدار تھے۔ اس زمانے میں اماریت کا کنعانی بادشاہ تلحد یعنی حد دیوتا کا انتقام تھا۔ اس نے اپنے لئے جو قصر بنوایا اس کے ستونوں کی بنیادی چاندی کی تھیں۔

اس مقام پر جو چیزیں دستیاب ہوئیں ان میں سب سے زیادہ قیمتی چیز مٹی کی وہ تختیاں تھیں جن پر تحریریں ثبت تھیں۔ یہ تختیاں ایک معبد کے طبقے سے ملی تھیں۔ اندازہ کیا گیا کہ اصل تحریریں بہت سال پیشتر کی تھیں لیکن چودھویں صدی قبل مسیح میں ان تحریروں کی نقلیں تختیوں کی شکل میں محفوظ کی گئیں۔ ان کی زبان وہی ہے جو کنعانی بولتے تھے۔

ان تختیوں میں مضمون زیادہ تر مذہبی ہیں یا ان کا تعلق مذہبی رسوم سے ہے۔ ان تختیوں میں خصوصیت کے ساتھ قبل ذکر ایک نظم ہے۔ اس میں کنعانیوں کے نباتات کے دیوتا اعلیان بعل اور اس کے حریف موت کے درمیان سلامت بخشش کا ذکر ہے۔

پہلے موت بعل کو شکست دے دیتی ہے۔ جس سرزمین میں شنگر گما کے آتے ہی نباتات بھل جاتی ہیں وہاں حالات کی صحیح تعبیر وہی ہو سکتی تھی جو نظم میں بیان کی گئی تھی۔ پھر خزاں میں بارشیں شروع ہوتیں تو بعل دیوتا موت پر فتح پا لیتا تھا۔ اگر بنیادی اجزاء، چین نظر رکھے جائیں تو دیوتا کے موت پر قابو پانے کی یہ کہانی کچھ مصری کہانیوں سے کافی حد تک ملتی جلتی ہے۔

دوسرے ای اثر رومنوں کی تنگ نظری، تنگ دلی نے اس صورت حال کو گوارہ نہ کیا کہ عرب کنعانی ان کے سامنے سمندر کے اندر ایک ناقابل تغیر قوت بن کر رہیں اور یہ کہ تجارت پر ان کا غلبہ رہے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر قرطاج کو تباہ و برباد کر دیا جائے تو اس کنعانی قوم کی عظمت بھی ختم ہو جائے گی۔

چنانچہ انہوں نے قرطاج کو تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ 144 قبل مسیح میں سترہ روز تک رومن اس شہر پر حملہ آور ہوتے رہے اور سترہ روز تک یہ عظیم الشان شہر مشعلوں کی جواں لگا ہوا رہا۔ یہاں تک کہ جہاں یہ شہر آباد تھا وہاں خاکستر کے انبار لگ گئے۔ پھر رومنوں نے اس زمین پر بھل چلا دیئے۔ چنانچہ رومنوں کے اس فعل نے رومنوں کے نام پر بدنامی اور تعصب کا ایک داغ لگا دیا۔

کنعانی جس طرح تجارت کے سلسلے میں مشرق اور مغرب کے درمیان واسطے بنے اس طرح دنیا کی ذاتیات اور روحانیت میں بھی وہ واسطے بنے رہے۔ ان کے جہاز اور قافلے سامان ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ پہنچاتے تھے بلکہ وہ غیر محسوس چیزیں بھی ساتھ لے لے بھرے تھے جو انسانی ارتقاء کے لئے زیادہ ضروری تھیں۔ ان میں گونا گوں تجزیاتی اثرات بھی شامل تھے جو فوجی تاجروں اور آباد کار دوسروں پر ڈالتے تھے۔

انسانیت پر ان کنعانیوں کا جو سب سے بڑا احسان ہے وہ یہ کہ یہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے کھیت کے لئے اجداد استعمال کی۔ انہی کی اجداد کو تحریر نگارش کا ایک خاصا ترقی یافتہ نظام سمجھا جانے لگا۔ پھر اس اجداد کو ان نو فنیوں نے جگہ جگہ پھیلایا۔ اس طرح انسانوں کو تحریر کے ذریعے اپنے جذبات اور خیالات اور احساسات کے اظہار کا موقع ملا۔

ان کے ادب میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جن میں سے بہت کچھ ان کے عبرانی اور دوسرے عرب قبائل نے لے لی اور وہ انہوں نے اپنے مقدس نوشتوں میں محفوظ کر لیں۔

پہلے اس بات کا کسی کو علم نہیں تھا لیکن جب اماریت شہر کی کھدائی کا کام شروع ہوا اور وہاں سے جو کچھ حاصل ہوا اس سے پتہ چلا کہ کنعانیوں سے دوسری اقوام نے بہت کچھ حاصل کیا۔

ہوایوں کہ 1929ء میں اس اشہرہ کے مقام پر جو اذوقہ کے شمال میں ہے ایک

کھدائی کے دوران ملنے والے اماریت شہر کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے زمانہ قدیم کی یہ بین الاقوامی منڈی خاص نوعیت کے دائرے میں تھی لیکن فنیقی ثقافت کے دائرے میں ضرور شامل تھی۔ یہاں سے جو کھدائی کے دوران آثار نمودار ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ بیروت کے ایک بادشاہ کا ایک خط بھی دستیاب ہوا ہے جو اس نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا جو ان دنوں اماریت کا حاکم تھا۔

ان آثار سے مؤرخین یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ کسی زمانے میں کنعانیوں کا شہر اماریت بیروت سے وابستہ تھا۔ یہ پہلے زلزلے سے تباہ ہوا، اس کے بعد 1365 قبل مسیح میں آگ سے راکھ کا ڈھیر بن گیا اور اس کے بعد 1200 قبل مسیح کے آس پاس عبری لوگوں نے اسے تباہ کیا۔ اس کے بعد یہ آباد نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ کھدائی کے دوران اس کے آثار ملے۔

جس وقت کنعانیوں کا عروج تھا اس وقت آس پاس کی بہت سی اقوام ان کی رسومات سے متاثر ہوئیں۔ یہاں تک کہ یہودی بھی جو اہل کتاب تھے اور ان کی ہدایت کے لئے آسمانی کتاب موجود تھی وہ بھی کنعانیوں سے بری طرح متاثر ہوئے۔ یہودیوں نے اپنی طرف سے جو ابتدائی سیکولر قوانین بنائے وہ بھی کنعانیوں سے متاثر تھے انہی کنعانیوں ہی سے یہودیوں نے زراعت سیکھی۔ زرعی زندگی کی دوسری ضروریات سے آگاہی حاصل کی۔ کھیتی باڑی اور باہم شادی باہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ کنعانیوں نے اپنے اور مذہبی طریقے یہودیوں تک پہنچا دیے جو فصول کی اچھائی کے لئے ان کے بال و پوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے رائج تھے۔

اس طرح پرانی ریتیں اور لہار سے یہودیوں نے تیار کر لئے۔ کنعانی کٹری کے کھجے اور انچے مقامات کو مقدس سمجھتے تھے۔ یہودی بھی ان کی نقل کرتے ہوئے کٹری کے کھجے اور انچے مقامات کو مقدس خیال کرنے لگے۔ اس طرح میل جول سے کنعانیوں کے دیوتا اور یہودیوں کے یہوا نام کے خدا کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی اور ایک مدت تک جاری رہی۔

یہودی بے شک یہوا کو خدا کے عزوجل مانتے تھے مگر ان کی بد قسمتی کہ انہوں نے مقامی دیوتاؤں کو ترک نہ کیا جنہیں زمین کی پیداوار کے ناظم اور نگران سمجھنے لگے تھے۔ بعض اوقات یہودیوں کے معبود سے بھی وہی صفات منسوب کر دی جاتی تھیں جو

بعل سے مخصوص تھیں مثلاً آسمان کا خدا، بارش کا سنبھالنا، طوفانوں کو قبضے میں رکھنا۔

یہودی والدین اپنے بڑے بیٹے کا نام یہواہ کے نام پر رکھتے تھے لیکن جمونے بچوں کے نام کے ساتھ بعل کا نام شامل کر دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ آگے چل کر یہودیوں کے انبیاء خدا کی ذات و صفات اور اس کے ساتھ انسان کے متعلق فکر و نظر میں ان بلند یوں پر پہنچ گئے جہاں پہلے کوئی نہیں پہنچا تھا۔ یقیناً یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے انسانی فکر کی تاریخ میں سب سے پہلے خدا کی وحدت کا تصور کیا اور مجلس راست بازی پر زور دیا اور عقیدے کی بجائے انسانی عمل کو مرکز الہیت بنایا۔

ان کنعانیوں کا عام عقیدہ یہ تھا کہ عبادت کا صحیح طریقہ جانوروں کی قربانی ہے یا زمین کی پیادہ اور جانوروں کے گھوں کے تحائف مقدس پر پہنچانے پائیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیکل انہی کنعانیوں یعنی فنیقیوں کا تفسیر کردہ تھا اور ان کے بعد اس میں عبادت کے مراسم کا ایک سلسلہ بھی انہوں نے مقرر کر دیا تھا۔ اس میں عبادت کے جو گیت گائے جاتے تھے یا ان کے ضمن میں جو لے اختیار کی جاتی تھی ان کا نمونہ بھی کنعانی تھا۔

توریت میں بعض رسموں کی ممانعت کر دی گئی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے ہمسایوں سے یعنی کنعانیوں سے کچھ نہیں لے کر توریت میں داخل کر دی تھیں۔ جنہیں ان کے رہنماؤں نے یہودی مذہب کے رچان کے منافی قرار دیا۔ مذہبی ریتوں اور رسموں کے ساتھ ساتھ یہودیوں اور دوسری اقوام نے کنعانیوں سے گیت اور انھیں بھی مستعار لیں۔ ان نظموں کے ساتھ اسلوب بیان، لٹریچر، فنیقی، خاص تر اکیب بلکہ اقتباسات بھی یہودیوں کے اندر آئے۔ غزال الفزالات اور زبور میں ان کے آثار بطور خاص موجود ہیں۔

کنعانی ادبیات میں جس کے آثار اماریت سے ملے ہیں ان میں بادلوں کا سوار بعل کی ایک صفت ہے۔ یہودیوں نے یہی صفت یہواہ کے لئے اختیار کر لی۔

اماریت سے ملنے والے آثار میں ایک تحریر میں بیکل کی کڑک کو بعل کی صدا قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ ان یہودیوں کے صحیفہ ایوب میں بیکل کی کڑک کو خدائی آواز کا نام دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زبور جواب ملتا ہے، پورے کا پورا کنعانی اصل ہے۔ یعنی بعل کے

فصیل کے اوپر اس نے تیروں کے ڈھیر رکھے تھے۔ ان گنت لشکری فصیل کے بڑے بڑے اونچے چھت دار برجوں کے اندر بٹھا رکھے تھے۔ اس کے علاوہ دونوں فصیلوں کے اندر بڑے مضبوط اور مستحکم خدائ بنے ہوئے تھے جن کے پیچھے رہتے ہوئے بھی لشکری صورت کا دفاع کر رہے تھے۔

لیکن دوسری طرف حملہ آور ہونے والا بھی بخت نصر تھا۔ اس نے دو بار مصر کی طاقت اور قوت کو شکست دے کر مار بھگا تھا۔ اسرائیلیوں کی دونوں سلطنتوں کو روند کر رکھ دیا تھا۔ گو محاصرہ طویل چکوتا گیا لیکن انجام کار وہی ہوا جو بخت نصر چاہتا تھا۔ اس نے صور شہر فتح کر لیا۔ ایت بھل کے خلاف کیونکہ بخت نصر کو انہماک ورجہ کا غصہ اور برائی تھی لہذا ایت بھل کا خاتمہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک دوسرے شخص کو صور کا حاکم مقرر کیا گیا جس کا نام بھل ثانی تھا۔

صور کی اس مہم کے بعد بخت نصر نے اپنی مہموں کا سلسلہ ترک کر دیا۔ اپنے پورے لشکر کے ساتھ وہ بابل آیا اور سلطنت کے انتظام میں لگ گیا۔

دوسری طرف بخت نصر کے لشکر سے نکل کر نبیل بن ساعدہ اور حرقص بن شجرہ نے چند یوم تک ان راہنما گاہوں میں قیام کے رکھا جو بخت نصر نے ان کے لئے تعمیر کروائی تھیں۔ اس کے بعد بخت نصر سے اجازت لے کر وہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ حرکت میں آئے اور ان شاہراہوں پر رواں دواں ہوئے جن پر اس سے پہلے وہ سفر کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ شاہراہ اب ان کے لئے محفوظ تھی۔ وہ اسرائیلی قبائل جو اس سے پہلے ان کے لئے خطرے کا باعث بنے تھے ان کی سرکوبی ہوئی تھی۔ دوسری اور کوئی قوت بھی ہی نہیں جو ان کی راہ کی رکاوٹ بنتی۔

بابل کے نواح سے کوچ کے بعد انہوں نے ظاہر کارخ کیا تھا۔ چند فرسنگ آگے جا کر خان بدوش قبیلے کے معنی بڑے پرزور انداز میں صدی گانے سنے تھے۔ صدی کی آواز سنتے ہی اونٹوں اور قبیلے کے دوسرے جانوروں نے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی پورا قبیلہ پیسے کی طرح زندہ نہ قد و س کی مدد چلنے لگا تھا۔

”فلک کو پانہ ستاروں سے جس نے بنا رکھا ہے

زمین کی لکھ میں آتش کو جس نے جلا رکھا ہے

لے جو گیت تھے ان میں تریم کر لی گئی۔
مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کنعانی ادبیات کے ذریعے سے مصر کے ادبی نمونے اور نسبت آمیز تحریریں منتقل ہوئیں۔ یہاں تک کہ مصری ادب میں تیرہویں قبل مسیح میں پانچ سو سال تک کنعانی الفاظ کی بھرمار رہی۔

جب یونانی ان کنعانیوں کے مقابلے پر آئے تو کنعانیوں کی تجارتی سرگرمیوں میں کمی واقع ہوئی گئی۔ نیز آشوریوں کے حملوں نے کنعانی شہروں کی آزادی چھین لی۔ اس کے بعد بحیرہ روم کے علاقے میں کنعانیوں کے آثار اور ثقافتی اثرات سمیت چلے گئے تھے۔



اسی عظیم، نامور کنعانی قوم کے شہر کا محاصرہ بخت نصر نے کر لیا تھا۔ اگر صور کا بادشاہ ایت بھل بخت نصر کے مقابلے میں یہودیوں کی مدد نہ کرتا تو شاید بخت نصر اس کے خلاف حرکت میں نہ آتا۔ لیکن اب اس کو جب بنا کر شاید بخت نصر اس پر چڑھ دوڑا تھا۔ صیدانے تو کوئی مزاحمت نہ کی لیکن صور کی جہاں فصیل بڑی و بری اور مضبوط اور مستحکم تھی وہاں صور کے بادشاہ ایت بھل کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی تھا جس کی مدد سے اس کا خیال تھا کہ اگر بخت نصر نے اس کے شر صور کا محاصرہ بھی کر لیا تو وہ صور شہر کی فصیلوں سے سرخرا نکلا کر اور محاصرے کی طوالت سے تنگ آ کر خود ہی واپس بابل جانے پر مجبور ہو جائے گا۔

لیکن یہ ایت بھل کی بھول اور غلط فہمی تھی۔ بخت نصر ان حکمرانوں میں سے نہ تھا جو کسی شہر کو فتح کے بغیر احوار اچھوڑ دے یا محاصرے کی طوالت سے تنگ آ جائے۔ وہ کسی بھی کسی شہر کا محاصرہ کرتا، بابل سے اپنی رسد اور کمک کا سلسلہ براہِ بھال رکھتا تھا جس کی مدد سے کسی شہر کے محاصرے کی طوالت اس کے لئے لازمت اور دشواریوں کا باعث نہ بنتی تھی۔ یہاں بھی بخت نصر نے وہی طریقہ اختیار کیا۔ جب صور کا محاصرہ طویل چکرنے لگا تو اس طول نے بخت نصر پر کوئی اثر نہ کیا۔ بابل سے اس کا باقاعدہ رابطہ ر اور رسد اور کمک باقاعدہ طور پر آتی رہی جس کی بنا پر اس کے لشکری تازہ دم رہے اور دن بدن وہ پہلے کی نسبت زیادہ شدت اور زوردارانہ انداز میں صور پر حملے کرتے رہے۔

ایت بھل نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ شہر بخت نصر کے ہاتھوں فتح نہ ہو۔

وہی تو ہے میرا خدا کہ جس نے لفظ ”مکن“ سے

بزمِ کائنات کو کیا خوب سجا رکھا ہے

جس وقت پورا قبیلہ حمد پڑھ رہا تھا اس وقت نفیل بن ساعدہ اور حرقوص بن شجرہ اپنے قبیلے کے آگے تھے۔ طرحائی اور اثا شیر دونوں ان کے ساتھ تھیں۔ اس طرح نفیل بن ساعدہ کا قبیلہ بابل کے نواح سے نکل کر اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو خابور، راس الشمرہ، تدمر، دمشق اور دریائے یردن کے بائیں کنارے سے ہوتی ہوئی بیڑا، انباط اور ایلمہ سے ہوتی ہوئی بالکل سیدھی آگے صفاء کے کوہستانی سلسلے عیان اور جبل رقم کی طرف چلی گئی تھی۔

(ختم شد)